

بمعرفہ صنائع مکون و مکان بفضائل خلاق زمین و آسمان

کتاب کتب طاب معصوم بہ



تألیف لطیف

غزالی بکبر حقیقت ماہر اسرار طریقت و شریعت
حضرت میاں عبد اللہ صاحب الطوفان بابا جی ماہی لاری

حسب فرمائش

حضرت الامام میاں بشیر احمد صاحب لاری بظلال العالی

نذر عقیدت

پرانے

حقت علامہ حضرت مولانا

حافظ محمد اسد کف محمد دی کا

محمد آباد

سیالکوٹ

منان

قاری محمد نذیر نقشبندی

موضع بیدال

14 — 4 — 95

بعون صناع مکین و مکالم و بفضل خدق زمین و آسمان
کتاب مُسْتَطَابٌ مُسَمًّى بِهِ

اسرار کبریٰ

تصنیف لطیف

قبلہ عالم خواجہ خواجگان ہنمائے عالیان نیکو گاہ بیکساں اطلب العارفین سراج السالکین

حضرت بابا جی صاحب لاروی

نقشبندی سے مجتہد دی

موضع دانگت پرگنہ لار علاقہ سری نگر کشمیر

حسب فرمائش

حضرت امام میاں بشیر احمد صاحب لاروی مدظلہ العالی

مدینتہ العلم دار العلوم مسجد دیوبند
نور آباد - فتح کوہ - سیالکوٹ

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

- نام کتاب ———— اسرارِ کبریٰ جلد اول - دوم)
زبان ———— اردو
مصنف ———— قطب العارفين سران السالكين قبلہ عالم
حضرت بابا جی لاروی رحمۃ اللہ علیہ
ناشر ———— پیر سید محمد قاسم شاہ - نور پور شاہاں بری امام اسلام آباد
طابع ———— چوہدری عبدالباقی نسیم
مطبع ———— اومنی پرنٹرز رحمان مارکیٹ غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور
کتابت ———— ابوالسہلال افضل منہراہم - اے راہلپنڈی
اشاعت اول ———— جنوری ۱۹۹۴ء
تعداد ———— ایک ہزار
تعداد صفحات ———— (۲۰)
قیمت ———— ۱۵۰ روپے



فہرست اسرار کبریٰ

نمبر صفحہ	مضمون	نمبر شمار
	جلد اول	
I	حضرت مصنف رحمۃ اللہ علیہ کے مختصر حالات و زندگی۔	۱
۱	آغاز سخن	۲
۱	دیباچہ	۳
۲	حمد باری تعالیٰ	۴
۲	حمد باری تعالیٰ (بزبان پنجابی)	۵
۲	در وصف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم	۶
۴	نظم	۷
۸	روایت دیگر	۸
۸	روایت دیگر	۹
۱۲	در مدح غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ	۱۰
۱۵	ابیات	۱۱
۱۸	شجرہ طریقت (فارسی)	۱۲
۲۶	نوع دیگر (در اقتباس تبرک)	۱۳
۲۸	نوع دیگر شجرہ نقشبندیہ	۱۴
۲۰	نوع دیگر غزل فارسی	۱۵
۲۱	نوع دیگر	۱۶

نمبر صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۳۲	نوع دیگر	۱۷
۳۳	نوع دیگر	۱۸
۳۳	فضیلت ذکر خفی بر ذکر ہر	۱۹
۳۵	در بیان محکم شدن طالب را در شریعت	۲۰
۴۱	در بیان ذمی رتبہ کے قطع کرنے کے	۲۱
۴۶	ابتدائے مجاہدہ میں مرید کی شرطوں کا بیان	۲۲
۵۲	کبر کی حقیقتوں اور اس کی آفتوں کا بیان	۲۳
۵۴	نکبر کے درجوں کا بیان	۲۴
۵۷	امر و نہی کی تبلیغ کے بیان میں	۲۵
۶۱	در بیان خوف	۲۶
۶۴	انبیاء اور ملائکہ کی حکایتیں	۲۷
۶۷	صحابہ کرام اور لگے لوگوں کی حکایتیں	۲۸
۶۸	مختلف اولیاء کرام کے حالات	۲۹
۷۰	اہل کمال کی پہچان	۳۰
۷۶	کفر و شرک اور بدعت کا بیان	۳۱
۸۲	محاسبہ کا بیان	۳۲
۹۴	توبہ و ماہیت توبہ کا بیان	۳۳
۱۰۲	شیطان بعین کا بیان	۳۴
۱۰۸	انسان کے ٹوکلوں کا بیان	۳۵
۱۱۰	در بیان حقوق استاذ و مشائخ	۳۶

نمبر شمار	مضمون	نمبر صفحہ
۳۶	حکایت	۱۱۳
۳۸	تمثیل مثنوی شریف، حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ	۱۱۵
۳۹	بد مذہب رندوں و تن پرست نفس پروروں کا بیان	۱۱۸
۴۰	سالک اور احمق میں فرق	۱۲۶
۴۱	فرمانِ رسول کریمؐ کہ پانچ چیزوں کو حقیر جاننے سے پانچ چیزوں میں خسارہ ہوتا ہے۔	۱۳۵
۴۲	اعمالِ صالحہ میں سے تقویٰ اور حسنِ خلقِ جنت میں جانے کے لئے بہترین سبب ہے۔	۱۳۶
۴۳	فرمانِ رسول کریمؐ کہ انسان کے آگے شیطان دلہنے طرف نفس بائیں طرف خواہش اور دنیا اس کے پیچھے ہے۔	۱۴۷
جلد دوم		
۴۴	حمد باری تعالیٰ	۱۴۹
۴۵	نعت شریف	۱۵۰
۴۶	نظم	۱۵۲
۴۷	در بیان ہر ایک انسان کو چاہئے کہ	۱۵۹
۴۸	جس فرقہ کی محبت و رغبت رکھتا ہے قیامت کو اسی گروہ سے ملقب ہوگا۔	۱۶۳
۴۹	ماسوی اللہ کو بھول کر باوجود حق میں مشغول ہونا یہی علم ہے۔	۱۶۸
۵۰	عالم کا سونا جاہل کے تمام رات عبادت کرنے سے بہتر ہے۔	۱۶۳
۵۱	انسان دو چیزوں سے بلا ہوا ہے۔	۱۷۵
۵۲	خداوند کریمؐ کی بارگاہ میں پہنچنے کیلئے کثرتِ ذکرِ ضروری ہے۔	۱۷۶

نمبر شمار	مضمون	نمبر صفحہ
۵۳	قیامت کے دن ایک گنہ گار کا پروردگار عالم کو پکارنا۔	۱۷۷
۵۴	تمام مخلوقات سے انسان کو افضل بنا کر کمالات کا منظر بنایا	۱۷۸
۵۵	قیامت کے دن گنہ گار اور فرمانبردار دونوں حسرت و افسوس کریں گے۔	۱۸۰
۵۶	ذکر الہی میں مشغول ہونے سے آدمی تمام الاثمول سے آزاد ہو جاتا ہے۔	۱۸۱
۵۷	ذکر سے اصلی مراد یہی ہے کہ غفلت جاتی رہے۔	۱۸۲
۵۸	ہر ایک چیز کا ثمرہ ہوتا ہے۔ اور ذکر الہی کا ثمرہ ماسوی کو بھول جانا ہے۔	۱۸۵
۵۹	چار چیزیں حجاب ہیں۔	۱۸۷
۶۰	شراب پینا شرعی رکن چھوڑنے سے بہتر ہے۔	۱۹۰
۶۱	ایک شخص کا شیطان سے خواب میں سوال کرنا	۱۹۱
۶۲	انسان کے سجدہ کرنے سے شیطان کی پریشانی	۱۹۱
۶۳	نماز کا بیان	۱۹۲
۶۴	عشق و محبت کے سوا چشم دل کی بینائی دشوار ہے	۱۹۷
۶۵	در بیان آنکہ قدرت کی زبان سے خطاب کرنا ہر ایک انسان کو	۲۰۰
	دردِ محبت سے موافقت کرنی چاہیے۔	
۶۶	حضرت عیسیٰؑ کی طرف وحی کہ میں انسان کے دل کی طرف دیکھتا ہوں۔	۲۰۲
۶۷	مصنف کا عشق سے خطاب کرنا اور خانہ عشق کے قریب	۲۰۲
	مناجات پڑھنا۔	
۶۸	طریقت کے طالب کے لئے ارادت و استقامت ضروری ہے۔	۲۲۲
۶۹	حضرت شاہِ نقشبندؒ کے اقوال	۲۲۳
۷۰	اللہ کریم نے سب پہلے انسان کے دل کو پیدا کیا۔	۲۲۴

نمبر شمار	مضمون	نمبر صفحہ
۷۱	ذکر بہر و ذکر خفی کا بیان	۲۳۹
۷۲	جو شخص اسلام کی حقیقت سے واقف نہ ہو اس کا اسلام درست نہیں	۲۵۰
۷۳	پند و نصائح حضرت مولانا شاہ عبدالحق مجددانی رحمۃ اللہ علیہ	۲۵۵
۷۴	مراقبہ اور لطائف کا بیان	۲۵۷
۷۵	پیغمبر خداؐ کمالات الہیہ کے جامع ہیں۔	۲۶۶
۷۶	ولایت افعالی تجلیات سے فائز ہے۔	۲۶۸
۷۷	قرآن مجید عقاید و اعمال کی درستی کے لئے نازل ہوا۔	۲۷۰
۷۸	حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات و نکات	۲۷۱
۷۹	شہنشاہ نقشبند اور مجدد الف ثانی کا طریقہ	۲۷۲
۸۰	لطائف و مراقبہ کا بیان	۲۸۳
۸۱	حضور پر نور کے صحابہ کرام ساتھ عقیدہ درست رکھنا چاہیے۔	۲۹۰
۸۲	حضرت خواجہ گنج شکرؒ کی خدمت میں چند روایتوں کا حاضر ہونا۔	۲۹۲
۸۳	حضرت شاہ نقشبندؒ نے قرآن و حدیث کے خلاف کوئی عمل مقرر نہ کیا۔	۲۹۴
۸۴	اولیائے کرام کی تصنیفات کے مطالعے سے محبت پیدا ہوتی ہے۔	۲۹۵
۸۵	حضرت مجدد الف ثانیؒ کے فضائل و مناقب	۲۹۶
۸۶	حضرت مجدد الف ثانیؒ کی کرامات کا بیان	۳۰۳
۸۷	حضرت شاہ نقشبندؒ کے مختصر حالات	۳۰۸
۸۸	حضرت امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کے حالات	۳۱۱
۸۹	حضرت یوسف ہمدانی کے حالات	۳۱۳
۹۰	حضرت خواجہ عبید اللہ اترار کے حالات	۳۱۵

نمبر صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۳۱۶	حضرت خواجہ محمد پارسا کے حالات	۹۱
۳۱۸	غزل فرائبہ	۹۲
۳۱۸	حمد باری تعالیٰ	۹۳
۳۲۰	مولود شریف	۹۴
۳۲۳	عورتوں کی بیعت کا بیان	۹۵
۳۳۰	قبلہ عالم شاہ نظام الدین کے حالات	۹۶
۳۵۴	غزل در فراق مہجوری و مقہوری و جدائی	۹۷
۳۵۸	وصف مولانا خواجہ صاحب پیر کیشانی	۹۸
۳۵۹	غزل نوع دیگر	۹۹
۳۶۰	غزل در فراق حضور سرور کائنات	۱۰۰
۳۶۲	اسرار کبیری کے متعلق خواب میں بشارت	۱۰۱
۳۶۲	مناجات مصنف	۱۰۲
۳۶۳	حالات و کرامات حضرت بابا جی صاحب لاروی	۱۰۳
۳۸۵	غزل شریف	۱۰۴
۳۸۵	نوع دیگر	۱۰۵
۳۹۱	خاتمہ کتاب ہذا	۱۰۶
۳۹۸	غزل بطور مناجات	۱۰۷
۳۹۹	غزل نوع دیگر	۱۰۸
۳۹۹	نوع دیگر غزل وحدت	۱۰۹
۴۰۰	غزل نوع دیگر	۱۱۰

محبوبِ مہمانی و قطبِ ربانی حضرت بابا جی صاحب لارویؒ



مختصر حالات زندگی

غواصِ بحرِ حقیقت ماہر اسرارِ طریقت و شریعت حضرت میاں عبداللہ صاحب عرف بابا جی صاحب لاروی رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت مبارکہ علاقہ باناکوٹ ضلع ہزارہ میں ہوئی۔ والد ماجد کا نام حضرت میاں پھل گل تھا۔ آپ نوم گجر بجران سے متعلق ہیں۔ صرف چار سال کی عمر تھی۔ جب والد صاحب کا وصال ہو گیا۔

آپ مادر زاد ولی اللہ تھے۔ بچپن سے ہی ذکر و فکر کلبے حد جذبہ رکھتے تھے۔ اس وقت کے مشہور و معروف ولی غوث زمان حضرت خواجہ نظام الدین مسند آرا کی اہل شریف علاقہ دراوہ ضلع مظفر آباد (آزاد کشمیر) کی خدمت میں حاضر ہو کر بیعت حاصل کی۔ تھوڑے عرصہ کے بعد خلعتِ خلافت سے نوازے گئے۔ سلسلہ قادریہ میں حضرت حافظ میاں احمد گل صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے فرزند میاں محمد اسحاق صاحب گھنیلہ شریف (لوں ضلع ہزارہ) سے بھی فیض حاصل تھا۔ اسی طرح آپ کو حضرت عبدالغفور المعروف اخون صاحب سوات ریف سے بھی خلافت حاصل تھی۔

ظاہری تعلیم صرف سات پارہ قرآن مجید ناظرہ تک محدود ہے۔ اس کے علاوہ آپ نے کسی سے ظاہری تعلیم حاصل نہیں کی، لیکن آپ کی تصانیف (اسرارِ کبیری، ملفوظاتِ نظامیہ مجموعہ سی حونی) کو دیکھ کر پتہ چلتا ہے کہ خداوندِ عالم نے آنجناب کو علم لدنی سے اتنا نوازا،

کہ علم ظاہر والے جید عالم بھی آپ کا مقابلہ نہ کر سکتے تھے۔ آپ کی عبادت و ریاضت کے واقعات سن کر حیرت ہوتی ہے۔

آپ اپنے مرشد برحق قطبِ دہلی خواجہ نظام الدین کیانی رحمۃ اللہ علیہ کے حکم سے مادری وطن ہزارہ ترک کر کے موہل و خیال و انگت شریف ضلع سرری نگر تشریف لے گئے اور وہیں مستقل سکونت اختیار کر لی۔ آپ ریاست جموں و کشمیر میں آفتاب مہتاب بن کر چمکے اور شہرتِ دوام حاصل کی۔ آنجناب کی سینکڑوں کرامات مشہور ہیں۔

آپ کے فرزند ارجمند خلیفہ و جانشین شیخ طریقت حضرت الحاج میاں نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ صاحب کشف کرامات تھے۔ عابد زاہد، زیرک، مؤدب سادات، صاحبِ فلم و زبان اور اعلیٰ ترین شاعر تھے۔ آپ کا منظوم کلام بنام ”اشعار نظامی“ ماہ اگست ۱۹۸۷ء میں طبع ہو کر دربارِ عالیہ و انگت سے شائع ہو چکا ہے، جو کہ آفتاب آمد، دلیل آفتاب ہے۔ آپ کے بڑے فرزند صاحبزادہ والا شان حضرت حاجی میاں بشیر احمد صاحب لاروی دامت برکاتہم العالیہ سجادہ نشین اور منتظم دربار ہیں۔ حضرت موصوف نے تاریخ ۳ شوال ۱۳۹۲ھ بمطابق ۱۰ نومبر ۱۹۷۲ء بموافق ۲۶ کنگ ۲۰۲۹ء بکرمی بروز جمعہ بوقت صبح بعمر ۶۷ سال بمقام و انگت شریف وصال فرمایا۔ اور اپنے والدِ گرامی کے پہلو میں دفن ہوئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

آپ کے صاحبزادگان کے نام گرامی یہ ہیں:

- (۱) حضرت حاجی میاں بشیر احمد، (۲) صاحبزادہ جنید احمد، (۳) صاحبزادہ جاوید احمد، (۴) صاحبزادہ حاجی غلام جیلانی، (۵) صاحبزادہ محمد اسمعیل، (۶) صاحبزادہ غلام ربانی، (۷) صاحبزادہ عبدالرشید، (۸) صاحبزادہ شبیر احمد، (۹) صاحبزادہ اشفاق احمد شوق۔

تصانیف

۱۔ مجموعہ ملفوظات، نظامیہ۔ حضرت بابا جی صاحب لاروی رحمۃ اللہ علیہ کی اولین تصنیف

ہے۔ جس میں تصوف کے بہترین اور نایاب مسائل ہیں، جو کہ قابل دید ہیں۔ عمدہ کتابت صفحات ۴۵۴۔ حضرت مصنف کی زیر نگرانی لاہور سے طبع ہو کر شائع ہوئی۔ سن طباعت ۱۳۳۶ھ / ۱۹۱۶ء ہے۔ اب یہ نایاب ہے۔ انشاء اللہ عنقریب دوبارہ شائع کی جائے گی۔

۲۔ مجموعہ سی حرفی ہا۔ یہ حضرت بابا جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی عارفانہ کلام پنجابی میں ہے۔ بار اول پونچھ شہر ریاست جموں و کشمیر سے شائع ہوئی۔ لیکن کاغذ اور طباعت تسلی بخش نہیں تھی۔ کتابت کی اغلاط بھی تھیں۔ بار دوم راقم الحروف ۱۹۶۱ء میں عمدہ کتابت اور جدید وکٹس سائز پر راولپنڈی، پاکستان سے شائع کی، جس کو حضرت بابا جی صاحب کے فرزند ارجمند حضرت بابا میاں نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ نے بہت پسند فرمایا۔ اور حضرت جناب بابا جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ راقم الحروف کو خواب میں ملے اور اپنے ساتھ کبیر کھلائی۔ بار سوم حضرت میاں بشیر احمد صاحب سجادہ نشین دربار عالیہ بابا جی صاحب وانگت شریف نے راقم الحروف کی شائع کردہ سی حرفی کے مطابق سری نگر کشمیر سے طبع کروا کر دوبارہ وانگت شریف سے شائع کی۔ بار چہارم ۱۹۰۶ھ / ۱۹۸۶ء۔ راقم الحروف نے پہلے سے خوبصورت اور صحت کے ساتھ حسب فرمائش حضرت جناب میاں حاجی بشیر احمد صاحب زیب آستانہ عالیہ بابا جی صاحب لاہور، راولپنڈی پاکستان سے طبع کروا کر آستانہ عالیہ مخدومیتہ نوریہ نورپور شاہاں، اسلام آباد پاکستان سے شائع کی۔

۳۔ اسرار کبیری۔ ۱۳۲۵ھ / ۱۹۲۵ء بمطابق ۱۹۸۳ء کبیری۔ بڑے سائز میں ۵۰۰ صفحات پر مشتمل۔ پونچھ کشمیر ریاست جموں و کشمیر سے حضرت بابا جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی سرپرستی اور نگرانی میں طبع ہو کر آستانہ عالیہ وانگت شریف سے شائع ہوئی۔

اسرار کبیری شریف حضرت بابا جی صاحب کی الہامی تصنیف ہے، جیسا کہ خود فرمایا،

”اسرار کبیری“ سُننے اندر کسی ولی فرمایا

اے مجھواری کارن میں بھی ایہو نام رکھایا

یہ حضرت جناب بابا جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی آخری تصنیف ہے۔ اس کی طباعت کے ساڑھے چھ ماہ بعد آپ کا وصال ہو گیا تھا۔ فقیر جب بوڑھا ہوتا ہے تو اس کا فقر جوان ہوتا ہے۔ لہذا حضرت بابا جی صاحب کے بڑھاپے اور عمر کے آخری حصہ میں تصنیف ہونے والی اسرارِ کبیری شریف بہترین تصنیف اور تصوف و سلوک کا بیش بہا خزانہ ہے۔ یہ عرصہ دراز سے نایاب ہو چکی تھی۔ لہذا حسب فرمائش جناب میاں بشیر احمد صاحب لاروی عمدہ کتابت اور دلکش سائز پر شائع کی جا رہی ہے۔ حتی الامکان تصحیح کے ساتھ، اور مشکل الفاظ کو آسان عبارت میں پیش کیا گیا ہے۔ پھر بھی عین ممکن ہے کہ کتابت و طباعت کی غلطیاں رہ گئی ہوں۔ لہذا قارئین سے استدعا ہے کہ اگر کوئی معقول غلطی نظر آئے، تو بندہ کو مطلع کریں، تاکہ آئندہ اشاعت میں درست کیا جاسکے

اسرارِ کبیری شریف کی سب آخری سطر یہ ہے

روز محشر دار با آل رسول

از طفیلِ مقبلاں گرداںِ فسبول

اس سے آپ کا جذبہ حُبِ آلِ رسولِ طاہر ہے۔ جیسا کہ مولانا سعدی رحمۃ اللہ علیہ

نے فرمایا ہے

اگر دعوتِ رد گئی و رقبول

منم دستِ دامنِ آلِ رسول

کشفِ کرامات

حضرت جناب بابا جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کثیر الکرامات بزرگ تھے۔ ذیل میں مشنہ نمونہ از خروارے کے مطابق چند کرامات کا تبرکاً ذکر کیا جاتا ہے۔

۱۔ اولین ملاقات میں غوث بنا دینا؛

اعلیٰ حضرت قبلہ بابا جی صاحب لاروی نے جناب قبلہ پیر سید حاجی نوران رحمۃ اللہ علیہ
 خلیفہ اعظم موضع لاه شریف راجوری ریاست جموں و کشمیر حال مدون، سوہا وہ ضلع جہلم پاکستان
 کو پہلی ملاقات میں بیعت فرما کر دفعۃً غوث بنا دیا۔ جیسا کہ حضرت خواجہ باقی باللہ دہلوی رحمۃ
 اللہ علیہ نے ایک نامہ بنائی شیخ حسن مرحوم کو ایک ہی محفل میں نگاہ اتھادی سے اپنے جیسا
 ولی بنا دیا تھا۔ حتیٰ کہ ظاہری صورت بھی حضرت خواجہ باقی باللہ کی طرح ہو گئی تھی۔ لیکن وہ نابالغ
 ولایت کا بوجھ دفعۃً برداشت نہ کر سکا۔ دو تین دن میں وفات پا گیا۔ اور حضرت جناب
 بابا جی صاحب لاروی رحمۃ اللہ علیہ نے جس خوش قسمت پر نگاہ ولایت ڈال کر دفعۃً اپنے
 جیسا ولی اور غوث بنایا۔ وہ بفضلہ تعالیٰ تقریباً ایک کی عمر تک زندہ رہ کر فیضانِ ولایت
 بانٹا رہا۔

نگاہِ ولی میں یہ تاثیر دیکھی
 بدلتی ہزاروں کی تقدیر دیکھی

یک زمانہ صحبتے با اولیاء بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

(مولانا رومؒ)

ولی اللہ دے بھانڈا تک کے پاندے خیر حضوریں

جیہڑا پاک غورویں ہووے سو پر کرے نوریں

(میاں محمد بخش رحمۃ اللہ علیہ)

حضرت بابا جی صاحب فرمایا کرتے تھے، میرا اور حاجی صاحب کا ایک وجود ہے۔

من تو شدم، نو من شدی، من تن شدم نو جان شدی

تا کس نہ گوید بعد ازیں من دیگرم نو دیگرگی

۲۔ پتھر کا موم ہونا

موضع لسانہ نزد پونچھ شہر ریاست جموں و کشمیر دریا کے کنارے ایک بہت بڑے اجتماع

میں پتھر کی چٹان پر حضور بابا جی صاحب کھڑے ہو کر لوگوں کے لئے الوداعی دعا فرما رہے تھے۔ اسی اثنا میں آپ کے پاؤں کے نیچے والی چٹان موم ہو گئی۔ اور اس پر آنجناب کے پاؤں کے نشانات ظاہر ہو گئے، جیسے کہ کچھڑ میں نشانات لگ جانے ہیں۔

سنا ہے کہ حضرت بابا جی صاحب نے دعا فرمائی کہ یا اللہ! یہ پتھر اٹھ جاتے تاکہ لوگ اس کی تعظیم نہ کریں۔ تو دریا کی طغیانی کی وجہ سے وہ پتھر اٹھ گیا ہے۔ لیکن اب تک دریا کے کنارے موجود ہے۔ بعض حضرات کے پاس اس پتھر پر نشانِ قدم کا فوٹو موجود ہے۔

نہ پوچھو ان خرقہ پوشوں کی ارادت ہو تو دیکھو انکو

یہ بیٹھے ہیں اپنی استینوں میں سے

۳۔ پٹواری کو ڈپٹی کمشنر اور مہاراجہ کا قائم مقام بنا دیا۔

حضرت بابا جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ جب ضلع ہزارہ سے کشمیر تشریف لے گئے اور وہاں ایک سرکاری جنگل میں زمین آباد کی تو متعلقہ پٹواری آغا حسین شاہ کو زمین کا نقشہ بنانے کے لئے بلایا۔ پٹواری نے نقشہ بنا کر عرض کیا کہ میرا کام اتنا ہی تھا۔ باقی کام گروا اور ہے۔ آپ نے فرمایا، ابھی اس کو رہنے دو۔ شاید اللہ کریم تمہیں ہی گروا اور بنا دے۔ تو باقی کا بھی کام کر لینا۔ کچھ عرصہ بعد وہ پٹواری گروا اور بن گیا، تو اس نے گروا اور سے متعلقہ کام بھی کر دیا۔ اور عرض کی کہ اب باقی کام نائب تحصیل دار، پھر تحصیلدار اور پھر افسر مال کا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو طاقت ہے کہ تمہیں یہ سارے عہدے عطا کرے۔ چنانچہ یکے بعد دیگرے یہ سب عہدے اس کو ملے اور وہ بابا جی صاحب کی زمین کا کام کرنا رہا، یہاں تک کہ ڈپٹی کمشنر بن گیا، تو اس نے اپنے عہدے سے متعلقہ کام کر کے کہا کہ اب مہاراجہ صاحب کا کام باقی رہ گیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ خدا کو قدرت ہے کہ وہ تمہیں مہاراجہ صاحب کا قائم مقام کر دے۔

چنانچہ کچھ عرصہ بعد مہاراجہ ہری سنگھ علاج کی غرض سے انگلینڈ جانے لگا، تو

اُس نے چھ ماہ کے لئے اُس شخص کو اپنا قائم مقام کر دیا، تو اُس نے بابا جی صاحب کی زمین کا کام مکمل کر دیا۔

گفتہ اوگفتہ اللہ بود

گرچہ از حلقوم عبد اللہ بود

۴۔ حضرت بابا جی صاحب نے ایک بار اڈر والی زمین میں مصری مکئی بھج دی، تو بارہ سال تک دوبارہ ہل جوتے بغیر اگتی رہی اور غلہ باقاعدہ حاصل ہوتا رہا۔ آخر آپ نے فرمایا، اگر نہ اکھیڑیں تو قیامت تک خود بخود اگتی رہے۔ لیکن شریعت اس بات کی اجازت نہیں دیتی۔ لہذا اس مکئی کو جڑوں سے اکھیڑ دیا گیا۔

۵۔ فتح محمد ملک مرحوم موضع تھنہ منگ درہال، تحصیل و ضلع راجپوری نے خود راقم الحروف سے بیان کیا کہ ایک شخص مسمیٰ نظام الدین لوہار، حضرت بابا جی صاحب کے اس ارادہ سے حاضر ہوا کہ، آپ میرے لئے دعا فرمائیں کہ میں کھانا زیادہ نہ کھاؤں۔ تو آپ نے اس کے عرض کرنے سے پہلے خود بخود فرمایا کہ تم یہ کیا بات کرنا چاہتے ہو۔ یہ تو اپنے اخیار میں ہے کہ انسان کھانا تھوڑا کھائے تو پانی بھی تھوڑا پیئے گا۔ پھر میند بھی کھوڑی آئے گی غفلت نہ ہوگی۔

آل رسول کی تعظیم

مولانا سید حاجی حبیب اللہ شاہ ضیاء فرزند اکبر حضرت حاجی سید نوران شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے خود بندہ سے بیان کیا کہ میں نے ایک شخص قوم گجر کو خفیہ طور پر اپنی چادر دی کہ بابا جی صاحب جب نماز پڑھیں تو اس چادر کو نیچے پھانٹا تاکہ متبرک ہو جائے۔ میں خود اس لئے نہیں پھانٹا کہ آپ سید ہونے کی وجہ سے مجھے دیکھ کر چادر پر نماز نہیں پڑھیں گے۔ تو جب وہ شخص آنجناب کے نماز پڑھنے کے وقت چادر نیچے پھانٹنے لگا، تو آپ نے فرمایا، کہ یہ چادر کس کی ہے؟ اس نے عرض کیا کہ میری ہے۔ تو آپ فرماتے لگے، تو مجھ بوڑھے سفید ریش

کو دھوکا دینا چاہتے ہو۔ یہ سبت کی چادر ہے۔ میں اس پر نماز نہیں پڑھتا۔

دل نگہدار بے مے حاصل

۵

در حضور حضرت صاحب دلال!

اسی قسم کا ایک واقعہ آپ کے فرزند ارجمند حضرت مہاں نظام الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا بندہ کے سامنے ظہور پذیر ہوا۔ بندہ جب ۱۹۵۶ء کو عرس مبارک ۲۶ جیٹھ پر حاضر ہوا۔ تو آپ اپنے بنگلہ سے مہانوں کے کمرہ میں تشریف لائے۔ ایک شخص نے اونی چادر آپ کے بیٹھنے کے لئے بچھائی، تو آپ نے فرمایا، یہ کسی سبت کی چادر تو نہیں، کیونکہ سبت کی چادر پر بیٹھنا گستاخی ہے۔ اور میں سبت کے گستاخ کو کافر سمجھتا ہوں۔

جناب حضرت بابا جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا پھر مہاں صاحب آپ کے فرزند ارجمند کا پھر مہاں بشیر احمد صاحب مدظلہ العالی موجودہ سجاہ نشین کا دستور ہے کہ کسی سبت کے سامنے گھوڑے پر سواری نہیں کرنے۔

طریقت ہمہ ادب است۔ (طریقت تمام ادب ہی ادب ہے)۔
از خدا خواہیم تو فسیق ادب
بے ادب محروم ماند از لطف رب
بے ادب تنہا نہ خود را داشت بد
ہر چہ آید بر تو از غلٹات و غم
بلکہ آتش در ہمہ آفاق زد
ایں زبے باکی و گستاخی ست ہم

خلفاء کرام

- ۱۔ حاجی سید نوران شاہ صاحب لاہ شریف تحصیل راجوری، مدفون سوادہ ضلع جلم پاکستان۔
- ۲۔ سبت پر مخدوم شاہ صاحب۔ روضہ لاہ شریف راجوری برادر اکبر حضرت حاجی نوران شاہ صاحب۔
- ۳۔ مولوی محمد حبیب اللہ شاہ صاحب بخاری پیروٹ شریف پونچھ ریاست جموں کشمیر انڈیا۔
- ۴۔ مولوی سبت ہدایت اللہ شاہ صاحب بخاری، فرزند اکبر مولوی حبیب اللہ شاہ صاحب بخاری، پیروٹ انڈیا۔
- ۵۔ سبت فقیر شاہ صاحب موضع دو داسن شریف تحصیل و ضلع راجوری۔ (انڈیا)۔

- ۶۔ مولانا محمد سعید صاحب کنویاں شریف۔ پونچھ۔ انڈیا۔
 - ۷۔ مولانا غلام الدین صاحب سمینٹر ۔
 - ۸۔ مولانا سید محمد صاحب علاقہ پونچھ ۔
 - ۹۔ قاضی محمد عالم صاحب ۔
 - ۱۰۔ قاضی عزیز الدین صاحب موضع سمھوٹ پونچھ ۔
 - ۱۱۔ پیرستان علی شاہ صاحب ضلع کانگرا۔ تحصیل نورپور، موضع دھمتور۔
 - ۱۲۔ مولوی شہاب الدین صاحب۔ باغ۔ پونچھ۔
 - ۱۳۔ صاحبزادہ پیر سرور شاہ صاحب چورہ شریف۔ پاکستان۔
 - ۱۴۔ پیر سید عمران شاہ صاحب حضوری۔ برموچھ۔ کوٹلی۔ آزاد کشمیر۔
 - ۱۵۔ مولوی محمد عثمان صاحب فاضل دیوبند۔ ترالہ راجوری۔ انڈیا۔
 - ۱۶۔ میاں حبیب صاحب مرحوم پنہٹ ۔
 - ۱۷۔ میاں فتح محمد عرف سائیں گنجی قلندر ۔
 - ۱۸۔ حضرت پیر سید ولایت شاہ صاحب بساٹاں شریف آزاد کشمیر۔
 - ۱۹۔ سید گوہر علی شاہ صاحب، ٹانڈیاں۔ نزدشنکیاری۔ ہزارہ۔ پاکستان۔
 - ۲۰۔ سید رسول شاہ صاحب ابن مقبول شاہ پروٹ پونچھ۔ انڈیا۔
 - ۲۱۔ حضرت حاجی مفتی سکندر شاہ صاحب۔ ہٹیاں منظر آباد۔ آزاد کشمیر۔
- (ان کے علاوہ بھی خلفاء کرام ہیں، جن کے اسمائے گرامی یاد نہیں۔)

وصال مبارک

حضرت بابا جی صاحب لاروی رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۵ شعبان المعظم ۱۳۲۵ھ بمطابق ۱۹۸۳ء بھانگن
 ۱۹۸۳ء بکرمی غالباً ۲۱ فروری ۱۹۲۵ء بوقت صبح ۸ بجے بمقام وانگت شریف ضلع سرہنگر
 کشمیر بمر ۶۳ سال انتقال فرمایا۔ اسی جگہ آپ کا روضہ مبارک ہے، جو آپ نے وصال سے ۱۹۔

سال قبل تیار کروا رکھا تھا۔ اور اس میں جا کر ذکر و فکر اور عبادت میں مشغول رہنے نئے۔ اس کو آپ کے فرزند والا شان حضرت میاں نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ نے دوبارہ مع برآمدہ کے خوبصورت اور کشادہ تعمیر کروایا ہے۔ برقی روشنی کا بھی معقول انتظام ہے۔

روضہ جدیدہ کی تعمیر کی تاریخ، ۱۱ رجب ۱۳۸۸ھ، ۴ اکتوبر ۱۹۶۸ء۔

عرس مبارک

حضور بابا جی صاحب اپنی حیات مبارکہ میں ہر سال ۲۶ رجب اپنے مرشد برحق خواجہ نظام الدین کیانی رحمۃ اللہ علیہ کا عرس بڑے نزک و احتشام سے منایا کرتے تھے۔ آپ کے انتقال کے بعد بھی بدستور یہ عرس منایا جاتا ہے۔ ۱۵ شعبان اور مد پھاگن کو حضور بابا جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا عرس زیرنگرانی حضرت جناب میاں بشیر احمد سجادہ نشین، باقاعدہ منایا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ ۳ شوال المکرم کو حضرت قبلہ میاں نظام الدین فرزند بابا جی صاحب کا عرس بھی بڑی شان و شوکت سے منعقد ہوتا ہے۔

مساجد

دربار شریف میں ایک بڑی مسجد ہے۔ جس کو از سر نو خوبصورت اور وسیع تعمیر کیا گیا ہے۔ اور ایک چھوٹی مسجد ہے، جو کہ حضور بابا جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا خصوصی عبادت خانہ بھی ہے۔ اس کے علاوہ ایک مسجد موہڑہ شریف پونچھ میں بتاریخ ۲۱ جمادی الاول ۱۳۴۱ھ زیر انتہام حضرت بابا جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ تعمیر ہوئی۔

مہر مبارک

حضور بابا جی رحمۃ اللہ علیہ کی مہر مبارک کا مضمون درج ذیل ہے۔

پیر دین محمد فقیر عبد اللہ

راقم الحروف سید البوترا ب محمد قاسم شاہ ابن حضرت پیر سید مخدوم شاہ رحمۃ اللہ علیہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

آغاز سخن

دوستوں کی خدمت میں التماس کی جاتی ہے کہ اس کتاب کی تصنیف کرنے کا یہ سبب ہوا کہ ماہ شوال ۱۳۲۶ھ کو سفنہ میں ایک ولی نے جلوہ گر ہو کر کتاب مذکورہ کی بشارت دے کر نام اسرار کبیری بھی بتلا دیا، تو اسی حکم کے مطابق تعمیل خادم الفقراء والمساکین نے کی کہ ماہ صفر ۱۳۲۶ھ کے آغاز میں کتاب مذکورہ کو لکھنا شروع کیا گیا، تو بمورخہ ۱۶ جمادی الآخرہ ۱۳۲۶ھ بروز بدھ بوقت ظہر اختتام پذیر ہوئی۔

واضح ہو کہ خادم الفقراء، تصنیف کی قابلیت نہ رکھتا تھا مگر مجبوری سے حکم ہذا کی تعمیل کی گئی ہے۔ اس لئے ہر ایک صاحب کو چاہیے کہ بندہ کی تقریر میں جو سہواً غلطی الفاظ واقع ہوئی ہے، تو اس میں کسی قسم کی انگشت نمائی نہ کریں۔ بلکہ بندہ کی غلطی الفاظ و عبارات قبول فرما کر فدوی کے حق میں دعائے خیر کرنی چاہیے۔

امین ثمّ امین یارب العالمین۔ رَبِّ بَسِّرْ وَلَا تَعْسِرْ وَتَمِّمْ بِالْخَيْرِ

دیباچہ

حمد ہزار ہا و سپاس بے قیاس خلاق اکبر جن و بشر کو سزاوار ہے کہ جس نے اپنی قدرت کاملہ سے انبیاء کو نبوت و امامت کا خلعت پہنایا۔ شریعت و طریقت کا امام بنایا۔ ان کی نبوت کی تصدیق کے لئے بڑے بڑے معجزے ان کے ہاتھ سے ظاہر کئے۔ اولیاءوں کو دین حق کی تعمیل کا تلخ پہنا کر نیابت کا کام، زمانہ کا انتظام ان کے سپرد کیا۔ اور ولایت کا اختیار بھی ان کے ہاتھ میں دیا۔ ہزاروں کرامات اور خوارق عادات ان کے شاہد حال بنائے، جن کے

دیکھتے سے انسان ضعیف نے جہل کی ظلمت سے نکل کر علم البقین کی روشنی حاصل کی۔ اور
ایمان کا چراغ اس کے صدق و اخلاص کے گھر میں چمکا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ،
جناب رسول خدا کے مقبول شفیع المذنبین رحمۃ اللعالمین احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ
سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ بابرکات جامع صفات حمیدہ و خصائل پسندیدہ ہیں جنہوں
نے لاکھوں گمراہ، نامہ سیاہ، راہِ راست دکھلا کر منزل مقصود پر پہنچائے اور ہزار ہا کفار
راندہ روزگار مسلمان بنائے، سینکڑوں گنہگار شفاعت کبریٰ کے ذریعہ سے بخشوائے۔ دین
اسلام پھیلایا، ہدایت کا رستہ دکھلایا۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ هَدَانَا اِلَى الْاِسْلَامِ بِطُفْلِ النَّبِیِّ الْاَتْحٰی الْقُرَشِیِّ
الْهَاشِمِیِّ الْاَبْطَحِیِّ الْمِکِّیِّ الْمَدِیْنِیِّ وَجَعَلَنَا هُوْمِنًا وَّمُهَبِمِنًا وَّمُسْلِمًا

✱

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حمدِ باری تعالیٰ

بدایت می کنم اس نامہ نامی	بنام آں کہ نامش ذوالکرامی
زجودش چشمہ نم در کام گردید	ز چشمہ نم زباں پر کام گردید
ز قدرت قادر قیوم دانا	توانا می کند ہر نا توانا
بہر دل تیسرہ زنگار خوردہ	بہر صدر ز شوق کار مردہ
دہر صیقل دل زنگار گوں را	در شانہ بفیض دل زبوں را
چو برق فیض او لمعے فرورد	ہمہ آلودگی با سینہ سوزد
بے دستے دہد نیرو بدستے	کہ آرد نیرواں را سربہ پستے

ز گویائی چو شہ مورال گویا شد
 بجیش پشہ چون نیرو فرودش
 چو نیروے فرستادش با بیل
 سرشاہاں بمستی کبرزادہ
 بہ بیہے سلم کریمے کرد گایے
 اگر گیرد بگردارے شرارے
 بہ الطاف کرہمائے کارسازت
 پرستار شدہ امرش بہ مردم
 بگتر و از کرم خوانے چنانش
 ز خوان نعمتش ہر دم پیاپے
 یکے را بر سر تاج سعادت
 بدرگاہش کریم بر بزرگی
 فرو ماندہ را رحمت قریب است
 نگدازندہ بالا و شیبے
 قدیم است دنیو کاری پسند
 بنطفہ می دہد صورت پری او
 دہد نعل و فیروزہ بسنگے
 بہیم آرد ز ابر قطرہ بر
 ازاں لولوے لالہ می نماید
 بدیں رفعت باین عظمت سارا
 مہ و مرد کو اکب کردہ موزوں
 سلیمان را چساں حیرت فزا باشد
 عدم یک دم بہم روداں نمودش
 ہزاراں چسل شد نابود با فیل
 بدرگاہش بہ پستی سر نہادہ
 پو شد پردہ از لبس برد بارے
 کہ بنید روز ہائے در فداے
 تضرع نالہ و را برد بار است
 ہمہ چیز و ز مرغ و مور و مردم
 دہد روزی بہر شے بے توانش
 رسد روزی تر و تازہ بہر شے
 بہر دیگر گلیمے از شفا دست
 بزرگاں را فتاد از سر بزرگی
 بہر نالندہ انعامش مجیب است
 بلک و مالک روز حیبے
 در روزی بعصیان کسے نہ بندد
 بر شک آرد پری را از بری او
 بشاخ نعل گل پیروزہ رنگے
 بشکم مادر آرد نطفہ نر
 وزیں سر و عجب بالافزاید
 بدارد بے ستوں ایزد تعالی
 مزین کرد زیشان سقف گردوں

بقدرت کاملہ فرشتے تراش
 نمودہ محکمش با میخ کو ہے
 ز رحم و فضل آل خلاق باری
 یکے شور و دیگر شیریں فوارہ
 ز تقدیر قضا او قدر باری
 نمنہ نہیں مژدہ بادے کرامت
 سپس از بادہ ابر سقا را
 سپس از بادہ ابر سقا را
 بقدرت کاملہ نیکو معینے او
 ہاں آبے از خاک سخت روئے
 گیہ و میوہ رنگین زراعت
 بنات شاخہا پرورشیں چوبند
 بہ پیرا بند بہ رنگیں غنچہ گل
 زمبوہ خوشہا پختہ رسند
 بہ روانہ نوشت ایزد تعالیٰ
 ازاں دانہ کہ شد مقسم بہ نامے
 پئے خائیدنش دندان عطا کرد
 چو خائندہ شود طعم شنبہ
 بہ نفعے از گلو کردہ فرودش
 بعدہ باز پس آب و طعمے
 بدم او ما بزرگ ما کردہ جاری

بگنزد است از حکمش برانش
 کہ پیش از کوہ زلزلہ بدستو ہے
 ز دریا کرد چشمہ نہر جاری
 ہزاراں جوئے آبی خوشگوار
 ہمہ اسباب روزی کرد جاری
 فرستد پیش از باران رحمت
 رساند تا براند بادہ را
 بسار رحمت باران جوشاں
 باندا زہ رساند بر زمین او
 برویاند نبات مشکبوئے
 ہاں غیش بروں آرد بقدرت
 بخلعتہائے سبزیش برگزیند
 بسیار اید زمینے را با ملہا
 نگہ کردہ زہر آفت چہ زندہ
 بنام ہر خوردندہ رسم بالا
 با کل نبست زو قدر نماے
 زباں را بہر جنب نش جوا کرد
 ملایم کردہ بہ آبے لہا بہ
 بدیکے معدہ گرداند برودش
 چو شیرہ پختہ گردد با مرے
 رسانید در جگر فردان باری

زرگانش بہ سرتاپا رساند
 چو زان خون استخوان تخلیق سازد
 اثر بانی جو در معدہ بساند
 بمعدہ اثر بانی آب و دانہ
 زہے خلاق قادر ذی صے توانا
 ز صلب آید بحکم کردگارش
 چلد چون بگذرد بروے تمامی
 ازاں خون جسد بنیاد خلقت
 ز مضغہ میشود لحم و عظامی
 بہ چشم و بینی و ابرو کمانے
 بتعداد لب و دندان دہانش
 بہ گردن برچوں گنبد سر نہادہ
 بہ ران و ساق و بازو کردہ ترکیب
 بندستہا پنچہ بیار آید بروش
 چو بہ اعضا گرامی کرد نامی
 عجب نقش بقدرت می نگارد
 بہ لحم جلد چوں سازد تمامش
 زہے رازق بہ حمل رحم مادر
 نہ راہی روزیش مفہوم گردد
 بہ جنبیش چنان پرورش فراہد
 توئی خلاق و رازق ہمگن ترا
 بہر رگ ہا نمودہ خولے براند
 لحم را با عظم تلفیق سازد
 ز مخزج قدرتش بیرون برآند
 بیرون آرد سبک تر از مٹانہ
 چو قطرہ نطفہ در بے توانا
 چو گیرد در رحم چندے قرارش
 شود نطفہ سبک تر خون خامی
 کہ آن مضغہ گشتہ بقدرت
 عظام از لحم میپوشد تمامی
 بگوشش و لب زباں در دہانے
 بر آمودہ بدر چنداں دہانش
 بہ گنبد ہفت در ہا بر کشادہ
 دہ انگشتانے بہ بند ہا کردہ ترتیب
 بہ پنجہ دیگر بہ پیراید دروش
 با حسن صورتش کردہ گرامی
 کہ قسم نانی در اشک آرد
 دمد روتے رواں جاں کرامش
 چگونہ پرورد در شکم مادر
 نہ یاری کس درو معلوم گردد
 کہ بے مادر پدر نشو نماید
 توئی روزی رساں پیدا و نہاں را

حمدِ باری تعالیٰ زبانِ پنجابی

صفتِ ربِّ دی تم نہ ہووے بھانویں بلکہ زبان
 سمھاندے ہتھ قلم ہووے تے لاون مال سیاہ
 ہک آوازوں جہانِ تمامی ظاہر کر دکھایا
 پیر پیغمبر تے ملکِ تمامی ہووے خلائق ساری
 سب پیدائشِ عاجز آوے تیری دہشت کارن
 باہجہ زبانِ کلامِ کنسندہ اکھیں باہجہ شنائی
 عبدِ خلقت سمجھ سوالی دٹھی تے دم نہ کوئی مارے
 اتے نوری ملکِ وچہ سجوے کوئی وچہ قیاماں رہند
 آدم جن ملائک سارے بولن مال دہانارے
 تاں بھی لیکھ مکاؤن ناہیں جہڑی صفتِ الہی
 جوداں طہن خوب سوارے، واہ واہ صفتِ خدایا
 تیری صفت لیکھ نہ سکن پھٹی فسلم وچاری
 نوری ملکِ مقرب جہڑے ڈر کے دم نہ مارن
 کناں باہجہ آواز سنیدہ رب حاشمول نہ کائی
 پیر پیغمبر عاجز آوتھے، روون نت وچاے
 حیرت اندر خلقتِ تمامی واہ واہ سبحان اللہ نت کندے
 عاجز ات پیدائشِ ساری گنتی باہجہ شمارا
 صفت تم نہ ہرگز ہووے عبدِ موڑ مہاراں

دُرُودِ اِنْحِرَافِ رَسُوْلِ اَكْرَمِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ

مختصر حالات اپنے پیارے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جانفشانی سے تحریر کرنا ہوں کیونکہ جن
 انس، نباتات، شجر و حجر، ملائک، حور و قصور، زمین و آسمان کو تمام حالات کے تحریر و تقریر بیان کرنے
 کی طاقت نہیں ہے۔ اور میں مسکین ناتواں کس طرح سے نورِ فہمیدی کے بیان تحریر کرنے کی
 طاقت رکھ سکتا ہوں۔ حاشا للہ کیونکہ ہمہ اشیائے اعلیٰ و ادنیٰ ذی روح و غیر ذی روح در حقیقت
 ہمارے نبی اکرم محمد مصطفیٰ ص کی خاطر پیدا کئے گئے ہیں۔ اور ان کے اوصاف تحریر کرنے کی
 کس کو طاقت نہیں ہے۔ کیونکہ وہ ایسے عظیم الشان نبی مرسل ہیں کہ جن کا وصف خداوند کریم اپنی

قدرت کی زبان سے بیان فرماتا ہے۔ جیسا کہ اپنی کتاب پاک میں ارشاد فرماتا ہے۔ وَفَا أَرْسَلْنَاكَ
 إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ اس آیت کریمہ کے بارے میں ایک عجیب نکتہ درنظم سنجیدہ ناقص زبان
 سے انشاء اللہ تعالیٰ بیان کرتا ہوں کہ جس وقت ہمارے نبی امی محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس آیت
 کریمہ سے سرفراز و خلعت افروز نور اسلام رحمت جہاں کے لئے ہوئے تو اس وقت شیطان
 لعین نے بھی دعویٰ کیا کہ اس آیت کریمہ کے مطابق اے محمد مصطفیٰ! مجھے اس رحمت سے حصہ
 ملنا چاہیے۔ تو ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایسے رحمت بحر عمیق ہیں کہ شیطان لعین ایک
 قسم کے حصہ سے بہرہ مند ہوا۔ جیسا کہ درنظم بیان کرتا ہوں۔

نظم

کہ چوں ابلیس شد راندہ ز درگاہ	روایت کرد راوی نیک دلخواہ
بہر روزش طمانچہ زد فرشتہ	ز قہر ایزد بردیش بد سرشتہ
نشد زایل ز رویش تا دگر روز	اثر زخم آن طمانچہ سخت دل سوز
چو آمد آیت رحمت کریمہ	پس از بعثت نبی خصلت عظیمہ
کائے معبود برحق لایزالا	نمودہ عرض شیطان خستہ حالا
مکن ز رحمت محروم و متروک	کہ من ام در جہاں دارند مسلوک
بموقوفی طمانچہ ضرب شیطان	ز رحمت کرد رحمان زود فرماں
شده موقوف طمانچہ ضرب بدراہ	کہ بعد امروز ضرب از روئے بدخواہ
کہ بادولت وجود احمدیش	بہ ہیں رحمت جناب ایزدیش
نجاتش داد از ضرب الامی	چساں از رحم آل رحمان گرامی
اگر از صدمہ دوزخ رنجیدہ	طلب گاراں احمد برگزیدہ

شوند محفوظ از رنج و وعیدے مداں از فضل و رحم ایند بعیدے

روایت دیگر

شده مروی ز رادی نیک مفهوم
 ہمیں شد بہر استقبال یوسف
 ز جوش اشتیاقش بے تماشا
 کہ لشکر فوج یوسف در عبر بود
 چو یوسف دید والد بے قراری
 چو بر یوسف نظر افتاد یعقوب
 ہمیں غلطاں ال بیک دیگر فتادند
 چو ذوق اشتیاق آمد بصد جوش
 ہمیں احوال شان دیدہ ملکہا
 بگفت کہ جناب بے تاسف
 کسے دیگر چنیں سے داد و محبت
 شد فرمان ایند لایزال
 کہ بر امت محمد نیک اندیش
 محبتاں محمد را اشارت
 کہ بر امت محمد شان والا
 کہ روزے حضرت یعقوب مفهوم
 کہ از نقدش کشید ہر دم تاسف
 شدہ بر پشتہ بہر تماشا
 بجوقا جوق فوجش در گذر بود
 بیفتاد از عماری ز رنگاری
 شدہ غلطاں بخاک از شوق محبوب
 بمد ہوشی فراق اندر فتادند
 بیک دیگر ہمیں ماندند بے ہوش
 شدہ گریاں بنا لہ بر فلک صا
 بساں الفت یعقوب و یوسف
 بجان و دل فدا گشتہ بر غبت
 کہ سو گندم بذات ذوالجلالی
 بود از پیر کنعان الفتم بیش
 بود زین الفت ایند بشارت
 چساں گشتہ محبت باری تعالی

روایت دیگر

چنیں گفتمہ است رادی عمر کائے ز سر حال طوقاں رمز دارے

کہ چون ایقاع طوفان شد مقرر
 شدہ فرمان بنوح آل دم ز صانع
 نخستیں ساز تختمائے یک کلت
 بہ ہر تختہ بنام کن طہری
 بنام گر کنی آغز کارے
 نگار انگہ بہر تختہ گرامی
 ہماں دم نوح بفرمان منور
 بہر تختہ بنام کردگارش
 بجز اندر برآں لوحا چو دیدش
 دگر راہ چوں رقم زد جملہ نامش
 برآں لوحا رقم زد چند باش
 پس انگہ نوح نبی اللہ بدرگاہ
 شدہ ارشاد ایزد باکرم خو
 پس از ترسیم جملہ نام نامی
 چونامش نوح نبی بنوشت انجام
 کہ لوحا نام چوں احمد نوشتی
 پس از تحریر نامش نام عالی
 پس انگہ نوح نبی اللہ بعبیل
 کہ بعد از جسد تختہ تختہ آخر
 کنوں در حیرتم از رائے عالی
 چنیں از نامہا نامے گرامی
 شدہ نوح زان وقوع احوال مخبر
 کہ باشی در صناعیت فلکہ قانع
 دگر ہم بیست و چار ہزار بے شک
 کہ ناممے شود انجام سازی
 ازاں کارے شوی آخر بیابے
 ز جملہ انبیاء معلوم نامی
 بہر یک تختہ نام بہر یک پیغمبر
 بنام بہر نبی کردہ نگارش
 نوشتہ نامہا نامے ز دیدش
 بدید از تختہا محو نامش
 بدید آخر شدہ محو نگارش
 شدہ خواہانے مناجاتے بعد خواہ
 کہ نامم را چو سے آری رقم تو
 بکن ختمش بنام احمد گرامی
 ز غیب آمدندا انگہ باکرام
 نام این دم شدہ تعبیر کشتی
 بسازدہ جائے تختہ چار خالی
 تفحص کرد از جبریل بے قیل
 ختم کردم بنام احمد مفاخر
 کہ جائے چار تختہ ماندہ خالی
 رسم کردم کلام از نام نامی

کہ در گیتی پس از ختم نبوت
 بہ نوح گفت سبک ناموس اکبر
 کہ آن شاہ جہاں را چار یاراں
 کہ شہر اسلام و دین آئین مہی
 بریں لوحا کہ ماندہ چار خالی
 نگاری چون بنام آن ذمی برالقی
 نبی ہرگز نہ باشد ذی مروت
 بکن اصفا عجب یک مژدہ اشہر
 شوند در دین و دنیا نامداراں
 بودند شاں چار دکن آن شہر زیبا
 نگار از نام یارانے چار عالی
 ہمیں کشتی بیابد راہ نجاتی

يَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلَيْنَا اَبَدًا
 عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمْ

افتادہ ام بے دست و پا یا مصطفیٰ یا مصطفیٰ
 از خان و مان گشتہ بدرگرم پریشاں در بندہ
 از گردش دور زماں و زفتنہ شر الزماں
 ہستی شفیع عاصیاں غم خوار حال بکیاں
 دارم سیاہ رُو از گناہ عالم شد از عصیاں تباہ
 شرمندہ ام در کار خود و ز فعل بد کردار خود
 روزم بشغل ابن و آسے شب غفلت گیر دعنا
 اے مقتدائے سروراں و لے سرور پیغمبراں
 چون جاں زتن گرد و بدر بر من شود بیم و خطر
 لولا کہ نصف جان تو یس شد اندر شاں تو
 روح الایمں چون خادماں سر در گت مبتکان
 ارض دسا ماوائے تو ہم عرش و کرسی جائے تو
 بے کس غریب و بے نوا یا مصطفیٰ یا مصطفیٰ
 چون ز عالم بے خبر یا مصطفیٰ یا مصطفیٰ
 داری نگہ اندر امان یا مصطفیٰ یا مصطفیٰ
 در ماندہ ام در ماں رسان یا مصطفیٰ یا مصطفیٰ
 فرما بحالم یک نگہ یا مصطفیٰ یا مصطفیٰ
 وز نفس ناہموار خود یا مصطفیٰ یا مصطفیٰ
 دستم بگیرد از راہ زماں یا مصطفیٰ یا مصطفیٰ
 دے تکیہ گاہ عاصیاں یا مصطفیٰ یا مصطفیٰ
 دارم یک نظر یا مصطفیٰ یا مصطفیٰ
 ہم وَالصَّحِيْحِيْ تَسْبِيْحًا تُوِيْ مِصْطَفٰى يٰ مِصْطَفٰى
 گوید شناہیت ہر زماں یا مصطفیٰ یا مصطفیٰ
 شمس و قمر لائے تو یا مصطفیٰ یا مصطفیٰ

مقبول در کون مکان محبوب ارض و آسمان
محبوب رب العالمین مطلوب بر روی زمین
چوں تو شفیع مہربان باشد بحال عاصیاں
اے خواجہ اہل لقبیں وے صاحب شرع متین
از شوق پا بوست زخم آہ و فغاں ہر صدم
مہر سپہرا ہندا یعنی جہاں آرا لقا
در محفل خاص و علا کاجا بلرز و ادیسا
گر در صف نعلین دپا یا بم ز فرماں توجہ

مطلوب خاص انس و جاں یا مصطفیٰ یا مصطفیٰ
مرغوب فرودس بریں یا مصطفیٰ یا مصطفیٰ
پس کر و غم باشد چہاں یا مصطفیٰ یا مصطفیٰ
بر عرض احوالم بہ میرے یا مصطفیٰ یا مصطفیٰ
بر بندہ الطاف و کرم یا مصطفیٰ یا مصطفیٰ
بہر خدائے راہنما یا مصطفیٰ یا مصطفیٰ
قدر من عاصی کج یا مصطفیٰ یا مصطفیٰ
وافرحتا وافرحتا یا مصطفیٰ یا مصطفیٰ

ابن دہمند عاصی گدا از صدق و اخلاص و دعا

جوید لقا، جوید لقا یا مصطفیٰ یا مصطفیٰ

✦

بُلْبُلان باغبانِ شریعت و خوش ندائے طوطیانِ طریقت کو چاہئے کہ ہمہ اوقات قولاً
و فعلاً و محبتاً ذر تا بعداری **محمد مصطفیٰ** کے جانفشانی سے پیشہ وری سے ثابت قدم
محکم و محکمہ شریعت نبوی و استقامت در سنت دائمی اختیار کریں، تاکہ فلاح دو جہاں حاصل
کریں گے۔ کیونکہ ہمارے ایسے رہبر حبیبِ خدا محمد مصطفیٰ ہیں کہ جن کے ذریعہ سے خدا پاک
نے حضرت یعقوب و حضرت یوسف کی محبت سے امت محمدیہ کو زیادہ تر برگزیدہ محبت کے
کریا ہے۔ جس کا بیان در نظم مذکور سنجیدہ تقریر و تحریر کر چکا ہوں۔

اے گروہ محمدیہ! ذرا خواب غفلت سے بیدار ہو کر فکر کرنا چاہئے۔ کیونکہ تم نے حضرت
یعقوب و حضرت یوسف کی محبت ہر دونوں کی خوب طرح سے گوش گزار کی ہوئی ہے۔ بلکہ
اظہر من الشمس ہے۔ اور اولو العزم پیغمبر عظیم الشان تھے۔ تو ان کی محبت سے امت محمدیہ ادنیٰ
کو زیادہ تر برگزیدہ کرنا یہ محض لحاظ محمدی ہے۔ بلکہ عاشقان صادقان کو یہ اشارت بطور بشارت

ہے۔ افسوس در افسوس ہم گروہ محمدیہ کو کہ جب تک تابعداری واثن حضرت محمد مصطفیٰ کی اختیار نہیں کریں گے، تو کس طرح سے کسی منزل کو سرانجام کر کے فلاح ہر دو عالم حاصل کر سکیں گے۔ نَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْهَا۔ کیونکہ ہم سے راہنا حضرت محمد مصطفیٰ ایسے حبیبِ خدا ہیں کہ جب تک ظاہراً ان کے قدم مبارک سے مشرف نہ ہوا تھا، اگرچہ نور محمدی کی پیدائش درحقیقت تمام اشیا سے اول خلقت ہوئی تھی، تو اس زمانہ میں گذشتگان پیغمبران علیہم السلام کو کسی قسم کی کوئی مشکل مہم نازل ہونی تھی، جس کے آسان ہونے میں ہر ایک پیغمبرِ خداوند کریم کی بڑے بارگاہ میں عاجز ہو کر التجا کرتے تھے، تو خداوند کریم بذریعہ وحی کے ارشاد فرماتا تھا کہ ہمارے حبیبِ آخر الزمان حضرت محمد مصطفیٰ کے اسم مبارک کا وسیلہ لاؤ۔ تب یہ مشکل مہم آسان ہوگی۔ تو وہ گروہ پاک قافلہ حکم کے مطابق تعمیل و تکمیل بجالانے تھے۔ پھر ان کی مشکلات آسان ہو جاتی تھیں۔ جیسا کہ حضرت نوح علیہ السلام اول العزم پیغمبر کو ثانی آدم (علیہ السلام) اہلاق کیا جاتا ہے۔ کہ ان کو بوقت کشتی تیار کرنے، واسطے طوفانِ عظیم الشان کے زمانہ میں کیسی ہی سخت مہم درپیش آئی تھی، تو مجبوراً حضرت نوح علیہ السلام نے درگاہِ برتر خدا تعالیٰ کے التجا کی۔ تو اسی وقت خداوند کریم نے بذریعہ وحی بشارت دی کہ جب تک میرے حبیب محمد مصطفیٰ کے اسم مبارک کا وسیلہ نہ لائے گا اور ان کے ہمراہ آپ کے چار بار اصحاب کبار کے اسم مبارک کو وسیلہ نہ لائے گا، تب تک کشتی تیار نہ ہوگی۔ اور طوفانِ عظیم الشان سے ہرگز نجات نہ ہوگی۔

حضرت نوح علیہ السلام جب خدا پاک کے حکم کی تعمیل و تکمیل بجالا کہ اسم مبارک حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پاک کا باسم مبارک چار بار اصحاب کبار کے وسیلہ لائے تو اس وقت خداوند کریم نے حضرت جبرائیل کو بشارت دے کر ارشاد فرمایا کہ اے نوح! جس وقت اسم مبارک حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ہمراہ اسم مبارک چار بار اصحاب کبار کا وسیلہ مبری بارگاہ میں لایا تھا تو اسی وقت حقیقتاً تیری کشتی تیار ہو کر طوفانِ شدید سے نجات پاگئی تھی۔ بعداً فوراً کشتی تیار ہو کر طوفانِ شدید سے خداوند کریم نے نجات بخشی۔

بذریعہ صدقہ اسم محمدی کے ہوا، جو کچھ کہ ہوا، جیسا کہ در سنجیدہ نظم مذکورہ تحریر و تقریر پر چکا ہوں، صرف گروہ محمدی کے واسطے بشارات بطور بشارت ہے۔ بلکہ مسکین خادم رو سیاہ کو جو کچھ حاصل ہوا ہے، بصدقہ حضرت محمد مصطفیٰ کی تابعداری جانفشانی کے ذریعہ سے حاصل ہوا ہے۔ ایسے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک شمعِ ظلم واسطے محو کرنے ظلمات و کفر کے اور دین اسلام کے پھیلانے کے واسطے جہانِ فانی میں نزول فرمایا۔ پھر ان کی تابعداری کرنا، ہر ایک مسلمان پر فرض واجب ہے۔

در مدح آنحضرت محبوب سبحانی قطب الاقطاب غوث الثقلین صدامی

الکونین دبیائے مجمع البحرین نور العین عارف حقانی غوث صمدانی

محبوب بزدانی مولانا شیخ سلطان سید محمد عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ

اب اس جگہ مدح محبوب صمدانی غوثیہ اپنی طاقت کے موجب تحریر کرنے کی سخت ضرورت ہے۔ اور تمام مدح تحریر و تقریر بیان کرنے کی کسی کو طاقت نہیں ہے۔ اس واسطے کہ غوث صمدانی محبوب بزدانی عین نور محمدی تھے۔ اور دل بند جگر فاطمہ نسل علی فرزند حسین تھے۔

دوسری وجہ یہ ہے، فرمایا نبی کریم نے اپنی زبان مبارک سے کہ جس طرح سے مجھ پر سلسلہ شریف نبوت ختم ہو چکا ہے، پس فرمایا کہ در شب معراج کاس طرح سے سلسلہ ولایت کا ختم ہمارے فرزند دل بند ابو محمد عبدالقادر پر ہو چکا ہے۔ اور اکثر ماہران علوم مشائخان طریقہ عالیہ نے لکھا ہے کہ جس طرح سے نبی کریم کی پشت مبارک پر مہر نبوت کا نشان ظاہر تھا، اسی طرح سے برگردن مبارک آنحضرت سید عبدالقادر جیلانی ابو محمد کے آنحضرت سردر کائنات کے قدم مبارک کا نشان ظاہر تھا۔

زودہ درحقیقت ختم ولایت کا نشان تھا۔ اسی واسطے جمیع اولیاء کی گردنوں پر سید عبدالقادر جیلانی کا قدم مبارک رکھا گیا ہے۔

نیز روایت ہے کہ فرمایا غوث الارض والسماء محبوب سبحانی محی الدین عبدالقادر نے کہ،

لَمَّا شَرَفَ اللَّهُ تَعَالَى رُوحِي فِي اللَّيْلَةِ الْمِعْرَاجِ بِرُؤْيَةِ جَدِّي حَضْرَتِ مُحَمَّدٍ
مُصْطَفَى صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَأَهْلِيهِ وَسَلَّمَ وَأَطْلَعَنِي عَلَى مَا أَلْهَمَهُ اللَّهُ
تَعَالَى وَقَالَ يَا مُحَمَّدُ! عَلِمْتُ مَنْ هَذَا الرَّجُلُ فَقَالَ يَا رَبِّ أَنْتَ أَعْلَمُ مِنِّي
فَقَالَ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى هَذَا أَوْلَادُكَ مِنْ نَسْلِ الْحَسَنِ وَإِسْمُهُ عَبْدُ الْقَادِرِ جُعِلَ
مَحَبُّوِي بَعْدَكَ وَسَيَكُونُ شَانُهُ بَيْنَ الْأَوْلِيَاءِ كَشَانِكَ بَيْنَ الْأَنْبِيَاءِ فَقَالَ
يَا وَدِدِي وَقُرَّةَ عَيْنِي قَدْ طَابَ قَلْبِي بِرُؤْيِكَ وَطَابَ خَاطِرُكَ بِرُؤْيِي وَ
أَنْتَ مَحَبُّوْبُ اللَّهِ وَتَأْتِي مِنْ بَعْدِي فِي مَقَامٍ وَلَا بِيْتِي وَوَضَعْتَ قَدَمِي هَذَا
عَلَى رَقَبَتِكَ وَقَدْ فَكَ عَلَى رِقَابِ جَمِيعِ أَوْلِيَاءِ أُمَّتِي.

خواجہ کمال الدین ابن شیخ المشائخ خواجہ عبداللطیف بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اپنی کتاب
لطائف لطیف میں کہ بشب معراج حضرت غوث الاعظم کی روح مبارک بغلبہ شوق مشاہدہ جمال باکمال
رسول خدا پاک کے اپنے مقام سے کہ منتہائے مقام اولیاء اللہ تھا، انتقال فرما کر متحد بحسد لطیف ہو کر
خدمت میں حاضر ہوئے، اور قدم مبارک حضرت کے، دوش پر اٹھا کر عرش معلیٰ پر پہنچا دیا۔ اس وقت
ہاتف غیب سے ندا ہوئی کہ یا محمد! آپ کے قدم کے نیچے یہ روح کس کی ہے۔ جواب دیا کہ اس کا نام
نامی علام الغیوب جانتا ہے، مگر اتنا معلوم ہے کہ میرا دل اس کی مقبول صورت اور محبوب چہرے
کو دیکھ کر خوش ہوتا ہے۔ اس شخص کے سینہ بے کینہ سے محبت کی خوشبو آتی ہے۔ ارشاد ہوا کہ یہ شخص
آپ کا فرزند ولید اور حسن کی نسل سے ہے۔ اور نام اس کا عبدالقادر رکھا گیا ہے۔ اور مدارج محبوبیت
سے سرفراز ہے۔ یہ بشادت سن کر حضرت نے سجدہ شکر ادا کیا۔ اور حضرت غوثیت کی طرف مخاطب
ہو کر فرمایا،

يَا وَلَدِي قَدْ طَابَ خَاطِرِي بِرُؤْيَتِكَ وَطَابَ خَاطِرُكَ بِرُؤْيَتِي وَأَنْتَ
مَحْبُوبُ اللَّهِ وَمُحِبُّوِي وَخَلِيفَتِي وَقَدْ مَعِيَ هَذَا عَلَى رَقَبَتِكَ وَقَدْ مَكَ عَلِي
رِقَابِ جَمِيعِ أَوْلِيَاءِ اللَّهِ تَعَالَى -

غوث صمدیہ کی محبت میرے سینہ میں زور شور کر رہی ہے۔ اس واسطے چند ابیات در نظم سنجیدہ
بیان کے اپنے سینے کو سرد کرتا ہوں۔

ابیات

بیگ پیمانہ جودم کنے مدارا	بیا ساقی ز مے باقی خدا را
کہ مدح پیر مردانہ سرائم	زہ پیمانہ چوں مستانہ برآیم
بمدح پیر سرکن داستانے	الا اے خامہ جادو زبانی
سرو سر کردہ خواباں جیبلاں	بود پیر محی الدین جیبلاں
شاہنشاہ ہمہ گوہر فروشاں	ہمہ شاہان درش حلقہ بگوشاں
منم بلبس برآں گلبود و گلشن	گرفتم دامش از صدق روشن
کہ نورش عین از حسن و حسین است	وجودش سر بسر از نور عین است
کرد زندہ یغین شد دین بنا مش	ازال روگشت محی الدین بنا مش
بغوثیت بود او غوث اعظم	بود قطب ما و بر اقطاب دو عالم
جگر بند و فرزند علی را	بود او نائب و وارث نبی را
بدو ختم ولایت شد مروت	بجدش شد عطف ختم نبوت
ہم او سراج شد جملہ ولباں	نبی سراج شد جسد نبیاں
بیگ صد اسم ایند گشت منضم	بود نام کرامش اسم اعظم
کہ قادر قدرش دادہ بہ ہر کام	ازال گردید عبد القادرش نام

ملک جن و بشر بکسر پایش نہادہ سر بجاں گشتہ فدایش
بکتف اولیاء پایش نہادہ رسول اللہ بکتفش قدم دادہ

شداو والی ولایتہائے بکسر

شدہ حلقہ بگوشش جملہ افسر،

✽

در خدمت اجباب عاشقان و واقفان کلام ربانی و نخلبندانِ طریقت اس طرح سے بیان فرماتے ہیں کہ جس وقت آنحضرت آدم علیہ السلام اپنی جگہ جنتِ اعلیٰ فرودس سے مکر خناس کے ذریعہ سے معزول کئے گئے تھے۔ تو پھر آپ بہت سی مدت زاری و استغفار شافہ کرتے رہے۔ لیکن خدا پاک نے آپ کی تقصیر معاف نہ فرمائی۔ بلکہ حکم ہوا کہ اے آدم! ہماری بارگاہ میں جب تک تم کوئی وسیلہ نہ لاؤ گے، تب تک عبادتِ شافہ کے ذریعہ سے تمہاری تقصیرات معاف نہ ہوں گی۔ بعد ازاں حضرت آدم نے دربار گاہ برتر لایزال التجا کی کہ اے خداوند! تمہارا برتر بارگاہ میں کیا وسیلہ لاؤں۔ پھر حکم ہوا کہ تمہاری پشت سے ایک شخص پیدا ہوگا جو کہ وہ ختم المرسلین رحمۃ للعالمین ہوگا، اور باسم مبارک محمد مصطفیٰ، مشہور و معروف ہوگا۔ تم اس اسم مبارک کا وسیلہ لاؤ تاکہ تم جملہ تقصیرات سے نجات پاؤ۔ حضرت آدم علیہ السلام نے حکم مبارک کے مطابق دیرسا ہی عمل فرمایا، تو فوراً آپ اپنے مطلب سے وصل ہوئے۔ اسی طرح ماضی میں جب پیغمبران علیہم السلام میں سے کسی کو کوئی مشکل مہم پیش آئی، تو آنحضرت محمد مصطفیٰ کے اسم مبارک کا وسیلہ کر مہمات و مشکلات سے فوراً نجات حاصل کرنے لگے۔ آخر کار جب آنحضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تو خداوند کریم نے فرقان حمید شفاء للناس عطا فرما کر مہر نبوت سے مشرف فرمایا۔ آپ کو دین اسلام پھیلانے اور کفر و ظلمت مٹانے کا اشد ضرورت پیش آئی۔ تو آپ نے ہمارا یار اصحاب کبار کو نایبیت کا عہد عطا فرما کر اصحابی کالنجومہ بایہم اقتدیتم، اہتدبتم سے ملقب فرمائے۔

بعد ازاں لوٹے نابتیت کا سلسلہ وار اپنی امت کے اولیاء کو عطا فرما کر نور محمدی کو کَالْبَدْرِ فِي الدُّجَى فرمایا۔ پس اس سے معلوم ہوا ہے کہ اگر وسیلہ کی ضرورت نہ ہوتی تو آنحضرت آدم کو خداوند کریم اپنی پاک بارگاہ برتر سے وسیلہ پیش کرنے کا ارشاد نہ فرماتا جیسا کہ خلا پاک نے حضرت نوح علیہ السلام کو طوفان عظیم الشان کے وقت باسم مبارک آنحضرت محمد مصطفیٰ وبعہ چار یار اصحاب کبار ارشاد نہ فرماتا۔ اور وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ سے حضرت محمد مصطفیٰ کو مشرف نہ فرماتا۔

وسیلہ کی دوسری دلیل یہ ہے کہ جو حروف مقطعات فرقان حمید میں ارشاد ہیں، وہ رموزات فرقان حمید ہیں، مگر بعض مفسرین نے اپنی اپنی رائے کے مطابق ان حروف مقطعات کی تشریح بیان کی ہے۔ جیسا کہ فرقان حمید کی ابتداء میں ہے اللہ ہے، مگر اس کی تشریح یوں بیان کی ہے کہ الف سے مراد اللہ اور لام سے حضرت جبرائیل اور میم سے مراد حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ یعنی یہ کلام ربانی لاریب ہے، مگر جبرائیل کے وسیلہ سے حضرت محمد مصطفیٰ کو پہنچی تو اس سے معلوم ہوا کہ فرقان حمید بھی حضرت جبرائیل کے وسیلہ سے حضرت محمد مصطفیٰ تک پہنچا، تو جب حضرت محمد مصطفیٰ کو فرقان حمید کی نسبت حضرت جبرائیل کے وسیلہ کی ضرورت پڑی تو معلوم ہوا کہ امت محمدیہ کو ہر ایک مشکل اور مہم امر میں، خواہ دین کا ہو یا دنیا کا، وسیلہ لانے کی اشد ضرورت ہے۔ اسی واسطے مسکین احقر العباد تراب الاقدام رو سیاہ اپنی کتاب کی ابتداء ہی میں اپنے سلسلہ وار بزرگان نقشبندیہ مجددیہ علیہم الرضوان کو نخر پر کرتا ہے، کہ طفیل بجزمت سلسلہ دار کے قلبی مقاصد کی مشکلات، آسان ہو کر سلسلہ شریف کے وسیلہ سے نیک اختتام ہو کر رسالہ ہذا کے ذریعہ سے مد نظر ہو کر اجاب اصحاب مشرف ہوں، جو کہ حسب ذیل درج کیا جاتا ہے۔ در نظر فارسی و اردو مرتب شدہ ہے۔

شجرہ طریقت (فارسی)

الہی! رحم کن بر حال ما را
 کہ جز فضلت ندارم بیچ چارا
 صراط مستقیم است آرزوئم
 شفیع کن بمشتر مصطفیٰ . را
 طفیلش ساخت ایند ہر دو عالم
 چہ عرش و کرسی و تحت الثریٰ را
 منم حلقہ بگوشش و چاکر خاص
 بنام ایزد مطیع ہر چارتاد را
 رسولے کنز لسانش ہر توہ نور
 رسید آل صاحب صدق و صفا را
 رفیق غار آن صدیق اکبر
 بہ پیری شد مرید مصطفیٰ را
 چو بے کس دین احمد شد پس ازوے
 امیر المؤمنین کرد آشکارا
 چو او مردے نباشد تا قیامت
 پس از پیغمبر خیر الوری را
 سلیمان فارسی ازوے طلب کرد
 چو این خاتم طریقت ائمہ را
 چو آمد خاتم عرفان بدستش
 مطیعش شد ہمہ حیوان صحرا
 ندیم خویش کرد آن شاہ فارس
 محمدت اسم نور ضیاء را
 بعدالم فیض احسانش رسید
 بحمد اللہ ہمہ مرد و نساہ را
 چو تاسم کرد قسمت نور عرفان
 منور ساخت جعفر شبے ربا را
 چو جعفر صادق ازوے نور گرفت
 ز کیوان بگذر ایند این ہمہ را
 چوں جعفر داد تسلیم طریقت
 بسطت ان عارفین شمس لفتحا را

۱ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ . ۲ اِنَّمَا يَبَايَعُونَ اللَّهَ الْآبِرَ .

۳ وجود نفس و شیطان .

۴ حضرت مولانا بایزید بسطامی رضی اللہ تعالیٰ عنہ .

شد بسطام در ملک ولایت
 بفرقتش تاجِ قطبیت چو آمد
 ز سلطان بواجبِ رحمت آمد
 حسن از لطف خلق و خلقِ حسن
 چو ماهِ فیض او ناکاستی یافت
 قلندرِ فارسِ مشهورِ عالم
 رسید تا دو صد فرسنگِ دو بل
 شد یوسف که یوسف ثانی است آل
 چو حسن معرفتِ ظاہر شد از وے
 کفیلِ گنجِ عرفان بود آن شاه
 ز یوسف چوں رسید این ملکِ حثمت
 سراجِ غوثها کرده خداوند
 سراجِ نیست بل خورشیدِ عالم
 ز مشرق تا مغرب آن شد دین
 جہادِ اکبر از وے یافت اتمام
 عجب تر آنکه سالم بود و قاتل
 و بسکن پایہ گاہش رشکِ دادہ
 رسید کلکین از وے بفرسنگ
 مفرح ساختہ ہر کد خدا را
 مرصع کردہ حسمِ حیا را
 حسن خرقانی جسلوہ نما را
 گزیدہ شیوہ ہر انبیاء را
 نہ بودہ بوعسلی از وے ہدا را
 شدہ تقویٰ حکم ما اتی را
 چوں کردے یاد حکم ما نہی را
 ازال پس کرد قایم این بوا را
 بدین کرد عالم اشتہا را
 کزد میدان بہرہ بے نوا را
 بعد الخالق بس خوش لقا را
 امیرِ نجدوانی پر عطا را
 منور ساختہ ہر جا بجا را
 بہر کس داد فیض ذوالعدلی را
 ہزیمت داد حرمس وہم ہوا را
 عساکر بلے نفس پر دغا را
 ہمہ شدائے خفا ص کر بلا را
 چوں دیدہ نبتہ زور انجلی را

و حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ . و پیدائش . و ما انا کم الرسول فخذوا

ما فانہاکم الایہ . و نشان . و عطف تفسیر . و شیطان . و ستارہ

الہی مرقدش پر نور گردانے
 از دست عارف باللہ مشرف
 ز محمود آمد این گنج گراں سنگ
 شہ خوارزم بود آل خواجہ دین
 ز خواجہ لمعت برق افتادہ
 چو شد میر کلال از دے نشان جو
 چو شاہ نقشبند این مسند یافت
 ہمہ اقطاب عالم سر نہادہ
 طریق نقشبنداں شد منقش
 بگلہائے دل تلمیذ کردی
 بعصرش بود روشن چشم عالم
 درینا بر فصول چہ ارگانہ
 بہ میں درسک این عالی طریقت
 جز اسمائے کرامتہائے ایشان
 ز جوہر چرخ و دلابے صدا فغاں
 علاؤ الدین شد از بحر نوازش
 چو بود او منظر انوار ربانی
 الہی خاک ادہم پیرانش
 شدہ یعقوب چرخ مشعل افروز
 بحرمت سرور عالم دل آرا
 از د محمود کابل مہ نصیب را
 باں خواجہ علی کرد انتہا را
 رسیدہ پرتوکش ارض و سما را
 بیابائے سماسی القبا را
 از د تا نقشبند راہنم را
 ربودہ از ہمہ گوئے ہدی را
 بہ پیش آستانش دائم را
 از اے نساجی شمس الضیاء را
 چو لالہ پر اثر خوش داغما را
 بر حلت کرد تاریک این سرا را
 کہ پنہاں ساخت ہر شاہ گدا را
 گستہ لولوئے ہر بے بہا را
 نمائندہ یک نشان دست و پا را
 کہ اندازد بچاہ رخشنده ماہ را
 رساں دار سعادت اشقیاء را
 بعالم داد نور اصطفیٰ را
 ز رحمت کن منور تا جزا را
 ز شمعش زبر چرخ بے کنار را

ما حضرت خواجہ علی رامین رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ و نساجی بمعنی نقش کنندہ۔

چو یوسف آمد این راه طریقت
 خیال غیر را در دل زبستی
 بسکش کرد ازاں پس خواجہ دین
 چو آمد ساغر دور طریقت
 چو شد خمخانہ عسرفاں خالی
 چناں فیاض عالم شد کہ ہر کس
 پئے تعظیم آن ظل کرامت
 برانے مُقَدَّمش ایسے چسرخ دورا
 بر آمد گلبن از خاک احسار
 زہر شاخ گل توحید بشکفت
 دبر ہر دو عالم چون قلم زد
 چو نقش صورتش ممتاز شد
 چو عیسی دادہ اش فضل خداوند
 ہم از پرکار چسرخ تیسزرقا
 چو زاہد زہد را از روی پیاموخت
 پس از درویش آمد در مکنون
 با مکنگی است لقبش شمرہ آفاق
 طلب کردہ ازو باقی باللہ
 بجایش احمد سرہند نشست
 سوئے یعقوب محبوب دل آرا
 بہ نور بے چگون کردے نظارا
 عبید اللہ اسرار التجسا را
 سوئے گردش پر خمسا را
 بتدبیرش لبالب شد دوبارا
 بیایش کرد جان خود نشارا
 فلک در راہ زدہ چشم ستارا
 نمود از کابکشاں جاروب راہ را
 ز کرسی برد بالہ شاخا را
 گلش را شد شمیم عطر سا را
 بہ تصویرات ارض و ما فیہا را
 تخیل داد لغت ش قضا را
 زباں پر نوشت بہر ہر شفا را
 خطے عشرش شد آخر پارہ پارا
 ازو شد فیض درویش و گدا را
 رئیس پارسیاں مقتدارا
 دمام جست در عالم رضا را
 بعشق و لطف الوار بقا را
 رہین حکم او بلخ و بخارا

لا کابکشاں یعنی راہ ستارہ و ۲۰ رہین یعنی تا بعد از۔

بہ ہندوستان وہم ضلع ہزارہ
 بدخشاں فارس و زفت^۱ سجارا
 بگوید ہر کے صفت و ثنا را
 طریق سرور بدر اللہجے را
 مقبہ ساخت ایزد ہر بلا را
 کہ بکشاید مجدد این عطا را
 نظیرش نیست درارض دما را
 پائش سر نماے الوفا را
 بہ میدان طریقت شہ سوارا
 بہ معصومی مقرب شد خدا را
 منور ساخت ظلمات کفرا را
 ز قلبش موج زد بخبر زخارا
 گرفت شاہ زبیر از وہ بنا^۲ را
 بنور معرفت ہر پارا را
 از وہیے ولی صاحب شفا را
 بہ فیض اللہ محمد خوشن را
 بان نور محمد بادشاہ را
 ز چورا کرد افشاہ راز را
 ز سر بگذشت آدمی نامدارا
 بہمہ پنجاب و کابل ملک کشیر
 بہ ترکستان عرب در روم و کنعان
 بمصر و سند و ہفت تسلیم عالم
 مجدد الف ثانی داد تجدد
 چو آمد غوث سبحانی بدینا
 بہ نابینا ز فقر آمد بشارت
 چنان پر نور و حکمت کیست دیگر
 زہے آن قطب ربانی کہ افلاک
 سمنند بہمتش بس تیز رفتا
 مزین شد ز فیض چوں محمد
 بعصمت از ملائک در گذشتہ
 ازو شد حجت اللہ چوں نشاں مند
 چو او ہم رفت ازین تلبیس خانہ
 محمد اشرف مشرف ساخت ہر دم
 جہالش در جہال اللہ اثر کرد
 ز عیسیٰ فیض عقبی چوں رسیدہ
 ز نور سیف او چوں پر تو تافت
 ز نور احمدی چوں گشت روشن
 ز چورا موجب عرفان گشت ظاہر

۱ زفت یعنی ناپور۔ ۲ عطا یعنی پردہ۔ ۳ سند یعنی اسپ۔ ۴ تلبیس خاز یعنی دنیا۔ ۵ بنا یعنی طریقت

علوم باطن و ہم ظاہر از وسے
 ب جذب حبش از ماگم رسیدہ
 از آنجا فیض آوردہ بخردار
 ہزاراں آفریں بر جاں پاکش
 نشاندہ بعد زان بر مسند خویش
 سر بر خود نہاد آن خسرو دیہ
 برائے انتظام دین احمد
 نظام الدین چخان نور بر افروخت
 چو برق تیغ انوار دوسے زد
 اگر صد جان و صد تن دارم اکنون
 مرید آن را چنان فیضش رسیدہ
 ز خوان بے درغیش کبست محروم
 چنان فیاض در عالم نمودہ
 چنان عز و شرف دادش خداوند
 دلے چوں نوبت عرش سر آمد
 ہر آل شہباز این کاشانہ پرداخت
 ز سوز بحر آن خورشید پایہ
 چو آواز رحیلے او بر آمد
 بسقف عرش دگری جنبش آمد
 ربودہ از جہاں زنگ خطا را
 صدیق ماگمے آن بارگاہ را
 ربودہ ہر کس از وسے بر طارا
 کر زینت داد سک پیشوا را
 شہنشاہ در او عز و جہا را
 بکیان رشک دادہ مہر و مر را
 بعالم کرد علم آتشکارا
 بخورشید رسانید ہر سارا را
 برون کرد از ہمہ عالم سجاد را
 فدا سازم بہ آن مشکل کشا را
 کہ از جبرائیل ہر شاخ و گیہ را
 کشادہ جسد در بائے سخا را
 کہ حیران ساخت دیگر ادبیا را
 کہ در اصحاب علی مرتضیٰ لا
 رہا کہ ایسے بدورا آسیا را
 ہلک دار آواز بکا را
 فلک خون شفق زرد در کندا
 جہاں و سنگما شد پارہ پارہ
 بکیان دید چوں این ذلول را

لا در او نام ملک - ۲ کیان، نام جانی - ۳ بکا یعنی نابیدن

نہ کیساں بل زمین ہفت از فراقش
 خطاب فاصبروا آمد چو از حق
 ز بحر لطف او جوئی بہ کشمیر
 نہ جوئے ابر ز رحمت آفریدہ
 بہ جی صاحب ملقب گشت پریم
 طفیل بابا جی صاحب خداوند
 محی سنت است آل سرور دین
 ز باغ سنت است آل سرور آناد
 سہیل تافتہ بر ملک کشمیر
 ز اموال و ہم اسبابش چگویم
 ز کار عالم ظاہر نہ در زید
 چو خیر العمل گفت آل سرور عالم
 بہ آل ذوق محبت در شب و روز
 خلیل آسا کثادہ خوانین
 بد الواب و لطائف مثل ایشان
 بعالم نور عرفانش منور
 ز بال ترساختہ از حوض کوثر
 عجب فیض است در مجلس مبارک
 زر مغرب شود سنگ از نگاہش
 بسر انداخت خاک تر غبارا
 تحتل کن دلا حکم قضا را
 رسید کرد دانگمت اتکا را
 کہ فیضش شد بعالم آشکارا
 فدایش جان من صبح و مسارا
 رہود از لار ہم قحط و دبا را
 خیال ستنش لیل و نسا را
 مریداں را ہمیں بس افتخارا
 خلائق یافتہ زو رنگ را
 بعالم حشمت شاہ بیت آنرا
 مگر از بہر سنگر کشت کارا
 کہ پڑ سازد شکم ہر گوسنہ ما
 رساندہ لنگر خود انتہا را
 ندیدہ بیچ کس آنجا ریا را
 نشد کس واقف بہر و علا را
 ملائک ہم بگفتہ مرجبا را
 بر شمع برد از ہر کس ظہا را
 مثال موم گودد سنگ غبارا
 نداند کس بدینساں کہمب را

را محی بمعنی زندہ کنندہ . و ظاہر بمعنی پیاس .

زہر علم باطنش نتوان خبر داد
 معلوم ظاہری در قلب ایشان
 عجب صنع کرامت هست پیدا
 چو ملفوظات را کردند تالیف
 بسر فصلش رہ بخت نموده
 زہر لفظش نموده نور توحید
 مرید آنرا بجائے مرشد است آل
 بیان کرده مسائل گونہ گونہا
 بیدارش شود مسرور بخاطر
 کمالات کہ وارد نمیشد من
 چو عسرم صد ہزاراں سال گردد
 زباں را ہم بشویم تا دو صد بار
 پس آنکہ نام ایشان گر بخوانم
 اگر خاک از قدمسائے مبارک
 نتد روشن شود این ہر دو چشم
 درینا بر نصب و قسمت من
 کجا لائق شدم با خاک پاپش
 حقیرم کو چو من دیگر گنگار
 از ترس زندان جہنمش

محیط خفیہ اسرار خدا را
 ز نور غیب شد نشود نما را
 بجز تسلیم کردہ انتہا را
 زہر علم درد کردہ اشارا
 بر سطرش طریق مصطفیٰ را
 زہر حرفش رموز انخفا را
 در و پنہ و نصیحت بے شمارا
 ہم انواع حقائق دلہا را
 بتسلیمش سعادت اشقیاء را
 شدہ معلوم ہر پیر و فتا را
 بگویم مدح آن شیر خدا را
 ز عنبر ہم گلاب و مشک سارا
 درال دم کردہ باشم بس خطارا
 چو سرمہ در دو چشم من شفا را
 بدہ مرشد برائے حق دوا را
 نگشتم خاک پائے اولیاء را
 ز گنگ کتر بدرگاہش نواہ را
 بدہ فیضم ہمیں بس اکتفا را
 بکن تا ہست نور این مرد را

را چو ملفوظات یعنی مجموعہ ملفوظات نظامیہ . . . یعنی خالص .

بداری یا الہی تاقیامت بسے کرد این فلک پشت دو تارا

✦

بداری یا الہی تاقیامت
 ز تمیزان آسے بابائے نامی
 بدامائے حضرت شد مشرف
 با خانزادہ جی خواندہ خلائق
 محل خوشی در ریاض مرشد است آن
 نظیرش کیست در علم و خوش اخلاق
 بدوشش خلعت لطف و عنایت
 الہی! ار منسما ز خمر عشقت
 طفیل خواجگان این طریقت
 الہی! عفو کن از من خطا را
 الہی! عفو کن از من خطا را

مقام تلگراں در ملک کوٹلہ

مظفر آباد تحصیل است مارا

✦

نوع دیگر

در اقتباس تبرک بوصف پیر و مرشد خود

بحمد آنکہ محمود جہانی بہ نعت آنکہ فیض عالمانی

را یعنی چون لفظ جان نثار شد الفی دون حذف شد و جیم را بیائے احمد لاحق کردہ آید۔

و وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ نَسُوا اللَّهَ الْأَيُّ

چو اصحابش نہ باشد تا قیامت
 دلم گوید زبان را در شب و روز
 نم از سر چشمه لطف الہی
 زبان گوید بخود حیرانم اکنون
 و لیکن میکنم طبع آزمائی
 ز جملت ہم سر خود بر نیام
 نہ من گر ہم چوں من دیگر ہزاراں
 پس از ہور ہزاراں یک نہ باشد
 نقش ابر ز رحمت آن سریدہ
 لبش را داد ایزد باد عیسی
 بحمد اللہ کہ در حال مراقب
 بدوزد دیدہ دل را مصمم
 ز خورشید بقا چوں نور یابد
 بہ نظرش عالم از ماہ تابماہی
 بہ پیشہ ہمتش گردیت ناچیز
 چو خوابد سیر وحدت خواجہ ما
 ہمہ اخلاق نبوی در ندادش
 ز نور شمع آل خورشید پایہ
 بعالم صیت احسانش رسبہ
 نشانہ بیخ نمنش این طریقت
 چو برگ و شاخ ہر یک خواجہ ہوی

خصوصاً چار یارانے کلانی
 کہ اے غافل چرا خاموش مانی
 بیابی وصف مرشد گر بخوانی
 کے از وصفش ہست ذوق زندگانی
 کہ از وصفش تو انم نکتہ دانی
 کہ زین پایہ ندارم یک نشانی
 بگوید در شب و روز ایں بیانی
 چو طوطی سے گر کنم شکر زبانی
 کزد باران رحمت ہر زمانی
 دلش بحر است ز انوار ربانی
 زند امواج اسرار نہانی
 نہ بسند غیر جز ستر حقانی
 ز ما زہ گو ملائک آسمانی
 نباید جز وصال لامکانی
 ہمہ اموال و اسباب جہانی
 نماند گرد راہ از پا نشانی
 ہر کس گفت گو مشفقانی
 منور شد ہمہ کون و مکانی
 بدیدن ہر کس آید جادوانی
 شہ کوزین ختم مرسلانی
 سلسل کرد یک دُر نشانی

براں گلبن سے کہ مرشد چوں گل آمد
 نیاید بر سرش باد خن زانی
 گل کز روضہ فردوس آید
 برائے عندلیب اار مغانی
 ز مرشد تازہ شد باغ طریقت
 نکرده کس بدیناں باغبانی
 بہ جی صاحب چو ایزدی تافت
 نمائندہ حاجتش در علم خوانی
 ہم علم حدیث وفقہ و تفسیر
 ز قلبش جلوہ گر شد ہر معانی
 چنان صاحب کرامت کیست دیگر
 کہ گردد مفتی جز در س خوانی
 ولا این وصف پایاں ندارد
 ہماں بہتر کہ ز بس خاموش مانی
 طفیل باباجی صاحب النہی!
 پفضلت کن مرا جنت رسانی

وہم روز جزا بر والدینم

مع الاستاد کن رحمت نشانی

نوع دیگر

شجرہ طیبہ طریقہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ رضوان اللہ علیہم اجمعین

رکھ مجھے دنیا میں سنت پر الہی مستقیم
 فضل سے ایمان سلامت کر مجھے بار ب عطا
 نار دوزخ سے بچا ناروز محشر ہو شفیع
 آن شفیع المذنبین یعنی محمد مصطفیٰ
 جن کے شوق و عشق سے حق نے کیا پیدا جہاں
 کرسی و عرش و فلک جنت الی تحت الثریٰ
 ہو درود ایزدی بر جان پاک آل رسول
 جملہ اصحاباں حضرت خاصہ ہر چہارتا
 بعد سرور کے نہیں کوئی دوسرا جگ میں ہوا
 ثانی صدیق اکبر یار غار آل سے بر ملا
 جب توجہ اتحادی سے وہ مشرف ہوئے
 جاری ہے ان سے طریقہ نقشبندی عالیہ

شاہ سلمان فارسی جن کا ہے رتبہ منتہا
 وہ محمد قاسم پیر ہدی و ہم صف
 امام جعفر نے یا حصہ بسے انبار ہا
 پھر ہوا آفاق میں مشہور وہم جلوہ نا
 بو الحسن خرقانی مسند نشین عز و جاہ
 یوسف ہمدان پھر ان کا خلیفہ ہو گیا
 لقب ان کا غجدوانی ہے وہ ماہ خوش لقا
 خواجہ محمود بھی کامل ہوا اور ہے ریا
 قلب اپنے سے نکالا لشکر ترس و ہوا
 آل رئیس اولیاء بابا ساسی مقتدی
 سب جہاں میں جن کی ہے ہر جا بجا صفت ثنا
 پادشاہ نقشبند افسر کل اولیاء
 دور آخر میں لبالب ساغر آب بقا
 خواجہ عبید اللہ جن کا ہے لقا پر ضیا
 ان سے عزت پا گیا درویش صاحب پارسا
 اسم ان کا شترہ آفاق شیخ مقتدا
 خواجہ باقی باللہ معدن علم و حیا
 ہے مجدد الف ثانی عارفوں کا پیشوا
 حجۃ اللہ نے لیا ان سے طریقت کا لوا
 خواجہ مشرف کو بھی اس نے اشرف کر دیا
 خواجہ عیسیٰ محی السنۃ خیر الورد

جانشین و مقتدی ان کا ہوا شاہ جہاں
 نور عرفان کا ہوا مشتاق ان سے زود تر
 نعمت دارین کو قاسم نے جب قسمت کیا
 آل شترہ بسطام تاج قطبہا بایزید
 راستہ توحید کا لوگوں کو دکھلانے لگا
 بو علی نے فیض کامل لیا جب اس شاہ سے
 عبد الخالق بعد ازاں خورشید عالم کا ہوا
 عارف باللہ کو پہنچا فیض ان کا دمدم
 خواجہ علی نے لیا جب ذوالفقار
 بعد ازاں بر تخت شاہی بیٹھا ان کی جا بجا
 حامی دین محمد خواجہ میسر کلال
 باغ دنیا کو مزین کر دیا لاریب فی
 شعبدہ چرخ سے یعقوب چرخ کو ملا
 واہ چراغ نوز پھر اسرار سے ظاہر ہوا
 خواجہ زاہد محمد تھا خلیفہ پس عزیز
 خواجہ امکنگی ہوا طالب طریق بالیقین
 طالب زیبائش عقبی ہوا ازجان دل
 احمد سر ہند شاہ کشور نور ابد
 محمد معصوم کو آگاہ کیا عرفان سے
 پے پے ان کے چلا چوں خواجہ زبیر
 پس از و سلطان عزت شاہ جمال اللہ ہوا

خواجہ فیض اللہ نے عیسیٰ سے لیا جب فیض کو
 طالب عز و شرف ان سے ہوا با جان و دل
 ہادی سے آیا تجسلی ماگھی صدیق پر
 بر سر بے شرف و عزت شاہ نظام الدین ولی
 تخت گاہ و ضدان کا خاص کیا ان شریف ہے
 نائب ان کے بلکہ نائب سرور کو نہیں کے
 پر گنہ لار میں وانگت شریف ان کا مفا
 ہادی مرشد میرے ہیں وہ ہدایت کے نشاں
 ان کی برکت سے میرے پر مغفرت کر با
 میاں صاحب ان کا ہے دل بند فرزند ارجمند
 ان کے شاگردوں سے ہے کامل نہایت متقی
 قاریاں شعر کو لازم ہے مَنْ سَتَرَ أَخِيَهُ

ہے منظر آباد کی تحصیل خاصہ تلگراں

جائے تن لیکن میرا ہے روح وانگت میں کھڑا

نوع دیگر غزل فارسی

نب رحلت ہم از دنیا بخت میرسد روحم
 خار و خس اگر در جائے دید بختم بدرگاہش
 گر مرشد بوقت نزع باشد شمع با
 یقیں دائم کہ از فردوس آید فرش

عَلَىٰ يَعْنِي مَنْ سَتَرَ عَيْبَ أَخِيهِ فَقَدْ سَتَرَ اللَّهُ بِعُيُوبِهِ ۱۷

نصیب من مباد آں دم کہ بے یاد تو بنشینم
 خدا را پرده شفقت فکن تا گوشه بنشینم
 شدم بحر صبح ازاں ساعت کہ مرشد داد تلقینم
 در یغابخت من خیزد بدامن لعلها چینم
 ہزاراں آفریں دادے بنات لنعش پروینم
 فدائے سخوش لقلے ہنر شد جان شیرینم
 رساں یک جبرے بہر خدا از خرد و شینم

الا اے مرشد کامل کہ مسکینت برفت از یاد
 خمار خم عشقت بر ملا افتاد از پنہاں
 بشب حیران و سرگردانم اندر روز تا آخر
 ز دریا در مکنوں بر کراں آید ز فرمودن
 ز مژگانم شدے جاروب دلہیز و درش ہر دم
 حجاب زد باں نور شیدا بر فرقت و دوری
 ز بانم خشک شد از تشنگی اے ساقی وحدت

بہ بین اے پر تاثیر از چشم کرم ! سویم
 غریب و بے کس و تردامن و عاصی و سکینم

نوع دیگر

ز سر بگذشت بحر غفلت و امواج طوفانی
 غریباں را نشد روزی گرفتس ذیل سلطانی
 کہ باشد بر سر در ماندگان الطاف شہانی
 جگر را چاک می سازم بیاد ماہ کنفانی
 کجا پرواہ گردد خاک دارد سر و بستانی
 ندارد وصل منزل غم از جبال پریشانی
 و بسکن شد غنیمت اینکہ دست از من نیفتانی
 ہماناں روی دلداراں ندیدہ کس باسانی
 بعالم گشت مجنوں زیں خیال فیض سلطانی

الا اے راہبر منزل نگر از سیر روحانی
 دلا داری طمع در دامن مرشد بیا ویزم
 بہ میں اے راحت روح بالطف خداوند
 مثال دختر طیموس خوں از دیدہ می بام
 اگر صد نالہ اینگزیم چو خاک اندر رہش بیزم
 پریشانم دو صد فرسنگ دور از منزل مقصود
 چو مرغ نیم بسمل پیچھا دارد خیال من
 ولم شور و طرب دارد بیدار شہے خوابان
 بدام کس بیفتاد دست عنقائے دل حیران

اگر صد ضربت جور و عتاب آبد بفرق من
 نہ پیچم سرز راہ تو چو مسمار است پیشانی
 دلائل ثابت قدم شوگر چہ مقصود بدست نیست
 بامید نگاہ لطف پازیں راہ نہ جنبانی
 امید مغفرت داری دہم خوف عتاب عدل
 میانش جائے ایمان ست و دیگر حد طغیانی
 اگر سخنے بگتاخی زمین ظاہر شد اے مرشد
 طفیل سرور عالم دلت از من نہ رنجانی

نوع دیگر

اے سرور جهانی بنگر تو این گدا را
 دامن کہ در کف تو موم است سنگ خارا
 این عالم است فانی فیض بہ من رسانی
 بہر خدا ترانی درویش بے نوارا
 صد حیف بر نصیبم کرد از وطن غریبم
 دار و دید طبعیم شکر کنم خدا را
 اے کاش کہ نژادِ مادر مرا بعالم
 گر زاد پس دریغا شیر نداد ما را
 در ابتدا نہ بودم اکنون چہ خوش و جودم
 ہیہات چوں غنودم بینم چہ ماہر را
 در راہ نیک نامی وقتے گذر نہ کردم
 لیکن ز خود نتا بد کس حکم این قضارا
 حرکات ناپسندم ابلیس گر بہ بیند
 بلا حول و وسازد از رویت خطارا
 باغ ارم نخواہم گر چہ گناہ ندارم
 وقتے کہ باز بینم آن پیر را ہمارا
 کشمیر دلیذیرم گشتہ ز جسد عالم
 دانگت ز صدر جنت شد جائے پارا را
 حضرت بے مصائب دیدم ز کثرت دم
 بکنند بہر عا جز از صدق دل دعا را
 اَلْمَالُ وَالْبَنُونَ زِينَةُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا
 ہم زاد جنت است آن جواد و اسخبارا

دور از ادب کلام کردم و دریغ خوردم

اے پیر خوش طریقت معذور دار ما را

نوع دیگر

بحر لبست قلب پریم واللہ پر دلائل
 لے دل تو کے بگیری در عدن ز دریا
 دام کہ سنگ خارا در یتیم گردد
 باغ نعیم جنت من آرزو نہ دارم
 لے دل ہوس چہ داری قد تو حیت آنجا
 رقصیت در خیالم بنم جمال مرشد
 زان رقص عکس مرشد در دل چو شد ہویدا
 از بہر کاتب اشعار بہر خدا دُعائے
 یارب نصیب گرداں در وقت نزع جانس
 از بعد زان کہ مردم چوں در محسب دارند
 فردا کہ روز محشر بک نامہ ز اعمال
 کانیست گنج بر گنج از معرفت مسائل
 چو طاقت نداری از دیدن سو اسل
 مرشد چوں باز ببند از حسن بخصائل
 دقنہ کہ دست گردد در دانش حائل
 ایں منصبیت عالی باید بسے فضائل
 چو رقص پائے کوباں از جنبش جلاجل
 شاید نجات یابم از خصلت زائل
 بکنید پیر عالی فی اللیل و السحر
 کلمہ شہادت آل دم جاری بکن لسان را
 آساں بکن جوابے منکر نکیر ہا را
 در دست راست کاتب بدہند آل عطا را

نام غریب عاصی اے پیر زبہ عالی

اول انماں خوانی من بعد زان الہ را

*

در بیان فضیلت ذکر خفیہ بر تہم در طریقہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ

گفت ایزد در کتاب خود در چنین عاجز و خفیہ بخوانیدم یقین

ط السحار، ای السحر۔

ہست بنیاد طریق نقشبند
 عالمیں گفتند ازین جا بر ملا
 زان کہ در دے سنت خیر البشر
 اہل سنت این چنین فرمودہ اند
 سخی گفتہ کہ رسول خدا
 گرچہ بود ذکر وہم خواندن قرآن
 در جواہر گفت اکثر عالمیں
 رقصے کہ ثابت شد از پیشین گاہے
 گل محمد خواجہ چنین گفتہ عیان
 چونکہ خاطر کردہ شد آنجا طعام
 شیخ کمال کہ بد یا ربیم
 چونکہ با د از جسد آل گفتہ بود
 داشت ناخوش مرشد نیکو نہاد
 ہمچنین گفت است ارکان دین
 این چنین گفتہ کہ شاہ نقشبند
 تاہمہ در مجلس میر کلال
 عالمیں گفتند کہ اے شاہ دین
 تو ممکن این فعل کہ ممنوع شد
 خواجہ صاحب داد جواب سلیم
 بعد از ان ہرگز نہ کرد آن پُر خود
 چونکہ بزرگان چنین خوش طریق

ذکر خفیہ گفتن آمد دل پسند
 بہتر آمد این طریق عالینہ
 یافتہ شد موبو ہم سر بسر
 در بانش لب چنین بکشودہ اند
 گشت ناخوش از چنین افعالہا
 داشت ناخوش جہر راستہ جہاں
 شد حرام اے خواجہ رقص این زمان
 این چنین ہرگز نہ شد اے مہربان
 من بخدمت پیر رفتم یک زمان
 تا کہ خود ہر کسے از خاص دعام
 گفت بسم اللہ الرحمن الرحیم
 از کسے این را نہ نہفتہ بود
 گفت کہ از مجلسم برخواست باد
 در نواید میں اگر داری نفسیں
 در بخارا کرد عالم جمع چند
 عرض کنند صورت و تقریر حال
 ذکر جہر از بدعت آمد بالیقین
 از پیغمبر این چنین مسموع شد
 بعد ازین ہرگز نہ کنم اے نسیم
 تا کہ عمرش بود دائم والا مد
 جہر را گفتند ممنوع اے رسیق

کیست از بشار بزرگ و معتبر تا نند ز بشار قدمے بیشتر
 جنت اے چند را اے پر تمبر گشت سوراخ از جبین دم نیز
 ای چنیں فرمود مرشد ہم مرا حسب قدرت جلس کن ایں دم مرا
 گر ز مرشد اندکے باشد اشار اجتهاد کرد باید بے شمار
 گر فضیلت جہرا بود می سے جواں ذکر روحی کے نمود مرشداں
 ہم چنیں گفتہ فرید الدین عطا بوداں کامل ولی و باوقار
 ذکر خفیہ از ریا خالی شدہ ذاکراں خفیہ بس عالی شدہ
 ذکر بے تعظیم گفتن بدعت است اندر و یک شرط دیگر حرمت است
 بس نہ شد حاجت مرا زیں پیش تر کردہ شد تحقیق ایں ما بیش تر

اعتقاد ہمست خفیہ نہ جہار

ہر کہ گوید جہر باشد باطنے یار

ننت بانجہر

در بیان محکم شدن طالب در شریعت و اعتقاد خود صاف کردن نسبت
 مرشد خود قائم کردن ایمان را ہمہ اوقات و مختصر حالات مرشد

غذایان ہزار داستان و قریباں محبت ترجمان چمنستان کے مختصر حالات طریقہ سلوک
 رہنمائی کے واسطے تحریر کرتا ہوں کہ اے طالب جو مرشد کامل ہے، وہ بڑی نعمت ہے مگر مسکین
 خادم کی بارگاہی نصیحت ہے کہ ایسی نعمت کی نزدیکی کو ترک کر دے۔ اس واسطے کہ مرشد کی
 نزدیکی میں بہت بڑی سخت مصائب و آفات درپیش آتی ہیں۔ کیونکہ مشائخ مانند جنگلی شیر
 کے ہوتے ہیں۔ وہ غاروں میں خاموش ہو کر سوتے، مرنے بہتر ہیں۔ اگر تو ان کی غاروں کی نزدیکی

کرے گا تو جس وقت یہ جاگ اٹھیں گے پھر تجھے تباہ کر دیں گے۔

اے طالب اللہ! اگر تو مرشد کی نزدیکی ہی چاہتا ہے تو پہلے شریعت میں محکم قدم ہو کر اپنے ایمان کی تصدیق کرے۔ پھر اقرار زبان سے کر کے اپنے اعتقاد کو

اپنے مرشد کی نسبت بخوبی طور سے صاف کر کے مرشد صاحب کی خدمت مقدس میں حاضر ہو۔ مگر خدمت عالیہ میں حاضر ہونے کے لئے بہت سی شرائط پائی جاتی ہیں۔ اگر تو ان شرائط کی پابندی نہ کرے گا تو پھر نیراکام سراسر تباہ ہو جائے گا۔ وہ شرائط یہ ہیں۔

جس وقت تو اپنے ہاتھ کو مرشد کے دست مبارک میں دے، تو اس وقت اپنی جان کو مرشد صاحب کے ہاتھ فروخت کر دے۔ پھر تیری جان کا مالک وہ مرشد ہو جائے گا، اور مالک کا اختیار ہے کہ اپنی چیز کو فروخت کرے یا ذبح کرے۔ یا کسی اور استعمال میں لائے۔ اس واسطے کہ بیعت کے معنی دراصل یہی ہیں کہ اپنی جان کو اپنے مرشد کے ہاتھ فروخت کر دینا۔

اور شرط یہ ہے کہ جس وقت مرشد صاحب اپنی زبان مبارک سے لعل و جواہرات تیری نسبت افشاں کرے تو اپنے حواس خمسہ کو قائم کر کے نگہبانی کرنی چاہئے اور حکم کی تعمیل بجالانی چاہئے۔ ورنہ تیری تباہی ہو جائے گی۔ اور اے شخص! تو نے یہ خیال بھی نہ کرنا کہ میں نے اپنے ہاتھ کو مرشد کے دست مبارک میں دے دیا ہوا ہے۔ اور اپنی عبادات و ریاضات شاقہ کو ترک کر دیں تو یہ محض تیری غلطی اور نادانی ہے۔ تو پھر کس طرح سے تیرا کام سراسر انجام ہوگا۔

میں یہ بانٹا ہوں کہ مرشد مثل کشتی کے ہے، مگر تو اپنے آپ کو اعتقاد کے صاف کرنے میں، اس کشتی میں داخل کر کے اپنی ریاضات و عبادات ہمیشہ شغل گیری کرنی چاہئے تب تیری خام منزل تمام ہوگی۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ مرشد تخم ریزی کرنے والے کی مانند ہے، جیسا کہ کوئی شخص کسی کو تخم ریزی کے لئے سوال کرتا ہے کہ تو مہربانی کر کے اپنے ہاتھ سے تخم ریزی کر دے، کہ زمین دوسرے شخص کی ہوتی ہے۔ پھر صرف وہ تخم ریزی کر کے، لیکن اس جگہ غور کیا جائے تو حق یہ ہے کہ

وہ شخص تخم ریزی کر کے چلا جاتا ہے، تو اُس شخص زمیندار کو یہ حکم دیتا ہے کہ اگر اس زمین کی بخوبی طور سے کاشت وغیرہ نہ کرے گا۔ یعنی اگر تو ہل نہ چلائے گا یا گوڈی پانی لگانے میں کوشش نہ کرے گا، تو اُس فصل کو کیڑے مکوڑے تباہ کر دیں گے۔ بلکہ فصل محصول کی کچھ پیداواری نہ ہوگی، اگر ان شرائط کی تو پابندی کی کوشش نہ کرے گا۔

یعنی اس کا نتیجہ یہ ہے کہ جو تیرا قلب ہے، مثل زمین کے ہے اور مرشد تیرا مثل تخم ریزی کنندہ کے ہے۔ یعنی اُس نے تیری قلبی زمین کی تخم ریزی، تخم معرفت اور عرفان سے کر دی ہے۔ اگر تو اپنی قلبی زمین داندرونی لطائف کی نگہبانی نہ کرے گا، تو پھر تیرے قلب کے جریان لطائف کا رستہ اور باقی اندرونی لطائف کے جاری ہونے راستے کو شیطان تباہ کر دے گا۔ اور پھر قلب تیرا مثل زمین بنجر کے ہو جائے گا۔ تو اُس کا صیقل و مصفا کرنا دشوار اور غیر ممکن ہوگا، تو پھر کس طرح سے تیری منزل سرانجام ہوگی۔

تیسری وجہ یہ ہے کہ مرشد حکیم حاذق کی مثل ہے۔ اگر وہ حکیم حاذق کسی مریض کو دوا کی پڑی دینی چاہتا ہے، تو اپنی مرضی کے مطابق دہ دوا کی پڑی مریض کو دیتا ہے۔ وہ حکیم حاذق جب مریض کی نبض کو دیکھتا ہے تو حکیم مرض کو جان لیتا ہے کہ آیا مریض کی بیماری سخت ہے یا کہ نرم، تو پھر مریض کو بیماری کے مطابق دوا دیتا ہے۔ اور چند اشیاء کی ممانعت بھی کر دیتا ہے۔ اگر مریض نے حکیم کے حکم مطابق عمل کیا، تو اس کی بیماری جلد ختم ہو جائے گی۔ لیکن اگر اس کی حکم عدولی کرے گا تو مرض بڑھ جائے گا۔

اسی واسطے اے شخص جاننا چاہئے کہ مرشد باطنی حکیم ہے کہ تیری باطنی امراض کو سمجھ کر اس کے مطابق دوا دے گا۔ اگر تو مرشد کی دوائی کی پڑی کے مطابق ہر ایک قسم کی پابندی کرے گا تو انشاء اللہ تم کو باطنی مرض سے جلدی شفا حاصل ہوگی۔ لیکن اگر مرشد کی ہدایات سے حکم عدولی کرے گا، تو پھر تمہاری باطنی مرض بڑھتی جائے گی۔ اور پھر اس کا علاج کرنا دشوار، اور غیر ممکن ہوگا۔ مگر یہ بھی ضروری امر ہے کہ مریض کو چاہئے کہ بالکل کے رو برو خاموش رہے۔

اور حکیم کے ساتھ ہر وقت کسی قسم کی بات چیت و دعویٰ پنداری نہ کرے کہ مجھے بیماری سے شفا ہو گئی ہے۔ کیونکہ وہ تیری بیماری کو تجھ سے زیادہ تر پہچانتا ہے۔ جب وہ بخوبی طور سے پختہ شفا معلوم پائے گا، تو تب وہ حکیم تم کو شفا کا حکم دے دے گا۔

مختصر نتیجہ یہی ہے کہ طالب کو چاہیے کہ اپنے مرشد کی رو بکار اپنی ارادت کو ٹھیک کر کے قلب اور اندرونی لطائف کی طرف خیال و اثن جم کر خاموش رہے۔ اور اپنے آپ کو خاکستر جان کر فنا فی الشیخ کی تجلیات و نور عرفانیہ مرشدیہ میں محو اور نیست و نابود کر دے۔ طالب کو غالباً بھی مذکورہ قاعدہ طریقہ مد نظر رکھنا چاہئے۔ پھر انشاء اللہ امید ہے کہ اپنے مرشد کی باطنی توجہ سے اپنی منزل کو طے کر لے گا۔

اے طالب! اس امر کو جاننا ضروری ہے کہ مرشد صاحب تیری عزت اور ذی مرتبہ کو اول ظاہراً تباہ کر دے گا۔ اگر تو اس میں کسی قسم کا بد اعتقاد مرشد کی نسبت ہو جائے گا، تو پھر تیری تباہی ہو جائے گی۔ ورنہ تو اپنے کام کو سرانجام کرے گا۔ کیونکہ مرشد صاحب یہ طریقہ سنت نبویہ کے مطابق ایجاد کرنا ہے۔

اے شخص ساک! جب تو اپنی خام منزل میں گرفتار و مبتلا ہے، اپنی منزل خام کو حکیم حاذق مرشد صاحب سے کرنی کوئی چاہئے۔ کیونکہ دراصل تیری مطلب فہمی ہے۔ مگر تم کو ایسا نہ کرنا چاہئے۔ کہ حکیم حاذق مرشد صاحب کے پیش خدمت حکیم حاذق کا مطلب رکھنا چاہئے تو یہ تیری محض غلطی اور سرسرا دانی ہے۔ تو صرف اپنے گناہوں کا بوجھ سر پر رکھ کر امیدوار شفا کاری کے لئے دست بستہ بصد ادب مؤدبانہ کھڑے رہو تو امید ہے کہ کسی نہ کسی وقت تیرے گناہوں کے بوجھ کو صیقل و مصفا کر کے تیرے مطلب کو تمام کر دیں گے۔

مرید کے لئے یہ شرط بھی ضروری ہے کہ تجدید توبہ کا طریقہ ہمیشہ جاری رکھے۔ تب منزل نام ہوگی، ورنہ بجز ضلالت و گمراہی کے کچھ ہاتھ نہ آئے گا۔ تجدید توبہ کا طریقہ یہ کہ غالباً اپنے مرشد صاحب کے دست مبارک میں نصرت سے ندامت و استغفار کرنا ہے۔ خواہ مرشد صاحب

قرب ہوں یا کہ بعید ہوں۔ ظاہراً طریقہ یہ ہے، کہ اگر قریب ہوئے نصف ماہ یا تمام ماہ، اپنے مرشد صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر مرشد صاحب کے دست مبارک میں تجدید توبہ کرنی چاہیے۔ اگر مرشد صاحب بعید ہوں تو عرصہ چھ ماہ یا سال تک حاضر ہو کر توبہ ضرور ہی کرنی چاہیے کیونکہ تجدید توبہ میں مرشد صاحب جو تیری صیقل گری کریں گے، وہ تیری ہزار ہا برس کی بے ریا عبادات و دجلہ کشی سے بہتر و افضل ترین ہوگی۔

آخر کار یہ نصیحت ہے کہ پیری اور مریدی سوت کی کچی تند کی مثال ہے، جو کہ تجھ کو معلوم ہے، کہ اگر اس تند کو ذرا سا کھینچیں گے تو وہ ٹوٹ پڑے گی اور اگر بالکل ڈھیلا چھوڑ دیں تو وہ الجھ کر خراب ہو جائے گی اور پھر وہ کسی کام کی نہ رہے گی۔ اسی طرح اگر کسی قسم کی بد اعتقادی سے طالب کی اپنے مرشد کی نسبت ہو گئی یا خدا نخواستہ مرشد صاحب کی باطنی ناراضگی کسی قسم کے طالب کے ہو گئی، تو ایک لحظہ میں طالب کی تباہی ہو جائے گی، پھر اس قلب کی شفا و ست کی صیقل گری کرنی غیر ممکن و دشوار ہے۔ مرشد صاحب کے آداب پورے کب ختم ہو سکتے ہیں۔ میں مختصر طور سے بیان تحریر کر چکا ہوں۔

لے طالب اللہ! اگر مذکورہ بالا تحریر شدہ شرائط کا پابند اور محکم قدم ہونے کی تو طاقت رکھتا ہے، تو پھر مرشد صاحب کی تلاش کرنی چاہیے۔ لیکن مرشد صاحب کی دریافت کر کے پہچاننے کے چند شرائط ہیں کہ صاحب علم و حلم، منقہ پر سبز گار حدود و شریعت و سنت نبویہ قائم کنندہ و ظلمات کفر و بدعت شرک زائل کنندہ، بلکہ اوصاف حمیدہ و اخلاق پسندیدہ رسولی قولاً و فعلاً و مجتہد اس کے صدر میں سمائے ہوئے ہوں۔ ہر ایک قسم کی عبادت و عبادت شافعیہ سے صیقل اور مصفا ہو کر صاف و شفاف ہڈ ہو۔ اور اپنے مشائخِ عظیم کی محبت اس کے جسم میں سمائی ہوئی ہو۔ ایسے مشائخ کی تلاش کرنی بہت ضروری ہے، جو شریعت میں ثابت قدم ہوں۔ کیونکہ وہ نائب رسولی ہیں۔ جو کہ ثابت قدم پابند شریعت کے، صرف عند اللہ مخلوقات کو خدا کی طرف بلانے والے ہوں۔ کسی قسم کے لالچ اور دنیاوی طمع کے لئے نہ بلائیں، مگر عام مخلوقات کی محبت

سے مثل جانوروں کے بھاگنے والا ہوا اور اپنے حقیقی مالک کی محبت میں سر اسر غرقاب ہو، جیسا کہ

مولانا روم قدس اللہ سرہ فرماتے ہیں۔ **مثنوی**

جب تلک حاصل نہ ہو تجھ کو کمال
خلفت سے بیعت نہ لے اے خوش خصال
کسی کو کہتے ہیں کمال اے نیک نام
ماسوائے حق کے محبت ہو حرام
نور وحدت کا ہودل پر یہ اثر
ماسوائے حق کے نہ آوے کچھ نظر
جس کو دیکھے چشم دل سے اے حبیب
نور وحدت سے ہوئے بانصیب
جب تلک ایسا نہ ہو تجھ میں اثر
تیری پیری ہوگی مگر، سر بسر
پیر جی ہوں یا کہ عالم بے نظیر
یہ نہیں پیری کے قابل اے فقیر
گوش دل سے سن زما یہ گفتگو
کام آوے گی یہ خدا کے رو برو
دیکھ کیا لکھتے ہیں شمس العارفین
یعنی مولانا کے مرشد مردِ دین

” کار مرداں روشنی و گرمی است

کارِ دوناں جسد و بے ثمری است“

جس وقت ایسا پیر مل جائے، تو ہر حال میں وہ حقیقت اپنی آنکھوں کے سامنے رکھے اور ایسے مرتبہ کو پہنچ جائے کہ تمام اشیاء کو اپنے میں ڈیکھے، تو اس وقت اس کو خلقت حجاب نہ ہوگی۔ بلکہ اپنی قوت جذبہ سے لوگوں میں تصرف کرے گا۔ اور اس حالت میں اپنے آپ کو غصہ سے بچائے، کیونکہ غصہ اور حسد دنیا اس نسبت کو خالی کر دیتی ہے۔ اگر نسبت میں قصور واقع ہو اور قبض دافع ہو جائے تو ٹھنڈے پانی سے غسل کرے۔ اگر اس سے بھی نسبت حاصل نہ ہو، تو دو رکعت نماز نفل پڑھے۔ اگر اس سے بھی وہ نسبت حاصل نہ ہو، تو آبِ رواں پر جائے۔ اور بیزی پر نظر ڈالے۔ پھر ذکر میں مشغول ہو کر بہت زور سے سانس نکالے۔ اور تصویر شیخ کی طرف متوجہ ہو۔ تصویر شیخ کو خدا کی صفت سمجھے۔ اور یہ نہ سمجھے کہ اس ذات پاک نے اس میں حلول کیا ہے۔ کیونکہ وہ ذات پاک صورت اور مثال سے پاک ہے۔ اور جو چیز

ذہن میں آئے، اس سے وراء الوراہ ہے کہ اس میں جس قدر اپنے پیر سے محبت رکھے گا، اسی قدر فیض پائے گا۔

مطلب یہ ہے کہ اس پاک قافلہ سے رابطہ پیدا کرو کہ جو شہود ذات سے واصل ہو کر ماسوائے حق نجات پاگئے ہیں۔ مگر ایسے شخصوں کی توجہ سے جلدی مقصود حاصل ہوتا ہے، جو سالہا سال کے مجاہدوں اور رباظنوں سے بھی حاصل نہیں ہوتا۔ یہی لوگ صَادِقِیْنَ ہیں کہ جن کی صحبت میں رہنے کا اس آیت پاک میں صریحاً حکم آیا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ ۝

اس آیت کریمہ کے مطابق مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

صَادِقِیْنَ جو لفظ ہے قرآن میں حق نے فرمایا اونہی کی شان میں
گر تو چاہے وصل حق ہے بے خبر کا بلوں کی خاک پا ہو سر بسر
اس صفت کا گر لے تجھ کو گدا
اوس کے اوپر جان دل سے ہو فدا

✦

در بیان ذمی رتب کے قطع کرنے کیلئے اور پرہیزگاری و تقویٰ

کیلئے کوشش اور رنج و جفا کشی اپنی جانوں پر بردا کر کے صبر کرنا

اے گروہ محمدیہ تم یہ گمان کرنے ہو کہ ہم جنت میں بہت آسانی سے داخل ہو جائیں گے۔ نَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْهَا۔ یہ گمان تو محض بعید ہے کہ جب تک تم امر و نہی، حق و باطل حلال و حرام میں کوشش کر کے غیر مشروعات سے اجتناب نہ کرو گے، تب تک جنت میں ہونا غیر ممکن اور بعید ہے۔ اگر ہم احکام شریعت کو پورے طور سے بجا لادیں، پھر ہم صدقہ آنحضرت

محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے سہل و آسانی سے داخل ہونگے۔ اور اپنے مشائخ کی وصال سے بھی آسانی داخل ہوں گے۔ مگر مشائخ کا جو فرمان مبارک ہوتا ہے، وہ درحقیقت فرمان مبارک محمدیہ ہوتا ہے۔ ورنہ انسان ہو کر جنت میں داخل ہونا از حد بعید ہے۔ جس کے بارے میں اپنے جلیب حضرت محمد مصطفیٰ و المجتبیٰ کو قرآن پاک میں خدائے تعالیٰ

خبر دے چکا ہے، قولہ تعالیٰ،

أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تُدْخَلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَأْتِكُمْ مَثَلُ الَّذِينَ خَلَوْا
مِنْ قَبْلِكُمْ مَسْتَهْمِبِينَ وَالضَّرَّاءُ وَزُلْزِلُوا حَتَّى يَقُولَ
الرَّسُولُ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ مَتَى نَصُرَ اللَّهُ ۗ أَلَا إِنَّ نَصْرَ اللَّهِ قَرِيبٌ

ر پارہ دوم۔ سورہ بقرہ ۱

ترجمہ، اے مومنو! کیا تم گمان کرتے ہو کہ ہم جنت میں بہت جلدی سے داخل ہو جائیں گے۔ حالانکہ وہ حالات تمہارے درپیش نہیں آئے، جو حالات گذشتہ پیغمبروں کی امتوں کو درپیش آئے تھے۔ جیسا کہ ان کو بہت سی سختیاں، ناکامیاں، درویشی و بیماری فاقہ کشی اور تنگدستیاں پہنچی تھیں۔ ان کو اپنے گھروں سے نکالا گیا تھا۔ حالانکہ پیغمبر ارشاد فرماتے تھے، اور وہ لوگ جو پیغمبروں کے ساتھ ایمان لائے تھے، کتنے تھے کہ انے پروردگار ابری مدد ہم کو کب ہوگی۔ تو پھر خداوند کریم ان کو خبر دیتا تھا کہ تم کو عنقریب ہی مدد ملے گا۔

اس آیت کریمہ کے شان نزول میں مفسرین نے بیان کیا ہے کہ مکہ شریف اور طائف شریف کے درمیان ہفتاد (۷۰) پیغمبر ان اولوالعزم کی قبریں متبرکہ ہیں، کہ جن کی موت کا باعث گرسنگی اور فاقہ کشی ہوا ہے۔

احادیث شریفہ میں آیا ہے کہ آنحضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خداوند کریم انبیاء پر بہت ہی سخت بلائیں اور مصائب نازل کرتا ہے۔ پھر ان کے بعد اولیاء

اور مومنین مخلصین پر نازل کرتا ہے۔ اور اس طرح ان کے مرتبہ کو زیادہ کرتا ہے۔

اسی کے مطابق مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ مثنوی،

زاں بلاہا کانبیاء برداشتند سر بہ چرخ ہفتمی افراشتند

ہر کہ در راہ محبت پیشتر بر دل او بار محنت بیشتر

جیسا کہ حضرت امام سلمیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ دنیا اور آخرت میں فکر کرنا مشائخ

کے واسطے اس طرح آیا ہے کہ ہر دونوں کو قاطعانہً راہ جاننا چاہئے۔ ورنہ بزمۂ مشائخ

سے باہر ہے۔

اسی واسطے ہمارے نبی مرسل برگزیدہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

الدُّنْيَا حَرَامٌ عَلَىٰ أَهْلِ الْآخِرَةِ وَالْآخِرَةُ حَرَامٌ عَلَىٰ أَهْلِ الدُّنْيَا

وَهُمَا حَرَامَانِ عَلَىٰ أَهْلِ اللَّهِ۔

ترجمہ: حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دنیا حرام ہے صاحبِ آخرت

پر اور آخرت حرام ہے صاحبِ دنیا پر اور آخرت و دنیا ہر دو حرام ہیں اہل اللہ پر،

یعنی بندگانِ خدا تعلق پر۔

حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دنیا کی طلب و جستجو وہ شخص نہیں

کرتا جو کہ آخرت کی طلب کرنے والا ہوتا ہے۔ اور آخرت کا درجہ اس شخص پر حرام ہے، جو

کہ دنیا کی طلب کرنے والا ہوتا ہے۔ اور جو شخص خدا تعلق کی رضا کا طلب گار ہوتا ہے،

وہ ہر دونوں یعنی دنیا و آخرت سے پیچھے موڑ دیتا ہے۔

اسی طرح دوسری حدیث شریف میں آیا ہے،

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَالِبُ الدُّنْيَا مُؤْتَتْهُ وَطَالِبُ

الْآخِرَةِ مُخْتَّتَتْهُ وَطَالِبُ الْبُيُوتِ مُذَكَّرٌ۔

دنیا و عقبیٰ حجاب عاشق است میل ایساں کے زعاشق لائق است

اسے بلبلانِ گلزارانِ محمدی! نتیجہ یہی ہے کہ اگر تم میں سے کوئی طریقہ سلوکیہ کا پابند ہونا چاہتا ہے، تو اول تقویٰ اور پرمیزگاری و اکلِ حلال میں بڑی کوشش کرنی چاہئے۔ ورنہ درجہ ضلالتِ عرفاب ہو جائیں گے۔ اور جب آپ اپنے مشائخ کی خدمت عالیہ سے سرفراز ہوں تو مشائخ کے ذی رتبہ دنیا و عزت جاہ و جلالِ حشمت سے بالکل طلب نہیں کرنی چاہئے۔ کیونکہ ان کا قطع تعلق کرنا دل سے ضروری ہے کہ جن کے بارہ میں مذکورہ بالا تحریر و تقریر کر چکا ہوں تو صرف اپنے تزکیہ نفس کے واسطے آستانِ والا شان کے اوپر سر رکھ کر موافق سب دربان کے امیدوار کھڑا ہو۔ پھر انشاء اللہ مرشد صاحب تمہاری قلبی زمینِ قساوت میں معرفت و عرفان کی نہر جاری کریں گے، جس کے ذریعہ سے باغیچہ عرفانیہ سے جاودانی حاصل کرے گا، جیسا کہ خداوندِ کریم اپنی پاک کتاب فرقان حمید، سورہ یسین شریف میں ارشاد فرما چکا ہے:

قَوْلُهُ تَعَالَى وَآيَةٌ لَهُمْ الْأَرْضُ الْمَيِّتَةُ أَحْيَيْنَاهَا وَأَخْرَجْنَا مِنْهَا حَبًّا فَمِنْهُ يَأْكُلُونَ

ترجمہ: بڑی نشانی تمہارے واسطے مردہ زمین ہے کہ پھر اپنی قدرت سے ہم مردہ زمین کو زندہ کرنے میں پھر اُس سے عجب باغ باغیچے درخت اور پھل پھول کھانے کے واسطے نکال کر تیار کرتے ہیں۔

اہل اشارت کے نزدیک، اس آیت کریمہ کے معنی اس طرح سے ہیں کہ قلبی زمینِ مردہ کو ہم بہ بارانِ رحمت و عنایتِ ایزدی سے زندہ کرتے ہیں۔ اور قلبی زمین میں سے حسب طاعات و ریاضاتِ شاقہ کے ہم باہر نکالتے ہیں۔ تاکہ اُس کے روح کو غذا ملتی جائے۔ اور ہم کھجوروں کے رنگازنگ بدخ بنا دیتے ہیں یعنی بوستانِ اذکار الہی۔ اور دل کی زمین میں ہم انگوروں کے باغ لگا دیتے ہیں۔ یعنی گلزارِ اشواق۔ پس اصلی حکمت کو ہم دل کی زمین میں جاری کر دیتے ہیں تاکہ اثمارِ مکاشفات و مشاہداتِ تجلیاتِ ربوبیت

سے زمین دل متمنع ہو جاوے۔ مگر تیری قلبی زمین کے باغیچے سے تب ہی خوشہ معرمان کے تروتازہ باہر نکلیں گے، مگر جب تک تم از تکاب گناہوں سے اجتناب نہ کرو گے اور توبہ و استغفار میں مشغول نہ ہوں گے۔

امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ دو نشانیاں رحمت کی ہمارے لئے تھیں، جن میں سے ایک ظاہراً جہان سے چلی گئی ہے۔ یعنی وہ رحمت آنحضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود مبارک تھا جو کہ ظاہراً آپ ہم سے غائب ہو گئے ہیں۔ اور دوسری استغفار جو کہ وہ موجود ہے۔

پس خیال کرنا چاہیے کہ درحقیقت تو استغفار ہمارے لئے ہمارے نبی امی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے سے کیسے ہی سہل و آسان ہے۔ دلی ندامت اور زبانی اقرار گناہوں سے ہے۔ ورنہ ہماری کسی کی ایسی قابلیت نہ تھی کہ استغفار صغیروں اور کبیروں کے لئے کر سکتے۔ اس واسطے کہ قوم بنی اسرائیل کی توبہ کیسی سخت تھی کہ جو کوئی ان میں سے گناہ کرتا تھا، وہ غسل کر کے اپنے نبی یا ان کے خلیفہ کے روبرو دو زانو ہو کر بیٹھتا تھا۔ پھر نبی یا ان کا خلیفہ توبہ کنندہ کی گردن کاٹ ڈالتا تھا۔ کیونکہ درحقیقت توبہ شریف میں ان کے لئے ہی توبہ تھی۔

جیسے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو ہمراہ لے کر کوہ طور پر تشریف لے گئے تھے۔ بعد ازاں باقی قوم نے سامری کے پھڑے کو اپنا معبود بنالیا۔ اور اسے سجدہ کرنے لگے بلکہ صرف اسی کے واسطے عبادت کرتے تھے۔ مگر جس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام کوہ طور سے واپس تشریف لائے، تو اپنی قوم کو فرمایا کہ لے میری قوم، تم سخت گناہ کبیرہ کے مرتکب ہو گئے ہو۔ کیونکہ تم اپنے حقیقی معبود کو چھوڑ کر سامری کے پھڑے کا کیوں پرستش کر رہے ہو۔ پھر امر دیا کہ توبہ کرنی لازم ہے۔ مگر بوقت فجر غسل کر کے ہمارے اجلاس منعقد شدہ میں حاضر ہو کر حکم کے مطابق دو زانو ہو کر بیٹھ کر پورے

طور سے تعمیل بجالاؤ، تو پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت ہارون علیہ السلام کو حکم ارشاد فرمایا۔ تو اُس وقت حضرت ہارون نے ارتکاب گناہ کنندوں کی گردنوں کو کاٹ ڈالا۔

اور بعضوں نے یہ لکھا ہے کہ حضرت ہارون علیہ السلام نے صبح سے لے کر بوقت چاشت تک ستر ہزار آدمیوں کی گردنوں کو کاٹ ڈالا تھا۔ اور بعض مفسرین لکھتے ہیں کہ ان میں سے کچھ کم ہوں گے، مگر اکثر یہی قول ہے کہ حضرت ہارون علیہ السلام نے ستر ہزار آدمیوں کی گردنوں کو کاٹ ڈالا تھا۔ مگر ایسی شافہ توبہ کے باوجود اپنے آپ کو گناہوں سے پاک کر لیتے تھے۔ مگر جو قافلہ محمدیہ زمانہ حال میں ہے، یہ دلی ندامت اور زبانی اقرار کے گناہوں سے باز آنے کے واسطے بھی نہیں کرتے۔ پس اسی واسطے در خواب غفلت غرقاب ہو گئے ہوئے ہیں۔

اللَّهُمَّ ارْحَمْنَا أُمَّةَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَاصْحَابِهِ وَسَلَّمَ

ابتداءً مجاہد میں مرید کی شرطوں کا بیان اور راہ دین پر ریاضت سے چلنے کی کیفیت کا بیان

د واضح ہو کہ جو کوئی حق تعالیٰ کی معرفت کو نہ پہنچا ہو، وہ اس سبب سے کہ سیدھے راہ نہ چلا۔ اور راہ نہ چلنے کا یہ سبب کہ اس نے طلب و تلاش نہ کی۔ اور طالب نہ ہونے کا یہ سبب کہ اس نے معلوم نہ کیا۔ پھر اس کا ایمان بے علمی کے سبب ناقص رہا۔ کیونکہ جو کوئی جانتا ہے کہ دنیا فانی اور ایک میلی چیز ہے۔ اور چند روز کی مہمان ہے۔ اور آخرت

صاف اور ہمیشہ ہے۔ اور زادِ آخرت طلب کرنا اس میں پیدا ہوتا ہے۔ اور اسے یہ مشکل معلوم نہیں ہوتا کہ ایک چیز اور حقیر چیز کو نفیس چیز کے عوض ہاتھ سے دیدے۔ کس لئے کہ آج مٹی کا پیالہ ہاتھ سے چھوڑنا کہ اس کے بدلے قیامت کے دن سونے کے کٹورے میں لگے، آدمی کے لئے کچھ دشوار نہیں۔ پس یہ سب ضعفِ ایمان کا سبب ہے۔ اور ایمان کے ضعف کا سبب ہادیانِ دین اور راہبرانِ سلکِ یقین کا گم ہونا ہے۔ کیونکہ دین کی راہ بتانے والے اور دلیلِ عالم دیندار پر مینرگار لوگ ہیں۔ اور وہ گم ہو گئے ہیں جب راہبر اور دلیل نہیں تو راہ خالی رہ گئے، اور خلقِ اپنی سعادت سے محروم ہو گئی۔ اور جو علماء باقی رہ گئے ہیں، دنیا کی دوستی ان پر غالب ہو گئی ہے۔ اور جب وہ لوگ دنیا کی طلب پرست ہوں، تو خلق کو دنیا سے آخرت کی طرف کس طرح سے بلا سکتے ہیں۔ حالانکہ آخرت کی راہ دنیا کے خلاف نہیں ہے۔ کیونکہ دنیا اور آخرت مشرق اور مغرب کے مثل ہے۔ کہ جب آدمی ایک کے پاس ہوتا ہے تو دوسرے سے دور ہو جاتا ہے۔ جس کو ارادہ اور طلبِ خدا ظاہر ہوتی ہے، وہ ان لوگوں میں ہوتا ہے کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے:

قَوْلُهُ تَعَالَى وَمَنْ أَرَادَ الْآخِرَةَ وَسَعَى لَهَا سَعْيَهَا

واضح ہو کہ جو حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ وَسَعَى لَهَا سَعْيَهَا، تو یہ کیسی سعی ہے۔ اور اس کے کیا معنی ہیں۔ وہ چلنا اسی کی راہ ہے۔ اور چلنے والے کو ابتدائے راہروی میں چند شرطیں لازم ہے کہ بجالائے۔ پھر ایک دستاویز ہے کہ وہ گناہ سے بچنا ہے۔ اس پر قابض ہو پھر ایک قلعہ اور حصار ہے کہ اس سے پناہ لے جائے۔

سب شرطوں میں سے پہلی شرط یہ ہے کہ اپنے اور خدا کے درمیان سے ہر وہ اٹھٹھا ڈالے، تاکہ اس قوم میں نہ گنا جائے جس کے حق میں حق تعالیٰ فرماتا ہے۔

فَجَعَلْنَا مِنْ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ سَدًّا وَمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا

حجاب چار قسم کے ہیں۔ (۱) مال کا حجاب۔ (۲) جاہ و حشمت کا حجاب۔ (۳) تقلید

کا حجاب۔ (۱۱) معصیت کا حجاب۔

۱۱) مال کا حجاب

مال کا حجاب وہ ہے کہ دل کو اپنی طرف مشغول رکھے۔ اور جب تک فریخِ دل نہ ہو آدمی راہ نہیں چل سکتا۔ اس لئے کہ اس راہ کے چلنے والے کو لازم ہے کہ اپنے آگے بقدر حاجت کے سوا باقی مال کو اٹھا ڈالے۔ اور اپنے اور اپنے پاس سے دور کرے۔ کیونکہ بقدر حاجت مال رکھنا مشغلہ میں دخیل نہیں ہے۔ اور جو ایسا ہے کہ اپنے پاس کچھ نہیں رکھتا۔ خدا تعالیٰ ہی کے واسطے محنت کرتا ہے، تو اس کی راہ طے ہو جائے گی۔

۱۲) جاہ و حشمت کا حجاب

جاہ و حشمت کا حجاب اس طرح سے اٹھ جاتا ہے کہ آدمی بھاگ جائے۔ اور ایسی جگہ چلا جائے، جہاں اُسے کوئی نہ جانتا ہو۔ کیونکہ جب نامدار ہوگا، تو ہمیشہ خلق اور خلق کے آنے کی لذت میں مشغول رہے گا۔ اور جو خلق سے لذت پائے گا، وہ حق تک نہ پہنچے گا۔

۱۳) تقلید کا حجاب

تقلید کا حجاب یہ ہے کہ آدمی نے جب کسی کے مذہب اور اعتقاد کو اختیار کرنے کا اور مختلف فیہ مسائل کو بطریقِ جدل یعنی بحث و تکرار اور مناظرہ اور خصومت و مباحثہ اعتقاد میں لایا، اور پھر کسی بات کی اصلاً دل میں وقعت نہ رہی اور خیر و ثواب اپنا اس میں سمجھا جو اس نے پسند کیا، تو اُس کو چاہیے کہ اس سب کو بھلا کر لا اِلَّا اللّٰهُ پر ایمان لائے، اور اس کے معنی کی تحقیق اپنے دل سے چاہے۔ اور اس کی حقیقت یہ ہے کہ سوائے حق جل و علا کے کوئی اس کا معبود نہ رہے۔ جس کی بندگی میں سر جھکائے۔ اور جو خواہش و تمنا، یعنی حرص و ہوا، اس پر غالب ہو، تو وہی اس کا معبود ہے۔ جب یہ حال حقیقت ہو جائے، اور سوائے خدا تعالیٰ کے اس کا کوئی معبود نہ ہو، تو اس وقت اکثر کاموں کا انکشاف اپنے مکاشفہ اور مجاہدہ سے کرے نہ کہ مجادلہ اور مباحثہ سے۔

(۴) معصیت کا حجاب

معصیت کا حجاب تو بڑا حجاب ہے۔ اور بڑا روگ ہے۔ کیونکہ جو کوئی گناہ پر مقرر ہوتا ہے، تو اس کا دل تاریک ہو جاتا ہے۔ اور اس پر حق کا انکشاف کیونکر ہو سکتا ہے۔ خاص کر جب غذا حرام ہو۔ جیسی قوت حلال دل کے نور میں اثر کرتی ہے، ایسی کوئی چیز اثر نہیں کرتی۔

اصل یہ ہے کہ حرام لقمہ سے بچے۔ اور سوائے حلال غذا کے کچھ نہ کھاٹے، اور جو شخص ظاہر شرع پر عمل شروع کرنے اور تمام شرعی معاملات بحال لانے سے پہلے یہ چاہے کہ شریعت اور دین کے اسرار مجید پر کھلیں تو اس کی مثال ایسی ہے، جیسے کوئی عربی پڑھنے سے پہلے قرآن، شریف کی تفسیر پڑھنی چاہے۔ اور جب یہ سب حجاب اٹھا ڈالے تو اب یہ اس شخص کی مثل ہوا، جو کہ طہارت کر کے نماز پڑھنے کے قابل ہوا۔ اب اُسے امام کی حاجت ہے۔ کہ اس کی اقتدا کرے۔ اور وہ پیر ہے کیونکہ بغیر پیر کے راہ راست چلنا نہیں آتا۔ کیونکہ یہ راہ پوشیدہ ہے۔ اور شیطان کی بہت سی راہیں اس راہ سے ملی ہوئی ہیں۔ راہ حق تو ایک ہے اور راہ باطل ہزار۔ تو بے دلیل کے راہ کیونکر چل سکتا ہے۔ اور جب پیر ہاتھ لگ جائے، تو چاہئے کہ اپنے سب کام اس پر چھوڑ دے۔ اور اپنا تصرف بالکل باقی نہ رکھے۔ اور معلوم کرے کہ میری صواب رائے، مرشد کے راہ خطا کے برابر نہیں ہو سکتی۔ اور پیر سے جو بات ایسی ظاہر ہو کہ عقل میں نہ آسکے، یا اس کی وجہ معلوم نہ ہو تو حضرت خضر اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصہ کو یاد کرے۔ کہ وہ حکایت پیر اور مرید کے لئے ہے۔ کیونکہ وہ بہت سی باتیں جانتے ہیں کہ مرید ان کی سمجھ کو نہیں پہنچ سکتا۔

حکیم جالینوس کے زمانے میں کسی کیدان میں انگلی میں درد اٹھا۔ بہت سے ناقص رائے طبیبوں نے اس کا علاج کیا۔ کچھ فائدہ نہ ہوا۔ آخر جب جالینوس کے پاس گیا، تو اس نے مریض کے بائیں شانے پر دوا لگائی لوگوں نے کہا، یہ کیا ہے و قونی ہے کہ درد

کہاں اور دوا کا استعمال کہاں، مگر انگلی اس شخص کی اچھی ہو گئی۔ جالینوس تو اصل مرض کو پہچان گیا تھا۔ اور وہ لوگ اصل بات سے غافل تھے۔ کیونکہ اصل حلال پٹھے کی جڑ میں تھا اور آدمی کے جسم میں جس قدر رگیں اور پٹھے ہیں، وہ سب داغ اور پشت سے لگی ہوئی ہیں جو مادہ جانب چپ سے اٹھتا ہے وہ جانب راست آتا ہے۔ اور جو جانب راست سے متحرک ہوتا ہے، وہ بائیں جانب آ کر گرتا ہے۔

اس مثال سے مقصود یہ ہے کہ مرید کو چاہیے کہ اپنے ہاٹن میں کچھ تصرف نہ کرے۔ چنانچہ بوعلی فارمدی نقل کرتے ہیں کہ میں نے اپنے پیر ابو القاسم گرگانی سے ایک خواب بیان کیا کہ وہ مجھ پر نہایت غصے ہوئے۔ اور ایک ماہ تک مجھ سے بات نہ کی۔ اور ان کی ناراضی کا سبب معلوم نہ ہوا۔ آخر ایک دن بونے اور فرمایا کہ اے عزیز تو نے اپنی خواب کو اس طرح بیان کیا کہ یا شیخ تم ہو اور میں۔ تم نے مجھ سے کچھ کہا تو میں نے اس کے جواب میں کہا یہ کیوں۔ یہ کہہ کر فرمایا کہ اگر تیرے دل میں اس "کیوں" کی جگہ نہ ہوتی تو خواب میں تیری زبان سے یہ لفظ نہ نکلتا۔ پیر کو چاہیے کہ جب مرید اپنا کام پیر کو سونپ دے تو پیر اس کو اول حصار کی تعلیم دے کہ

کسی طرح کی آفت اس کے پاس نہ آئے۔ اور وہ حصار یہ ہے:

(۱) خلوت۔ (۲) خاموشی۔ (۳) گرسنگی۔ (۴) کم خوابی۔

خلوت خلقت کی ظلمت اس سے دور کرتی ہے۔

خاموشی دل کی پراگندگی کھوتی ہے یعنی دور کرتی ہے۔

گرسنگی شیطان کا رستہ بند کرتی ہے۔

کم خوابی دل کو روشن کرتی ہے۔

سہیل تستری کہتے ہیں کہ ابدالوں نے جو ابدالیت پائی ہے، وہ خلوت، خاموشی، گرسنگی

اور کم خوابی ہی کی بدولت پائی ہے۔

مرید دنیا کے اشغال سے جدا ہوا، تو اب اسے راہ چلنی چاہیے۔ اور راہ روکے لئے یہ ضرور

ہے کہ رستے کی گھائیوں کو قطع کرے۔ عفتات راہ صفات مذموم ہیں۔ جو دل میں ہونے ہیں۔ اور جن کاموں بھاگنا چاہیے، یہ صفات مذمومہ ان کی جڑیں ہیں۔ جیسے کہ جاہ و مال کی حرص اور اچھے کھانے پینے کا لالچ اور تکبر اور ریاد وغیرہ تاکہ وہ مشغلہ کو باطن سے قطع کرے اور دل خالی ہو جائے۔ اور ممکن ہے کہ جو شخص ان سب اشغال ظاہری و باطنی سے خالی ہو۔ اور ایک شے سے زیادہ کسی میں آلودہ نہ ہو، تو اس کو چاہئے کہ اس صفت کے چھوٹنے کی اس طرح سے کوشش کرے کہ جس طرح شیخ کے نزدیک بہتر ہو۔ اور مناسب اور لائق اس کے حال کے سمجھے۔ کہ یہ امر بمقتضائے حال بدلتا رہتا ہے۔ اب جب کہ زمین خالی کر چکا تو تخم پاشی شروع کرے۔ اور وہ تخم کیا ہے، کہ حق تعالیٰ کا ذکر ہے۔ اور جب دل ماسوی سے خالی ہو گیا، تو ایک گونٹے میں بیٹھ کر دل اور زبان سے اللہ اللہ کہے۔ اور وہاں تک نوبت پہنچائے کہ ذکر زبانی سے گذر کر دل ہی دل میں یہ مبارک ذکر ہوا کرے۔ پھر دل بھی کہتے کہتے اگر ٹھہر جائے تو اس حکم کے معنی و مقصود دل پر غالب ہو جائیں گے۔ اس طرح کہ وہ لفظ عربی نہ ہوں نہ فارسی۔ نہ صوت، نہ حرف۔ اس لئے کہ دل سے کہنا بھی تکلم بالذات سے خالی نہیں۔ کیونکہ بات اس تخم کا غلاف ہے، نہ عین تخم۔ پس ایسے معنی کا دل میں جاگزیں ہونا شرط ہے۔ جس میں تکلف کرنا اور دل اس پر لگانا بے ربط ہے۔ بلکہ اس کا شیدا اور عاشق ایسا ہو کہ دل کو تکلف سے بھی باز نہ رکھ سکتا ہو۔

حضرت شبلی نے اپنے مرید مصری سے کہا کہ ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک میرے پاس آئے تو اس عرصہ میں اگر تیرے دل میں سولے حق تعالیٰ کے اور کوئی خیال کرے تو میرے پاس آنا تجھے حرام ہے۔ پس جب کہ دل خاںد خس و سواس دنیا سے خالی کر لیا، اور اس تخم کو بویا، تو اب کوئی چیز نہ رہی، جو اختیار سے تعلق رکھتی ہو۔ کیونکہ اختیار تو ہمیں تک تھا۔ اس کے بعد انتظار رہے، دیکھا چاہے کہ کیا ہوتا ہے اور پردہ غیب سے کیا ظہور میں آتا ہے۔ اور گمان غالب یہ ہے کہ یہ تخم ضائع نہ ہو۔ کیونکہ حق تعالیٰ فرماتا ہے۔

مَنْ كَانَ يَرْيِدُ حَرْثَ الْآخِرَةِ نَزِدْ لَهُ فِي حَرْثِهِ. یعنی جو کوئی آخرت کی کھیتی میں لگا ہوا ہو، اور بیج بکھیر دیا، تو ہم اسے کچھ زیادہ کر کے دیں گے۔

یہاں مریدوں کا حال مختلف ہوتا ہے۔ کوئی تو ایسا ہوتا ہے کہ اس کو اس کلمہ کے معنی میں اشکال ہوتا ہے۔ اور بڑے بڑے خیال پیش آتے ہیں۔ اور جو کوئی ایسا ہوتا ہے، جو اس سے بچا ہوا ہوتا ہے، مگر جو ابہر ملائک اور انبیاء علیہم السلام اچھی اچھی صورتوں میں دکھائی دینے لگتے ہیں۔ خواب میں بھی دکھنا ہے، اور بیداری میں بھی دیکھنے لگتا ہے۔ اس کے بعد پھر جو احوال ظاہر ہوں گے۔ ان کی شرح بہت طویل ہے۔ اور ان کے بیان میں کچھ فائدہ نہیں ہے۔ کیونکہ یہ راہ چلنے کے لئے ہے، نہ کہنے کے لئے۔ ہر ایک کو بقدر تقویٰ و درجات اور ہی معاملہ پیش آتا ہے۔ اور جو اس راہ پر چلے گا، اس کے لئے یہی بہتر ہے کہ وہ باتوں سے کچھ نہ سنے، کہ اس کا انتظار اس کے دل کو مشغول رکھے گا۔ اور حجاب حائل ہو جائے گا۔

علم کے تصرف کو جس قدر اس میں دخل ہے، وہ ہی تک ہے، جو بیان کیا گیا ہے۔ اور کہنے سے مقصود یہ ہے کہ اس پر ایمان لائے۔ کیونکہ اکثر علماء اس کے منکر ہوئے ہیں۔ کیونکہ انسانی خاصیت یہ ہے کہ حسب عادت جو چیز سیکھنے سے معلوم نہ ہو اور اس کے خیال سے بڑھ کر ہو تو وہ اس پر اعتماد نہیں کرتا۔ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِالصَّوَابِ

کبر کی حقیقت اور اس کی آفتوں کا بیان

واضح ہو کہ کبر یعنی بڑائی و بکبر ایک بُرا اخلاق ہے۔ اور اخلاق دل کی صفت ہے۔ اور ان کا اثر ظاہر ہوتا ہے۔ اور اخلاق کبر کے یہ معنی ہیں کہ اپنے آپ کو اور دوسروں سے مقدم رکھے اور اچھا جانے اور اس کے سبب اس میں ایک ہوا بھر جائے۔ اور پھولانہ سمائے تو اس پھلانے والی ہوا کا نام بکبر ہے۔ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: أَعُوذُ بِكَ مِنْ نَفْخَةِ الْكِبْرِ۔

لے اللہ! میں میرے سے پناہ مانگتا ہوں کبر کی ہوا سے۔)

جب آدمی میں یہ ہوا بھر جایا کرتی ہے تو وہ اوروں سے اپنے آپ کو بڑا اور برتر جانا کرتا ہے۔ اور انہیں اپنا خادم سمجھ کر دیکھا کرتا ہے۔ بلکہ یہاں تک ہوا بھر جاتی ہے کہ اپنی خدمت کے لائق بھی نہیں سمجھا کرتا اور کہہ دیا کرتا ہے کہ تو میری خدمت کے کیا لائق ہے، جیسے کہ بادشاہ لوگ ہر کسی کو قابل نہیں سمجھتے کہ وہ آستان بوسی کرے اور اپنے کو بندہ لکھ سکے اور یہ انتہا درجہ کاتب کبر ہے کہ خدا کی کبریائی سے بھی بڑھا ہوا ہے۔ کیونکہ وہ سب کو اپنی بندگی اور سجود میں قبول کر لیتا ہے۔

جو آدمی تکبر کے اس درجہ پر نہیں پہنچتا، تو وہ چلنے اور بیٹھنے میں تقدم اور سبقت ڈھونڈتا ہے۔ اور اپنی تعظیم کا طلب گار ہوتا ہے اور وہ اس درجہ کو پہنچ جاتا ہے کہ اگر اسے کوئی نصیحت کرنے تو قبول نہ کرے اور خود کسی کو نصیحت کرے یا سمجھائے تو سختی کے ساتھ اور جو کوئی اسے تعلیم دے تو غصے ہو کر ناک بھوں چڑھائے اور لوگوں کو اس نظر سے دیکھے کہ جیسے کوئی جانور کو دیکھتا ہے۔ لوگوں سے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا کہ کبر کیا ہے؟ فرمایا کہ حق تعالیٰ کے لئے اپنی گردن کو نرم رکھنا۔ اور لوگوں کو حقارت سے دیکھنا۔ کہ یہ دونوں خصلتیں حق تعالیٰ اور بندہ کے درمیان بڑے جابوں میں سے ہیں۔ انہیں سے سارے بُرے اخلاق پیدا ہوتے ہیں۔ اور انہیں کے سبب اچھے اور نیک اخلاق اختیار کرنے سے قاصر رہتا ہے۔ کیونکہ جس میں خواجگی، عزیز نفسی اور بڑائی گھسی ہوئی ہو، وہ جو چیز اپنے لئے پسند کرے گا، وہ دوسروں کے لئے پسند نہ کرے گا۔ اور ایمان داروں کی شرط نہیں۔ وہ کسی کے ساتھ فروتنی نہ کر سکے گا۔ مگر یہ پرہیزگاریوں کی صفت نہیں۔ اور وہ کینے حسد، بغل سے ہاتھ نہ دک سکے گا۔ اور جو کوئی اس کی تعظیم نہ کرے، تو وہ اپنے دل میں اس کی طرف سے کچھ میل رکھے گا۔

اس کی خصلتوں میں سے ادنیٰ بات یہ ہے کہ وہ سارا دن خود آرائی، خود پرستی

اور اپنا بول بالا کرنے میں لگا رہے گا۔ اور مکرو فریب، جوٹھ نفاق سے مستغنی نہ ہوگا، تاکہ اس کے ذریعہ سے لوگوں کی نگاہوں میں اپنے کام کو چھانٹے اور ترقی دے۔
در اصل حقیقت یہ ہے کہ کوئی شخص ان حرکات سے مسلمانی کی بوجہ نہیں سونگھ سکتا۔
جب تک کہ وہ اپنے آپ کو نہ بھولے، بلکہ دنیا کی راحت نہ پائے۔

ایک بزرگ نے فرمایا ہے کہ اگر تو بہشت کی بوسونگھنی چاہتا ہے، تو اپنے آپ کو سب سے کمتر اور گھٹیا جان تاکہ بہشت کی بوسونگھنے میں آئے۔

اگر کسی کو حق تعالیٰ آنکھیں دے تو وہ ان دو متکبروں کو جب کہ وہ باہم ملتے ہیں دیکھے کہ سنڈاس اور ڈلاڈ اور بدر رو میں بھی وہ گندگی اور خرابی نہ پائے گا، جو ان کے دل میں پائے گا۔ کیونکہ ان کا دل کتے کی صورت سا ہوگا۔ اور ظاہری جسم ان کا عورتوں کی مثل سنورا ہوگا۔ اور وہ انس جو مسلمانوں میں ایک دوسرے کے پاس بلیٹھنے سے پیدا ہوتا ہے، وہ ہرگز ان متکبروں میں نہیں ہوتا۔

اے عزیز! تو دیکھے گا، راحت تو جھمی پٹے گا کہ یا تو تو اس میں بالکل فنا ہو جائے اور ہمہ تن اس کی تعظیم بن جائے، تاکہ دوٹی جاٹے اور یگانگی آئے اور وہ باقی رہے، اور تو فانی۔ یا وہ تجھ میں ایسا سما جائے کہ تو تو باقی رہے اور وہ نہ رہے۔ یا دونوں ذات باری تعالیٰ میں فنا ہوں اور اپنی طرف کچھ التفات نہ کریں۔ یہ کمال ہے کہ ایسی یگانگی سے کمال راحت ہوتی ہے۔ دوٹی سے راحت ہرگز ممکن نہیں۔ کیونکہ راحت وحدت اور یگانگی ہی میں ہے۔

یہی کبر کی حقیقت اور اس کی آفتیں ہیں جو بیان کی گئی ہیں۔

متکبر کے درجوں کا بیٹان

واضح ہو کہ بعض کبر تو بہت ہی بُرا ہے۔ اور اس کا فرق متکبر کے تفاوت درجات

سے پیدا ہوتا ہے۔ کیونکہ تکبر تین طرح کا ہے،

(۱) خدائے پاک سے تکبر کرنا۔

(۲) رسول سے تکبر کرنا۔

(۳) بندگانِ خدا سے تکبر کرنا۔

پہلا درجہ تکبر کا خدا تعالیٰ سے ہے، جیسا کہ فرعونِ نرود اور ابلیسِ لعین نے تکبر کیا کہ

جنہوں نے خدائی کا دعویٰ کیا۔ اور خدائے تعالیٰ کے بندوں سے ٹکار کر کے ہونہر پھرا۔ جیسا

کہ حق تعالیٰ ان کے حق میں ارشاد فرماتا ہے، لَنْ يَسْتَنْكِفَ الْمَسِيْمُ اَنْ يَكُوْنَ

عَبْدًا لِلّٰهِ وَلَا الْمَلَاِيْكََةُ الْمُقَرَّبُوْنَ۔ یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے

بندے بننے سے ہرگز انکار نہیں کریں گے اور نہ ہی مقرب فرشتے۔

دوسرا درجہ تکبر کا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے، جیسا کہ کفار قریش

نے کیا۔ کہ ہم اپنے جیسے آدمی کے سامنے سر نہ جھکائیں گے۔ ہم پر کوئی فرشتہ یا کوئی صاحب

حیثیت شخص کیوں نہ بھیجا گیا۔ وَقَالُوا لَوْلَا نَزَّلَ هَذَا الْقُرْآنُ عَلٰی رَجُلٍ مِّنَ

الْقُرْبَتَيْنِ عَظِيْمٍ ۝۱۵ اور کہتے تھے کہ کیوں نہ اتارا گیا یہ قرآن دو بستیوں یعنی مکہ

اور طائف میں سے کسی بڑے آدمی پر۔

یہ کفار دو گروہ تھے۔ ایک کے لئے یہ کبر خود راہ ہدایت کا حجاب بن گیا کہ انہوں نے

فکر نہ کیا، اور نبوت، کونہ پہچانا، جیسا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے سَاَصْرِفُ عَنْ اٰیٰتِيْ

الَّذِيْنَ يَتَكَبَّرُوْنَ فِي الْاَرْضِ۔ یعنی میں متکبروں کو راہ نہ دوں گا کہ وہ میری آیات

س لوریکھ سکیں۔

دوسرا گروہ جانتا تھا، مگر انکار کرتا تھا۔ اور کبر کے باعث اتنی طاقت نہ رکھ سکتا

تھا کہ اقرار کرے۔ جیسا کہ حق تعالیٰ نے فرمایا وَجَحَدُوْا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَا اَنْفُسُهُمْ

ظُلْمًا وَّعُلُوًّا۔ اور وہ منکر ہوئے۔ حالانکہ یقین کر چکے تھے ان کے جی، بے انصافی

اور غرور سے۔

تیسرا درجہ تکبر کا بندگانِ خدا کے ساتھ ہے کہ انہیں حقارت کی نظر سے دیکھے اور ان سے حق قبول نہ کرے اور اپنے آپ کو ان سے بہتر اور بڑا جانے یہ درجہ اگرچہ ان دو درجوں سے کم تر ہے، مگر دو سبب سے بڑا ہے۔

۱۔ ایک تو یہ کہ عظمت و کبر بانی باری تعالیٰ کے اوصاف میں سے ہے۔ پس اس بندہ ناتوان و عاجز کو کوئی چیز بھی اس کے قابو میں نہیں۔ کہاں سے بزرگی آئی۔ جو اپنے آپ کو لائق تصور کرتا ہے۔ اور جب اس نے اپنی جان کو بڑا جان لیا تو در حقیقت اس نے اللہ تعالیٰ کے اوصاف سے جھگڑا کیا۔ اور اس کی مثال اس غلامِ جلیبی ہے کہ تاج شاہی اپنے سر پر رکھے، اور تخت پر بیٹھے۔ اب دیکھنا چاہئے کہ وہ کس قدر سختی اور عذاب کا مستحق ہو۔ اس لئے حق تعالیٰ فرماتا ہے۔ **الْعُظْمَةُ اِزَارِي وَالْكِبْرُ رِدَايُ وَفَسَنُ نَاذِعُنِي فِيْهِمَا فَصَبْتُهُ**۔ یعنی عظمت و کبر بانی تو میری خاص صفت ہے۔ جو کوئی ان دو صفتوں میں میرے ساتھ جھگڑا کرے، تو میں اسے ہلاک کر دینا ہوں۔ پس جب کہ تکبر کرنا، ماسوائے خدا تعالیٰ کے اور کسی بشر پر پہنچنا ہی نہیں تو جس نے اوروں پر تکبر کیا تو گویا اس نے حق تعالیٰ سے نزاع کیا، اس کی مثال ایسی ہے، جیسے کوئی بادشاہ کے خاص غلاموں کو ایسے کاموں کا حکم دے، جو بادشاہ کے سوا اور کسی کے لائق نہ ہو۔

۲۔ دوسرا سبب یہ ہے کہ تکبر اوروں کے حق بات قبول کرنے کا مانع ہوا کرتا ہے۔ تو جو لوگ اس صفت سے موصوف ہونے ہیں، تو وہی دینی مسائل میں جھگڑا کیا کرتے ہیں اور جب حق بات کسی کی زبان سے نکلتی ہے تو وہ تکبر دوسرے سے انکار کروانا ہے۔ قبول نہیں کرنے دیتا۔

یہ بات کافروں اور منافقوں کے اخلاق و عادات میں سے ہے کہ وہ حق بات کو نہیں مانا

کرنے جیسا کہ حق تعالیٰ نے ان کی تقریر کو نقلاً بیان فرمایا ہے،

لَا تَسْمَعُوا لِهَذَا الْقُرْآنِ وَالْغَوَا فِيهِ لَعَلَّكُمْ تَعْلَمُونَ

اور دوسرے مقام پر ان کا حال یوں بیان فرمایا ہے۔

وَإِذَا قِيلَ لَهُ اتَّقِ اللَّهَ أَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْإِثْمِ

یعنی جب اس سے کہیں کہ خدا تعالیٰ سے ڈر، تو اس سے اپنے آپ کو بڑا جان کر

اس بات پر رکھتا ہے کہ گناہ پر اصرار کرے۔

حضرت ابن مسعود نے کہا کہ یہ بڑا گناہ ہے کہ کوئی کسی سے کہے کہ خدا تعالیٰ سے ڈر،

اور وہ جواب میں کہے کہ تجھے اپنے کام سے کام ہے۔ دوسروں کے کام سے کیا کام؟

ایک دن حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی شخص کو فرمایا کہ تو اب اس لٹکھ

سے کھانا کھا۔ اس نے کہا، میں کیونکر کھاؤں۔ مجھ سے کھایا نہیں جا سکتا۔ آپ نے معلوم

کیا کہ اس نے ازراہ کبر کہا ہے، تو اس کا لٹکھ ابسا خشک ہوا کہ پھر مل بھی نہ سکا۔

اے عزیز! فقہ ابلیس علیہ اللعنة جو حق تعالیٰ نے کلام مجید میں بیان فرمایا ہے، وہ

بطور افسانہ نہیں ہے، بلکہ اس لئے ہے کہ اس سے کبر کی آفت معلوم ہو۔ کہ اس کی آفت

کہاں تک پہنچتی ہے، جب کہ اس نے کبر کی راہ سے یہ کلمہ کہا تھا۔

أَنَا خَيْرٌ مِنْهُ خَلَقْتَنِي مِنْ نَّارٍ وَخَلَقْتَهُ مِنْ طِينٍ

میں اس سے بہتر ہوں کہ تو نے مجھے آگ سے بنایا۔ اور اسے مٹی سے۔

اگل کبر نے اسے یہاں تک پہنچا دیا کہ اس نے خدا تعالیٰ کے حکم سے برتری ڈھونڈھی

اور سجدہ نہ کیا اور ملعون ابلیس ہوا۔

امرونی کی تبلیغ کے بیان میں

چمنستان اہل اسلام کو واضح ہو کہ امر معروف اور نہی منکر کی تبلیغ کرنی طاقت

کے مطابق فرض ہے۔ کہ تبلیغ کی کوتاہی کرنے سے سخت بلائیں و مصیبتیں درپیش آتی ہیں۔ اور اس ولایت کے گرد و نواح شہروں کے جانب خداوند کریم بادشاہ ظالم کو مستط کر دیتا ہے، کہ وہ اپنے ظلم کے پتجے سے مخلوقات کو ہلاک کر دیتا ہے۔ اور اس ولایت میں کئی قسم کی تکلیفیں نازل ہوتی ہیں کہ جن کے ذریعہ سے اس ولایت کی یمن و برکت دور ہو جاتی ہیں۔ اور اس ولایت کے لوگ اکثر تعصب کنندہ ہو کر ہر ایک قسم کے نامزد و تباہ کو دست آویز بنا لیتے ہیں کہ جس کے وبال کے ذریعہ سے خداوند کریم مخلوقات کو تباہ کر دیتا ہے۔ کیونکہ اس واسطے بطور تفصیل بیان کرنا ہوں۔ کیونکہ امر معروف اور نہی منکر یہ ایک قطب ہے اقطاب دین میں سے کہ سارے اقبیاء علیہم السلام اسی لئے بھیجے گئے ہیں۔ واضح ہو کہ امر معروف اور نہی منکر واجب ہے۔ اور جو کوئی بلا عذر اسے ترک کرے گا، تو وہ گناہگار ہوگا۔ چنانچہ حق تعالیٰ فرماتا ہے،

وَلْتَكُنْ مِنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ
بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ

یعنی تم میں سے ایک گروہ ایسا ہونا چاہیے کہ ان کا کام یہ ہو کہ خلق کو خیر کی طرف بلائیں اور امر معروف کا حکم دیں اور برے کاموں سے روکیں۔

مگر اس آیت سے اس کی فرضیت معلوم ہوتی ہے، لیکن یہ فرض کفایہ ہے۔ کہ جب کچھ لوگ اس کام پر مستعد ہو جائیں تو کافی ہے۔ ہاں جب کوئی نہ کرے تو ساری خلق گنہگار ہوگی۔ جیسا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے،

الَّذِينَ يَأْتُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا
الزَّكَاةَ وَآمَرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ

اور وہ لوگ کہ اگر ان کو مقدور دین ملک میں تو قائم رکھیں نماز اور دین زکوٰۃ اور حکم کریں بھلے کام کا، اور منع کریں برے کام سے۔

اس آیت میں خدائے تعالیٰ نے امر معروف کو نماز اور زکوٰۃ کے ساتھ میں ذکر فرمایا۔ اور اس کے ساتھ میں اہل کلمے تعریف فرمائے۔

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے فرمایا کہ امر معروف کہا کرو۔ ورنہ خدائے تعالیٰ تم پر وہ شخص مسلط کرے گا، جو تم میں سے بدتر ہوگا۔ اور اس کی دعا بالکل قبول نہ کرے گا، جو تم میں سب سے بہتر ہوگا۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس قوم میں گناہ ہوتا ہے تو اس قوم کے لوگ اس سے انکار نہیں کرتے۔ اور منع نہیں کرتے تو قریب ہے کہ حق تعالیٰ ان پر عذاب بھیجے۔

فرمایا علیہ السلام نے کہ سارے کام جہاد کے مقابلے میں ایسے ہیں کہ دربانے عظیم میں ایک قطرہ۔ اور امر معروف اور نہی منکر کے مقابلے میں جہاد ایسا ہے، جیسے کہ بڑے دریا میں ایک قطرہ۔ اور فرمایا حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ سوائے امر معروف اور نہی منکر اور حق تعالیٰ کے ذکر کی جو بات آدمی کہتا ہے، سب اس کے لئے باعث مغرت ہے۔

فرمایا علیہ السلام نے کہ حق تعالیٰ بے گناہ کو خواص میں سے عوام کے سبب عذاب نہیں کرتا، مگر اس وقت عذاب کرتا ہے جب کہ ان میں سے برا کام کرنے دیکھیں اور باوجود مغرت منہ نہ کریں۔ چپ بیٹھے رہیں۔

فرمایا علیہ السلام نے کہ جہاں کسی کو ظلم سے مار ڈالنے ہوں یا مار پیٹ کرتے ہوں تو اس شخص پر لعنت برسی ہے کہ جو دیکھتا ہے اور چھڑا سکتا ہے، مگر نہیں چھڑاتا۔ فرمایا علیہ السلام نے کہ جہاں بے جا حرکت ہوتی ہے، وہاں بیٹھنا اور باز پرس کرنا، درست نہیں ہے۔ کیونکہ اس کا ان لوگوں سے باز پرس کرنا نہ اس کی عمر کو گھٹائے گا۔ اور نہ اس کی روزی کو۔

یہ اس بات کی دلیل ہے کہ جہاں بے جا حرکت ہوتی ہو یا کسی ظالم کے گھر ہو، اور

دعاں باز پرس نہ کر سکتا ہو تو بے ضرورت ایسی جگہ جانا جائز نہیں ہے۔ اسی سبب سے بہت سے اگلے بزرگوں نے عزت اختیار کی تھی کہ وہ بازاروں اور رستوں میں کسی جگہ کو منکرات سے خالی نہ دیکھنے تھے۔

فرمایا حضرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس کے سامنے کوئی گناہ کیا جائے، اور وہ اس سے بیزار ہو تو وہ ایسا ہے، جیسا کہ اس کی پیٹھ پیچھے گناہ ہوا۔ اور اگر اس کی پیٹھ پیچھے گناہ کیا گیا اور وہ اس سے راضی ہے تو گویا اس کے سامنے ہی ہوا۔

فرمایا علیہ السلام نے کہ ہر رسول کے اصحاب ہوتے ہیں کہ وہ اس کے بعد کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ پر عمل کرتے ہیں۔ اور ان کے بعد ایسے لوگ پیدا ہوں گے کہ ممبر پر سوار ہو کر باتیں تو اچھی کریں گے اور کام برے۔ تو ہر مسلمان پر یہ حق فرض ہے کہ ان کے ساتھ ہاتھ سے جہاد کرے۔ اگر نہ ہو سکے زبان سے کرے۔ اور جو یہ بھی ممکن نہ تو دل سے اسے برا سمجھے۔ اس سے کم مسلمانی نہیں۔

اور فرمایا حق سبحانہ تعالیٰ نے کہ ایک فرشتہ کو حکم دیا کہ فلا شہ کو الٹ دے۔ اس نے عرض کی خداوند! یہاں تو فلاں شخص ایک ایسا بھی ہے کہ جس نے تل بھر بھی گناہ نہیں کیا۔ حکم ہوا کہ الٹ دے۔ کیونکہ وہ ایک دفعہ بھی دوسروں کے گناہ کرنے پر ترش رو نہیں ہوا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حق تعالیٰ ایک شہر کے رہنے والوں پر عذاب بھیجا کہ ان میں اٹھارہ ہزار ایسے شخص تھے جن کے عمل پیغمبروں جیسے تھے۔ لوگوں نے عرض کی یا رسول اللہ! پھر کیوں ان پر عذاب ہوا۔ فرمایا کہ وہ اوروں پر اللہ کے واسطے ان کے منکرات پر غصہ نہ کرتے تھے، اور نہ ان سے باز پرس کرتے تھے۔

ابو عبیدہ بن جراح کہتے ہیں کہ لوگوں نے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ شہدوں میں سے افضل کون ہے؟ فرمایا وہ جو ظالم بادشاہ سے اجتناب کرے اور بادشاہ

خفا ہو کر اسے مرادے۔ اگر نہ مارا جائے تو پھر اس بر قلم نہ چلے گا۔ اگرچہ وہ بہت سی عمر پاوے۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ حق تعالیٰ نے یوشع بن نون کے پاس وحی بھیجی کہ میں تیری قوم میں سے ایک لاکھ آدمی ہلاک کر دوں گا۔ چالیس ہزار تونیکوں میں سے، ساٹھ ہزار بڑوں میں سے۔ عرض کیا خداوند! تونیکوں کو کیوں ہلاک کرتا ہے، فرمایا، اس لئے کہ انہوں نے ان سے دشمنی نہیں کی اور ان کے ساتھ کھانے پینے اور لکھنے بیٹھنے اور لین دین سے پرہیز نہیں کیا۔

در بیان خوف

مہلان سلوکیہ و قریان شریعہ کے لئے چند نکتے خوف کے بارہ میں تحریر کرتا ہوں۔ کیونکہ جو خوف ہے، یہ احکام میں سے ایک عالی شان امام ہے۔ جب تک خوف کو دستاویز نہ کر سکیں گے، تو اور احکام ضروری شکست کھائیں گے۔ اور جب تم نے خوف کی بنیاد کو قائم کر لیا، پھر تمام احکام اس کی بنیاد کے ساتھ قوی تر ہو سکتے ہیں۔ خداوند کریم ہر ایک مردیش اور فقیر خدا پرست کو خوف کے مقام میں داخل کرے۔ اس واسطے کہ تخم ریزی عرفان و وحدت کی بغیر خوف کے رائیگاں ہو جاتی ہے۔ اسی لئے خوف کے بارے میں تحریر کرنے کی چنداں ضرورت پڑی ہے۔

خوف حاصل کرنے کا طریقہ

جاننا چاہئے کہ دین کے مقاموں میں سے اول مقام یقین اور معرفت ہے۔ پھر معرفت سے خوف پیدا ہوا کرتا ہے۔ پھر خوف سے زہد، صبر، توبہ پیدا ہوا کرتا ہے۔ اور زہد سے صدق، اخلاص اور ذکر و فکر کی مواظبت پیدا ہوتی ہے۔ اور پھر ان سے انس و محبت پیدا ہوتی ہے۔ اور یہ انتہا درجہ مقامات کا ہے۔ اور رضا و تقویٰ

شوق، یہ سب کے سب محبت کے لوازم ہیں۔ پس کمپائے سعادت خوف ہے، جو یقین اور معرفت کے بعد پیدا ہوتا ہے۔ اور جو اس کے بعد ہے، وہ بے یقین درست نہیں۔ اور وہ تین طریقہ سے مبستر ہو سکتا ہے۔

ایک تو معرفت سے۔ کیونکہ جب اس نے اپنے آپ اور حق تعالیٰ کو پہچانا تو ضرور ہے کہ اسے خوف پیدا ہو۔ اس لئے کہ جو شیر کے پنجہ میں آیا، اور شیر کو جانتا بھی ہے، تو اُسے اور کسی تدبیر و جملہ کی ضرورت نہیں کہ جس سے اُسے خوف پیدا ہو۔ بلکہ وہ عین خوف ہی میں ہے۔ اسی طرح جس نے خدائے تعالیٰ کو کمال اور جلال و قدرت اور خلق کی بے نیازگی کے ساتھ پہچانا، اور اپنے آپ کو عجز و بے چارگی کے ساتھ پہچانے کہ جو کچھ قیامت تک ہونا تھا، اس کا تو وہ حکم کر چکا۔ بعضے کو تو سعادت کے ساتھ بے وسیلے، اور بعضوں کو شقاوت کے ساتھ، بغیر گناہ کئے۔ بلکہ اس نے جو چاہا کہا کہ اس کے لئے میں کچھ الٹ پلٹ نہیں ہے۔ تو جب آدمی یہ خیال کرے گا تو ضرور خوف اس کے دل میں دامگیر ہوگا۔ اسی لئے تو حضرت رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ حضرت موسیٰؑ و حضرت آدم علیہما السلام دونوں میں جحمت ہرنے لگی، کہ حق تعالیٰ نے آپ کو رہنے کے لئے بہشت عطا فرمائی اور ایسی ایسی کر امنیں عطا کیں۔ پھر آپ نے اس کی نافرمانی کیوں کی کہ آپ نے اپنے آپ کو بھی اور ہمیں بھی بلا میں پھنسا دیا۔ حضرت آدمؑ بولے کہ آباہ گناہ مجھ پر ازل میں لکھا ہوا تھا یا نہیں؟ حضرت موسیٰؑ کہنے لگے کہ ہاں! لکھا ہوا تھا۔ حضرت آدمؑ بولے تو پھر میں اس کے حکم کے خلاف کس طرح کرتا۔ کہ نہیں، فُحِجَّ اِذْ هُوَ مُوسَىٰ۔ پس حضرت آدمؑ نے حضرت موسیٰؑ کا اعتراف اٹھا دیا۔ اور وہ ساکت ہو گیا۔

معرفت کی راہیں کہ جن سے خوف پیدا ہوتا ہے، بہت سی ہیں، جو جتنا زیادہ عارف ہے خائف بھی زیادہ ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت جبرائیل دونوں نے تھے۔ ان پر فرمان الہی آتا تھا کہ تم روتے کیوں ہو، میں نے تو تم کو نڈر کر

دیا ہے۔ عرض کی کہ اے خداوند! ہم تیرے مکر سے نڈر نہیں ہیں۔ فرمایا، اسی طرح راکو۔ اور ان کا یہ کتنا کمال معرفت سے تھا۔ کہ بساویہ کتنا کہ مطمئن رہو، کیا عجب ہے کہ وہ آزمائش کے لئے ہو۔ اور اس کے ضمن میں کوئی اسرار ہو کہ ہم اس کے دریافت سے عاجز ہوں۔ بدر کی لڑائی میں ابتداء مسلمانوں کا لشکر ضعیف ہو گیا، تو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ڈیسے اور عرض کی کہ اے خداوند، اگر یہ مسلمان ہلاک ہو گئے، تو قسم ہے خدا کی، کہ روتے زمین پر کوئی اہسانہ رہے گا کہ جو تیری پرستش کرے۔ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ بولے کہ آپ قسم کیوں دیتے ہیں۔ آپ کو نوحدانے فح کا وعدہ دے دیا ہے۔ اور ضرور ہے کہ حق تعالیٰ اپنا وعدہ پورا کرے۔

اُس وقت حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کا مقام اعناد وعدہ اور اس کے کرم پر تھا۔ اور آنحضرت کا مقام مکر سے محل خوف پر تھا۔ اور یہ زیادہ کمال تھا کہ آپ نے جان بیا تھا کہ اسرار کا خاند قدرت اور اس کی تدابیر مملکت کی ترتیب و آراستگی اور سرشتہ تقدیر سے ہر کوئی واقف نہیں ہے۔

دوسرا طریق یہ ہے کہ جب معرفت سے عاجز ہو جائے تو اہل خوف کی صحبت اختیار کرے کہ ان کا خوف اس میں سرایت کرے اور غفلت والوں سے الگ رہے کہ اس وجہ سے بھی خوف پیدا ہوتا ہے۔ اگرچہ تقلید ہی کے ساتھ ہو، جیسا کہ چھوٹے بچہ کو سانپ کا وجہ سے خوف کھانا، کیونکہ اس نے اپنے باپ کو ڈرتے دیکھا تھا، تو اس کا یہ ڈرنا محض تقلیدی ہے کہ وہ سانپ کا صفت کو نہیں جانتا۔

یہ تقلیدی خوف جاننے والے کے خوف سے بہت ہی ضعیف ہے۔ کیونکہ اگر یہ بچہ کئی بار پیرے کو سانپ پر ہاتھ ڈالتے دیکھے، جیسا کہ اپنے باپ کی تقلید سے ڈرنا تھا، تو پھر وہ اس کی تقلید سے بالکل نڈر ہو جائے گا۔ اور اس پر ہاتھ ڈالے گا۔ اور جو سانپ کا ڈرنا جانتا ہے، وہ اس تقلید سے بے خوف ہے۔ سو معتقد کو چاہئے کہ اہل امن اور اہل غفلت

سے پہنچا رہے، خاص کر اس کی صحبت سے کہ جو اہل علم کی صورت پر ہو۔
 تیسرا طریقہ یہ ہے کہ جب آدمی اہل خوف کو نہ پائے کہ ان کی صحبت اختیار کرے،
 کیونکہ اس نے جانے میں یہ لوگ بہت کم ہیں، تو ان کے احوال سنا کرے۔ اور ان کی کتابیں پڑھا
 کرے۔ اس لئے کہ ہم بعض اور ادیبوں کا حال بیان کرتے ہیں کہ جو شخص ذرا بھی عقل رکھتا
 ہوگا تو وہ جان لے گا کہ یہ لوگ سب سے زیادہ عاقل اور عارف اور متقی تھے۔ سو جب یہ
 لوگ ڈرنے والے تھے تو اوروں کو بد جہادلی دڑنا چاہئے۔

ادیبوں اور ملائکہ کی حکایتیں

روایت ہے کہ جب ابلیس ملعون ہوا تو حضرت جبرائیل و میکائیل علیہم السلام دو لو
 گز یہ نارہی کیا کرتے۔ جناب باری کا ارشاد ہوا کہ تمہارے رونے کا کیا سبب ہے۔ عرض کی کہ
 اے خداوند! ہم تیرے مکر سے بے خوف و مطمئن نہیں ہیں۔ فرمایا، ایسا ہی چاہئے۔ تم مجھ
 سے بے خوف نہ رہو۔

محمد بن المنکدر کہتے ہیں کہ جب خدا تعالیٰ نے دوزخ کو پیدا کیا تو سارے فرشتے رونے لگے۔
 اور جب آدمیوں کو پیدا کیا، تو وہ چپکے ہو گئے۔ کیونکہ وہ جان گئے کہ یہ دوزخ ہمارے لئے
 نہیں پیدا کی گئی ہے۔

حضرت رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جب جبرائیل میرے پاس آئے خدا نے
 تعالیٰ کے خوف سے رزتے اور کانپتے ہی نظر آئے۔ حضرت انس کہتے ہیں کہ حضرت رسول
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرائیل سے پوچھا کہ میں نے کبھی حضرت میکائیل کو ہنسنے
 نہیں دیکھا۔ وہ بولے، جب سے آگ پیدا کی گئی ہے، وہ نہیں ہنستے۔

حضرت ابراہیم خلیل اللہ جب نماز میں ہوتے تو لوگ آپ کے دل کا جوش کو س
 بھر سے سنتے۔

حضرت مجاہد کہتے ہیں کہ حضرت داؤد سجدے میں سر رکھے ہوئے چالیس دن تک اتنا روتے کہ ان کے آنسوؤں کی ترمی سے سبزہ آگ آیا۔ ندا آئی کہ اے داؤد! رونے کا سبب کیا ہے؟ اگر تو بھوکا ہے تو رو دئی بھجوں۔ پیاسا ہے تو پانی بھجوں۔ ننگا ہے تو کپڑا بھجوں۔ آپ اس وقت بہ ندا سن کر اتنا روتے کہ ان کے سانس کی بھاپ سے لکڑیوں میں آگ لگ گئی، تو خدائے تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی۔ تو حضرت داؤد نے عرض کی کہ اے خدایا! میرے گناہ میرے ہاتھ کی ہتھیلی پر نقش کر دے کہ بھول نہ جاؤں۔ اللہ تعالیٰ نے قبول فرمایا، اور ہاتھ پر نقش کر دیا۔ پھر تو حضرت داؤد کا یہ حال ہو گیا کہ جس کام پر ہاتھ دلتے اور وہ نقش دیکھتے ہی بے اختیار روتے۔ اور کبھی ایسا بھی ہوتا کہ ان کے ہاتھ میں پانی کا پیالہ ہوتا اور وہ کچھ خالی ہوتا تو ان کے آنسوؤں سے بھر جاتا۔

روایت ہے کہ حضرت داؤد اتنا روتے کہ دم زرد ہوا۔ عرض کی کہ اے خدایا! تو میرے رونے پر رحم نہیں کرنا۔ وحی آئی کہ اے داؤد! تم جو رونے کا ذکر کرتے ہو تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تم نے گناہ کو بھلا دیا۔ عرض کی کہ اے بارِ خدا! میں بھلا گناہ کیونکر بھولوں گا کہ گناہ سے پہلے جب میں زبور پڑھتا تھا تو بہت پانی نہر میں رک جاتا تھا۔ اور چلتی ہوا کھڑ جاتی تھی اور پرند جانور میرے سر پر جمع ہو جانے۔ وحشی جانور میرے محراب میں چلے آتے تھے۔ اب ان میں سے ایک بات بھی نہیں۔ خداوند! یہ وحشت کیوں ہے؟ ارشاد ہوا کہ اے داؤد! وہ تمہاری طاعت کا انس تھا اور یہ گناہ کی وحشت ہے۔ اے داؤد! آدم میرا بندہ تھا، کہ اُسے میں نے اپنے دست لطف سے بنایا تھا۔ اپنی روح سے اس میں روح پھونکی تھی اور ملائک کے لئے سجدہ کا حکم فرمایا تھا۔ اور خلعتِ کرامت اُسے میں نے پہنائی تھی اور وقار کا تاج اس کے سر پر رکھا تھا۔ جب اس نے تنہائی کا گلہ کیا، تو میں نے اس کے لئے حوا پیدا کی اور دونوں کو بہشت میں رہانا۔ ایک ہی گناہ اس نے کیا تھا کہ اُسے ننگا اور ذلیل کر کے درگاہ سے نکال دیا تھا۔ اے داؤد! سن اور حق جان کہ تو ہماری طاعت کرتا

تھا۔ ہم تیری طاعت کرتے تھے۔ جو تو نے مانگا، ہم نے دیا۔ اور جب تو نے گناہ کیا، تو ہم نے تجھے مہلت دی۔ اس پر بھی اگر نوحہ کر کے ہماری طرف پھرے گا تو ہم قبول کر لیں گے۔

حضرت یحییٰ بن ابی کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں۔ روایت ہے کہ جب حضرت داؤد چاہتے تھے کہ میں اپنے گناہوں پر نوحہ کروں تو آپ سات سات روز تک کچھ نہ کھاتے تھے اور نہ پھرتے تھے کہ پاس جاتے۔ پھر آپ صحرا میں آتے اور حضرت سلیمان علیہ السلام سے فرطنے تھے کہ پکار دو کہ جو کوئی حضرت داؤد کا نوحہ سننا چاہتا ہے، آجاوے، تو آدمی شہر ولسے اور مرغ اپنے اشیانوں سے اور وحشی جانور اور درندے جنگلوں اور پہاڑوں سے آپ کی طرف رخ کرتے۔ آپ اول خدائے تعالیٰ کی حمد و ثنا کرتے اور خلق شہر و دغاں کرتے۔ پھر آپ جنت و دوزخ کی صفت بیان کرنے، پھر اپنے گناہ پر نوحہ کرنے، پھر ان تک گریہ و زاری کرتے کہ میرے خوف کے بہت سی خلقت روتی روتی مر جاتی۔ اس وقت حضرت سلیمان اپنے باپ کے سر ہانے کھڑے ہو کر کہتے کہ اے میرے باپ! اب بس کیجئے کہ لوگ خوف کے سبب بہت سے ہلاک ہو گئے ہیں۔ پھر آپ ندا کرتے کہ ان کے جنازے لاؤ۔ پھر ان کے وارث آپ کے پاس آنے اور جنازہ لے جاتے۔

ایک دن کا ذکر ہے کہ چالیس ہزار خلقت آپ کے گرد جمع تھی۔ ان میں سے رفتے رفتے میرے خوف کے بلیس ہزار آدمی مر گئے۔ آپ کی دو کنبزیں تھیں۔ ان کا صرف یہی کام تھا کہ خوف کے وقت آپ کو پکارتیں اور دھیان رکھتی تھیں کہ کہیں ان کے ہاتھ کانپ کر الگ نہ ہو جاویں۔

حضرت یحییٰ بن زکریا علیہما السلام بچپن ہی سے بیت المقدس میں عبادت کیا کرتے تھے۔ اور جب لڑکے انہیں کھیلنے ہی کے لئے بلاتے تو کہتے کہ مجھے کھیل کے لئے خدا تعالیٰ نے پیدا نہیں کیا۔ جب پندرہ برس کے ہوئے تو آپ خلق سے جدا ہو کر جنگل کو چل دیئے۔ ایک دن ان کے باپ پیچھے پیچھے ہوئے۔ دیکھا کہ پانی میں کھڑے ہوئے ہیں۔ اور پیاس کے مارنے

پھیل پھڑے بندھے ہوئے ہیں اور نہایت بے چین ہیں، مگر جناب النبی سے التجا کر رہے ہیں کہ خداوند! تیری عزت و جلال کی قسم ہے کہ کبھی پانی نہ پیوں گا، جب تک مجھے یہ نہ معلوم ہو، کہ میری جگہ تیرے نزدیک کیا ہے۔ اور رونے رونے ان کے رخساروں سے گوشت گل گیا تھا اور دانت باہر نکل آئے تھے۔ آپ لوگوں پر ظاہر نہ ہونے کے لئے ہمدے کا ٹکڑا لگا لیا کرنے لگے۔

اسی طرح کی اور بھی حکایتیں انبیاء علیہم السلام کے حالات میں وارد ہیں۔

صحابہ کرام اور گلے لوگوں کی حکایتیں

جاننا چاہئے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا باوجود اس بزرگی کے یہ حال تھا کہ جب کسی پرند کو دیکھتے تو کہتے کاشش کہ میں تجھ جیسا ہی ہوتا۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے، کاشش کہ میں درخت ہی ہوتا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں، کاشش کہ میرا نام و نشان ہی نہ ہوتا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا کبھی یہ حال ہوتا کہ ایک آیت قرآن مجید کی سننے اور گری پڑنے

اور بے ہوش ہو جانے۔ اور کتنے دن تک لوگ ان کی عبادت کو جاتے، مگر رونے رونے

آپ کے چہرہ پر دو گالے پڑ گئے تھے۔ اور کہا کرتے تھے، کاشش کہ عمر اپنی ماں ہی سے پیدا

نہ ہوتا۔ ایک دن جو آپ ایک دروازے سے گزرتے تو ایک شخص قرآن مجید پڑھ رہا تھا۔

اور اس آیت تک پہنچا تھا۔ اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ۔ تو آپ اونٹ پر سے گر

پڑے۔ اور دیوار سے جا کر ٹکڑا کھائی۔ اور بہت کمزور ہو گئے۔ لوگ انہیں گھرا کھائے گئے

اور ایک مہینے تک بیمار رہے۔ کسی نے ان کی بیماری کا سبب نہ جانا۔

علی بن حسینؑ جب منہ دھونے تو ان کا چہرہ زرد ہو جاتا۔ لوگ سبب پوچھتے، تو

کہتے ہیں، کیا تم نہیں جانتے کہ مجھے کس کے سامنے کھڑا ہونا ہوگا۔

مسور رضی اللہ عنہ بن مخزوم قرآن مجید سننے کی طاقت نہ رکھتے تھے۔ ایک دن ایک مسافر کو تو یہ معلوم نہ تھا۔ ان کے سامنے اس نے یہ آیت پڑھی:

يَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِينَ إِلَى الَّسْرِمِثِ وَفُؤَادِنَا نَسُوفِ الْجُحْرِ مِثِ
إِلَى جَهَنَّمَ وِرْدًا

اس کا پڑھنا تھا کہ انہوں نے کہا، میں تو گنہگاروں سے ہوں، نہ متقیوں میں ہے۔ تو اسے ایک دفعہ پھر پڑھ۔ اس نے پھر پڑھا۔ بس ایک چیخ ملنے ہی جاں بحق ہو گئے۔

مختلف اولیاء کرام کے حالات

اسے طالب خدا جاننا چاہیے کہ اولیاء کرام کے حالات مختلف ہونے میں کہ بہ قافلہ گاہِ انسانی میں لباسِ انسانی میں انسانوں کے ساتھ عام انسانوں کی طرح ہوتے ہیں۔ گاہے بہ ملکی صفات میں توری فرشتوں میں سے بھی بڑھ جاتے ہیں، اور گاہے گاہے اس قافلہ پاک کے چوہ مبارک میں خدائی صفات سمائی جاتی ہیں۔ اور اس قافلہ کا بہ بھی قاعدہ ہے کہ ماسوائے خدا کے اور کسی کی طرف رغبت و التفات بالکل نہیں کرنے۔ اور خداوند کریم سے بھی اس کی رضا طلب کرنے ہیں اور اپنے آپ کو نابود کر دیتے ہیں۔ اسی واسطے صاحبِ علوم نے لکھا ہے کہ فقیر کے لفظ میں چار حرف ہیں۔ اور چار حرفوں سے بہ مراد ہے:

۱۔ ف، سے مراد فنا فی اللہ۔

۲۔ ق، سے مراد دوامِ قناعت

۳۔ ی، سے مراد ہمیشہ یاد الہی

۴۔ د، سے مراد رباضت شاقہ موافق سنت نبویہ کے۔

اگر یہ اوصاف نہ پائیں جائیں تو وہ کہاں نہیں۔ بلکہ وہ اپنی خام منزل میں سرگرمی رہتا ہے۔ اسی وجہ سے ان کے درجے بھی مختلف ہوتے ہیں۔

حضرت بشر حافی کہتے ہیں کہ ان کے تین درجے ہیں۔

۱۔ ایک وہ لوگ ہیں، جو کسی سے نہیں ملنے۔ اور جو کوئی دینا ہے تو لینے بھی نہیں۔ سو یہ لوگ روحانیوں کے ساتھ علیین میں ہوں گے۔

۲۔ دوسرے وہ لوگ ہیں کہ وہ خود سوال نہیں کرنے، مگر کوئی دینا ہے تو رد نہیں کرنے، لے لے لینے ہیں۔ یہ لوگ مغربوں کے ساتھ فردوس میں ہوں گے۔

۳۔ تیسرے وہ لوگ ہیں، جو بے ضرورت کسی سے نہیں ملنے۔ یہ لوگ اصحابِ مبین میں سے ہوں گے۔

حضرت ابراہیم بن ادہم نے حضرت شفیق سے پوچھا کہ تم نے اپنے شہر کے فقروں کو کس حال میں چھوڑا ہے۔ کہا، اچھے حال میں۔ اگر پاتے ہیں، شکر کرتے ہیں۔ اور جو نہیں پاتے تو صبر کرتے ہیں۔ تو آپ نے فرمایا کہ میں نے بھی بلخ کے کتوں کو اسی حال میں چھوڑا ہے۔ شفیق بولے تو پھر آپ کے نزدیک رویش کیسے ہوں، فرمایا۔ نہ پانے پر شکر کریں۔ اور جو پاویں تو اسے ایثار کر دیں۔ شفیق نے یہ بات سن کر آپ کے سر پر بوسہ دیا۔ اور کہا کہ فیہ الحقیقت یوں ہی ہے، جس طرح کہ آپ نے فرمایا۔

ابو الحسن زری کو کسی نے اٹھ پھیلائے دیکھا۔ اُسے بڑا تعجب ہوا۔ اور یہ حال حضرت جنید سے جا کر کہا۔ انہوں نے فرمایا کہ یہ گمان نہ کرنا کہ اس نے خلقت سے طلب کرنے کے لئے اٹھا اٹھا ہے، بلکہ اس لئے کہ تو اس کے واسطے بارگاہِ حق سے نیکی اور صواب کا مستدعی ہوتا کہ اس کے لئے بہتری ہو۔ یہ کہہ کر اپنے نواز و منگائے اور صد درہم تول کر رکھے۔ اور پھر ایک مٹھی بھر چاندی بے وزن کیے اس پر ڈال دی، اور کہا، یہ زری کے پاس لے جانا۔ ناقص کہتا ہے کہ مجھے یہ تعجب ہوا کہ وزن تو شمار کے لئے ہوا کرتا ہے۔

انہوں نے وزن کرنے کے بعد پھر بے وزن کیوں ملا دیا۔

خیر میں پھر ابو الحسن نورمی کے پاس لے گیا۔ انہوں نے بھی ترازو مانگے اور صدرم تول کر کہا کہ اس کو دے دینا، اور جو بانی پچا اسے خود لے لیا۔ اور کہا کہ جنید بڑا حکیم آدمی ہے کہ دونوں طرف سے رسی ٹھامتا ہے۔

ناقل کہتا ہے کہ مجھے اور بھی تعجب ہوا۔ اور وہ صدر ہم لے کر جنید کے پاس آیا اور سارا قصہ بیان کیا۔ انہوں نے کہا **وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ** جو کچھ اس کا تھا، اس نے لے لیا، اور جو کچھ ہمارا تھا، وہ اس نے ہمیں واپس کر دیا۔

میں نے پوچھا کہ حضرت! یہ کیا معاملہ تھا۔ مجھے بھی آگاہ فرمائیے، کہا کہ وہ صدر ہم تو میں نے آخرت کے ثواب کے لئے دیئے تھے اور جو بے تول اوپر ڈالے تھے، وہ خاص اللہ ہی کے تھے جو خدا کے لئے تھے وہ اس نے لے لئے، اور قبول کر لئے۔ اور جو میں نے اپنے لئے دیئے تھے، وہ واپس کر دیئے۔

اے عزیز! اس وقت کے درویش اس قسم کے تھے کہ ان کے دل ایسے صاف تھے کہ بغیر کئی ایک دوسرے کے اندیشے سے خبر رکھتے تھے۔ اب جو اس صفت پر نہ ہو تو اسے اس سے کم تو نہ ہونا چاہئے کہ اس صفت کے حصول کی آرزو میں رہے۔ اور جو اتنا بھی نہ ہو تو خبر اس پر یقین ہی رکھے۔

اہل کمال کی پہچان

در بیان آنکہ شناخت سے معلوم کرنا کہ کمال کی صفیں و کمالیت کس طرح سے پہچانی جاتی ہے۔ اور جو طائفہ رند و خامکار، مشائخ و شیخی کا دعویٰ کرنے والے کس طرح سے پہچانے جاتے ہیں۔ کیونکہ ان ہر دو قافلوں کا پہچانا اور فرق کرنا، اس زمانہ میں محال و دشوار ہے۔

اس واسطے کہ جو مشائخ کمال میں، تو ان کے مطلب و دام اپنے مالک کے ساتھ ہوتے ہیں کہ بنیاد شریعت کے قائم کرنے سے سنت نبویہ کے زندہ کرنے میں غرقاب ہو جاتے ہیں۔ اس واسطے کہ ظاہر آتن پرستی و آراستگی کو ترک کر دیتے ہیں۔ اور کشف کرامات کے ساتھ ان کا کوئی تعلق نہیں ہوتا، کہ صرف محبت کے شعلو کو روشن کر کے مثل پتنگ کے انوار ربوبیت و تجلیات و حدیث میں جل کر خاکستر ہو جاتے ہیں۔ پھر ان کو ماسوی اللہ سے کوئی خبر نہیں ہوتی۔ برخلاف طائفہ خامکار رنداں کہ وہ اپنے آپ کو نین پرستی و جسم آراستگی کا حقہ بجالاتے ہیں۔ مگر غور کی نظر سے دیکھا جائے تو حدود و بنیاد شریعت کے قاطع ہو کر نائب رسولیوں کے راہزن ہو کر دعوتِ شیخی و مشائخی کا قائم کر کے مشائخ منتہی بن بیٹھتے ہیں، لیکن بذریعہ استدراج کشف کرامات و غیب گوئی کے مستحق بنی بدمی کے ہو جاتے ہیں، تو اس طائفہ منقبہ و بدبخت کے ذہن نشین میں بھی بات ہوتی ہے کہ اولیائی بھی ہے، مگر جو گمان ان بدبختوں کا ہے، وہ بالکل بعید ہے۔ لہذا ان کے پچاننے کے لئے چند شرائط اس جگہ پر تحریر کرنے کی ضرورت پڑی ہے۔ کیونکہ اہل ہندار سے صوفیوں میں یہ فرق ہے کہ جس قدر غور اس فرقہ میں ہے، ایسا کبھی کسی فرقہ میں نہ ہوگا۔ کیونکہ راہ جس قدر باریک ہے، اسی قدر زیادہ عزیز اور مقصود ہے۔ اتنے ہی شبہے اور دھوکے میں زیادہ پڑتے ہیں۔

تصوف کی ابتداء یہ ہے کہ پہلے اس نے درجے حاصل کر لئے ہوں۔

ایک تو اس کا نفس مقہور و مغلوب ہو گیا ہو۔ اس میں کوئی غصہ اور خواہش نہ رہا ہو، کہ نفس اس میں بغیر حکم شرع کچھ تصرف نہ کر سکے۔ مثلاً جو قلعہ فتح ہو جاتا ہے تو فتح کرنے والے اس قلعہ والوں کو بار نہیں ڈالتے، مگر اہل قلعہ اس کے مطیع ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح اس کے سینے کا قلعہ حاکم شرع کے ہاتھ فتح کیا ہوگا۔

دوسرا درجہ یہ ہے کہ یہ جہاں اور وہ جہاں اکل کے سامنے سے اٹھ گئے ہوں، یعنی

حس و خیال سے گزر گیا ہو۔ کیونکہ حس و خیال میں تو جو پائے بھی شریک ہیں۔ اور وہ سب آنکھ پیٹ اور فرج کا حصہ ہے اور بہشت بھی حس و خیال سے باہر نہیں ہے۔ اور جو چیز جنت پذیر ہو، اور خیال کو اس میں دخل ہو، وہ اس کے نزدیک ایسی ہو گئی ہو جیسی گناہ کہ جس نے لوزینا اور بھنا ہوا مرغ پایا ہو، کیونکہ وہ جان چکے ہے کہ جو چیز خیال میں آئی وہ ایک خسیس اور بے حقیقت شے ہے۔ اور وہ نصیباً حتمان ہے کہ اکثر اہل الجنت بلکہ یعنی اکثر اہل جنت بھولے بھالے ہیں۔

تیسرا درجہ یہ ہے کہ اسے حق تعالیٰ اور اس کے جلال و جمال نے بالکل گھبرایا ہو۔ اور اس کی یہ حالت ہو کہ بہشت مکان حس و خیال سے اسے کچھ سروکار ہی نہ ہو۔ بلکہ ایسا عقائد ہو کہ جیسا آنکھ کو آواز سے، یا کان کو رنگوں سے۔ یعنی بے خبری ضرور ہو۔ جب اس مقام پر پہنچا تو گویا کہ اب تصوف کے کوچے کے سرے پر آیا۔ سوائے اس کے کہ اسے حق تعالیٰ کے ساتھ بہت سے احوال و مقامات ہیں کہ ان کا بیان میں آنا دشوار ہے۔ یہاں تک کہ ایک گروہ نے تو اس حالت کو یگانگت و اتحاد سے تعبیر کیا ہے۔ اور کسی نے حلوں کے ساتھ۔ اور جس کا علم میں قدم راسخ نہ ہو اسے اگر یہ حالت پیدا ہو جائے تو وہ کما حقہ بیان نہیں کر سکتا۔ وہ جو کچھ کے صریح کفر معلوم ہوتا ہے، مگر فی نفسہ حق ہوتا ہے۔ اور اسے اس کی تعبیر و بیان کی قدرت نہ ہو۔

راہ تصوف کا یہ ایک نمونہ ہے۔ اب ان لوگوں کا غرور و پندار دیکھو کہ ان میں سے ایک کا تو یہ حال ہے کہ انہوں نے سجادگی اور گڈڑی اور نقلی باتوں کے سوا کچھ دیکھا ہی نہیں کہ اسی کو لئے ہوئے ہیں۔ اور انہیں جیسا جامہ صورت و سیرت ظاہری بنا کر ان کی مثل سجادہ پر بیٹھے ہوئے سر جھکاتے ہیں۔ اور عجب نہیں کہ کوئی وسوسہ اور خیال! نہیں آتا ہو جو کہ سر ہلانے میں اور سمجھتے ہیں کہ تصوف ہی ہے۔

ان لوگوں کی وہ مثل ہے، جیسے بڑھیا عاجز عورت کی کلاہ سر پر رکھ کر قبائین کو

متیہارنگا کر صف جنگ کے باوجود جیسی لڑائی اور رجز خوانی کا انداز سبک اور ان کی سب حرکات و سکنات سبک کر بادشاہ کے آگے جائے تاکہ دفتر ملازمین میں نام لکھا جائے اور بادشاہ ایسا ہو کہ اس کی ظاہری صورت و جامہ پر نو روہ جائے نہیں، بلکہ اس سے دلیل طلب کرے، یا اسے ننگا کر کے دیکھے۔ یا کسی کے لڑنے کے لئے حکم فرمائے۔ اگر وہ ضعیف بڑھیا عورت میں نکلے تو بادشاہ حکم کرے کہ اسے ہاتھیوں کے پاؤں تلے ڈال کر کچلا کر دور تاکہ پھر کوئی ہمدام بارگاہ میں اس قسم کی گستاخی اور دلیری نہ کر سکے۔

ان میں سے بعض ایسے بھی ہیں کہ ان جیسا ظاہری ڈھنگ بنانے سے بھی قاصر ہیں کہ پھی پڑائی گڈری پنیں۔ بلکہ ہمیں مہین لنگیاں اور بیش قیمت جتے سرمئی رنگ کے تلاش کر کے پنیں اور سمجھیں کہ کپڑے رنگ لئے، نصوف کاکام پورا کر یا۔ اتنا ہی جانتے ہیں، کہ وہ لوگ کوئی کپڑا اس لئے رنگ لیتے ہیں کہ ہر وقت دھونے کی حاجت نہ پڑے۔ اور نبلہ اس واسطے رنگتے تھے کہ وہ دین کی مصیبت میں تھے کہ وہ رنگ ان کی مصیبت کے لائق تھا۔ اور بہ بد نصیب نہ تو ایسا استغراق کہ کپڑا نہ دھوئے اور نہ ایسا مصیبت نہ وہ کہ مانی کپڑے پہنے، اور نہ ایسا عاجز کہ جہاں سے کپڑا پھٹ جائے وہیں پیوند خوب لے کہ خود مرقع ہو جائے۔ بلکہ نیا کپڑا قطع کر کے مرقع بنائے، اور ان لوگوں کی ظاہری صورت سے بھی موافقت نہ لیکے۔

سب سے پہلے گڈری پوش امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ تھے۔ کہ آپس کے پیراہن مبارک میں چوہ پیوند تھے۔ ان میں سے بھی بعضے چڑے کے تھے۔ اس قسم میں سے ایک گروہ کے ایسے بھی لوگ ہوں گے کہ جیسے چھوٹا اور پھٹا پرا نا کپڑا۔ پننے کا تھل نہ رکھے، ویسے ہی فرائض ادا کرنے اور گناہوں کے چھوٹنے کی بھی طاقت نہ رکھیں۔ اور یہ بھی سامان نہ رکھیں کہ اپنی عاجزی کا اقرار نہ کریں۔ کیونکہ وہ شیطان اور شہوت کے قیدی بنے ہوئے ہیں۔

ان سے جب کہا جاتا ہے تو کہتے ہیں کہ میاں دل سے کام ہے: ظاہر صورت پر نظر نہیں ہے۔ کیونکہ ہمارا اول ہو تو ہمیشہ نماز اور خدا ہی کے ساتھ ہے۔ ہمیں ان کے ظاہری اعمال کی حاجت نہیں ہے۔ کیونکہ یہ مجاہدے تو ان لوگوں کے لئے فرماتے ہیں کہ جو نفس کے قیدی ہیں۔ ہمدا نفس تو خود مُردہ ہے۔ اور ہمارا دین دو غلہ ہے کہ ایسی ویسی چیزوں سے تباہ نہیں ہوتا۔ اور جب عابدوں کو عبادت کرنے دیکھنے ہیں تو کہتے ہیں کہ بے مزد درمہ کے مزدور ہیں۔ اور جب علماء کو دیکھنے ہیں تو کہتے ہیں کہ بے حدیث شریف ہی کے بند میں گرفتار ہیں۔ راہ حقیقت نہیں جانتے۔ ایسے لوگ گردن ماننے کے قابل ہیں اور کافر ہیں۔ ان کا خون باجماع سنت مباح ہے۔

ایک گروہ اور ہے، جو صوفیوں کی خدمت کے لئے کھڑا ہوتا ہے۔ اس کی خدمت کی حقیقت دراصل یہ ہوتی ہے کہ اپنے آپ کو اس قوم کا فدائی بنائے، اور مال بھی خرچ کرے۔ اور ہم تن ان کے عشق میں اپنے آپ کو بھلا دے میں ڈالے۔ اور جب کوئی ان میں سے مشغول کرے، کہ مال ان کے سبب سے حاصل ہو، اور انہیں اپنا تابع کر لے، تاکہ نام اس کا خادمی میں مشہور ہو۔ اور لوگ اس کی عزت کریں۔ اور وہ ہر جگہ سے حلال و حرام کا مال لے اور انہیں لاکھ دے کہ سرد بازاری نہ ہونی پائے۔ اور لوگوں پر فریب اور دھوکا کھانا نہ کھلے۔

ایک اور گروہ کے لوگ ہیں، جو باہمہ جہت ریاضت کے طریق کرتے ہیں۔ اور اپنی شہوات پر غالب آئے ہیں۔ اور اپنے آپ کو سب طرح سے حق نعلنے کے سپرد کر دیتے ہیں۔ اور بادِ الہی کے لئے گوشے میں بیٹھتے ہیں۔ اور ان پر کشف احوال ہونا شروع ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ جس بات کو چاہیں، خبر پائیں۔ اور جو کچھ تصور کریں اس سے تلبہ و آگاہی پائیں۔ اور ممکن ہے کہ فرشتوں اور پیغمبروں کو اچھی آچھی شکلوں اور صورتوں میں دیکھیں۔ اور عجب نہیں کہ اپنی مثالی صورت آسمان پر دیکھیں۔ اور یہ حقیقت اگرچہ درست ہو اور اس خواب کے مثل ہو کہ جو صحیح و درست ہو، مگر وہ خواب سوتوں کے خیال میں آتی ہے۔ اور یہ حال جاگتوں کے خیال میں۔ وہ اس مشاہدے سے ایسے دھوکے میں آجائیں کہ کہنے لگیں کہ جو کچھ سناؤ

آسمانوں اور زمینوں میں ہے، وہ سب ہم پر کئی بار پیش کیا گیا ہے۔ پھر وہ سمجھنا ہے کہ اور بار کے کاموں کی انتہا ہمیں تک ہے۔ حالانکہ اس نے عجائبات الہی اور آفرینش سے ایک ذرہ برابر بھی معلوم نہیں کیا ہے۔ اور زعم یہ ہے کہ جو کچھ وجود میں آیا، سب کا سب وہی ہے جو اس نے دیکھا۔ اور جب یہ بات پیدا ہو تو سمجھے کہ کامل ہو گیا ہے۔ اور اس شادی میں ایسا مشغول ہو کہ طلب سے بھی عاجز ہو جائے۔

اور کیا عجب کہ وہ نقش جو مقہور اور مغلوب ہو گیا ہے، وہ تھوڑا تھوڑا ابھرے اور یہ سمجھے کہ جب مجھے ایسی ایسی چیزیں دکھائی گئی ہیں تو میں نفس سے امن ہو کر کمال کو پہنچ گیا، اور یہ ایک بڑا دھوکا ہے۔ اعتماد کے قابل نہیں ہے۔ اعتماد اسی پر ہے کہ اس کی ذات بدل جائے۔ اور دل کی خوشی اس طرح شریعت کے تابع ہو کہ کسی ایک صفت میں بھی تصرف نہ ہو۔

شیخ ابوالقاسم گزگانی کا یہ قول ہے کہ پانی پر چلنا، ہوا پر اڑنا، جنب کی خبر دینا یہ کچھ کرامت نہیں کہ آدمی ہمہ تن حکم ہو جائے۔ یعنی سے سب طرح جسم جان سے تابع فرمان ہو۔ اس طرح کی حالت اعتماد کے قابل ہے۔ مگر ممکن ہے کہ شیطانی شعبہ ہوں۔ کیونکہ شیطان کو بھی جنب کی خبر ہے۔ اور جو لوگ کاہن ہوتے ہیں، وہ بھی بہت سی جنب کی باتوں کی خبر دیتے ہیں۔ اور اکثر ان سے عجیب عجیب کام سرزد ہوتے ہیں۔

اعتماد اس پر ہونا چاہئے کہ خودی اور اس کی خواہش درمیان سے اٹھ جائے۔ اور شرع اس کی جگہ جم جائے۔ پھر اگر تو شیر پر نہ بیٹھ سکے، تو کچھ غم نہیں کیونکہ جب نونے غصے کے کتے کو جو کہ تیرے سینے میں ہے، پامال کر دیا، تو گویا ایک شیر زیر پر سوار ہو گیا۔ اور جو جنب سے خبر نہیں تو غم نہ کھا۔ کیونکہ جب نونے اپنے نفس کے جنب اور غور کو معلوم کر لیا، اور اس کی آفت اور بلیس سے آگاہ ہو گیا، تو پھر یہی بڑا عیب تیرے لئے عیب ہے۔ گویا نونے جنب سے خبر پائی۔

اگر پانی پر نہیں چل سکتا، اور ہوا پر نہیں اتر سکتا، تو کچھ اندیشے کی بات نہیں ہے۔ کیونکہ جب جس و خیال سے باہر تیرا مقام ظاہر ہوا، اور اس پر چلا، تو گویا پانی ہی پر چلا، اور ہوا پر اڑا۔ اور تو نے شب بھر میں اگر جنگل طے نہ کئے تو کچھ پرواہ کی بات نہیں۔ کیونکہ جب تو نے دنیا کے جنگلوں سے چھٹکارا پایا اور دنیا کے مشغلے کو پس پشت پھینکا، تو گویا بڑے دشوار گزار جنگلوں کو طے کیا۔ اور اگر کسی بڑے پہاڑ پر قدم نہ رکھ سکے تو کچھ اندیشے کی بات نہیں۔ کیونکہ جب تو نے شہر کے ایک درم پر پاؤں رکھ دیا، تو وہ عُقْبٰیٰ تُوْنِے طے کیا کہ جس عقبہ کو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا،

فَلَا اقْتَحَمَ الْعُقَبَةَ

اس قوم کے بعض انواع غرور بہ ہیں۔ اور مختصر اس لئے بیان کئے گئے ہیں کہ تمام دکھاں بیان کرنے میں کتاب دراز ہوتی ہے۔

کفر و شرک اور بدعت کا بیان

باغیان چمنستان طوطیان شریعت و ماہران حقیقت کی خدمت میں التماس کی جاتی ہے کہ اس زمانہ میں کفر و شرک اور بدعت نے پھیل کر خیمہ اسلام کو معدوم کر دیا ہے، اور جو علمائے راسخین و مشائخ کرام خیمہ اسلام کو زندہ و تروتازہ سرسبز و شاداب کرنے والے تھے، تو وہ بھی دار الفنا سے کوچ کر کے درگور خفتہ و نہفتہ ہو گئے ہیں کہ شاید خاتمہ نور محمدی کا زمانہ قریب تر آ گیا ہے۔ اس واسطے بدعت کی شاخوں نے زور دے دیا ہے۔ اور جو نائب رسولی ہیں، وہ متقدمین مشائخ اور علماء راسخین کے مطابق خیمہ اسلام کو روز بروز تروتازہ زندہ کرنے کے لئے کم از کم دستباب ہوتے ہیں۔ اور اگر کوئی علمائے راسخین و مشائخ اوصاف حمیدہ و اخلاق پسندیدہ پایا جائے، تو وہ مثل طوطی در قفس گرفتار

پابند ہے۔ کیونکہ کوئی نائب حامی اہل اسلام نہیں رہا ہے۔ اسی واسطے اہل اسلام یتیمان و
ذریبان و بے کساں کی طرح حسرتہ حال و پانگمال ہیں۔

اس زمانہ کے اکثر علماء جو علمائی کا دعویٰ کرنے والے ہیں، تو ان کا پیشہ یہ ہے کہ
منافع دنیا جس کے لئے دنیا داروں کے ساتھ محبت و رغبت رکھتے ہیں۔ بلکہ ان
دنیا داروں کو اپنی روزی جان کر تو ان دنیا داروں کے بد اخلاق ناپسندیدہ و بد کرداری
کے مطابق سخن بیان نہیں کر سکتے۔ اگر کم از کم بیان بھی کریں تو اسی سبب سے مخلوقات
کو ذرہ بھر اثر و تاثر نہیں ہوتی۔

اگر علماء جو نائب رسولی ہیں۔ یعنی علمایان دین متین محمدیہ اگر وہ اس زمانہ میں
اصلی حق بیان کرنے، تو دنیا داروں کے ساتھ عداوت ضد کرنے ہوئے حقارت کی نظر
سے ان کی طرف دیکھتے۔ اس لئے کہ وہ نائب رسولی اپنی نیابت میں مجبور ہیں۔ توجیب غور
سے دیکھا جائے کہ نائبوں کے کردار ایسے ہو چکے تو پھر خیمہ اسلام کو شکستنی ہے۔ لہذا
اسی واسطے غفلت و نادانی جہالت کے لئے چند شرط تحریر کرتا ہوں، کہ اکثر لوگ غفلت
کے سبب وہ اس سعادت سے محجوب ہیں۔

اس میں ذرہ شک نہیں کہ سو آدمیوں میں سے ننانوے آدمی تو ضرور ہی اس طور
کے ہیں کہ وہ محجوب ہیں۔ اور غفلت کے یہ معنی ہیں کہ آخرت کے خطروں سے خبردار نہ
ہو۔ اگر اسے خبر دی جاتی، تو وہ کبھی نصیحت نہ کرنا۔ کیونکہ آدمی اس طور کا بنا یا گیا ہے کہ
اگر خطرہ دیکھتا ہے، تو وہ ضرور بچتا ہے، اگرچہ بہت ساریچ اٹھانے کی ضرورت پڑتی۔
مگر اس خطرے کو با تو نور نبوت سے دیکھ سکتا ہے، یا منادی نبوت سے کہ اوروں کو پہنچی،
یا علماء کی منادی سے کہ دارش انبیاء علیہم السلام ہیں۔ کیونکہ جو شخص از سر راہ سوتا رہ
گیا، اس کا سولے اس کے کوئی علاج نہیں کہ کوئی بیدار مشفق پہنچے کہ وہ اُسے جگا
دے۔ اور بیدار مشفق پیغمبر علیہ السلام ہیں۔ اور ان کے علماء دیندار اور سب پیغمبروں

کو اسی لئے بھیجا ہے۔ جیسا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے:

لَتُنذِرَ قَوْمًا مَّا أُنذِرَ آبَاؤَهُمْ فَهُمْ غَافِلُونَ

تاکہ تو ڈرائے اس قوم کو، کہ جو نہیں ڈرائے گئے ان کے باپ سو وہ بے خبر ہیں۔

اور دوسری جگہ فرماتا ہے:

لَتُنذِرَ قَوْمًا مَّا أَتَاهُمْ مِنْ نَّذِيرٍ مِنْ قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُونَ

تاکہ تو ڈرائے ان لوگوں کو جنہوں کو کوئی ڈر سنانے والا تجھ سے پہلے نہیں آیا،

شاید کہ وہ راہ پر آویں۔

یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم، ہم نے تجھے اس لئے بھیجا ہے کہ

لوگوں کو خوابِ غفلت سے جگاؤ۔ اور سب سے کہہ دو،

إِنَّ الْإِنْسَانَ لِفَوْحٍ خُسْرٍ إِلَّا الَّذِينَ آٰمَنُوا وَعَمِلُوا

الصَّالِحَاتِ۔ قسم ہے اترتے دن کی، ان ان لوگوں میں ہے، مگر جو یقین

لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے۔

سب کو دوزخ کے کنارے پر کیا ہے،

فَأَمَّا مَنْ طَغَىٰ وَآثَرَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا فَإِنَّ الْجَحِيْمَ هِيَ

الْمَأْوٰىى وَأَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ وَنَهَى النَّفْسَ

عَنِ الْهَوٰىى فَإِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَأْوٰىى۔

سو جس نے شرارت کی، اور بہتر سمجھا، دُنیا کا جینا، سو دوزخ ہے، اس کا ٹھکانا

اور جو ڈرا رب اپنے کے پاس کھڑے ہونے سے، اور روکا اس نے اپنا جی خواہشوں

سے، سو جنت ہی اس کا ٹھکانا ہے۔

سو جو کوئی دنیا کی طرف متوجہ ہوا، اور خواہشوں کے لئے دپے ہوا، وہی دوزخ

میں گرا۔ خواہش کی مثل ایسی ہے جیسا کہ بوریا کسی کنویں کے منہ پر پڑا ہو، اور کوئی جانے

والا اس پر سے گزرتے تو فوراً کتوتیں میں ہی گرے، اور جس نے اپنی خواہش کے خلاف عمل کیا، بہشت میں داخل ہوا۔ شہوت کی مثال بہشت کی راہ میں ایک گھاٹی کی ہے کہ جو اس پر سے گذرا، ضرور ہی بہشت میں پہنچا۔ اسی واسطے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

حَفَّتِ الْجَنَّةُ بِالْمَكَارِهِ وَحَفَّتِ النَّارُ بِالشَّهَوَاتِ

یعنی جنت تو مکروہات (تکالیف) میں گھیری ہوئی ہے اور دوزخ خواہشوں میں۔ سو جو مخلوقات میں سے جنگل میں رہتے ہیں، جیسا کہ عرب ترک گرد اور اور دوسری اور قومیں کہ جن میں علماء نہیں ہیں، اور خواب غفلت میں پڑے رہ گئے ہیں کہ کوئی انہیں جگاتا نہیں، اور وہ خود آخرت کی طرف سے بے خبر ہیں۔ اور اسی سبب سے راہ نہیں چل سکتے، اور وہ لوگ جو دیہات میں ہیں، وہ بھی ایسے ہی ہیں کہ ان میں عالم کم ہیں۔ اس لئے دیہاتی لوگ اہل قبر کی مثل ہیں۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ

أَهْلُ الْمَكُورِ أَهْلُ الْقُبُورِ رَیْعِنِیْ كَادُوْنَ وَاوْیَ قُبُورِ دَاوْیَ

جو ایسے شہر ہیں ہے کہ جہاں کوئی عالم یا واعظ ایسا نہیں جو منبر پر بیٹھ کر وعظ کرے یا اس شہر کے عالم دنیا میں پھنسے ہوئے ہیں، دین کی مصیبتوں میں مشغول نہیں ہیں، تو وہ بھی غفلت میں رہے گا۔ کیونکہ وہاں کے عالم بھی غافل اور سوئے ہوئے ہیں، کہ وہ دوسروں کو کیونکر جگا سکیں گے۔

اور جو شہر کا عالم منبر پر بیٹھتا ہے، تو مجلس وعظ سے گرم رکھتا ہے، جیسا کہ بے ہودہ ناصحوں کی عادت ہوتی ہے کہ وہ گرم نقرے گھر گھر مقفی و مسجع بنا کر بولتے ہیں اور داہیات باہیں تراشتے ہیں۔ اور رحمت اللہی کے وعدے سے لوگوں کو فریب دیتے ہیں اور لوگ یہ سمجھ جاتے ہیں کہ ہم جس حال پر ہوں گے، خدا کی رحمت ہمارے شامل حال رہے گی۔ اور ان لوگوں کا حال خلاف قوموں سے بھی بدتر ہے۔ اور ان کی مثل اس

شخص کی سی ہے، جو سیراہ سوتا ہو اور کوئی اسے جگا کر ایسی شراب پلاوے کہ جس سے وہ مدہوش و بالکل مست ہو کر گم پڑے، اور یہ بیخنت پہلے تو ایسا بھی تھا کہ ذرا سی آواز بھی سنتا تھا تو فوراً جاگ اٹھتا تھا، اب ایسا ہو گیا ہے کہ اگر پچاس تا میں بھی اس کی کھوپڑی پر ماری جائیں تو اسے خبر نہ ہو۔ اور جو عامی آدمی ان مجلسوں میں بیٹھے، تو وہ بھی ویسا ہی ہو جاوے کہ کوئی خطرہ آخرت کا اس کے دل میں نہ آئے۔ اور اس سے اگر کچھ کہا جائے تو کہے کہ خدا نعالے بڑا رحیم و کریم ہے، اسے ہمارے گناہوں سے کیا نقصان۔ اس کی بہشت تو بڑی فراخ ہے۔ ایسی نہیں کہ مجھ سے اور مجھ جیسے لوگوں سے تنگ ہو جائے۔ اور اس کی مثل بے ہودہ باتیں اس کے دماغ میں سما جائیں، جو واعظ و ناصح لوگوں سے اس طرح کی باتیں بگھائے تو وہ دجال ہے۔ اور خلق کا دین بگاڑتا ہے۔

اس کی مثال اس بے وقوف طبیب کی سی ہے کہ جو بیمار حرارت کے سبب قریب المرگ ہو تو اسے شہد پلائے اور کہے کہ اس میں شفلہ ہے۔ سو یہ کہنا اس کا اگرچہ ٹھیک ہے مگر شفا تو اسی بیمار کے لئے ہے کہ جس کی بیماری سردی ہے ہو۔

کلام الہی کی آیات اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثیں جو رحمتِ خدا کی امید کے بارے میں ہیں، وہ بے شک شفا ہیں، مگر وہ بیماروں کے لئے ایک تو وہ کہ جس نے اتنے گناہ کئے ہوں تاکہ وہ ناامید ہو گیا ہو اور ناامیدی سے توبہ نہ کرتا ہو اور کتا ہو کہ میری توبہ قبول نہ ہوگی۔ توبہ آیت و اخبار اس کے لئے باعث شفا ہیں۔

قُلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِن رَّحْمَةِ اللَّهِ، إِنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ ۝

بشرطیکہ اس آیت کے ساتھ اگلی آیت بھی ملا کر پڑھتا ہے،

وَإِن يَبُوءُوا إِلَىٰ رَبِّكُمْ وَأَسْلَمُوا لَهُ مِن قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَكُمُ الْعَذَابُ

شَوْءًا لَا تَتَّعِرُونَ ۝

اے پیغمبر! تو میری طرف سے کہہ دے کہ اے میرے بندو! جنہوں نے اپنی جان پر زیادتی کی وہ آس نہ توڑیں اللہ تعالیٰ کی ہر سے بے شک اللہ بخشتا ہے سب گناہ۔ یقیناً وہی گناہ بخشنے والا مہربان ہے۔

اور رجوع کر لینے رب کی طرف اور حکم برداری کرو۔ پہلے اس سے کہ تم پر عذاب آوے مگر کوئی تمہاری مدد کو نہ آئے گا۔

یعنی اے محمد! صلی اللہ علیہ وسلم، تم میرے بندوں سے کہہ دو کہ تم نا امید نہ ہو جاؤ۔ اگر تم توبہ کرو گے، اور اس کی طرف رجوع کرو گے اور احکام الہی کی اچھی طرح سے اتباع کرو گے تو تمہارے گناہ بخش دے گا۔

دوسرا وہ بیمار ہے کہ جس پر ایسا خوف چھایا ہوا ہو کہ کسی وقت عبادت سے آسودہ نہ ہوتا ہو، اور یہ خوف لگا ہوا ہو کہ یہ محنت شاقہ سے اپنے آپ کو ہلاک کر دے گا۔ یعنی ساری ساری رات نہ سوتا ہو، اور نہ کھانا پیتا ہو۔ تو یہ آیات رجا۔ اس کے زخم کی مرہم ہیں۔

جب یہ آیات اور احادیث شریفہ غافلوں، دلیروں اور نڈوؤں کے سامنے پڑھی جائیں تو ان کے لئے زخم پر نمک چھڑکنا ہے۔ یعنی ان کا مرض اور بڑھ جائے گا، جیسا کہ وہ طبیب جو حرارت کا شہد سے علاج کرتا ہے۔ بیمار کے خون میں اپنے ہاتھ رنگتا ہے۔

ایسے ہی یہ عالم بھی لوگوں کے دین کے درپے ہیں اور دجال کے رفیق اور ابلیس کے یار، کیونکہ جس شہر میں ایسے عالم ہوں وہاں شیطان کے جلنے کی کچھ حاجت نہیں۔ وہ وہاں سے بے پردا ہو جاتا ہے۔ کیونکہ وہ اس کی پوری نیابت کرتا ہے۔ اور جو واعظ کا کلام اور اس کا پسند نصحیح کرنا شرع شریفہ کے موافق ہے، مگر اس کی خصلت اس کے برخلاف ہے۔ اور دنیا کا لالچی ہے۔ تو اس کے کہنے سے لوگوں کی غفلت دور نہ ہوگی۔ کیونکہ اس کی مثال اس شخص کی سی ہے کہ جو قورنہ کا طباق اپنے سامنے رکھے

ہوتے نہایت شوق سے مزے لے لے کر کھا رہا ہے، اور پکار پکار کر کہہ رہا ہے، کہ اے لوگو! اس طباق کے پاس نہ آنا کہ اس کے اندر زہر ملا ہوا ہے۔ اس کا یہ فعل اس بات کا سبب بن جائے گا کہ لوگ اس کے کھانے کے زیادہ حریص ہو جائیں اور کہنے لگیں کہ یہ اپنے کھانے کے لئے کہہ رہا ہے کہ سب کا سب میں ہی کھا لوں۔ اور کوئی دوسرا شخص آکر مزاحم نہ ہو۔ کیونکہ جس کے قول و فعل دونوں شرع شریف کے موافق ہوں اور عادت اور بات چیت سب لگے بزرگوں کی سی ہو۔ اور اس کے کلام خلق میں مقبولیت بھی ہو، تو البتہ اس کے کہنے سے غافل لوگ غفلت کی نیند سے ہوشیار ہو جائیں گے۔

اور جو اسے مقبولیت حاصل نہیں۔ تو کوئی گروہ اس کی بات مانتا ہے، اور مجلس میں اس کا کلام سننے آتا ہے۔ اور کوئی گروہ نہیں آتا۔ کیونکہ وہ گروہ غفلت میں ہے، تو اس داعظ کو واجب ہے کہ جہاں تک ہو سکے، ان لوگوں کے درپے ہو۔ اور ان کے گھر جلتے اور انہیں خدا کی طرف بلا دے۔

پس ان سب باتوں سے معلوم ہوا کہ ہزار میں نو سو تنانوے لوگ غفلت کے پرے میں ہے۔ اور آخرت کے خطر واد سے بے خبر ہے۔

غفلت ایک ایسی بیماری ہے کہ اس کا علاج بیمار کے ہاتھ میں نہیں ہے۔ کیونکہ غافل کو جب اپنی غفلت کی خبر ہی نہیں ہے، تو اس کا علاج کس طرح سے کر سکے گا، تو معلوم ہوا کہ غفلت کا علاج علماء کے ہاتھ میں ہے۔ جیسا کہ بچے کو ماں باپ کے کہنے اور استاد کے کہنے سے غفلت کی نیند سے ہوشیار ہو جلتے ہیں۔ اسی طرح جوان اور بوڑھے داعظوں کے کہنے سے ہوشیار ہو جاتے ہیں۔ اور چونکہ ایسے داعظ بہت کیاب ہیں، اس لئے غفلت کی بیماری بہت بڑھ گئی۔ اور خلق اس حجاب میں ہے، کہ کوئی انہیں آخرت کی بات نہیں کہتا۔ اور جو کہتے بھی ہیں، تو رسمی طور پر زبانی کہہ دیتے ہیں۔ کہ ان کا دل مصیبت کے درد اور ان خطروں کے خوف سے بالکل بے خوف

رہتا ہے۔ اس لئے ان کے کہنے میں کچھ نفع نہیں ہوتا۔

محاسبہ کا بیان

اے انسان! اگر تو اپنی انسانیت میں بیدار ہے، تو ذرا غور کرنی چاہئے کہ انسان کے درپیش معاملہ محاسبہ کا کبسا مشکل ہے کہ جس کی مثل عنقریب حاکم حقیقی کے درپیش ہونے والی ہے۔ مگر کتابت کرنے والوں نے تیرے ہر ایک قول و فعل، اعلیٰ و ادنیٰ کو مدج کیا ہوا ہے۔ جیسا کہ خداوند کریم ارشاد فرماتا ہے

وَوَضِعَ الْكِتَابَ فَتَرَى الْمُجْرِمِينَ مَتَّاعِينَ وَيَتَوَلَّوْنَ بؤلَدَنَا
مَا لِهَذَا الْكِتَابِ لَا يُغَادِرُ صَغِيرَةً وَلَا كَبِيرَةً إِلَّا أَحْصَاهَا وَجَدُوا
مَا عَمِلُوا حَاضِرًا وَلَا يَظُنُّ رَبُّكَ أَحَدًا

ان کا اعمال نامہ لکھا ہوا رکھا جائے گا میزان میں، اور بروز محشر ان کے ہاتھوں میں دیا جائے گا، تو جب گنہ گار اپنے اعمال نامہ کو دیکھیں گے درانحالیکہ لکھے ہوئے اعمال نامے کو دیکھ کر ڈرنے والے ہوں گے کہ جو کچھ اس میں لکھا ہوا ہوگا۔ تو پھر گہرا کر کہیں گے کہ اے افسوس ہمارا کیا حال ہوگا۔ کیونکہ اعمال نامے نے ہمارے صغیرے اور کبیرے کسی گنہ کو نہیں چھوڑا ہے۔ مگر احاطہ کرنے سے لکھ لیا ہوا ہے۔ تو پھر وہ گنہ گار اپنے ہر ایک نیک و بد کردار کو پالیں گے، جو کہ انہوں نے دنیا میں کیا ہوا تھا۔ اے محمد! تیرا رب بروز محشر کسی کے اوپر ستم نہ کرے گا۔

اور دوسری جگہ سورہ بنی اسرائیل میں خدا پاک ارشاد فرماتا ہے

اقْرَأْ كِتَابَكَ كَفَىٰ بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيبًا

د یعنی خداوند کریم اپنی قدرت کی زبان سے فرمائے گا، قیامت کے دن کہ، اے

اہل محشر اپنے اعمال کے کوئی نم خود ہی پڑھ لو، وہی تمہارے لئے کافی ہے، تمہارا نفس خود ہی واسطے حساب کرنے کے۔

یعنی خداوند کریم حکم فرمائے گا کہ تم اعمال کے کوئی نم لکھ لو، جو کچھ تم نے کیا ہو ہے، اس دن کے واسطے تو وہ سب ہم نے لکھ کر جمع کیا ہو ہے۔ پس اس کے مطابق تم خود ہی حساب کر لو، اپنے نفس کا آگے حساب لینے سے۔

امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حَاسِبُوا قَبْلَ أَنْ تُحَاسَبُوا۔
 دے لو گوا حساب کر لو اپنے نفس کا آگے حساب لینے سے۔

اس آیت کے شان نزول میں حسین مبارک والے و کشف الاسرار والے سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے اپنے فرزند کو کہا کہ تو امروز جو کچھ لوگوں کو کہے گا کہ ان سے سنے گا، یا جو کچھ کہے گا، مگر تو نے شام کو حساب دینا ہے، مجھ کو۔ لیکن وہ فرزند اس روز بالکل خاموش رہا۔ ہر ایک سکنا و حرکات سے۔ تو پھر باوجود اس خاموشی کے اپنے والد کو تکلیف اٹھا کر حساب دیا۔ مگر دوبارہ والد نے دیا ہی حکم دیا کہ اے فرزند! دوسرے روز جو کچھ قول فعل کرے گا، اس کا حساب مجھے بوقت شام تو نے دینا ہوگا۔ پھر والد بزرگوار کی خدمت میں دست بستہ مؤذناں التماس کی کہ اے والد بزرگوار! جو حکم آپ حساب لینے کے لئے فرماتے ہیں، اس کام کو یعنی حساب دینے کو میں پورا نہیں کر سکتا۔ میری فرما کر حساب لینے سے معافی بخشیں۔ کوئی حکم فرماؤں کہ جس میں رنج و تکلیف اور مصیبت مجھ کو ہوگی، تو بھی اس کو منظور کروں گا۔ کہ پھر والد نے کہا، اے فرزند! میں تم کو اس کام میں پند و نصیحت کرتا ہوں، تاکہ تم اس غفلت سے بیدار و ہوشیار ہو جاؤ۔ کیونکہ جب تو ایک روز کا حساب اپنے والد کو نہ دے سکا، اے فرزند! پھر تو اپنی تمام عمر کا حساب اپنے مالک حقیقی کے درپیش حضور کس طرح سے دے سکے گا، کیونکہ موقف حساب قریب تر درپیش ہے۔

نظم

تو نے دانی حساب صبح و شام پس حساب عمر چوں گوئی تمام
 ذبیں عملہائے نہہ بر پنج صواب نیست جز شرمندگی وقت حساب
 قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ أَحَدٌ يُحَاسِبُ يَوْمَ
 الْقِيَامَةِ إِلَّا أَهْلَكَ. (فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے، نہیں کوئی کہ جس سے قیامت
 کے دن حساب طلب ہو مگر ہلاک ہو جائے گا۔)

یہ حدیث شریف مصابیح کی صحیح حدیثوں میں سے ہے، ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا
 کی روایت سے ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جب سنا تو عرض کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ یہ نہیں فرماتا، کہ
 پس اس سے حساب لیا جائے گا آسان حساب۔ پس نبی علیہ السلام نے فرمایا، یہ تو پیش آنا
 ہے۔ ولیکن حساب میں جس سے مناقشہ کیا گیا وہ ہلاک ہوا۔

ولیکن حساب میں مناقشہ یہ ہے کہ اس کی خوب جاپیچ کی جاوے، کہ کچھ نہ چھوٹے، نہ تھوڑی
 نہ بہت اور نہ چھوٹے نہ بڑے کہ اس سے سوال نہ ہو۔ اور پیش کرنا یہ ہے کہ بندے کے سامنے
 اس کے اعمال پیش کرے۔ اور پورا پورا حساب نہ ہو۔

یہ حدیث شریف دو معنی کی متحمل ہے۔ ایک یہ کہ خود مناقشہ مجھو ہلاکت ہے۔ کیونکہ
 اس میں زبرد تو بیخ ہے۔ اور دوسرے یہ کہ انجام کو ہلاکت پر پہنچائے۔ پس جب یہ ثابت ہوا
 کہ آدمی سے قیامت کے دن ہر شے کا سوال ہوگا، یہاں تک کہ کان اور آنکھ اور دل سے
 جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے، بیشک کان اور آنکھ اور دل سب سے سوال کیا جائے گا۔
 پس آدمی پر واجب ہے کہ خود اپنا حساب کرے، قبل اس کے کہ حساب میں سمٹی کی جائے۔
 کیونکہ وہ آخرت کے راستے کا سوداگر ہے۔ اور اس کا مال اس کی عمر ہے، پس
 عمر کو طاعات و عبادات میں صرف کرنا اس تجارت کا فائدہ ہے۔ اور اس کا معامی

اور گناہوں میں صرف کرنا خسارہ ہے۔ اور اس تجارت میں نفس اس کا سا جھی ہے۔ اور اگرچہ وہ نیکی بدی دونوں کی صلاحیت رکھتا ہے۔ لیکن وہ معاصی کو زیادہ قبول کرتا ہے۔ اور شہوات کی طرف زیادہ جھکتا ہے۔ سو اس کی حفاظت اور محاسبہ کرنا ضروری ہے۔ کیونکہ اگر دم بھر بھی اس کو چھوڑ دے گا، تو وہ فوراً خباثت کرے گا۔ اور اگر مدت دراز تک چھوڑ رکھا تو خباثت میں بڑھتا رہے گا۔ یہاں تک کہ سارا مال اصلی جاننا رہے گا، اور جس نے مطلق اس کو نہ چھوڑا، بلکہ دیکھتا رہا، اور حساب لیتا رہا، تو اس کو نفع و نقصان اور کمی بیشی معلوم ہو جائے گی اور محاسبہ واجب ہونے کی یہ دلیل قول الہی ہے

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَ لْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ
 (اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو۔ اور چاہئے کہ دیکھ لے ہر شخص کہ کیا بھیجا ہے کل کے واسطے۔) سو اس آیت میں گزرے ہوئے اعمال پر محاسبہ کے لازم ہونے کا اشارہ ہے۔ پس گویا اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ہر ایک تم میں سے خیال کرے کہ قیامت کے دن کے لئے کیا عمل کر رکھا ہے۔ آیا کہ وہ عمل نیک ہے، جس سے نجات ہو، یا وہ اعمال بد میں سے ہے، جو کہ ہلاک کر ڈالے۔ کیونکہ بیشک قیامت کے دن حساب اسی شخص پر آسان ہوگا، جو اپنے نفس کا حساب دنیا میں لیتا رہا ہے۔ اور اس پر دشوار ہوگا، کہ جس نے اس کو چھوڑ رکھا ہے، اور حساب نہیں لیتا رہا۔ کیونکہ جو شخص اپنے نفس کا حساب آرام کے وقت سختی حساب سے پہلے لیتا ہے، تو اس کا انجام رضا مندی اور شکر کی طرف ہے۔ اور جو چھوڑے رکھتا ہے کہ وہ اس کا حساب نہیں لیتا، تو اس کا انجام ندامت اور حسرت کی طرف ہے۔ کیونکہ انسان جب مرے گا، تو موت سے وہ سب باتیں کھل جائیں گی، کہ جو زندگی میں معلوم نہ تھیں۔ جیسے میند سے جاگتے، ہمدادہ باتیں کھل جاتی ہیں، جو سوتے میں معلوم نہ تھیں۔ اور آدمی اب سو رہے ہیں۔ جب مریں گے، تو جاگیں گے۔ پس ان کو پہلے پہل حسنت نفع رساں اور معاصی ضرر رساں معلوم ہوں

گی، پھر کسی بدی پر نظر نہ پڑے گی، مگر اتنی حسرت سے دیکھے گا اور یہ پسند کرے گا کہ اس سے بچنے کے لئے آگ کے دریا میں ڈوب جاؤں۔ کیونکہ وہ جب تک دنیا میں رہا، دنیا کے مشغلے اس پر مطلع ہونے سے باز رکھتے تھے۔ پس موت سے وہ سب مشغلے چھوٹ جائیں گے، اور جان الگ ہوتے ہی دفن سے پہلے اس کے سب اعمال کھل جائیں گے۔ اور لذائذ دنیا فانی ہیں سے کہ جس کی طرف دل لگائے تھا، اس کی جدائی کی آگ بھرا دکھئے گی۔ اور یہ بھی ایک طرح کا عذاب ہے کہ جو دفن سے پہلے آ پہنچے گا۔ اور بعد دفن کے ایک اور طرح کے عذاب کے واسطے اس کے بدن میں پھر جان ڈالی جائے گی۔

اس کا حال اس کی مثل ہوگا جو کچھ دیر تک بادشاہ کے گھر میں رہے۔ اس کے پیچھے اس بھر سے سے عیش اڑانے لگا کہ بادشاہ اس باب میں درگزر کرے گا۔ یا اس کو اس کے برے افعال کی، جو وہ کر رہا ہے خبر نہ ہوگی، پھر اس کو بادشاہ نے ایک روز اچانک گرفتار کر لیا۔ اور اس کے عمل کی فرد پیش کی کہ جس میں اس کے کام برائیاں اور ذرہ ذرہ خیانتیں قدم قدم کی لکھی ہوئی ہیں۔ اور بادشاہ بڑا زبردست ہے کہ اس کے جرم پر صاحب غیرت ہے، اور اپنی سلطنت میں خطاؤں کا سزا دینے والا ہے۔ گنہ گار کی سفارش پر توجہ نہیں کرتا۔ اب تو اس شخص کے حق میں خیال کر کہ بادشاہ کے عذاب کرنے سے پہلے مائے خوف و خجالت رنج و زحمت کے اس کا کیا حال ہوگا۔

یہی حال میت کا ہوگا، جو دنیا کی لذتوں پر اطمینان سے بھولا ہوا تھا، جو عذاب قبر سے پہلے موت کا دفت ہوگا۔ اور جو شخص دنیا کی شہوات سے الگ رہا۔ اور طاعات میں مصروف رہا۔ اور اس کو سوائے یاد الہی کے کسی سے انس نہ تھا۔ سو اس کا حال اس کے مثل ہوگا، جو تنگ و تاریک مکان میں قید ہو۔ پھر اور اس کے لئے ایک دروازہ

کھل جائے اور اس میں سے ایک وسیع باغ میں چلا جائے جس کی کہیں انتہا نظر نہیں آتی۔ اور اس میں قسم قسم کے درخت اور پھول اور پرندے اور میوے اور حوض اور نہریں ہوں، تو اس صورت میں عاقل کو لازم ہے کہ اپنے نفس پر متوجہ ہو۔ اور اس سے کہے کہ اے نفس! تجھ کو خبر نہیں ہے کہ تیرے آگے بہشت ہے، اور دوزخ۔ اور تو عنقریب ان میں سے ایک میں جانے والا ہے۔ پھر تجھ کو کیا ہوا کہ موت کا سامان نہیں کرنا۔ حالانکہ وہ ہر شے سے زیادہ تیرے نزدیک ہے۔ پس تو اگرچہ اس کو درد سمجھتا ہے مگر اللہ تعالیٰ کے علم میں بہت پاس ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے،

إِنَّ الْمَوْتَ الَّذِي تَفِرُّونَ مِنْهُ فَإِنَّهُ مُلَاقِيكُمْ. ریشک موت جس

سے تم بھاگتے ہو، سو وہ تم سے ملی ہوئی ہے، اور شاید تم کو اچانک آج ہی آجائے یا کل۔ کیونکہ جب وہ آئے گی تو فوراً آجائے گی۔ اس کا پہلے کوئی ایلمپی نہ آئے گا۔ کیونکہ اس کے آنے کا نہ کوئی سال ہے، نہ مہینہ، نہ دن، اور نہ وقت مقررہ معلوم ہے۔ اور نہ موسم گرمی اور جاڑے کا، اور نہ رات دن اور نہ لڑکپن اور جوانی و بڑھاپا۔ بلکہ ہر وقت تیرے اوقات میں ممکن ہے کہ ناگاہ اس میں موت آجاوے۔ اور اگر ناگاہ موت اس میں نہ آئے تو مرض ناگاہ پیدا ہو جائے کہ وہ موت تک لے جائے۔ اس میں تجھ کو غفلت ہونا نہایت عجیب ہے۔ کیا تو اس آیت میں غور نہیں کرتا۔

اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِي غَفْلَةٍ مَّقْرَضُونَ

(نزدیک آگیا ہے لوگوں کو ان کے حساب کا وقت اور وہ غفلت میں منہ پھیرے ہوئے ہیں۔) اور تیرا عجیب حال ہے، جو کہ تو زبانی ایمان کا دعویٰ کرتا ہے۔ اور حال سے تجھ پر نفاق کا اثر ظاہر ہے۔ کیونکہ تیرا سید اور تیرا مولا دنیا کے امور کا ذمہ دار ہو چکا ہے۔ جیسا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللَّهِ رِزْقُهَا.

اور نہیں کوئی چلنے والا زمین پر مگر اللہ پر ہے اس کی روزی۔
 اور تو اس کو اپنی حرکات سے جھٹلاتا ہے، اور اس پر دیوانہ بنا جاتا ہے، جیسے مدہوش
 چیل، باز۔ اور اس نے آخرت کے معاملہ کو تیری سعی کے حوالا کیا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ
 فرماتا ہے،

وَإِنْ لَيْسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعَىٰ (اور یہ کہ نہیں ہے آدمی کو، مگر وہی
 جو اس نے کیا ہے۔)

اور تو اس سے منہ پھیرتا ہے۔ مغرور عقادت کرنے والے منہ پھرنے کی طرح۔ اور یہ
 ایمان کی علامت نہیں ہے۔ کیونکہ اگر ایمان کا زبانی دعویٰ کفایت کرنا، تو منافق دوزخ کی
 تہ میں کیوں جاتے۔ پس خدائے تعالیٰ کی معصیت پر بہ تیری کیسی جرأت ہے۔ اگر
 یہ جرأت اس اعتقاد سے ہے کہ اللہ تعالیٰ تجھ کو نہیں دیکھتا، تو نیرا کتنا بڑا کفر ہے،
 اور اگر باوجود اس جاننے کے ہے کہ اللہ تعالیٰ تجھ کو دیکھتا ہے، تو تیری کیا ہی بڑی
 قباحت ہے، اور کیسی سخت حماقت ہے۔ پس تو کس دلیری پر خدا کے بغض اور غضب
 اور عقاب شدید اور دردناک عذاب کے سامنے آتا ہے۔ کیا تو یوں جانتا ہے کہ اس
 کے عقاب اور عذاب کو برداشت کرے گا، افسوس افسوس! تو تو گویا قیامت کے
 دن پر ایمان ہی نہیں لایا۔ کیونکہ ایک یہودی اگر تجھے لذیذ سے لذیذ تیرے طعام کو
 کہہ دے کہ تیری مرض میں تجھ کو نقصان کرے گا، تو پھر تو اس سے صبر کرے گا اور
 اس کو چھوڑ دے گا۔ تو کیا اللہ تعالیٰ کا قون اپنی انارہی موٹی کتابوں میں، اور انبیا علیہم
 السلام کا ارشاد جن کے معجزہ سے تائید ہو چکی ہے، تیرے نزدیک یہودی کے قول
 سے تاثیر میں کم ہے، جو محض گمان اور اٹکل سے کہتا ہے۔ باوجودیکہ نہ اس کی عقل
 درست ہے اور نہ دین۔ بلکہ تجھے ایک بچہ کہہ دے کہ تیرے کپڑے میں بچھو ہے، تو
 تو فوراً بلا تامل اپنے کپڑے کو پھینک دے، بے سوچے بے سمجھے۔ اور پوچھے، تو

کیا انبیاء اور علماء کا قول تیرے نزدیک نیچے کے قول سے بھی کم ہے۔ یا کیا دونوں کی آگ اور زنجیریں اور اس کے سانپ اور چھو تیرے نزدیک اس بچھو سے بھی کم درجہ کے ہیں کہ جن کی تکلیف صرف ایک دن یا اس سے بھی کم ہوتی ہے۔ پس اگر تو یہ سب جانتا ہے اور اس کا یقین کرتا ہے، تو پھر تجھ کو کیا ہوا کہ شہوات میں مشغول رہتا ہے۔ اور نیک عمل میں تاخیر کرتا ہے۔ حالانکہ موت تیری گھات میں ہے۔ شاید کہ وہ تجھ کو ابھی بغیر کسی مہلت کے اچکے لے۔ پھر تو کس لئے اس کی جلدی کرنے سے بے خوف ہو گیا۔ کیونکہ اکثر صبح کرنے والے دن پورا نہیں کرنے پاتے۔ اور بہترے اگلے دن کے امیدوار اس دن تک نہیں پہنچ سکتے۔ اور مانا کہ تجھ کو سو برس کی عمر کا وعدہ کیا گیا، مگر تو آخر تک عمل میں تاخیر کرتا رہا۔ تو اس میں تیرا کیا گمان ہے کہ جو شخص اپنے ٹٹو کو کھانا دانہ نہ دے، سوئے کوہ دامن کے، کیا وہ اتنی طاقت رکھتا ہے کہ اس ٹٹو سے میں پہاڑ پر چڑھ جاؤں۔ اور عمل میں جلدی کرنے سے روکنے والا تاخیر کرنے کا باعث دشواری اور مشقت کی وجہ سے لہنی خواہش کی مخالفت سے تجھ پر دشواری نہ تیرے عاجز رہنے کے سوا کوئی اور سبب ہے۔ اور کیا تجھ کو کوئی ایسا دن ملے گا، جو تجھ پر آئے اور خواہش کی مخالفت تجھ پر دشواری نہ ہو۔ ایسا دن تو اللہ تعالیٰ نے کوئی ایسا دن پیدا نہیں کیا، اور نہ پیدا کرے گا۔ سوائے جنت کے۔ اور جنت نا پسندیدہ باتوں سے ڈھک دی گئی ہے۔ اور ناگوار باتیں نفس پر کبھی ملکی نہیں ہوتیں۔ اس کا وجود محال ہے۔ پس اگر تو ان کھلی باتوں کو نہیں سمجھتا اور عمل میں تاخیر ہی کی طرف مائل ہوتا ہے، تو اس سے زیادہ کونسی حماقت اور نادانی ہوگی۔ اور اگر تجھ کو اللہ تعالیٰ کے کرم اور فضل پر بھروسہ ہے، تو کیا وجہ ہے کہ دنیا کے کاروبار میں اللہ تعالیٰ کے کرم و فضل پر بھروسہ نہیں کرتا۔ بھلا کیا تو جاٹے کے لئے بقدر موسم تیاری نہیں کر لیتا۔ پس کھانا اور ایندھن اور پوشاک وغیرہ ضروریات سب جمع کر لیتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے کرم و فضل پر بھروسہ نہیں کرتا، کہ اللہ تعالیٰ بونہی جاٹے کی سردی بغیر جبہ وغیرہ کے دور کر دے گا، کہ وہ اس پر بھی قادر ہے۔ کیا تیرا یہ گمان ہے کہ طبقہ جہنم زمہری کی

ٹھنڈک چلے۔ جاڑوں کی سردی سے ہلکی اور مدت میں کم نہ ہوگی۔ یا تجھ کو یہ خیال ہے کہ اس سے بے محنت کے پنج جلنے گا، ہرگز نہیں ہرگز نہیں۔ بے شک جاڑے کی ٹھنڈی جیسے بدن جبہ و ایندھن اور لوازم کے دفع نہیں ہوتی ہے، ایسے ہی دوزخ کی گرمی اور اس کے طبقہ زہریلے کی ٹھنڈی بغیر طاعات اور عبادات سے پناہ لینے اور برائیوں کو چھوڑ دینے کے ہرگز تجھ سے دفع نہ ہوگی۔ مگر اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم یہی ہے کہ تجھ کو طریقہ پناہ لینے کا بتایا۔ نہ یہ کہ بدون پناہ لینے کے تجھ سے عذاب کو دور کرے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم جاڑہ دفع کرنے کے باب میں یہ ہے کہ تیرے لئے آگ پیدا کر دی۔ چغماق اور لوہے سے اس کے نکلنے کا طریقہ تجھ کو بتا دیا تاکہ تو اپنی جان سے جلنے کی سردی دفع کرے۔

پس جیسے کہ جبہ و ایندھن اور تمام لوازم خریدنے سے تیرا خالق اور مولیٰ مستغنی ہے۔ اور تو اپنے لئے اس واسطے خریدتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو تیری راحت کے لئے بنایا ہے، ایسے ہی تیری طاعت اور مجاہدہ سے تیرا خالق اور مولیٰ مستغنی ہے یہ تو عذاب الیم ہے تیری نجات کا اور عیش دائمی تک تیرے پہنچنے کا صرف طریقہ ہے۔

فَمَنْ أَحْسَنَ فَلَِنَفْسِهِ وَمَنْ أَسَاءَ فَعَلَيْهَا وَاللَّهُ وَغْنَىٰ عَنِ الْعَالَمِينَ

سو جس نے بھلائی کی سو اپنی جان کے لئے۔ اور جس نے بُرا کیا، سو اپنے نقصان کو۔ اور اللہ تعالیٰ بے پرواہ ہے عالمین سے۔

شاید تو یہ کہے کہ مجھ کو ثابت قدمی سے بجز شہوات کی لذتوں کے حرص، اور تکلیفوں اور مشقتوں پر صبر کم ہونے کے اور کوئی نہیں روکتا۔ اور اگر تو اس میں سہا ہے تو تیری کتنی بڑی نادانی ہے۔ اور کیا ہی تیرا بُرا عذر ہے۔ کیونکہ دنیا کی شہوات تو فانی ہیں۔ اور جلدی چلی جانے والی ہیں۔ کبھی کسی وقت کہ ورات سے خالی نہیں ہیں۔ پس تجھے کیا ہوا کہ جنت میں جانا طلب نہیں کرتا۔ تاکہ اس میں شہواتِ باقیہ دائمی سے عیش کی کرے،

جو ہمیشہ بھر کہ درات سے صاف ہیں۔ کیونکہ آخرت بہتر اور باقی رہنے والی ہے۔ پس تو آخرت کا سامان دنیا میں باقی رہنے تک کر لے۔ کیونکہ تیرا سرا بہ تیری زندگی کے دن ہیں۔ سو تو اکثر حصہ کھو چکا ہے۔ اس میں صرف اب چند روز باقی رہ گئے ہیں۔ پس اس بقبہ میں اگر تو تجارت کر لے گا تو فائدہ ہوگا۔ اور اگر باقی کو بھی کھو دے گا، اور اپنی قدیم عادت پر چلتا رہے گا، تو خوب کھلا ہوا نقصان ہوگا۔

پس اے مسکین! خواب غفلت سے بیدار ہو کیونکہ موت تیرا وعدہ ہے۔ اور گور (قبر) تیرا گھر ہے اور مٹی تیرا کچھونا ہے، اور بڑا خوف تیرے سامنے ہے۔ اور مردوں کا لشکر شتر سے باہر تیرا منظر ہے۔ وہ سخت سخت قسمیں کھائے ہوئے ہیں، کہ تجھ کو اپنی جگہ بغیر لئے کے نہ پلٹیں گے۔ یہاں تک کہ تجھ کو اپنے ساتھ ملا لیں۔ کیا تجھے خبر نہیں کہ وہ ایک دن کے واسطے دنیا میں آنے کی آزد کرتے ہیں، تاکہ جو کچھ ان سے کوتاہی ہوئی ہے، کہ اس دن میں اس کا عوض کر لیں، اور تو اپنے دن ضائع کرتا ہے۔ اور یہ خیال کرتا ہے کہ وہ تو آخرت میں بلائے گئے ہیں۔ اور تو ہمیشہ یہیں رہے گا۔ کبھی نہیں کبھی نہیں۔ کیونکہ جب تو اپنی ماں کے پیٹ سے نکلا ہے، اپنی عمر عزیز کی بربادی کرنے لگا ہے۔ اور زمین پر اپنا محل بنوا رہا ہے۔ اور عنقریب زمین کا گڑھا تیری قبر ہونے کو ہے۔ ہر روز مال بڑھنے سے خوش ہوتا ہے۔ اور عمر گھٹنے سے رنجیدہ نہیں ہوتا۔ آخرت سے منہ پھیرتا ہے۔ اور وہ تیرے سامنے چلی آ رہی ہے۔ اور تو دنیا پر متوجہ ہو رہا ہے، اور وہ تجھ سے انگ ہوتی جاتی ہے۔

تیرا کیا ہی عجب حال ہے کہ باوجودیکہ تو قسم قسم کے گناہوں کا کرنے والا ہے۔ اور آخرت کی درستی میں کوشش نہیں کرتا، بلکہ دنیا کی درستی میں ایسا لگا ہوا ہے، کہ گویا وہاں سے کبھی جانے والا نہیں ہے۔ سو ڈرے مسکین! اپنی جان سے اس دن سے کہ جائے گا، اپنے خدا کی طرف کہ وہ اس دن میں کسی بندہ کو کہ جس کو دنیا میں قسم کی تھیں، یا کچھ

ممانعت کی تھی کہ نہ چھوٹے گا، یہاں تک کہ اس سے کھوڑی بہت ادنیٰ و اعلیٰ ظاہر پورٹیدہ کی پرستش کرے گا۔ سو دیکھ! تولے غافل! کیا منہ لے کر اس کے سامنے کھڑا ہوگا، اور کس زبان سے اس کے سوال کا جواب دے گا۔ مگر سوال کا جواب تیار رکھ۔ اور جواب کی درستی، اور اپنی باقی عمر چھوٹے چھوٹے دنوں میں، بڑے بڑے دنوں کے واسطے دارفنا میں دار بقا کے واسطے نیک کام میں صرف کر۔

اگر تو یہ کہے کہ میرا نفس مجاہدے کو اور دائمی طاعت کو نہیں ماننا، تو اس کے علاج کا کیا طریقہ ہے، تو سمجھ لے، اس کا بڑا مفید علاج حضرت امام غزالی کے احیاء العلوم میں بیان کے موافق یہ ہے کہ تو ایسے شخص کی صحبت اختیار کر جو طاعات الہی میں مجاہدہ کرتا ہو۔ اور اس کے حالات کو ملاحظہ کر کے اس کی پیروی کرے۔ لیکن یہ علاج اس زمانے میں دشوار ہے۔ کیونکہ ایسا شخص جو متقدمین کی طرح عبادت میں مجاہدہ کرتا ہو مفقود ہے۔ سو اب تیرے لئے اس زمانہ میں ان کے حالات سننے اور اخبار دریافت کر لینے سے زیادہ مفید علاج کوئی نہیں ہے کہ وہ کیا کیا دشوار مجاہدے کرتے تھے۔ اور بے شک ان کی محنت تو ہو چکی۔ اور ثواب و عیش باقی رہ گیا، جو کبھی تمام نہ ہوگا۔ اور کتنی بڑی حسرت ہے، اس کو جو ان کی پیروی نہیں کرتا۔ پس اپنے نفس کو چند روز مکدر شہوات سے منتفع کرتا ہے۔ پھر اس کو موت آجاتی ہے۔ پھر اس کے اور شہوات کے درمیان آرٹ ہو جاتی ہے۔ سو تجھ کو ضرور ہے کہ صحابہؓ اور تابعینؒ اور ان کے بعد مجاہدین کے اسوال کا مطالعہ کرے۔ اور ان کا اسوال دیکھ کر تجھ پر واضح ہو جائے گا، کہ تو اور تیرے زمانے کے لوگ دینداروں سے کتنا دور ہیں۔ پھر تیرا نفس اگر تجھ کو دوسوہ دلائے اور یہ کہے کہ عبادت اسی زمانہ میں ہو سکتی تھی۔ کیونکہ اسباب بہت تھے۔ اور رہا یہ زمانہ، سو اب اگر تو اہل عصر کے خلاف کرے گا، تو وہ مسخرہ پن کریں گے اور دیوانہ کہیں گے۔ سو ان کے موافق جو وہ کرتے ہیں کئے جا۔ جو ان کا حال

سو تیرا حال۔ مرگ انبوہ جھٹنے وارد، تو بچتے رہنا۔ پس خبردار، اس کے حیلے اور کرد
 فریب اور زور میں آنے سے بچا رہ۔ اور اس کو توبہ جو اب دے کہ اگر پانی کی ایسی
 رو چڑھ جائے کہ جو سامنے آئے، اس کو ڈبو دے۔ اور ایک گاڑوں دلوے اپنی جگہ پر
 مٹھریں رہیں۔ مگر اپنا بچاؤ نہ کریں۔ اور تجھ کو اتنی قدرت ہو کہ ان سے الگ ہو
 کر کشتی پر سوار ہو کر ڈوبنے سے بچ جائے، تو کیا اب بھی تیرے دل میں یہ خدشہ آئے
 گا کہ مرگ انبوہ جھٹن ہوتا ہے۔ یا ان کا ساتھ چھوڑ کر اس حرکت سے ان کو نادان
 بنائے گا۔ اور اس سے اپنا بچاؤ کرے گا، جو تجھ پر بلائے ناگہانی آئی ہے۔ پھر جب تو ڈوبنے
 کے خوف سے ان کا ساتھ چھوڑتا ہے۔ حالانکہ ڈوبنے کی تکلیف رات یادن میں ایک
 ساعت سے زیادہ نہیں ہوتی۔ پھر دائمی عذاب سے کیوں نہیں بچتا۔ اور تو ہر وقت اس
 کے سامنے چلا آتا ہے۔ اور مرگ انبوہ کیسے جھٹن ہوتا ہے کیونکہ اہل زمانہ ہی کی نفقت
 سے ہلاک ہوئے ہیں۔ کیونکہ وہ بھی کہتے تھے۔

قَالُوا إِنَّا وَجَدْنَا آبَاءَنَا عَلَىٰ أُمَّةٍ وَإِنَّا عَلَىٰ آثَارِهِم مُّقْتَدُونَ

کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک راہ پر پایا اور ہم انہی کے قدموں پر چلنے ہیں۔
 سو بچنا پھر بچنا۔ اپنے اہل زمانہ اور جو پہلے گذر گئے ہیں، ان کے دیکھنے سے بیشک
 اگر تو اکثر زمین کے باشندوں کی اطاعت کرے گا، تو اللہ کی راہ سے ہٹا دیں گے۔ خدا
 سے دعلبے کہ ہم کو گمراہی سے بچائے۔

توبہ ماہیت توبہ کا بیان

در بیان توبہ و ماہیت توبہ کہ کس فعل سے آلودگی و شقاوت، معصیت
 دیرینہ سے دل پڑ مردہ زنگار خوردہ کو مصفا کرتی ہے۔ اور بغیر توبہ کے آئسنہ دل

انسانیت کا کب امرار بوبیت سے سرسبز و شاداب ہوتا ہے۔ اور زمین قلب کے لئے
نہر معرفت بغیر توبہ و ندامت کے جاری نہیں ہو سکتی۔ اسی واسطے باغیچہ قلب بغیر آب
معرفت کے پلنے سے خشک و تباہ ہو کر اس کا پھل پھول ضائع ہو جاتا ہے۔ اسی واسطے
خداوند کریم فرقان حمید میں مومنوں کو خطاب کرتا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا تَوْبُوا إِلَى اللَّهِ تَوْبَةً نَّصُوحًا

(اے ایمان والو! اللہ کی طرف رجوع کرو خالص) یعنی توبہ کرو صغیرہ اور کبیرہ گناہ
مضیوں سے اور آئندہ معصیت کا خیال اپنے دل میں نہ لادو۔ اسی واسطے حضرت رسول کریم
صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ تَوْبُوا إِلَى اللَّهِ
فَإِنَّ أَتُوبَ إِلَيْهِ فِي كُلِّ يَوْمٍ مِائَةَ مَرَّةً.

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے لوگو! اللہ کی طرف توبہ کرو کیونکہ
میں اللہ کی طرف ہر روز سو بار توبہ کرتا ہوں۔

یہ حدیث شریف مصابیح کی صحیح حدیثوں میں سے ہے اعز مزی کی روایت سے۔
اور اس میں اُمت کو توبہ پر ترغیب ہے۔ اس لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم دن میں جب
سو بار توبہ کرتے تھے، باوجود بلند مرتبہ اور معصوم ہونے کے۔ تو وہ شخص کیونکر رات
دن میں توبہ میں مشغول نہ رہے۔ کہ جو اپنا اعمال نامہ پے در پے گناہوں سے سبھا کرتا رہتا
ہے۔ لیکن سمجھنے کی بات ہے کہ توبہ بدون ان تین امور مرتبہ کے نہیں ہو سکتی ہے۔

(۱) علم۔ (۲) حال۔ (۳) عمل۔

اول مرتبہ علم ہے، دوسرا مرتبہ حال ہے اور تیسرا مرتبہ عمل ہے۔

اور یہ اس لئے کہ آدمی جب گناہ سے بڑا ہی نقصان ہونا اور گناہ کی آخرت میں
اس کے اور اس کے محبوب کے درمیان میں حجاب ہو جانا جانتا ہے، تو اس معرفت

سے اس کے دل میں ایک الم پیدا ہوتا ہے۔ اور اس الم کو ندامت کہتے ہیں۔ پس یہ معرفت تو علم ہے۔ اور یہ ندامت حال ہے، جو اس معرفت سے پیدا ہوا۔ پھر جب یہ ندامت دل پر غالب آجاتی ہے تو دل میں ایسے کام کا ارادہ پیدا ہوتا ہے کہ جس کو زمانہ حال اور استقبال اور گزشتہ سے لگاؤ ہے، زمانہ حال سے علاقہ تو گناہ کی ترک کر دینے کا ہوتا ہے۔ اور استقبال سے علاقہ عمر بھر گناہ کے کبھی نہ کرنے کے پختہ ارادہ ہونے سے ہے۔ اور زمانہ ماضی سے علاقہ فوت شدہ کے عوض اور قضا کرنے سے ہے۔ اگر وہ قابل عوض اور قضا کے ہو۔ اور اس کا یہ فعل عمل ہے، جو ندامت سے حاصل ہوا۔ اور وہ ندامت کہ علم سے پیدا ہوئی۔ اور علم سے مراد یہاں ایمان اور یقین ہے کہ گناہ آخرت میں زہر قاتل ہے۔ اور اس ایمان کا نور دل پر چمکتا ہے تو ندامت کی آگ بھڑک اٹھتی ہے۔ کیونکہ اپنے اوپر نور ایمان کے چمکنے سے دیکھ لیتا ہے کہ میں اپنے محبوب سے الگ ہو گیا۔ اب محبت کی حرارت شعلہ زن ہوتی ہے۔ پھر اس حرارت سے اس فعل کا ارادہ پیدا ہوتا ہے، جو اوقات مذکورہ حال و استقبال و ماضی سے علاقہ رکھتا ہے۔ پس علم اور ندامت اور ارادہ فعل مذکور کا، یہ تین چیزیں ہیں۔ اس مجموعہ پر توبہ کا لفظ بولا جاتا ہے۔ پس یہ جب تینوں امر موجود ہوں تب توبہ ثابت ہوگی۔ اور اکثر اوقات توبہ کا لفظ صرف ندامت پر بولا جاتا ہے۔ اور علم کو مقدمہ مثل ٹھہراتی ہے۔ اور فعل مذکور کو بمنزلہ ثمرہ کے۔ اور اسی اعتبار سے نبی علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ ندامت ہی توبہ ہے اس لئے کہ ندامت بغیر علم کے، جو اس کا باعث اور موجب ہے، اور بغیر عزم کے کہ اس کے پیچھے اور بعد میں ہوتا ہے، نہیں ہوتی۔ پس ندامت دونوں طرف سے گھیری ہوتی ہے۔ ایک طرف ثمرہ اور دوسری طرف ثمرہ باعث ہوتا ہے۔

توبہ تمام مسلمانوں پر واجب ہے۔ لیکن سب پر ان کا واجب ہونا تو اس اللہ تعالیٰ کے قول کی رو سے ہے۔

وَتُوبُوا إِلَى اللَّهِ جَمِيعًا أَيُّهَا الْمُؤْمِنُونَ

اور توبہ کرو سب کے سب اللہ کی طرف سے ایمان والو۔

ان دونوں آیات کے ظاہری معنی اس پر دلالت کرتے ہیں کہ توبہ ہر مومن پر واجب ہے، ان دونوں آیات میں عام طور پر حکم ہونے کی وجہ سے۔ اور دل کی روشنی بھی ہی بتلاتی ہے کیونکہ توبہ کے معنی اللہ تعالیٰ کی نارضا مندی سے رضامندی کی طرف رجوع کرنا ہے۔ اور یہ امر عاقل ہی سے ہو سکتا ہے۔ اور عقل کامل ہی نہیں ہوتی بدون قوائے شہوانی اور غضبی اور تمام اوصاف کے کامل ہونے کے، جو انسان کے ہکٹنے کے لئے شیطان کے وسیلے ہیں کیونکہ شہوات شیطانی لشکر میں سے ہے۔ اور عقل فرشتوں کے لشکر میں سے ہے۔ اور ایسا کوئی انسان نہیں مانا جاتا جس کی شہوات جو شیطانی سامان ہے، عقل پر جو فرشتوں کا سامان ہے مقدم نہ ہو۔ پس جو شہوات کی موافقت کہ پہلے گذر چکی ہے، اس سے رجوع کرنا ہر ایک آدمی کو بلوغ کے بعد ضروری ہے اس لئے کہ جو شخص حالت کفر میں دین اسلام سے واقف ہو کر بالغ ہوا، تو اس پر اپنے کفر اور جمالت سے توبہ کرنا واجب ہے۔ ان باتوں کو سبکھ کر جن سے اسلام حاصل ہوا۔ اور جو شخص اپنے ماں باپ کے ساتھ حالت اسلام میں حقیقت اسلام سے بے خبر ہو کر بالغ ہوا، تو اس پر اس غفلت سے توبہ کرنا واجب ہے، اسلام کے معنی خوب سمجھ کر۔ اس لئے کہ بالغ ہو کر ماں باپ کا اسلام اس کو کچھ مفید نہیں، جب تک کہ خود مسلمان نہ ہو۔ پھر جب بالغ ہو کر اسلام کے معنی سمجھ چکا تو اس پر اپنی عادات اور شہوات عادیہ میں ہونے کے الطوار سے باز آنا واجب ہے۔ اور یہ سب احوال توبہ کے سوا شوار ہیں۔ اور اکثر اس میں خلقت ہلاک ہو گئی، اس سے ان کے عاجز رہنے کی وجہ سے۔

اس لئے کہ شہوات لڑکپن میں بلوغ اور کماں عقل سے پہلے مستحکم ہو جاتی ہے۔

سو شیطانی لشکر پہلے ہی ولایت پر غلبہ کر لیتا ہے۔ اور دل کو شہوات اور عادات کی خواہشوں سے محبت اور الفت پیدا ہو جاتی ہے۔ اور یہ بات دل میں غالب ہو جاتی ہے۔ اور اس سے نکلنا اس کو دشوار ہو جاتا ہے۔ پھر عقل ظاہر ہوتی ہے۔ جو کہ اللہ تعالیٰ کے گردہ اور لشکر میں سے ہے۔ پھر اگر وہ کامل اور قوی ہوئی تو خدا تعالیٰ کے دشمنوں کے ہاتھ سے چھوڑانے کے لئے آہستہ آہستہ بتدریج تیار ہوتی ہے۔

پس شہوتوں کو توڑ کر شیطانی لشکر کا اکھاڑنا اور عادات کا چھوڑانا، اور طبیعت کو بزور عبادت پر لگانا، اس کا اولیٰ شغل ہوتا ہے۔ اور توبہ کے معنی سوائے اس کے اور کچھ نہیں۔ اور اگر کامل اور قوی نہ ہو تو دل کی مملکت شیطان کے حوالے ہو جاتی ہے اور وہ ملعون اپنا کام پورا کرتا ہے۔ جیسا کہ بتایا اللہ تعالیٰ نے۔

قَالَ لَنْ اَخْرَجَنَّكَ مِنَ الْاَرْضِ اِلَّا قَلِيْلًا ۗ
اَلَا قَلِيْلًا ۗ
کہ اگر تو مجھ کو ڈھیل دے قیامت کے دن تک، تو ضرور اس کی اولاد کو لگام دوں گا، مگر تھوڑوں کو۔

مراد یہ ہے کہ اگر تو مجھ کو جتنا چھوڑے گا قیامت کے دن تک تو بیشک میں ان کو جدھر چاہوں گا کھینچ لے جاؤں گا۔ اور بیشک ان پر غالب رہوں گا پورا غالب ہونا۔ اَلَا قَلِيْلًا ۗ مگر بعض ان میں سے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں میں سے مقبول بندے ہیں۔ اور یہ سب اس ملعون کے اس قول کی مثل ہے۔ البتہ میں ان کو زینت دکھاؤں گا زمین میں اور ضرور بہکاؤں گا ان سب کو۔

لَا زِيْنَةَ لَكُمْ فِي الْاَرْضِ وَلَا غَوِيْنَهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۗ

اس لعین نے اس مطلب کا اپنے لئے حاصل ہونا جان لیا ہو۔ حالانکہ وہ غیب دان نہیں ہے، ان چیزوں سے استدلال کر کے جو اس نے ان میں دیکھیں کہ بدی کے اسباب بہت ہیں اور بھلائی کا سبب ایک ہی ہے۔

کیونکہ انسان کی ذات میں قوت بہیمیہ شہوانی، اور قوت سبعی غضبی اور قوت
دہمیدہ شیطانی ہے۔ اور یہ تینوں قوتیں ابتدائے پیدائش سے اس پر غالب ہوتی
ہے۔ شہوت کی طرف متوجہ رکھتی ہیں۔ اور ان تینوں قوتوں کے بعد اس میں قوت
عقلی ملکی ہوتی ہے۔ اور اگرچہ بھلائی کی طرف بلاتی ہے، لیکن ان پہلی تین قوتوں کے
اد پر غالب ہو جانے کے بعد کامل ہوتی ہے۔

پس جب شیطان ملعون نے انسان میں دیکھا تو جان گیا کہ جو میری مراد ہے،
اس کا حاصل ہونا ممکن ہے۔ پس اس بیان کے موافق ہر شخص مسلمان پر توبہ فرض عین
ہے۔ اور یہ نہیں ہو سکتا کہ افراد انسان میں سے کوئی بھی بے نیاز ہو۔ اور توبہ کا فوراً
واجب ہونا۔ اس لئے کہ تاخیر کرنے میں اصرار حرام لازم آتا ہے جس سے گناہ در
گناہ بڑھتے چلے جاتے ہیں۔ کیونکہ توبہ سے ایک دم بھر تاخیر کرنے سے ایک اور گناہ واجب
التوبہ لازم آتا ہے، یہاں تک کہ گناہ کبیرہ سے ایک گھڑی تاخیر کرنے میں دو کبیرہ ہو جاتے
ہیں۔ ایک وہی پہلا، اور اس سے توبہ نہ کرنا۔ اور دو میں چار کبیرہ ہو جاتے ہیں۔
دو دنوں سے پہلے اور دو دنوں سے توبہ کرنا اور تین ساعت میں آٹھ کبیرہ ہو جاتے ہیں۔
اور پانچ ساعت میں بتیس کبیرہ ہو جاتے ہیں۔ اور اسی طرح گناہ بڑھتے جائیں
گے، جس قدر تاخیر ہوتی جائے گی۔

اد پر مذکور ہو چکا ہے کہ گناہ کو زہر قاتل جاننا خود ایمان میں سے ہے۔ پس
جب یہ ثابت ہوا کہ یہ علم خود ایمان سے ہے تو لازم ہے کہ ایمان کی گناہوں کے
ترک کا باعث ہوا کرے۔ پس جس نے گناہوں کو نہ چھوڑا، تو اس میں یہ ایمان
کا جزو نہیں ہے۔ اس لئے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ زانی نہیں کرتا کہ زنا کرنا ہو،
اور وہ مومن بھی ہو۔ کیونکہ نبی علیہ السلام نے اس سے اس ایمان کی نفی نہ کی جو خدا اور
اس کے فرشتوں اور کتابوں اور نبیوں کا جاننا ہے۔ کیونکہ اس ایمان کے زنا اور گناہ

منافی نہیں ہے۔ بلکہ اس سے اس ایمان کی نفی مراد لی ہے کہ جو اس علم کا نام ہے کہ زنا خدا سے دور کر دیتا ہے۔ اور اس کی ناخوشی کا باعث ہے، اس بیان کے موافق معاصی پر جمارہنے والا اپنے ایمان میں کامل نہیں، بلکہ ایمان میں ناقص ہے۔ اس لئے کہ گناہوں کا چھوڑنا بدون صبر کے نہیں ہوتا۔ اور صبر بدون خوف کے بے سہ نہیں ہوتا۔ اور خوف بدون گناہوں کے ضرر عظیم کے یقین کے پیدا نہیں ہوتا۔ اور گناہوں کے ضرر عظیم کا یقین بدون خدا و رسول کو تصدیق کے نہیں ہوتا۔ پس جس نے گناہوں کو نہ چھوڑا اور اس پر جمارہا، گویا کہ اس نے خدا و رسول کی تصدیق نہ کی۔ لہذا اس پر مرنے دم بڑا ہی خوف ہے۔ اس لئے کہ شاید اس اصرار پر اس کی موت اس کے ایمان کے جلتے رہنے کا سبب ہو جائے، لہذا اس کا خاتمہ بُرائی پر ہو، اور ہمیشہ کے لئے دوزخ میں پڑا رہے۔ اور اگر انجام خاتمہ بُرائی پر نہ ہو بلکہ ایمان پر مرانا تو اب مثبت الہی میں رہے گا۔ چاہے تو اس کو دوزخ میں ڈال کر بقدر معاصی کے عذاب دے کر پھر دوزخ سے نکلے اور جنت میں داخل کرے۔ اگرچہ ایک مدت کے بعد ہو۔ اور چاہے تو اس کو معاف کر دے اور بلا عذاب جنت میں داخل کرے۔ اس لئے کہ یہ محال نہیں کہ بخشش عام کیسی پوشیدہ سبب جس کو اللہ کے سوا کوئی نہ جانتا ہو، اس کے شامل حال میں ہو جائے جیسے کہ یہ محال نہیں کہ کوئی اجائز کے اندر خزانہ ڈھونڈنے کے لئے جائے اور اتفاق سے خزانہ پا جائے لیکن جس نے اپنا گھر خراب کر دیا۔ اور مال تلف کر دیا۔ اور اپنی جان و اولاد کو بھوکا مارا، اس گھنڈ پر کہ میں اللہ کے فضل کا منتظر ہوں کہ میرے گھر پر زمین میں خزانہ غایت کرے تو یہ شخص بے وقوف احمقوں سے سمجھا جائے گا۔ اگرچہ اس کی خواہش بلحاظ قدرت اور فضل الہی کے کچھ محال نہیں ہے

اسی طرح جو شخص اللہ تعالیٰ سے بخشش کا امدوار ہے۔ باوجودیکہ وہ گناہوں پر جا ہوا ہے، بخشش کی راہ پر نہیں چلتا، بے وقوف سمجھا جائے گا۔ پھر بعضے ان مغرور

انہوں میں سے اپنی حماقت کو اسی طرح رواج دینے میں خوب کلام سے اور کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ بے شک کریم ہے۔ اس کی جنت مجھ جیسے شخص سے تنگ نہ ہو جائے گی۔ اور میری معصیت سے اس کا کچھ ضرر نہیں۔ پھر تم اس احمق کو دیکھتے ہو کہ دریا کا سفر کر رہا ہے اور روپیہ اشرافی کی طلب میں سفر کی مشقت کو اختیار کرتا ہے۔ اور جب اس سے کہتے کہ اللہ تعالیٰ بڑا کریم ہے۔ اور اس کے روپیہ اشرافی کے خزانہ تجھ جیسے سے کوتاہ نہیں۔ اور تجارت میں تیری سستی سے اس کا کچھ نقصان نہیں۔ پس تو اپنے گھر بیٹھا رہ۔ شاید تجھ کو ابھی ایسی روزی دے کہ جہاں سے تیرا گمان بھی نہ ہو۔ پس جو ایسا کہے اس کو وہ احمق بننے لگا۔ اور اس سے وہ پہل کرے گا، اور کہے گا، یہ کیسی ہوس ہے۔ کیونکہ آسمان سے سونا چاندی نہیں برستا یہ تو محنت ہی سے حاصل ہوتا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کی عادت اس کے قاعدہ جاری ہے۔ اللہ تعالیٰ کے قاعدوں کو تغیر نہیں۔ اور یہ احمق نہیں سمجھتا کہ دین و دنیا کا پروردگار ایک ہی ہے۔ اور اس کے قاعدے کو ان دونوں میں تغیر نہیں۔ اور اس نے یہ خبر دی ہے کہ انسان کے واسطے وہی کچھ ہے جو اس نے کہا۔ پس کیونکہ اس کو آخرت کے لئے تو کریم جانتا ہے، اور دنیا کے باب میں تو کریم نہیں سمجھتا۔ بے شک جو شخص اس دار فانی میں ہلاکت سے ڈرتا ہو، جب اس پر زہریلی چیزیں جو مضر ہیں، بعضے ہلاک کرنے والے امور ان سے ہر وقت احتراز کرنا واجب ہے۔

پس ہلاک ابدی سے ڈرنے والے کو بدرجہ اولیٰ ان گناہوں سے احتراز واجب ہے۔ کہ جو دین میں زہر ہیں۔ کیونکہ اس زہر سے اس آخرت باقیہ کے فوت ہونے کا خوف ہے، جس کے صدمہ حصہ پر دنیا کی زندگی کئی حصہ پر بھی نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ آخرت کی مدت کی کوئی غایت ہے، اور نہ کچھ انتہا۔ اور اس میں عیش دائمی اور سلطنت بڑی ہے۔ کہ اس کے فوت ہوجانے میں دوزخ کی آگ ہے۔ اور دردناک عذاب۔

شیطان لعین کا بیان

اجباب کی خدمت میں التماس کی جاتی ہے۔ کیونکہ شیطان لعین، جو ہر ایک مسلمان مومن مخلص پر ہیزگار متغی تقویٰ دار کے لئے دشمن قاتل ہے۔ جیسا کہ ہمارے جد امجد حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کیسے فریب اور دھوکا بازی سے جنت کی حویلی، خوشی ابدی، اور عہدہ اصلی سے معزول کرا کر دریں دار فانی بے بنیاد میں نزل کرا دیا، تو پھر آنحضرت آدم علیہ السلام نے اپنے اصلی مرتبہ سے سعی کیتے ہوئے خداوند کریم کے فضل و کرم سے بالاتر درجہ حاصل کر لیا، جیسا کہ ہر ایک دانشمند کو حضرت آدم علیہ السلام کا قصہ معلوم ہے، مگر میرا مطلب یہ ہے کہ آنحضرت آدم علیہ السلام شیطان لعین کی غداری سے نہیں بچ سکے، تو دوسرا کون کوئی شیطان کی غداری سے کس ذریعہ یا کس طرح سے نجات حاصل کرے گا۔ لیکن خدا کے فضل و کرم و اپنے نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے اس لعین کی فریب بازی سے نجات پائے گا۔ مگر جو لوگ ساک مشائخ مشائخ کا دعویٰ کرنے والے ہیں، تو ان کے لئے بلعم باعور و برحسبا کا قصہ پورے طور سے کفایت کرتا ہے کہ کیسے ہی لاثانی مشائخوں کو اس خناس نے اپنے جال میں گرفتار کر کے اپنے عہدہ ولایت سے معزول کر کے درطہ ضلالت میں پابند کر دیا ہے۔ ہر ایک عقلمند کو ان ہردو کا قصہ اظہر من الشمس ہے۔ لہذا اس خناس لعین کی فریب بازی بہ نسبت ہر ایک انسان کو بڑی دشوار ہے۔ اسی واسطے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

وَرَوَى مُقَاتِلٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّهَا قَالَتْ رَأَيْتُ أَسْحَابَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ عَشِيَّةٍ يُرِيدُونَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فِيهِمْ أَبُو بَكْرٍ وَ

عَمْرُ وَعُثْمَانُ وَعَلِيٌّ وَسَلْمَانُ وَعِمَارُ بْنُ يَاسِرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ
 أَجْمَعِينَ فَخَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَخَذَتْهُ الرَّحْصَاءُ
 بِعُنُقِ عِرْقِ الْحُمَى يُخَدِّدُ مِنْهُ مِثْلَ الْجَمَانِ بِعُنَى اللُّوْلُو ثُمَّ مَسَحَ
 الْجَبْهَةَ وَقَالَ لَعَنَ اللَّهُ الْمَلْعُونَ ثَلَاثًا ثُمَّ تَطَرَّقَ فَقَالَ لَهُ
 عَلِيُّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ بِأَبِي وَأُمِّي مَنْ لَعَنْتَ انْفَاءً.

مقاتل نے زہر سے بواسطہ عروہ کے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ
 عنہا سے روایت کی کہ حضرت عائشہ نے فرمایا کہ ایک رات اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ
 وسلم کو تلاش کرتے ہوئے آئے۔ اور ان میں بہ اصحاب بھی تھے حضرت ابو بکر، عمر،
 عثمان و علی، سلمان، عمار بن یاسر رضی اللہ عنہم۔ پس حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ
 وسلم برآمد ہوئے۔ اور حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے رُخ مبارک پر پسینہ
 مثل موتبول کے نمایاں تھا، جو تپ کی حالت میں ہوا تھا۔ حضرت رسول پاک صلی اللہ
 علیہ وسلم نے اپنی پیشانی مبارک پر دست مبارک پھیرا۔ اور تین بار فرمایا کہ اس ملعون پر
 خدا کی لعنت ہو۔ اور سر مبارک نیچے جھکایا۔ حضرت علی کریم اللہ وجہ نے عرض کی کہ
 میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں۔ آپ نے کس پر لعنت بھیجی۔ حضرت رسول کریم صلی
 اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ابلیس لعین پر جو کہ دشمن خدا کا ہے۔ وہ اپنی دم کو اپنی
 مقعد میں لے گیا۔ اور اس سے سات انڈے نکالے۔ اور ان انڈوں میں سے اس
 کی اولاد پیدا ہوئی، جو ہر فرد بشر کے ساتھ بہکانے پر مقرر ہوئی۔ ان میں سے ایک کا
 نام مدحشن ہے۔ یہ عالموں پر مقرر ہے کہ ان کو مختلف ہوا دہوس کی ترغیب دیتا
 ہے۔ اور دوسرے کا نام حدیث ہے کہ وہ نماز پر مؤکل ہے کہ اٹیکری بہن کر بہکانا
 ہے۔ اور جمائی دن کی لاتا ہے۔ یہاں تک کہ انسان سو جاتا ہے۔ اور لوگ جب اس
 سے پوچھتے ہیں کہ تو سو گیا تھا۔ کہتا ہے کہ نہیں۔ پس وہ بے وضو نماز میں شریک ہونا

ہے۔ قسم ہے اس ذات پاک کی کہ جان محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے قبضہ قدرت میں ہے، کہ تم میں سے ایک شخص بھی ایسا نہیں ہوتا کہ اس کو اس کی نماز کے ثواب کا آدھا، چوتھائی و دسواں حصہ اس کے بہکانے کے سبب ملتا ہو۔ اور اس کے نماز کے گناہ اس کے ثواب سے زیادہ ہوتے ہیں۔

تیسرے کا نام زبستون ہے کہ اس کو بازاروں کا اہتمام سپرد ہے۔ یہ لوگوں کو کم تولنے اور خرید و فروخت میں جھوٹ بولنے اور جو فردش کو ترغیب دیتا ہے۔ چوتھے کا نام بشر ہے جو لوگوں کو سکھاتا ہے کہ مصیبت کے دن گریباں چاک کریں اور اپنا منہ نوچیں۔ اور اپنے آپ کو گوسیں اس واسطے کہ ان کا ثواب جو مصیبت کو خاموشی سے کٹنے میں ملتا ہے، زائل ہو جائے۔

پانچویں کا نام منشوط ہے۔ اس کو دروغ گوئی سکھانے اور سخن چینی اور طعن و تشنیع اور جعلی کھانے کی سپرد ہے۔ تاکہ ان افعال کے کرنے سے گناہگار ہوں۔ اور چھٹے کا نام دام ہے۔ یہ آدمیوں کے پاخانے و پیشاب کے مقام پر تعینات ہیں۔ اور ان کا کام یہ ہے کہ یہ اپنی دم کو مردوں کے سوراخ ذکر اور عورتوں کے چوتڑوں میں حرکت دیتے ہیں۔ اس باعث وہ ایک دوسرے سے دہ زنا کرتے ہیں۔ اور ساتویں کا نام اچور ہے۔ یہ چوری سکھاتا ہے۔ اور چور کو سمجھاتا ہے کہ اس چوری کرنے سے تیرا فائدہ ٹوٹے گا۔ کہ تو اپنا قرض ادا کر کے گا۔ اور اپنے تن کو ڈھانپ کے گا۔ اس کے بعد توبہ کر لینا۔

پس ہر مسلمان کو چاہیے کہ ان بدذاتوں سے کسی حال میں غافل اور امین نہ ہووے۔ حدیث شریف پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم میں آیا ہے کہ دُصُور پر ایک شیطان مقرر ہے۔ اور اس کا نام دلہان ہے۔ پس اس سے خدا کی پناہ ڈھونڈو۔

اور حدیث شریف پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم میں آیا ہے کہ نماز کی صفوں میں ایک دوسرے کے متصل مل کر کھڑے ہونا۔ تاکہ جگہ ملنے پر شیطان تمہارے درمیان مثل بکری کے بچوں کے نہ داخل ہو سکے۔ اسی طرح صف ہاندھ کر کھڑے ہو۔

حضرت ابو خلیفہ ابو عبیدہ سے روایت کرنے میں کہ بنات حدف بکری کے بچے کو کہتے ہیں۔ اور اس کو نقد بھی کہتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ حدف اس بکری کے بچے کو کہتے ہیں، کہ جس کا کان اور دم نہیں ہوتی۔ جو شش ایک موضع کا نام ہے، جہاں یہ قسم پیدا ہوتی ہے۔

روایت ہے کہ عثمان ابن عاص نے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مبارک میں عرض کی کہ شیطان میری اور میری نماز اور میری قرأت کے درمیان آیا۔ آپ نے فرمایا، کہ اس شیطان کا نام خرب ہے۔ جب اس کو دیکھو تو اس سے خدا کی پناہ مانگو۔ اور اپنی بائیں جانب تین بار تھو کو۔ عثمان بن عاص نے کہا کہ میں نے بموجب ارشاد رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل کیا اور وہ شیطان میرے سے بھاگ گیا۔

حدیث مشہور ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے ایسا کوئی شخص بھی نہیں ہے کہ جس کے ساتھ ایک شیطان نہ رہتا ہو۔ لوگوں نے عرض کی کہ اے رسول خدا! صلی اللہ علیہ وسلم، آپ کے ساتھ بھی ہے؟ فرمایا کہ ہاں۔ مگر اللہ تعالیٰ جل شانہ نے مجھ کو اس پر فیروزی عطا فرمائی ہے۔ اور وہ مسلمان ہو کر فرمانبردار بن گیا ہے۔

اور دوسرے بیان میں ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے ایسا کوئی شخص نہیں کہ جن کے ساتھ ایک جن موکل نہ ہو۔ لوگوں نے عرض کی کہ آپ کے ساتھ بھی ہے۔ فرمایا، ہاں۔ مگر اللہ تعالیٰ نے مجھے اس پر غلبہ عطا فرمایا ہے کہ وہ میرا ان اور میرا فرمانبردار ہو گیا ہے کہ سولہ نیک۔ کا مولد کے اور کچھ بدایہ نہیں کرتا۔

کہتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے شیطان کو پیدا کیا، تو مثل آدم کے، اس کے پہلے چپ سے اس کی عورت کو پیدا کیا۔ شیطان نے اس عورت سے مباشرت کی۔ اور وہ حاملہ ہوئی۔ اور اکتیس اندھے اس نے دیئے کہ ان اندھوں سے اس کی اولاد پیدا ہوئی۔ اور جنگلی اور دریا، اس کی اولاد سے بھر گئے۔ اور ہر اندھے سے دس ہزار (۱۰۰۰۰)۔

نروادہ شیطان کے بچے پیدا ہوئے۔ یہاں تک کہ پہاڑ، جزیرے اور دیوانے جنگل اور دیوانے دریا اور ریگستان اور درختوں کی کہو ہیں اور وسط درختہائے درہم پیچیدہ اور چشمے اور دریا ہے وچورا ہے حمام اور کپڑے پہننے کی جگہیں اور پچاڑے اور گڑھے اور اذیتوں کے بیخ اور شاہے اور قبریں اور گھر و محل و صحرائشینوں کے خیمے اور سب عبادتگاہیں ان سے بھر گئی۔ خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے،

أَفَتَتَّخِذُونَ ذُرِّيَّتَهُ أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِ وَهُوَ لَكُمْ عَدُوٌّ
بِئْسَ لِلظَّالِمِينَ ۝ آبا کہ تم ابلیس اور اس کی اولاد کو سوائے میرے دوست بناتے
ہو، حالانکہ وہ تمہارے دشمن ہیں۔ اور یہ بدلہ بُرا ہے ان ظالموں کے واسطے کہ جو شیطانوں کو معبود
برحق سے بدلتے ہیں۔

پس اس شخص کے واسطے ہلاکت ہے کہ جس نے شیطان اور اس کی اولاد کے
فرمانبردار ہی اختیار کی، اور بغیر توبہ مر گیا۔ تو وہ ان شیطانوں کے ساتھ ہمیشہ دوزخ میں رہے
گا۔ پس انسانوں کو اپنی ذات کے لئے متنبہ ہونا چاہیے کہ اپنے نفس کو شیطان اور بدکاروں
سے خلاصی دے اور شیطان کے لشکروں اور گمراہی کی طرف بلانے والوں سے اپنے آپ کو
محفوظ رکھے۔ اور خدا پاک کی بارگاہِ عالی میں بعد نیاز شرط فرمانبردارسی بجالائے۔ اور ان
عقائد خدا کے بندوں کی ہم نشینی اختیار کرے کہ خدا پہچانتے اور واسطے رضا مندی
خدا کے عمل نیک کرتے ہیں۔ اور خلق کو خدا کی طرف بلاتے ہیں۔ اور خدا کی جناب کی دل
سے رغبت رکھتے ہیں۔ اور اس کے فضل و کرم کی امید رکھتے ہیں۔ اور اس کے قہر و غضب
سے خوف کھاتے ہیں کہ دنیا سے گناہ کش ہوتے ہیں۔ اور آخرت کی خواہش رکھتے ہیں۔
اور رات دن عبادت کرتے ہیں۔ اور جو عبادت کہ ان سے چھوٹ گئی، اس پر فسوس
اور گریہ زاری کرتے ہیں۔ اور ہر ساعت و ہر گھڑی نیکی کرنے کا قصد کرتے ہیں۔ اور تمام گناہوں
اور خطاؤں سے توبہ کرتے ہیں۔ اور اپنے پروردگار خالق زمین و آسمان پر تکیہ اور توکل

کرتے ہیں۔ اور رات دن اوقات معینہ پر نماز ادا کرتے ہیں۔ اور وہ لوگ طوفق و زنجیر
اور دنیاوی آفتوں اور دوزخ کی آگ سے بالکل محفوظ ہیں۔ اس واسطے کہ انہوں نے شیطان
کی مخالفت کی۔ اور خدا تعالیٰ کی اطاعت میں ظاہر و باطن سعی کی۔ پس اللہ تعالیٰ نے
ان کے اعمال کا مقابلہ کیا۔ اور اس کی جزا عطا فرمائی۔ جیسا کہ اپنی پاک کلام میں وعدہ فرماتا
ہے، فَوْقَهُمُ اللَّهُ شَرَّ ذَٰلِكَ الْيَوْمِ وَلَقَّهٖمُو نَضْرَةَ وَسُرُوزًا
وَجَزَاءٌ كَهُمْ بِمَا صَبَرُوا جَنَّةً وَحَرِيرًا

(اور ان کو دنیا کے شر سے بچایا۔ اور خوشحالی اور مانگی عطا فرمائی۔ اور ان کو صبر کے

عوض جنت رہنے کو اور پار چھپنے کو حربہ مرحمت ہوا۔)

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَنَّتٍ ذٰلِكَ فِي

مَقْعَدٍ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيْكٍ مُّقْتَدِرٍ ہر ہیزگار بہشت میں مقام راستی پر

پاس اپنے بادشاہ صاحب قدرت کے ہیں۔)

اور فرمایا، وَ لِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ جَنَّتَيْنِ ہ جو شخص اپنے رب

کے روبرو کھڑے ہونے سے ڈرتا ہے، اس کے واسطے دو جنتیں ہیں۔)

اور اللہ تعالیٰ اپنی کتاب میں ان بندوں کے حق میں فرماتا ہے،

اِنَّ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ طَآئِفٌ مِّنَ الشَّيْطَانِ تَذَكَّرُوْا

فَاِذَا هُوَ مُبْصِرُوْنَ ہ کہ جن کی پر ہیزگاری میں شیطان مغل ہوتا ہے، وہ لوگ کہ

پر ہیزگار ہیں۔ جب ان کو شیطان دوسو ڈالتا ہے، تو وہ خدا کو یاد کرتے ہیں۔ پس وہ

حق کو باطل سے جدا دیکھ لیتے ہیں۔)

اور حق تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے، اور خداوند تعالیٰ کی یاد سے دلوں کو روشنی حاصل ہوتی

ہے۔ اور خدا کے ذکر سے تاریکی و غفلت کا پردہ اٹھ جاتا ہے، اور رنج و الم اس کے ذکر

سے نائل ہوتے ہیں۔

پس خداوند عز و جل شانہ کا ذکر ہمہ میز و ترک حرام کے دروازے کی کنجی ہے۔ اور پرہیزگاری و عمارتِ آخرت کا ہے۔ جیسے کہ نفسِ امارہ کی خواہش، دنیا کا دروازہ ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَاذْكُرُوا مَا فِيهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ہ یاد کرو تم کہ جو کچھ قرآن شریف میں ہے، شاید کہ تم پرہیزگار ہو جاؤ۔ اور فرمایا کہ خدا کی یاد کرنے سے انسان پرہیزگار ہو جاتا ہے۔

انسان کے موکلوں کا بیان

اجاب اہل اسلامہ کی خدمت میں التماس کی جاتی ہے کہ حدیث شریف میں آیا ہے:

وَفِي الْقَلْبِ كَمَتَانِ لِمَّةُ الْمَلِكِ وَهِيَ اِيْعَادُ بِالْخَيْرِ وَالتَّصْدِيقِ
وَلِمَّةُ الْعَدُوِّ وَهِيَ اِيْعَادُ بِالشَّرِّ وَتَكْذِيبُ بِالْحَقِّ وَنَهْيُ
عَنِ الْخَيْرِ وَهِيَ مَرْوِيٌّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انسان کے دل میں دو مشورہ دینے والے ہر لمحہ و ہر ساعت موجود رہتے ہیں۔ ان میں سے ایک تو نیک کاموں اور راہِ راست پر چلنے کی ہمیشہ رغبت دیا کرتا ہے، اور دوسرا بُرے کاموں، مکر و دغا بازی اور جھوٹ بولنے پر رغبت دلا یا کرتا ہے۔

عبداللہ بن مسعود حسن بھری سے روایت کرتے ہیں کہ آدمی کے دل میں دو خطرے (خیال) پیدا ہوا کرتے ہیں۔ ایک خیال تو منجانب اللہ تعلق ہے، اور دوسرا دوسوہ شیطانی۔ خداوند تعالیٰ اپنے اس بندے پر رحم فرمائے، جو ان دونوں خطروں کی کس طرح برداشت کرے۔ اور جو خطرہ خداوند کریم کی طرف سے ہے، اس کو بجا لائے۔

اور شیطانی خطرے کو دفع کرے۔

مجاہد نے قول اللہ تعالیٰ کی پناہ ڈھونڈتا ہوں ساتھ خدا تعالیٰ کے دوسرے خناس سے "کی یہ تفسیر کی ہے کہ شیطان بے چلے بندہ کے دل میں چھا جاتا ہے کہ جب بندہ خدا کو یاد کرتا ہے تو وہ مثل دھوئیں کے ٹکڑے ٹکڑے ہو کر اڑ جاتا ہے۔ اور جب بندہ خدا تعالیٰ کی یاد سے غافل ہوا، پھر ابر مجبوت کی طرح امانڈ آتا ہے۔

اور مقاتل نے کہا کہ وہ مثل سور درندہ کے آدمی کے دل میں لپٹ جاتا ہے۔ اور خون کی طرح رگوں میں دوڑتا پھرتا ہے، کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو ایسی قوت عطا فرمائی ہے بموجب قول حضرت مولانا سعدی علیہ الرحمۃ

کہ بالنفس وشیطان براید بزور نبرد پلنگاں نیاید ز مور
پس قول خداوند تعالیٰ کی الذی یوسوس فی صدور الناس (جو کہ آدمی کے دلوں میں دوسرہ ڈالتا ہے۔) مراد ہے کہ جب انسان خدا کی یاد سے غافل ہوتا ہے، تو خناس ان کے دلوں میں رخنہ اندازی کرتا ہے۔ یہاں تک کہ ان کے دلوں پر قابو کر لیتا ہے، اور بندہ اس غفلت سے چونکتا ہے تو خدا کو یاد کرتا ہے تو یہ حضرت اس کے پاس سے نوک دم بھاگ جاتے ہیں۔

عکرم نے بیان کیا کہ خناس کے دوسووں کی جگہ آدمیوں کی دونوں آنکھوں اور دل میں ہے۔ اور عورتوں کی آنکھوں میں سامنے کے رخ سے آتے ہیں۔ اور جب پلٹھ پھرتے ہیں تو ان کے چوتڑوں میں سورہتے ہیں۔

خداوند تعالیٰ سے دعا ہے کہ ان کے اس شر سے ہر عورت اور مرد کو اپنی پناہ میں رکھے۔ آمین یا رب العالمین۔

در بیان حقوق استاد و مشائخ

واضح ہو کہ فوقیت حق استاد و مشائخ بر شاگردان خود تمامی حقداروں سے ان کا حق زائد ہے۔ اگر استاد اور مشائخ کے حق سے کوئی روگردانی کرے گا، تو اس کی گردن میں طوق لعنت کا ڈالا جائے گا۔ جیسا کہ شیطان نے اپنے مولا سے روگردانی کی نوبت ملکی سے معزول ہو کر طوق لعنت میں گرفتار کیا گیا۔

قَوْلُهُ تَعَالَى قَالَ يَا دَمُّ أَنْبِئُهُمْ بِأَسْمَائِهِمْ فَلَمَّا أَنْبَأَهُمْ بِأَسْمَائِهِمْ
قَالَ أَلَمْ أَقُلْ لَكُمْ إِنِّي رَسُولٌ مَّا لَا تَعْلَمُونَ ۗ

خداوند کریم فرماتا ہے کہ کہا ہم نے آدم علیہ السلام کو کہ اے آدم! تو ان فرشتوں کو خبر دے دے، یعنی تعلیم دے دے ہر ایک چیز کے نام ان فرشتوں کو سکھا دو۔ پس اس وقت حضرت آدم علیہ السلام نے ان فرشتوں کو تعلیم کر دی۔ یعنی ہر ایک چیز کے نام کی پس کہا اللہ پاک نے کہ اے فرشتو! میں نے تم کو نہیں کہا تھا کہ میں تم سے بہتر جاننے والا ہوں۔

مطلب یہ ہے کہ خدا پاک نے فرشتوں سے ہر ایک چیز کے نام کا سوال کیا۔ تو پھر فرشتے بتلانے سے عاجز رہے۔ پھر حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ پاک نے حکم کیا، کہ تم ہر ایک چیز کا نام ان فرشتوں کو بتلاؤ۔ تو پھر حضرت آدم علیہ السلام نے خداوند کریم کے حکم کے مطابق ہر ایک چیز کے نام کی فرشتوں کو تعلیم سکھائی۔ تو پھر خداوند کریم نے کہا کہ اے فرشتو! میں نے تم کو نہیں کہا تھا کہ میں تم سے بہتر جاننے والا ہوں کہ میرا خاکی بندہ تم نوریوں سے مرتبے میں سے زیادہ ہوگا۔

خیر حاصل قصہ یہ ہے کہ جس وقت آدم علیہ السلام نے ہر ایک چیز کی تعلیم فرشتوں کو دی، تو پھر حضرت آدم علیہ السلام فرشتوں کے استاد ہو گئے، کہ پھر خداوند کریم نے فرشتوں

کہ حکم دیا کہ اے زمرہ فرشتو! حضرت آدم کے آگے سجدہ کرو۔ یعنی سجدہ نجات۔ اس لئے کہ حضرت آدم علیہ السلام تمہارا استاذ ہو گیا، تو پھر استاذ کی تعظیم بجالانی فرض ہے۔ جیسا کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہ،

وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ اسْجُدُوا لِآدَمَ فَسَجَدُوا إِلَّا إِبْلِيسَ ۖ

کہا ہم نے کہ اے فرشتو! سجدہ کرو، حضرت آدم علیہ السلام کے آگے۔ تمام فرشتوں نے سجدہ کیا سجدہ نجات، مگر شیطان نے سجدہ کرنے سے انکار کیا۔

تو جب اس نے اپنے مولا کے آگے سجدہ کرنے سے انکار کیا تو اسی وقت اس کی گردن میں لعنت کا طوق ڈالا گیا۔ تو اس لئے ہر ایک کو چاہئے کہ اپنے استاذ اور مشیخ کی کما حقہ طاہرہ دالمن سے تعظیم بجالائے اور امورات شریعت کے موافق۔ اگر کسی قسم کی نافرمانی اور تکبر ہی کرے گا، تو اسی وقت اس کی گردن میں طوق لعنت ڈالا جائے گا۔ جاننا چاہئے کہ استاذ وہ شخص ہوتا ہے کہ جس کے پاس سے علم شریعت کی تعلیم حاصل کی جائے۔ اور شیخ وہ شخص ہے کہ جس سے درس توحید و معرفت کی تعلیم حاصل کی جائے۔ ان دونوں کا حق اور حقداروں کے حقوق سے زیادہ ترقیت رکھتا ہے۔ اسی لئے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں،

وَقَدْ رَوَى عَنْ هَمْرَانَ أَنَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ الشَّيْخُ فِي قَوْمِهِ
كَالنَّبِيِّ فِي أُمَّتِهِ وَإِنَّمَا يَكُونُ الشَّيْخُ فِي قَوْمِهِ كَذَلِكَ لِأَنَّهُ يُعَلِّمُهُمْ
دِينَهُمْ كَمَا عَلَّمَ كُلُّ نَبِيٍّ أُمَّتَهُ دِينَهُمْ وَمِنْ حَقِّ الْمُتَعَلِّمِ فِي
حَقِّ مَنْ عَلَّمَهُ خَيْرًا وَلَوْ حَرْفًا وَاجِدًا أَنْ يُحْتَرَمَهُ ظَاهِرًا وَبَاطِنًا
لِكُونِهِ مِثْلَ أَبِيهِ بَلْ هُوَ أَوْلَى

روایت ہے حضرت ابن عمر سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شیخ اپنے گروہ میں ایسا ہے کہ جیسے نبی اپنی امت میں۔ اور شیخ اپنی قوم میں ایسا ہے، اس لئے کہ ان کو دین

سکھانا ہے، جیسے ہر نبی نے اپنی امت کو دین سکھایا۔ اور شاگرد پر اس شخص کا حق ہے جس نے اسے بھلائی سکھائی ہو، اگرچہ ایک حرف سہی، یہ ہے کہ ظاہر و باطن میں اس کی عزت کرے۔ کیونکہ وہ اس کے لئے باپ کی مثل ہے، بلکہ اس سے بہتر ہے۔

حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے،

رَوَى عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ إِنَّمَا أَنَا لَكُمْ مِثْلُ الْوَالِدِ.

نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ میں تمہارے لئے ابا ہوں جیسے بیٹے کے لئے باپ۔

ایک اور حدیث شریف میں آیا ہے،

وَفِي آخِرِهِ أَنَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ خَيْرُ الْأَبَاءِ مَنْ عَلَّمَكَ وَسَبَبُ ذَلِكَ أَنَّ الْمَعْلَمَ يَقْضِي الْإِنْقَازَ مِنْ نَارِ الْآخِرَةِ وَهُوَ أَهْوَى مِنْ إِنْقَازِ الْآبَوَيْنِ لِوَلَدِهِمَا مِنْ نَارِ الدُّنْيَا وَلِذَلِكَ كَانَ حَقُّ الْمَعْلَمِ أَكْثَرَ مِنْ حَقِّ الْوَالِدَيْنِ فَإِنَّهُمَا وَإِنْ كَانَا سَبَبَيْنِ لِلْوَجُودِ، وَ الْحَيَاةِ الْفَانِيَةِ لَكِنَّ لَوْلَا الْعِلْمُ وَإِفَادَتُهُ مَا هُوَ سَبَبٌ لِلْحَيَاةِ الْآخِرِيَّةِ الدَّائِمَةِ لَسَاقَ مَا حَصَلَ مِنْ جَهَنَّمَ إِلَى إِهْلَاكِ الدَّابِوِ. ثُمَّ أَنَّهُ لَمَّا كَانَ مِثْلَ الْآبِ يَلْزَمُهُ أَنْ يَجْرِيَ مَتَعَلِّمًا فَجَرَى ابْنِهِ يَشْفِقُ عَلَيْهِ وَيَمْنَعُهُ مِنْ تَجَاوُزِ مَرْتَبَتِهِ إِلَى مَرْتَبَةٍ لَمْ يَسْتَحِقَّهَا وَلَمْ يَجِبْ أَوْانْهَازِ يَبِينُ لَهُ أَنَّ الْمَقْصُودَ مِنَ الْعِلْمِ تَحْصِيلُ سَعَادَةِ الْآخِرَةِ.

نبی علیہ السلام نے فرمایا، اچھا باپ وہ ہے جو سچے کو علم سکھائے۔ اور سبب اس کا یہ ہے کہ استاد آخرت کی آگ سے بچاتا ہے۔ اور یہ دنیا کی آگ سے ماں باپ کا اپنے بچے کو بچانے سے زیادہ اہم ہے۔ اور اسی واسطے اپنے ماں باپ کے حق سے استاد کا حق

زیادہ ہے۔ کیونکہ ماں باپ اگر پھر وجود اور حیات فانی کے سبب ہیں۔ لیکن اگر استناد کی تعلیم نہ ہوتی، کہ جو حیات اخروی دائمی کا سبب ہے، تو بیشک جو ماں باپ کی طرف سے حاصل ہوا ہے، ہمیشہ ہلاکت کی طرف لے جاتا۔ پھر جب وہ بجائے باپ کے ہوا تو اس کو لازم ہے کہ شاگرد کو بجائے بیٹے کے سمجھے اور اس پر شفقت کرے۔ اور اپنے مرتبے سے ایسے مرتبے کی طرف بڑھنے سے منع کرے، جس کا وہ ابھی مستحق نہیں ہوا۔ اور اس کا ابھی وقت نہیں۔ اور اس سے بیان کر دے کہ علم سے مقصود سعادت اخروی ہے۔ ریاست اور عزت نہیں۔

حکایت

چنانچہ حکایت ہے کہ حضرت ابو یوسف نے جب ایک مدرسہ تدریس کے واسطے بلا اطلاع حضرت امام ابو حنیفہ کے مقرر کیا، تو امام ابو حنیفہ نے ان کے پاس آدمی بھیجا تاکہ ان سے چند مسائل پوچھ آئے۔ ان میں سے ایک مسئلہ یہ پوچھا تھا، کہ دھوبی نے کپڑے سے انکار کر دیا۔ مگر پھر دھو کر لے آیا۔ کیا وہ دھلائی کا مستحق ہے یا نہیں۔ ابو یوسف نے کہا کہ مستحق ہے۔ اس شخص نے کہا کہ غلط ہے۔ پھر کہا مستحق نہیں ہے۔ پھر اس شخص نے کہا کہ غلط کہا ہے۔ پس ابو یوسف حیران رہ گئے۔ تب اس شخص نے کہا کہ اگر انکار سے پہلے دعو چکا ہے، تو اجرت کا مستحق ہے، ورنہ نہیں۔ اور اسی طرح سے جتنے مسائل کا جواب دیا، سب میں غلطی پکڑی۔ تب ابو یوسف کو اپنی کوتاہی معلوم ہوئی۔ پس امام صاحب کے پاس حاضر ہوئے اور جب وہ آئے تو ابو حنیفہ نے کہا کہ نہیں لایا تم کو مگر دھوبی کا مسئلہ۔ بے شک تو نے انکو پختگی سے پہلے توڑے۔

سبحان اللہ! کہ ایک شخص مدرسہ قائم کر کے اللہ کے دین میں گفتگو کرے، اور اس کا ایک مسئلہ ٹھیک نہیں جانتا۔ پھر فرمایا کہ جس کو یہ خیال ہو کہ علم سیکھنے کی مجھ کو حاجت نہیں، تو اپنے اوپر سوئے۔ اور ان کے الگ ہو جانے کا سبب موافق بیان مناقب کر دی کہ یہ پورا

تھا کہ وہ سخت بیمار ہوئے اور امام ان کی عیادت کو گئے۔

اور فرمایا کہ مجھ کو اپنے بعد تجھ سے مسلمانوں کے حق میں بڑی امید تھی۔ البتہ تو مر گیا تو بہت بڑا علم مر جائے گا۔ پس جب وہ اچھے ہو گئے، تو اپنے دل میں خوش ہوئے اور مدرسہ تیار کیا۔ اور یہ نہ سمجھے کہ امام کے اس قول میں کہ مجھ کو اپنے بعد مسلمانوں کے لئے تجھ سے بڑی امید تھی، اشارہ ہے کہ شاگرد کو نہ چاہئے کہ خود، اپنے استاد کے زمانہ میں بغیر اس کی اجازت کے مستقل ہو جائے۔ پس جب ان کو اپنا قصور ثابت ہو گیا، تو وہ مجلس چھوڑ دیا اور ابو حنیفہ کے پاس آکر ان کی شاگردی شروع کر دی۔

ابن مبارک کہتے ہیں کہ آدمی ہمیشہ عالم رہتا ہے، جب تک علم حاصل کرتا رہے۔ پس جب یہ گمان کیا کہ میں سیکھ چکا تو اب جاہل ہو گیا۔

حضرت امام غزالی نے اجیاء العلوم میں کہا:

كُلُّ مَنْعَلِمٍ اسْتَبَقَ لِنَفْسِهِ ذَا يُؤَدِّعُ اِخْتِيَارًا وَاوَدَّ اِخْتِيَارَ الْمُعَلِّمِ
فَاَحْكَمُ عَلَيْهِ بِالْخُسْرَانِ هـ جو شاگرد، استاد کی رائے اور اختیار کے علاوہ اپنی کوئی رائے اور اختیار قائم کرے، تو اس پر نقصان پانے کا حکم لگاؤ۔

لیکن اسے استاذ کے حقوق کی نسبت فوقیت کی اور دلیل بیان کرتا ہوں، کہ اگر استاذ کا حق ہر شاگردانِ خود نہ ہوتا تو حضرت وحی جبرائیل حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی تعظیم و تکریم بجا نہ لاتے۔ لیکن حضرت وحی جبرائیل کو خداوند کریم نے عقل کلی و علم باطنی سے بہرہ مند کیا ہوا تھا۔ تو پھر باوجود اس عقلی کلی و علم باطنی کی دانش سے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی تعظیم بجا لائے تو معلوم ہوا کہ حق استاذ فرض عین ہے۔ خصوصاً وہ تعلیم جو حضرت وحی جبرائیل کو روحانی تھی۔ تو پھر حضرت وحی جبرائیل نے روحانی تعلیم کے ذریعے سے حق استاذ حضرت ابو بکر صدیق کا اپنے اوپر فرض سمجھ لیا۔ اور جو لوگ تعلیم لسانی علم شریعت کی حاصل کرنے میں، تو پھر کہتے ہیں کہ ہم پر

استاذ کا کوئی حق ثابت نہیں ہے۔ نَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ هَذِهِ الرَّجَالِ۔

حضرت جبرائیل اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہما کی استاذی اور شاگردی کا فقہ پورے طور سے بے تمثیل کے کتاب ملفوظاتِ نظامیہ میں درج کر چکا ہوں۔ جاننا چاہئے کہ شاگرد اپنے استاذ اور مشائخ کے علم ظاہری و باطنی کی نسبت اپنے آپ کو خاکستر سے کم جانے، اور ظاہر و باطن سے اپنے استاذ کی تعظیم بجالانے، اور یہ بھی گمان نہ کرے کہ میں اپنے مشائخ سے درس توحید و معرفت ملے کر چکا ہوں۔ اب مجھے بھی عمدہ مشائخ کا ہونا چاہئے۔ نَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْهَا۔

اگر یہ خیال کسی کے دل میں ذہن نشین ہوا تو وہ درط ضلالت میں غرقاب ہوا۔ ایسا ہی اگر ظاہری علم کی نسبت شاگرد نے دہم و خیال کیا کہ میں اپنے استاذ سے درس شریعت ملے کر چکا ہوں۔ اب مجھے بھی عمدہ فضا و مفتیانہ ہونا چاہئے کہ ایسے دہم کے مطابق سوائے خذلان کے اور کچھ حاصل نہ ہوگا۔ اے شخص تو اپنے آپ کو لومڑی سے کمتر جان۔ اور اپنے استاذ اور مشائخ کو جنگلی شیروں سے زیادہ تر جانا چاہئے۔ پس جنگلی شیروں کے مقابلہ میں عاجز لومڑی کا کیسا ہی قدر ہوتا ہے۔ اور اسی کی نسبت حضرت مولانا روم فرماتے ہیں، کہ اگر تیرے گوشِ دل ہیں تو ذرا حضرت مولانا روم کے کلام کی گوشگذاری کنی چاہئے، جو کہ ظاہری مثال حضرت مولانا روم ایک موش اور ایک شتر کی نسبت بیان کرتے ہیں۔ لیکن موش سے مراد مولانا روم جو قوف شاگرد کی پکڑتے ہیں۔ اور شتر سے مراد مرشد کامل پکڑتے ہیں۔ فافہم۔

تمثیلِ مشنوی شریف حضرت مولانا رومؒ

موش کے در کف ہمارا شترے در رבוד و شد رواں او از مرے
اشتر از چستی کہ با او شد رواں موش غزو شد کہ ہستم پہلواں

بر شتر زد پر تو اندیشہ اش
 تا بیا مدبر لب جوئے بزرگ
 موش آنجا ایستادہ و خشک گشت
 این توقف چیت حیرانی چرا
 تو قلاؤزی و پیش آہنگ منہ
 گفت ایں آہے تگر فاست و عمیق
 گفت اشتر تا بہ بینم حد آب
 گفت تا زانو ست آب اے کور موش
 گفت موش پشت مارا اژدہا است
 گر ترا تا زانو است اے پر ہنز
 گفت گستاخی مکن بار دگر
 تو مری با مثل خود موشان کن
 گفت تو بہ کرم از بہر خدا
 رحم آمد مر شتر را گفت ہین
 این گذشتن شد مسلم مر مرا
 چوں پیمبر نیستی پس رو براہ
 تو رعیت باش چوں سلطان نہ
 چوں نہ کامل و کامل تنہا میگردد
 چونکہ آزادیت نامد بندہ باش
 اَنْصِتُوا را گوش کن خاموش باش
 در بگوائے شکل استفار گو
 گفت بنمایم ترا تو باش خوش
 کاندرو گشتے زبون بیل سترگ
 گفت اشتر اے رفیق کوہ و دشت
 پا بنہ مردانہ اندر جوئے را
 در میان راہ مباحش و تن مزین
 من ہی ترسم ز عرقاب اے رفیق
 پا درو بہناد آں اشتر شتاب
 از چہ حیران گشتی و رفتی ز ہوش
 کہ ز زانو تا بہ زانو فرق ہا است
 مر مر اصد گز گزشت از فرق سر
 تا نسوزد جسم و جانیت زین شرہ
 با شتر موش را نبود سخنہ
 بگذران زین آہ مہلک مر مرا
 بر جہ و بر گودیان من نشین
 بگذرانم صد ہزاراے چوں ترا
 تا رسی از چاہ روزے تو بجاہ
 تک مراں چوں مرد کشتیباں نہ
 دست خوشیے باش تا کردی خیر
 ہیں مپوش اٹلس برود در زندہ باش
 چو زبان حق ز گشتی گوش باش
 باشنشا اے تو مسکین دار گو

ابتدائے کبر و کین از شہوت است
 چوں ز عادت گشتہ محکم خوئے پید
 چوں کہ تو گل خوار گشتی ہر کہ او
 بت پرستان چونکہ خوابت کنند
 چونکہ کرد ابلیس خو با سردری
 کہ بہ از من سرور دیگر بود
 سردری زہراست جز آل روح را
 کوہ اگر پر مار شد با کے مدار
 سردری چوں دماغت را ندیم
 چوں خلاف خوئے تو گوید کے
 کو مرا از خوئے من برے کند
 چوں نہ باشد خوئے بد مرکش درد
 چوں نہ باشد خوئے بد محکم شدہ
 با مخالف امدار اے کند
 زانکہ خوئے بد بگشت استوار
 مار شہوت را بخش در ابتدا
 لیک ہر کس مور بیند مار خویش
 تا نشد زرمس نداند من مسم
 خدمت اکبر کن سے مس دار تو
 کیست دلدار اہل دل نیکو بدال
 عیب کم گو بندہ اللہ را
 راستی شہوت از عادت است
 خشم آید بر کسے کت واکشد
 واکشد از گل ترا باشد عدو
 مانعان بتاں را دشمن سے اند
 دید آدم را بہ تحقیر از خری
 تاکہ او مسجود چوں من کے شود
 کہ بود تریاق لانے ز ابتدا
 کہ بود اندر دروں تریاق زار
 ہر کہ او بشکست شود خصم قدیم
 کیند ما نیزد ترا با او سے
 خویش را بر من چو سردر میکند
 کے فرزد از خلاف آتش درد
 کے فرزد از خلاف آتش کہہ
 در دل خویش را جامے کند
 مور شہوت شد ز عادت ہم چوار
 در نہ اینک گشتہ مارت اڑھا
 تو ز صاحب دل بکن استفسار خویش
 تا نشد شہ دل نداند مفسم
 جوئے کش لے دل از دلدار تو
 کہ چوں روز و شب جماند از جہاں
 متہم کم کن بد زوی شاہ ما

در نہ باشی بیچ بیچ از بیچالہ
پس برو ہر دیر باشی مستہاں

بد مذہبوں و متن پرستوں کا بیان

جاننا چاہئے کہ زمانہ حال میں اکثر طائفوں نے رندوں غیر مذہب سخت غداروں سے مخلوقات کو گمراہ کرتے ہیں۔ اور ان کا پیشہ قول و فعل کا یہ ہے کہ جو شخص امورِ استغناء فریضہ نماز حج زکوٰۃ روزہ ماہ رمضان المبارک وغیرہ ریاضاتِ نفلیہ و عبادات بجالاتا ہے، تو رندوں کا طائفہ ان کا دشمن ہوتا ہے۔ تو وہ کہتے ہیں کہ ظاہری علوم میں بے مقصود گرفتار ہیں مگر باطن کی ان کو کچھ ذرا بھی خبر نہیں ہے۔ اور جب رندوں کے طائفہ کو کہا جاتا ہے کہ نامشروعات قبیلہ باتوں اور کاروبار سے باز آ جاؤ اور خدا پاک کے وعدہ نیت کو تسلیم کر کے رسول مقبول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی تصدیق کر کے امورِ استغناء فریضہ کو یعنی نماز روزہ وغیرہ احکامِ شرعیہ کو پورے طور سے بجالاؤ، تو نائبِ رسولیہ کو مخاطب ہو کر کہتے ہیں کہ اے ملا! تمہارا کاروبار ظاہری جسم سے ہے، جیسا کہ تم ظاہری علوم دینیہ میں گرفتار ہو۔ اور ہمارا کام صرف باطن ہی ہے۔ اور باطن میں ہر وقت خدا پاک سے دہل رہتے ہیں۔ پس کہتے ہیں کہ اے ملا! تم لوگ فقر سے بے خبر ہو۔ کہ ہمارے ساتھ کسی قسم کی گفتگو نہیں کرنی چاہیے۔ اور گاہ گاہ اپنے آپ کو خدا بھی کہلاتے ہیں۔ اور جو نیکی بدی اور جہاں وارد ہوتی ہے، تو اس کے مالک بن بیٹھے ہیں۔ اور کبھی کبھی حقہ نوشی بد مذہب کرنے ہوئے خدا تعالیٰ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو برا کہتے ہیں۔ لیکن باوجود ان اوصافِ قبیلہ کے اپنے آپ کو ادباً بھی کہلاتے ہیں۔ نعوذ باللہ منہا۔ کہ اس گمراہ طائفہ کو کسی سے بھی جیسا نہیں آتی کہ کس طرح قبیلہ اوصاف کی نسبت

ادیائی کا دعویٰ کرتے ہیں۔

جب طائفہ رندوں سے سوال کیا جاتا ہے کہ تم کون سا طریقہ رکھتے ہو تو پھر کہتے ہیں کہ طریقہ قادریہ حضرت غوث الاعظم کا ہم رکھتے ہیں۔

اس بات کو تو غور سے ذرا خیال کرنا چاہئے کہ یہ بے جا بد مذہب کس طرح سے اپنے افعال فلیحہ اور بد فعلیوں کو حضرت غوث الاعظم کی جانب اطلاق کرتے ہیں۔ اور یہ نہیں جانتے کہ حضرت غوث الاعظم کا اسم مبارک حضرت محی الدین کیوں رکھا گیا ہے۔ اس لئے کہ انہوں نے رسولی دین مبارک کو زندہ کیا ہے، تو پھر محی الدین اسم مبارک رکھا گیا ہے، تو یہ رندوں کا طائفہ دین کی بنیاد کو گرانے والے اور شریعت کو قطع کرنے والے ہیں۔ تو پھر کس طرح کہتے ہیں کہ ہم قادری ہیں۔

حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ نے کیسی ہی سخت عبادات اور ریاضات شاقہ کی ہیں کہ ایسی عبادات اور ریاضات کرنے کی زمانہ حال میں انسانوں میں سے کسی انسان کو طاقت نہیں ہے۔ مگر ایسی شاقہ عبادات، زہد و ریاضات کرنے کی فرشتوں کو بھی طاقت نہیں ہے کہ حضرت غوث الاعظم محبوب النبی کی طرح عبادات الہی کو کما حقہ بجا لائیں، تو پھر یہ رندوں کا طائفہ ایسی شاقہ عبادات، زہد و ریاضات فرضیہ و نفیہ کو ترک کر کے کس طرح سے حضرت غوث الاعظم قطب ربانی کی دامنگیری کا دعویٰ کرتے ہیں۔

لیکن یہ ان کا محض بہتان ہے کہ حضرت سلطان غوث الاعظم نے ایسی شاقہ عبادت کی تھی کہ اکثر معتبر کتابوں میں لکھا ہوا پایا ہے کہ حضرت محبوب سبحانی قطب ربانی مولانا شیخ سلطان سید محمد عبدالقادر الجیلانی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ ابتدائے عمر سے چالیس برس تک ہماری عبادت کا یہ حال تھا کہ تمام رات سے ایک دم بھر بھی بستر خواب پر آرام نہ کرتے تھے اور عشاء کے وضو سے فجر کی نماز ادا کی جاتی تھی اور رات بھر میں کبھی اتفاقاً بول و غائط وغیرہ کا نہ ہوتا تھا کہ جس کے باعث وضو ٹوٹ جانا ظہور میں آتا۔ اور روزمرہ کا یہ طریق

تھا کہ جب عشا کی نماز ادا کر لیتے، تو ایک پاؤں پر کھڑے ہو کر قرآن شریف کا ختم شریف کر کے پھر تہجد کی نماز پڑھی جاتی تھی۔ پھر صبح تک ذکر نفی و اثبات اور مراقبہ میں وقت بسر کر کے پھر صبح کی نماز ادا کی جاتی تھی۔ اور دن بھر طلباء و معلم کی تعلیم و تلقین میں گذتا، کہ جس سے ہزاروں لوگ فیض پاتے۔ غرضیکہ تمام رات خالق کی عبادات اور سارا دن خلقت کی خدمت میں گذر جاتا تھا۔ مگر آپ کھانے پینے کی طرف توجہ بہت کم فرماتے تھے۔ لیکن چالیس چالیس روز کا روزہ رکھتے تھے۔

فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ ہم ایک ویرانہ جنگل میں اور عبادات الہی میں مصروف و مشغول تھے تو ایک نورانی شخص ہمارے پاس آیا۔ اس نے کہا کہ تم کسی سے محبت کرنا چاہتے ہو؟ ہم نے کہا کہ جو کوئی بندہ سے دوستی کرے گا، بندہ بھی اسی کا دم بھرے گا۔ اس نے کہا کہ بہت بہتر اگر آپ سچی محبت کے طالب ہو تو جب تک میں پھر نہ آؤں، تم یہاں ہی ٹھہرے رہنا۔ یہ کہہ کر وہ چلا گیا۔ اور ہم اس کی انتظار میں ایک سال تک وہاں ٹھہرے رہے۔ جب سال گذرنے کے بعد وہ شخص واپس آیا تو پھر وہی کلمہ کہہ کر واپس چلا گیا۔ جب تیسری مرتبہ آیا، تو کھانے کا طبق ہمراہ لایا۔ اور کہا کہ بے شک تم پورے دوست یعنی دوستی کے پورے ہو کہ میں حضرت پر اور خدا کی طرف سے مامور ہوں کہ تمہارے ساتھ کھانا کھاؤں۔ چنانچہ ہم دونوں نے مل کر کھانا کھایا۔ اور ان تین سال کے عرصہ گذشتہ میں خوراک اور قوت ہمارے جسم کی صرف ذکر الہی تھا۔ اور نہ طبیعت کھانے کی طرف مائل ہوتی تھی۔

اور نیز روایت ہے کہ فرمایا حضرت غوث الاعظم محبوب سبحانی نے کہ ایک مرتبہ عبادت اور زہد ریاضات شاذہ کی وجہ سے، ہم نے اپنے خدائے پاک کے ساتھ یہ عہد کیا کہ کھانا نہ کھاؤں گے۔ کہ جب تک کوئی لقمہ اٹھا کر ہمارے منہ میں نہ رکھے گا۔ اور یہی نہ پیشیں گے، جب تک کوئی جام پانی کا ہمارے منہ کو نہ لگائے گا۔ اس کے بعد اسی حالت میں چالیس روز گذر گئے۔ اکتالیسویں روز ایک شخص نے کھانا لاکر ہمارے روبرو رکھا۔ ہر چند نفس نے اس وقت چاہا کہ لقمہ اٹھاؤں

مگر ہم اسی طہ پر قائم رہے۔ اور نفس کی خواہش پر کچھ خیال نہ کیا۔ نفس نے فریاد و زاری شروع کی اور الجوع الجوع نفس نے پکارا۔ اس وقت شیخ مولانا ابو سعید مخدومی قدس سرہ سر راہ چلے جاتے تھے۔ ہمارے نفس کی فریاد سن کر بولے کہ یہ کس مظلوم کی فریاد ہے، آواز ہے۔ ہم نے کہا کہ یہ ہمارے نفس طماع و گرسنہ کی آواز ہے۔ اگرچہ یہ بے قرار ہے مگر روح ہمنوز برقرار ہے کہ وہ طالب دیدار دلدار ہے۔ شیخ نے فرمایا کہ اپنے نفس کو مت ستاؤ اور ہمارے ہمراہ چلے آؤ۔ ہم نے جانے میں تامل کیا۔ اتنے میں حضرت حضرت تھے۔ اور کہا کہ چلو، شیخ تمہارے آنے کے منتظر ہیں۔ پس ہم شیخ کے گھر گئے۔ دیکھا کہ شیخ دروازے پر ہمارے آنے کا انتظار کر رہے ہیں۔ ہم کو دیکھ کر مہینے اور فرمایا کہ ہمارا کہنا تمہارے واسطے کافی نہ تھا کہ خضر کو تم نے تکلیف دلائی۔ شیخ ہم کو اپنے مکان میں لے گئے۔ اور کھانا لاکر اپنے ہاتھ سے کھلایا، پانی پلایا۔ جب نفس کی خواہش پوری کی تو ہم کو اپنی بیعت سے سرفراز کر کے خرقہ نقر کا پہنایا۔ اور رخصت کیا۔

اور نیز روایت ہے کہ حضرت ابوالعباس سے ایک روز حضرت خضر حضرت غوث الاعظم کی محفل میں تشریف لائے۔ اور توحید کے مسائل میں گفتگو شروع کی۔ پہلے آپ حضرت خضر کے سوالات کے جوابات دیتے رہے۔ پھر انہوں نے سوالات شروع کئے۔ تو حضرت خضر جواب ہو گئے۔ حضرت غوث الاعظم نے منہم ہو کر فرمایا کہ آپ کو علم الہی میں بڑا دعویٰ تھا۔ یہاں تک کہ آپ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کہا تھا اَسْوَ اَقْلَ لَكَ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيعَ مَعِيَ صَبْرًا اب آؤ تم خضر ہی ہو اور میرا امتیاز مجھ ہی سے ہے ایک دلی ہوں۔ اور دیکھو کہ میرا گھوڑا زین کی ہوا اور کان زرو کی ہوئی ہے۔ توحید کے میدان میں کیا جولان دیتا ہوں۔ اور امید رکھتا ہوں کہ تم میرے روبرو نہ ٹھہر سکو گے کہ جس طرح نے حضرت موسیٰ تمہارے روبرو دھڑکے تھے۔ حضرت خضر یہ تقریر سن کر حیران ہوئے۔

اے دل سن گئیں! ذرا بیدار ہو۔ کہ تجھ کو کس طرف جانا تھا، اور اپنے گھوڑے کو تیز رفتاری

سے کہ ہر کوئی جا رہا ہے۔ اور تم اپنے گھوڑے کی باگ ڈور کو اپنے اصلی قصہ کی طرف موڑو کہ جو زندوں کا طائفہ ہے۔ اور ان سے جذبات شیطانی کے ذریعے سے جو خوارق عادات ظاہر ہوتے ہیں۔ پس خوارق عادات کو زندوں کے تابعدار کرامت جانتے ہیں۔ حالانکہ یہ بے خبر یہ نہیں سمجھتے کہ یہ کرامت نہیں ہے۔ بلکہ اسنادِ کرامت ہے۔ اسی واسطے کہ حضرت محبوب سبحانی قطب ربانی سید محمد عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ ایک ند کی نسبت اعلان کرتے ہیں۔

نقل ہے کہ آباد کی گردنواح میں جو کہ ایک ٹکڑا ابغداد شریف کا ہے۔ ایک کافر بہت ہی مالدار ذمی عزت شان و شوکت، جاہ و حشمت کا تھا۔ اور دین اسلام کے قبول کرنے سے انکار کرتا تھا، اور اہل اسلام سے ضد اور عناد رکھتا تھا۔ اور ایک اہل اسلام سے بہت سالشکر ہمراہ لے کر کافر کے اوپر چڑھائی کر کے، مقابلہ کرتے ہوئے اس کو مغلوب کر لیا۔ تو پھر اہل اسلام حاکم نے اس کو کہا کہ تو دین اسلام کو قبول کرے گا تو بہتر، ورنہ تجھ کو فوراً قتل کیا جائے گا، تو اس کافر نے اہل اسلام کے حاکم کو جواب دیا کہ بر من ستم و جفا کشی تم نہ کرو۔ اور میرا آپ کے ساتھ یہ عہد و پیمان ہے کہ جب تک اہل اسلام کے دیوں سے کوئی دلی مجھ پر کرامات ظاہر نہ کریں گے، تب تک میں اسلام کو قبول نہ کروں گا حتیٰ کہ آپ پہلے ہی مجھے قتل کر دیں۔ آخر الامر حاکم اہل اسلام نے مجبور ہو کر حضرت محبوب سبحانی غوث الاعظم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر حمد و حقیقت بیان کر کے عرض کی کہ یا حضرت! ایک کافر نے میرے ساتھ یہ عہد و پیمان کیا ہے کہ جب تک اہل اسلام کے دیوں سے کوئی مجھ پر کرامت ظاہر نہ ہوگی، تب تک میں دین اسلام کو قبول نہ کروں گا۔ جب حضرت غوث الاعظم نے احاکم اہل اسلام کا یہ تمام ماجرا سنا تو پھر آپ نے گزشتہ اولیاء سالکین زندوں اور مدفون شدہ کی طرف باطنی رجوعات سے مخاطب ہو کر کہا، کہ اے دیو! ایک کافر نے یہ عہد و پیمان کیا ہے کہ جب تک اہل اسلام کے دیوں سے کوئی کرامت نہ دیکھوں گا، تب تک دین اسلام کو قبول نہ کروں گا۔ اگر تم کو روحانی طاقت موجود

ہے تو اس کافر کو باطنی قوت سے دین اسلام میں لے آؤ۔ تو حضرت محبوب سبحانی عنوث
 الاعظم باطنی رجوعات سے اس طرح مذاکرات کر رہے تھے، تو ناگاہ کیا دیکھتے ہیں کہ
 ایک رند مسجد شریف میں داخل ہوا، تو بے دریغ ہو کر باوجود بصد شان و شوکت سمعت
 جذبہ سے حضرت محبوب سبحانی سے حقہ طلب کیا۔ کہ جلدی سے حقہ پلاؤ۔ اور حضرت عنوث
 الاعظم نے اس وقت حقہ کشی و ہر ایک نشہ جات کے اسبابوں کو شکست کر کے ان کے
 استعمال کرنے کی بہت ہی سمعت ممانعت کی ہوئی تھی۔ اور آپ نے حقہ کشی اور اس
 کے علاوہ ہر ایک نشہ جات کی نسبت یہ حکم صادر کیا ہوا تھا کہ یہ سب نشہ جات صریحاً
 حرام ہیں۔ اسی وجہ سے ان کے اسباب بھی نیست و نابود کر دیئے ہوئے تھے۔ مگر مہمان
 کا خاطر آپ حیران ہوئے۔ اس حدیث شریف کے مطابق کہ اَكْرَمِ الْقَيْنِفِ دَلْوُ
 كَانَتْ كَاخِرًا۔ (رفا یا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کہ مہمان کی عزت کرو اگرچہ کافر ہی ہو)
 حضرت محبوب سبحانی متفکر ہی تھے، تو پھر رند نے ناگاہ بے دریغ سمعت جذبہ سے کہا، کہ
 امروز کسی حاجت مشکل کشائی کے واسطے دعا خیر صدکار ہے، تو ہم کو جلدی سے حقہ پلاؤ۔
 ایک جو لانا آپ کی خدمت مبارک میں کھڑا تھا، تو اس نے مؤدبانہ عرض کی کہ یا حضرت
 اگر آپ قصور کو معاف فرمائیں تو میں آپ کے مہمان کو حقہ کہیں سے لاکر پلا دوں، مگر اس
 کا دستباب ہونا دشوار ہے۔ اس لئے کہ آپ نے اس کے استعمال کرنے کی سمعت ممانعت
 کی ہوئی ہے۔ مگر یہ شرط ہے کہ اس مہمان کو حقہ پلاتے ہی آپ مجھے بھی درجہ عنوثیت
 تک پہنچا دیں۔ مگر آپ نے بافتدہ کے ساتھ وعدہ کیا کہ تو جس وقت رند مہمان سے کو
 حقہ پلائے گا تو پھر میں اس کو اسی وقت درجہ عنوثیت تک پہنچا دوں گا۔

پھر وہ بافتدہ سمعت تابندہ بہت ہی جلدی سے دوڑ کر تلاش کر کے حقہ لایا۔ اور
 اس رند کو پلا یا۔ تو پھر حضرت عنوث اعظم نے اپنے وعدے کے مطابق بافتدہ کو درجہ
 عنوثیت تک پہنچا کر واصل حق کر دیا۔ کہ جب علمائے دین مبین نے یہ ماجرا سنا کہ حضرت

غوث الاعظم نے رند مہمان کی خاطر داری کے لئے قبیلہ نشہ جات حقہ کشی وغیرہ جائز کر دیئے ہیں۔ اور بغداد شریف کے گرد و نواح کے علماء و فضلاء قافلہ در قافلہ دین نبوی کی حمایت کے لئے غیرت جوش و خروش سے اس رند کی زبرد تو بیخ کے لئے جمع ہو کر آنحضرت محبوب سبحانی کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ قدمبوسی حاصل کی کہ جب اس رند نے خبر پائی کہ علماء و فضلاء کچھ اس کو زبرد تو بیخ دینے کے واسطے آگئے ہیں۔ تو رند یہ سنتے ہی علمایان دینے منین کی ہلاکت کے واسطے بہت ہی غصہ میں آیا۔ اور علماء دین کی دہشت کے مارے شہر بغداد شریف کے ایک گوشہ میں بھاگ کر چلا گیا۔ تو حضرت محبوب سبحانی نے بقوت روحانی بہت جلدی سے اپنی پاپوش کو رند کی جگہ پھینک دیا۔ پھر وہ رند شہر کے دوسرے گوشہ کو چلا گیا، تو پھر آنحضرت غوث الاعظم نے اپنی دوسری پاپوش کو رند کی جگہ پھینک دیا۔ حتیٰ کہ تیسرے گوشے مسواک مبارک و بگوشہ چہارم شہر کے اپنے شانہ مبارک کو پھینک دیا، تو آنحضرت مولانا محبوب سبحانی نے بقوت روحانی معلوم کیا کہ رند بہت ہی سخت غصہ میں آکر علمائے دین کی ہلاکت کے واسطے ہوا میں آسمان کی طرف اُڑ گیا ہے۔ جب حضرت نے بقوت روحانی بجانب آسمان نظر فرمائی، کہ علمایان دین کی ہلاکت کے واسطے آفتوں اور بلاؤں کا، ہجوم چلا آتا ہے۔ تو پھر آنحضرت محبوب سبحانی نے اپنی تسبیح مبارک کو بظرف آسمان ہوا میں پھینک دیا۔ تو وہ آفات و بلیات نازل شدہ غائب ہو گئیں۔ اور اس تسبیح مبارک نے رند کو مارتے مارتے ہی زیر دست کرتے ہوئے زمین پر گرا دیا کہ جب علمایان دین نے یہ ماجرا دیکھا، اور سنا تو آنحضرت غوث الاعظم کی خدمت بابرکات میں عرض کی کہ آپ نے اتنی اشیاء کیوں پھینکی تھیں۔ یہ کیا وجہ ہے۔ آپ ہمیں بھی ذرا آگاہ فرمائیں۔

تو پھر آپ نے زبان مبارک سے ارشاد فرمایا کہ میں نے تسبیح مبارک اور وغیرہ وغیرہ اشیاء اس لئے پھینکی تھیں کہ تم اس رند کی اذیت سے محفوظ رہ جاؤ۔ اگر میں اپنی اشیاء کو نہ پھینکتا تو اس رند نے استدرج کے ذریعہ سے تمام شہر اور تمہاری ہلاکت کے واسطے

قصہ کیا ہوا تھا۔ اسی واسطے میں نے اپنی اشیاء کو پھینک دیا تھا۔ تو پھر آنحضرت نے اس زند کو مغلوب کر کے قافلہ اولیائے بغداد شریف کو بمعہ زند کے کرامت کے ظہور کرنے کے لئے اس کافر کی طرف بھیجا۔ تو پھر یہ قافلہ اولیاء بمعہ اس زند کے اپنی کرامات کا ظہور کرتے ہوئے اس کافر کے پاس پہنچے۔

اس کافر نے اپنی لڑکی ثانی حور و پری کو راستہ دہراستہ زیورات سے کر کے ادلیاؤں کی فریب بازی کے واسطے رکھی ہوئی تھی۔ تو پھر تمام اولیاء الگ الگ اپنی اپنی کرامات کا ظہور کرتے ہوئے اس کافر کے سامنے آتے تھے، لیکن اس لڑکی کے جمال کو دیکھتے ہی مدہوش ہو جاتے تھے۔ آخر الامر زند کی نسبت پہنچی، تو وہ بھی لڑکی کے جمال سے مدہوش ہو گیا۔ تو جس وقت آنحضرت محبوب سبحانی نے بقوت نظر روحانی باطنی، معلوم کیا کہ کافر نے قافلہ اولیاء کو بمعہ زند کے فریب اور دھوکا بازی سے مغلوب کر دیا ہے، تو فوراً آنحضرت شیخ سلطان محمد محی الدین بہ زور کرامت اور قوت باطنی سے کافر اور اس کی دختر کی طرف باطنی توجہ کرنے والے ہوئے، مگر آپ نے اپنے عبادت خانے ہی سے مرتبہ کے ذریعہ سے باطنی توجہ فرمائی، تو ناگاہ کافر کی لڑکی مثل حور و پری نے اپنے باپ کو کہا، کہ اس جگہ میں آنحضرت غوث الاعظم کی اولاد گرامید نامیہ میں سے کوئی تشریف آور ہوا ہے یا کہ آنحضرت خود یہاں تشریف لائے ہوئے ہیں۔ اس واسطے کہ ہم کو اپنی پشت سے خوشبو آرہی ہے۔ تو پھر ناگاہ آنحضرت غوث الاعظم اس لڑکی پر باطنی طور سے جلوہ گر ہوئے تو وہ لڑکی حیرت زدہ ہو کر کھڑی ہو گئی۔

پھر آپ نے بزور کرامت و قوت روحانی جذبہ باطنی سے فوراً مخاطب ہو کر فرمایا کہ اے بی ادھر آؤ۔ پھر اس لڑکی نے ندا مبارک مؤثر شدہ کو گوش گزار کیا۔ صرف یہی آواز مبارک سننے ہی شائقانہ طور سے فریفتہ ہو کر فوراً دین اسلام کو قبول کر لیا، تو پھر اس لڑکی نے قرآن شریف کو نوک زبان سے الف سے لے کر والناس تک حافظ قاریوں کی مانند آنحضرت غوث

الاعظم کو مسناد دیا۔ مگر یہ صرف آنحضرت غوث الاعظم کی باطنی کرامات کا نوز ظہور میں آیا۔
 تو پھر اس کافر نے جب یہ باطنی جذبہ آنحضرت غوث الاعظم کا دیکھا تو ہمہ جملہ متعلقان
 اور رند کے بہت جلدی سے بشرف اسلام مشرف ہوئے۔ فافہم واللہ اعلم بالصواب۔

سالک اور احمق میں فرق کا بیان

شائقان بزرگان اہل طریقہ کی خدمت میں عرض کی جاتی ہے کہ سالک میں کون سے اوصاف
 حمیدہ پائے جاتے ہیں۔ اور احمق میں کون سے اوصاف برے ہیں۔

سالک سے مراد ہوشیار و رامورات دینیہ متینہ محمدیہ کو مجالس الابراہ و لے کا قول
 پکڑتے ہیں۔ اور ہمارے نزدیک یہی صحیح اور درست نہ ہے۔ سالک سے مراد مرد ہوشیار
 و رامورات دینیہ متینہ ہے جیسا کہ آنحضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم فرماتے ہیں۔
 قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْكَيْسُ مَنْ دَانَهُ نَفْسُهُ وَعَمِلَ
 لِمَا بَعْدَ الْمَوْتِ وَالْعَاجِزُ مَنْ اتَّبَعَ نَفْسَهُ هَوَاهَا وَتَمَنَّى عَلَى اللَّهِ.
 انفرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ہوشیار مرد وہ ہے جو اپنی جان کو ذلیل رکھے اور
 آخرت کے واسطے عمل کیا کرے۔ اور احمق وہ ہے کہ اپنے نفس کو مراد ہو سس کے پیچھے لگائے
 اور اللہ پاک سے آرزو میں کیا کرے۔

یہ حدیث شریف مصابیح کی حسن حدیثوں میں سے ہے۔

شہاد بن اوس کی روایت ہے اور اس کے یہ معنی ہیں کہ عاقل وہ ہے جو اپنے نفس پر
 غالب رہے، اور اس کو دبلے اور محاسبہ کرے اور دیکھے کہ آخرت کے لئے کیا عمل کیا ہے۔
 پس اگر بانیے کہ نیک عمل کیا ہے تو خدا تعالیٰ کا شکر ادا کرے۔ اور زیادتی کی کوشش کرے۔
 اور اگر اس کو پائے کہ بڑا کام کیا ہے، تو توبہ و استغفار میں مشغول ہو جائے۔ اور طاعات کی

طرف متوجہ ہو کر اپنے حال کی درستی کرنے میں جو میدان قیامت کی گھاٹیوں سے نجات دینے والی اور موت کے بعد بلند درجوں پر پہنچانے والی ہیں۔ اور بے وقوف وہ ہے کہ جس پر نفس غالب آئے۔ اور وہ اس کا تابع ہو جائے۔ اور نفس جو چاہے محرمات و منہیات میں سے اس کو دے اور اللہ پاک سے بہت ناگہمی کہ اس کو بخش دے۔ بلا توبہ و استغفار اور اپنا حال درست کئے بغیر جنت میں داخل کر دے کہ یہی غرور ہے۔

غزور اجماع العلوم میں حضرت امام غزالی کے بیان کے موافق نفس کا مطمئن ہو جانا ہے، اس چیز کی طرف، جو مواد ہو جس کے موافق ہو۔ مگر طبیعت اس کی طرف راغب ہو، بسبب شہد و شیطانی مکر کے۔ پس جو شخص کسی شہدہ فاسد سے یہ اعتقاد کرے کہ میں بھلائی پر ہوں۔ فی الحال یا آخر کو تو وہ دھوکے میں گرفتار ہے۔ اور اکثر لوگ اپنے دل اپنے حال کو بہتر سمجھتے ہیں۔ باوجودیکہ وہ خطاوار اور گنہگار ہوتے ہیں۔ پس وہ دھوکے میں ہیں۔ اگرچہ جہات اور طریقے دھوکے کے مختلف ہیں۔ اور ان کے درجے کم زیادہ ہیں۔ یہاں تک کہ بعض کا دھوکا بعض سے زیادہ ظاہر اور بہت ہوتا ہے۔ پس بعضے کو تو زندگی میں دھوکے میں ڈالا۔ اور بعضے کو اللہ پاک پر شیطان نے دھوکا دیا۔ پھر وہ لوگ کہ جن کو دنیا کی زندگی نے دھوکا دیا۔ یہ وہ لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ نقد ادھار سے بہتر ہے۔ اور دنیا تو نقد ہے۔ اور آخرت ادھار ہے۔ لہذا دنیا بہتر ہے۔ پس دنیا کا اختیار کرنا ضروری ہے اور یہ استدلال فاسد ہے۔ اور ابلیس کے قبائل کے مشابہ ہے کہ اس نے حضرت آدم کے حق میں کہا تھا کہ میں اس سے بہتر ہوں؛ کیونکہ مجھ کو بنایا تو نے آگ سے، اور اس کو بنایا خاک سے۔ اور انہیں لوگوں کی طرف اشارہ ہے بقول تعلق:

الَّذِينَ اشْتَرُوا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا بِالْآخِرَةِ فَلَا يَخَفُ عَنْهُمْ الْعَذَابُ
وَلَا هُمْ يَنْصَرُونَ۔ (جن لوگوں نے خریدی دنیا کی زندگی آخرت کے بدلے، سو وہ نہ ہلکا کیا جائے گا، ان سے عذاب اور نہ وہ مدد کئے جائیں گے۔)

اس دھوکے کا علاج نرے ایمان کی تصدین ہے یا تصدین برائی۔ پھر مبرے ایمان کی تصدین تو یہ ہے کہ ان آیات کی تصدین کرے جو کہ قرآن مجید میں آئی ہے۔ بقولہ تعالیٰ:

مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللَّهِ بَاقٍ ط (جو کچھ تمہارے پاس ہے ختم ہو جائے گا۔ اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے باقی رہنے والا ہے۔)

اور اللہ تعالیٰ کا یہ قول:

وَالْآخِرَةُ خَيْرٌ وَأَبْقَىٰ (اور آخرت بہتر ہے اور ہمیشہ باقی رہنے والی)۔
وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا مَتَاعُ الْغُرُورِ (اور نہیں ہے دنیا کا جینا، مگر غرور کا سامان)۔

پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی خبر کفار کو سنائی۔ انہوں نے سچ مانا۔ اور اس پر ایمان لائے۔ اور کوئی دلیل آپ سے طلب نہ کی۔ اور یہ ایسا ایمان ہے کہ عوام کو دھوکے سے نکال دیتا ہے۔ رہی تصدین برائی سو وہ یہ ہے کہ اس قیاس کے فساد کی وجہ معلوم کریں جو کہ ابلیس نے اپنے دل میں مرتب کیا تھا۔ کیونکہ جو ہر دھوکے میں آنے والے دھوکے کا سبب ہوتا ہے، وہ سب اس کی دلیل ہوتی ہے۔ اور ہر دلیل ایک طرح کا سبب ہوتا ہے، جو دل میں آتا ہے۔ اس پر اطمینان کا باعث ہوتا ہے۔ اگرچہ قیاس کرنے والے کو اس کی خبر نہ ہو۔ اور علماء کی عبارت میں اس کو مرتب کرنے پر فادر نہ ہو۔ پس وہ قیاس جو شیطان نے اس معزور کے دل میں مرکب کیا ہے، دو اصل سے مرکب کیا ہے۔ ایک تو یہ کہ دنیا نقد ہے، اور آخرت ادھار ہے۔ یہ تو صحیح ہے۔ اور دوسری یہ کہ نقد ادھار سے بہتر ہے۔ مگر یہ دھوکے کی جگہ ہے۔ کیونکہ مطلقاً نہیں ہے۔ بلکہ نقد اگر مقدار اور مقصود میں ادھار کے برابر ہو، تب تو نقد اس سے بہتر ہے۔ اور نقد کم ہو ادھار سے تو پھر نقد سے ادھار بہتر ہے۔ کیونکہ یہ معزور اپنی تجارت میں نقد ایک روپیہ خرچ کرتا ہے کہ دس روپیہ آئندہ کو حاصل کرے۔ اور یہ نہیں کہتا ہے کہ نقد ادھار سے بہتر ہے۔ اور ایسے ہی اگر طبیعت میوے

اور لذت کھانوں سے منع کر دے تو آئندہ کی تکلیف مرض کے خوف سے زوفی الحال چھوڑ دیتا ہے۔ اور سب تاجر دریا کا سفر کرتے ہیں، اور سفر کی مشقتیں بالفعل گوارا کرتے ہیں۔ آئندہ کے منفعت و آرام اور لذت کے لئے۔ پس جب آئندہ کے دس حال کے ایک سے بہتر ہوئے۔ اور ایسے آئندہ کے منفعت راحت اور لذت حال کے الم اور مشقت سے بہتر ہوئے۔ پس دنیا کی لذت اور راحت کو باعتبار زندگی کے آخرت کی مدت کے بہ نسبت اس پر قیاس کرے۔ کیونکہ انسان کی غایت سے غایت عمر سو برس کی ہوتی ہے کہ اس سے بہت کم بڑھنے پاتا ہے۔ اور مدت آخرت کی ہزاروں حصہ کا سوال حصہ بھی نہیں ہے۔ گویا کہ اس نے ایک کو دس لاکھ لینے کے لئے ترک کیا۔ بلکہ بے نہایت لینے کے واسطے تو باعتبار مدت کے ہے۔ اور باعتبار خوبی قسم کے سو دنیا کی لذتیں طرح طرح کی تکلیفوں اور سختیوں سے مکر رہیں۔ اور آخرت کی لذتیں صاف اور بے کدورت ہیں۔ لہذا اس کی غلطی اس قول میں صاف ظاہر ہوتی ہے، کہ نقد ادا سے بہتر ہے۔ تو اس وقت شیطان ایک اور قیاس کی طرف لوٹتا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ یقین شک سے بہتر ہے۔ اور دنیا تو یقینی ہے اور آخرت میں شک ہے۔ لہذا شک سے یقین کو ترک نہ کرنا چاہیے۔ اور یہ قیاس پہلے سے بھی فساد میں زیادہ ہے۔ کیونکہ اس کی دونوں اصلیں باطل ہیں اس لئے کہ یقین جب ہی بہتر ہوتا ہے کہ شک کی مثل نہ ہونہ کہ مطلقاً کیا تو نہیں دیکھتا کہ سوداگر تو مشقت پر یقین ہے۔ اور فائدہ ہونے میں شک پر ہے۔ اور ایسے ہی بیمار بد مزہ اور کڑوی دوا پیتا ہے۔ اور وہ تلخی دل کے اعتبار سے تو یقین پر ہے اور صحیحاً ہونے میں شک پر ہے، لیکن وہ یہ کہتا ہے کہ کڑوی دوا کا رنج بہ نسبت زیادتی مرض کی تکلیف کے کم ہے، جو ہلاکت تک پہنچا دیتا ہے۔ پھر جس کو آخرت کی بات میں شک ہو تو اس کو واجب ہے کہ وہ یوں کہے کہ چند روز آخرت تک صبر کرنا بہ نسبت اس کے مقابل یعنی آخرت کے کم تر ہے۔ پس اگر وہ حال جو آخرت کے بارہ میں کہتے ہیں اجموت نکلا، تو میرا سوائے عیش زندگانی کے کچھ نہیں کیا۔ اور بیشک میں ازل سے اب تک نابود ہی تھا۔

سو میں سمجھوں گا کہ میں معدوم ہی رہا اور عیش نہیں کیا۔ اور اگر وہ جو اس بارہ میں کہتے ہیں
سچ ہوا، تو میں زمانہ دراز تک آگ میں رہوں گا۔ اور اس مصیبت کی برداشت کرنے کی
طاقت ہرگز نہیں ہے۔

اور ایسا ہی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک لمحہ منکر آخرت سے کہا تھا کہ جو کہندے
اگر سچ ہوا تو تم بھی بچے اور ہم بھی بچے۔ اور اگر ہمارا قول حق ہوا تو ہم سچے، اور تم
ہلاک ہوئے۔ اور یہ قول حضرت علی رضی اللہ عنہ کا آخرت میں شک کی راہ سے نہ تھا، بلکہ
لمحہ سے اس کی عقل کے موافق کام کیا۔ اور اس کو ظاہر کر دیا کہ اگر وہ نہیں یقین رکھتا تب
بھی وہ دھوکے میں ہے۔ اور اس قیاس کی دوسرے اصل یعنی آخرت مشکوک ہے، یہ بھی
باطل ہے۔ اس لئے کہ مومن کے نزدیک تو وہ یقینی ہے۔ اور اس کے ایمان کو شیطان
فریب سے دفع کر دیتا ہے۔ مگر اتنا ہے کہ جب اس نے احکام الہی کو چھوڑ دیا۔ اور
اعمال صالح کو ضائع کر دیا کہ معاصی و منکرات میں مبتلا ہوا تو اس دھوکے میں کفار کا
شریک ہو گیا۔ کیونکہ اگرچہ آخرت کو دنیا سے بہتر ہونے کا وہ اقرار کرتا ہے۔ لیکن دنیا کی
طرف راغب ہوا۔ اور دنیا کو آخرت پر پسند کر لیا ہے۔ اور اس بات کا مستحق ہوا کہ
کفار کی طرح دوزخی ہوں۔ مگر اس کا حال زیادہ نحیف ہے۔ کیونکہ اصل ایمان عذاب
ابدی سے اس کو بھلے گا۔ اور دوزخ سے اس کو نکال دے گا۔ اگرچہ کچھ مدت کے بعد
سہی، مگر اتنا فائدہ تو زے ایمان کا ہے۔ اور با مقصود میں کامیاب ہونا۔ سو اس میں صرف
ایمان کافی نہیں ہے۔ بلکہ اس کے ساتھ عمل صالح کا بھی ہونا ضروری ہے۔ چنانچہ آیات قرآن
کی اس پر دلالت کرتی ہیں، کہ ان میں سے ایک یہ ارشاد بھی ہے بقولہ تعالیٰ،
'وَإِنِّي لَغَفَّارٌ لِّمَن تَابَ وَآمَنَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدَىٰ۔'
اور میں بہت بخشنے والا ہوں اسے کہ جس نے توبہ کی یقین لایا اور کئے بھلے کام اور

پھر راہ پر آیا۔

قَوْلُهُ تَعَالَى إِنَّ رَحْمَةَ اللَّهِ قَرِيبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِينَ ۝

بے شک اللہ کی رحمت نزدیک ہے نیکی کرنے والوں کے۔

قَوْلُهُ تَعَالَى وَالْعَصْرَ إِنَّ الْإِنْسَانَ لَفِي خُسْرٍ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا

وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ .

نم ہے عصر کے وقت کی۔ بے شک انسان ٹوٹے میں ہے، مگر وہ جو یقین لائے

اور کئے بھلے کام۔

پس کتاب اللہ میں وعدہ ہے بخشش کا ایمان اور عمل صالحہ پر دونوں پر موقوف ہے۔

صرف ایمان پر نہیں۔ پس جس نے یہ اقرار زبان سے کیا کہ آخرت بہتر ہے اور باقی رہنے والی ہے

پھر عمل خیر تک کئے اور معاصی میں مشغول ہوا، تو وہ دنیا کے دھوکے میں ہے۔ اور دنیا میرے

خوش ہے اور اس کی جنت میں گرفتار ہے۔ اور دنیا کی لذت فوت ہو جانے کے خوف سے

موت کو ناپسند کرتا ہے، نہ کہ آخرت کی لذتوں کے فوت ہو جانے اور اس کے عقاب کے حصول

کے خوف سے۔

لِقَوْلِهِ تَعَالَى الَّذِينَ غَرَّبْتُمُ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا وَهُمْ عَنِ الْآخِرَةِ

هُمْ غَافِلُونَ ۝

پس وہ بھی لوگ ہیں، جن کو حیات دنیا نے دھوکا دیا۔ اور آخرت سے وہ لوگ بے خبر ہیں۔

اور رہے وہ لوگ کہ جن کو شیطان نے دھوکے میں ڈالا اللہ کے نام سے۔ یہ وہ لوگ

ہیں، جو نیک اعمال میں مستغرق رہتے ہیں اور منکرات میں مشغول رہتے ہیں۔ اور یہ کہتے ہیں

کہ اللہ تعالیٰ کریم و رحیم ہے۔ ہم کو اس کی رحمت اور مغفرت کی امید ہے۔

یہ کلام اگرچہ حقیقت میں صحیح دل سے لگتے ہیں۔ لیکن انسان کو شیطان ایسی بات سے

بہکاتا ہے، جو ظاہر میں مقبول اور در باطن مردود۔ مگر ظاہر میں پسندیدہ نہ ہوتا، تو اس

سے دل فریب نہ کھانے، لیکن حضرت نبی علیہ السلام نے اس فریب کو کھول دیا ہے۔ آپ

نے اس ارشاد سے کہ ہوشیار وہ مرد ہے کہ جو اپنے آپ کو حقیر سمجھے اور موت کے لئے
 یعنی موت کے بعد کے لئے نیک عمل کرے۔ اور احمق وہ ہے کہ اپنے نفس کو ہوا دہوس
 کے پیچھے لگا دے اور اللہ پر آرزو نہیں کرے۔ اور یہ آرزو پکانا دھوکا ہے، کہ جسکا شیطان
 نے پختہ عزم کر رکھا ہے۔ یہاں تک کہ بہتر سے لوگوں کو اس نے فریب دیا۔ اور رجا کی شرح
 اللہ تعالیٰ نے اپنے اس قول سے کہ دی ہے بقولہ تعالیٰ:

الَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أُولَٰئِكَ يَرْجُونَ
 رَحْمَةَ اللَّهِ - (وہ لوگ کہ ایمان لائے اور ہجرت کی، اور مجاہدہ کیا اللہ تعالیٰ کی راہ میں
 وہی امیدوار ہیں اللہ کی رحمت کے۔)

کسی نے حسرت حسن سے کہا کہ کچھ لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہم اللہ سے امید رکھتے ہیں۔ اور
 عمل خیر صالح کرتے رہتے ہیں۔ پس انہوں نے کہا، افسوس افسوس، یہ آرزو میں ان کے فکر
 میں بڑی ہیں۔ اور جو شخص کسی شئی کی امید رکھتا ہے، تو اس کو طلب کرنا ہے۔ اور جو کسی بات
 سے ڈرتا ہے، تو اس سے بھاگتا ہے کہ جیسے دنیا میں کھینٹی بونے کے سوا نہیں آگتی، ایسے ہی
 آخرت میں اجر و ثواب بدون ایمان اور عمل صالح کے نہیں ملتا۔ اور جیسے نادان ہے وہ
 شخص جو اولاد کی امید رکھے اور نکاح نہ کرے، یا نکاح تو کرے، مگر صحبت نہ کرے، یا جماع
 تو کرے لیکن منزل نہ ہو۔ ایسے ہی نادان ہے وہ شخص، جو اللہ کی رحمت کی امید رکھے، اور
 ایمان نہ لائے۔ یا ایمان لائے، مگر عمل صالح نہ کرے۔ یا اعمال صالح تو کرے، مگر برائیاں نہ
 چھوڑے۔ اور جیسے جو شخص نکاح کرے اور جماع کرے اور منزل ہو تو اس کو لائق ہے کہ وہ
 اولاد ہونے کی امید رکھے، مگر نہ ہونے کا بھی خوف کرے۔ اسی طرح جو ایمان لایا اور اعمال
 نیک ہوئے اور برائیاں چھوڑ دیں تو اس کو لائق ہے کہ اجر و ثواب ملنے کا امیدوار رہے۔
 اور نہ ملنے کا بھی خوف رکھے۔

پس مومن پر واجب ہے کہ برائیوں سے توبہ کرے۔ اور طاعات پر دوام کرے پھر خوف

اور رجاہ دونوں کے درمیان میں رہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے اور عذابِ الہی سے بے خوف نہ ہو۔ پس بے شک گناہوں میں ڈبے ہوئے کے دل میں کبھی توبہ کا خیال آتا ہے، تو اس سے شیطان کہتا ہے کہ تیری توبہ ایسے ایسے گناہوں کے کرنے کے ساتھ کہاں قبول ہوگی۔ پس ایسی حالت میں ناامیدی کو امید سے دفع کرنا واجب ہے۔ اور کہے کہ بیشک اللہ کریم اور رحیم ہے۔ اور توبہ کرنے والے کے گناہ اللہ تعالیٰ معاف کرتا ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے بقولہ تعالیٰ:

وَإِنِّي لَغَفَّارٌ لِّمَن تَابَ الْخ (اور میں اللہ بخش دیتا ہوں جو توبہ کرے۔)

اس نے توبہ قبول کرنے کا وعدہ کیا ہے، بقولہ تعالیٰ:

وَهُوَ الَّذِي يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهِ.

اور وہی ہے جو قبول کرتا ہے توبہ اپنے بندوں سے۔

بے شک توبہ ایسی عبادت ہے کہ سب چھوٹے بڑے گناہوں کو ددر کر دیتی ہے۔ یہاں تک کہ کفر کو بھی، بخلاف اور عبادات کے کہ وہ صرف گناہِ صغیرہ اور کبیرہ کو ددر کرتی ہے۔ پس جو شخص توبہ کر کے بخشش کی امید رکھے تو وہ امیدوار ہے۔ اور جو گناہ پر اڑا رہ کر بخشش کی توقع کرے، تو وہ مغرور ہے۔ اور جو توقع توبہ اور عبادت کی مستعدی کا سبب ہو وہ رجاہ ہے۔ اور جو توقع عبادات میں سستی اور بے ہودگی کی طرف رغبت کا باعث ہو، وہ مغرور ہے۔ کیونکہ جس کے دل میں یہ خیال آتا ہے کہ گناہ چھوڑ دے، اور عبادت میں مشغول ہو، تو شیطان اس سے کہتا ہے کہ تجھ کو کیا ہوا، کہ اپنی جان کو عذاب اور تکلیف دیتا ہے۔ تیرا پروردگار کریم اور غفور رحیم ہے۔ سو وہ اس فریب میں آکر توبہ اور عبادت سے باز رہتا ہے۔ پس ہی مغرور ہے۔ اور ایسی حالت میں بندہ کو واجب ہے کہ خوف سے کام لے۔ اور اپنے نفس کو غضبِ الہی اور اس کے بڑے عذاب سے ڈرے اور اس سے بیکے کہ اللہ تعالیٰ جیسے گناہوں کا معاف کرنے والا، اور توبہ قبول کرنے والا

ہے۔ اسی طرح وہ سخت عذاب دینے والا بھی ہے۔ مگر وہ کریم و رحیم ہونے کے ساتھ کفار کو دوزخ میں ہمیشہ کے لئے ڈالے گا۔ باوجود ان کے کفر کے اس کو کچھ مضر نہیں، بلکہ دنیا میں اپنے بندوں پر عذاب اور محنت اور دکھ درد، بیماری و فقیری و بھوک مقرر کر رکھی ہے۔ حالانکہ وہ کریم و رحیم اور ان کے دور کر دینے پر قادر ہے۔

پس جس کا بندوں کے حق میں یہ طرز عمل ہو تو اس پر بندہ کب فریب کھا سکتا ہے کہ اس کا خوف نہ کرے۔ حالانکہ وہ اپنے عقاب سے ڈرا چکا ہے۔ اور اس زمانہ میں اکثر خلق کی امید عمل میں اُن کی سستی اور دنیا پر متوجہ ہونے اور طاعت الہی سے منہ پھرنے اور آخرت کی سعی کے چھوڑ دینے کا سبب دینے، مگر وہ یہ نہیں سمجھتے کہ یہ دھوکا ہے۔ امید نہیں ہے۔ بیتک حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم خبر سے چکے ہیں کہ دھوکا عنفریب اس امت پر غالب آئیگا۔

مولانا حضرت امام غزالی کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو خبر دی تھی، وہ ہو گئی۔ کیونکہ اول زمانہ میں لوگ ہمیشہ طاعات اور عبادات الہی میں لگے رہتے تھے۔ اور شہادت و شہوات سے خوب بچتے تھے کہ اس پر بھی اپنے اوپر ڈرا کرنے تھے، اور تنہائی میں روبا کرنے تھے۔ اور اب آج کل خلقت کو دیکھتے ہو۔ امن میں خوش و خرم بے خوف و ہراس، باوجود گناہوں پر اڑے ہوئے ہونے اور دنیا میں کھپے ہوئے ہونے اور طاعت الہی سے منہ پھرنے کے اور گھمنڈ کرتے ہیں کہ ہم اللہ کے بڑے فضل و کرم پر بھروسہ کئے ہوئے ہیں۔ اور اس کے درگزر کرنے اور بخشش کی امید رکھتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ اس کی نعمت فراخ ہے، اور اس کی رحمت عام ہے۔ اور بندوں کی معاصی کی اس کے دریائے دریائے مغفرت میں کیا اصل ہے۔ اور اپنی اس تمنا اور دھوکے کا نام رجا، رکھ چھوڑا ہے۔

کہتے ہیں کہ رجا، دین میں پسندیدہ مقام ہے۔ پس گویا کہ ان کا یہ زعم ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے جان گئے کہ جو انبیاء اور صحابہ کرام اور صلوات پیشین علمائے رحمتین خلف راشدین مجتہدین دین متین شرع محوی بھی نہیں جانتے۔

فرمانِ رسولِ کریم ﷺ کہ پانچ چیزوں کو حقیر جاننے سے پانچ چیزوں میں خسارہ ہوتا ہے۔

شائقانِ دامنِ حقیقت کی خدمت میں عرض کی جاتی ہے کہ حضرت رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جس نے پانچ چیزوں کو حقیر جانا تو اس نے پانچ چیزوں میں ٹوٹا پایا، کہ جس نے علماء کو حقیر جانا، اس نے اپنے دین میں ٹوٹا پایا۔ اور جس نے امیروں کو حقیر جانا، تو اس نے دنیا میں ٹوٹا پایا۔ اور جس نے ہمسائیوں کو حقیر جانا تو اس نے فائدہ میں ٹوٹا پایا۔ اور جس نے اقرباء کو حقیر جانا تو اس نے دوستی میں ٹوٹا پایا۔ اور جس نے اپنی بی بی کو حقیر جانا، تو اس نے اپنی غیث میں ٹوٹا پایا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تحقیق اللہ تعالیٰ نے چھ چیزوں کو چھ چیزوں میں چھپا رکھا ہے۔ عبادت میں رضا کو چھپا رکھا ہے۔ معصیت میں عفت کو چھپا رکھا ہے۔ قرآن شریف میں اپنے اسمِ اعظم کو چھپا رکھا ہے۔ شب قدر کو رمضان کے مہینے میں چھپا رکھا ہے۔ سب نمازوں میں صلوٰۃ وسطیٰ کو چھپا رکھا ہے اور دن قیامت کا تمام دنوں میں چھپا رکھا ہے۔

بعض حکما نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ دس خصلتوں کو دس شخصوں میں بت بڑا جانتا ہے۔ بخلِ فنیوں سے، تکبرِ فیقروں سے، طمعِ عالموں سے، حیا کا کم کرنا عورتوں سے، دنیا کی محبت بوڑھوں سے، شہتِ عبادت کی بڑانوں سے، ہر شے سے ظلم، نامردی غازیوں سے، تکبرِ ناہدوں سے، اور ریاءِ بندگی کرنے والوں سے۔

اور فرمایا نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ آرام کی دس قسمیں ہیں۔ پانچ دنیا میں اور پانچ آخرت میں۔ پس جو دنیا میں ہیں، کہ وہ علم اور بندگی و زرق جو کہ حلال سے ہو۔ اور سختی پر صبر کرنا اور نعمتِ الہی پر شکر کرنا۔ لیکن دہ آخرت جو ہیں سودہ یہ ہیں کہ آدمی کے پاس

ملک الموت مہربانی اور لطف کے ساتھ آئے۔ تو اس کو منکر نکیر نہ ڈرائیں گے۔ اور ہو بڑے خوف میں امن پانے والے۔ اور اس کی بدیاں مٹائی جائیں گی، اور اس کی نیکیاں قبول کی جائیں گی۔ اور وہ پھر اٹھ سے چمکنے والی بجلی کی مثل گزریں گے۔ پس وہ درجنت میں سلامتی کے ساتھ داخل ہوں گے۔

لقمان نے اپنے بیٹے سے کہا کہ اے بیٹے! بیشک میری حکمت یہ ہے کہ دس چیزوں کو تو کرے کہ ان میں سے ایک یہ ہے کہ مردہ دل کو تو زندہ کرے، اور مسکین کے پاس بیٹھے۔ اور بادشاہوں کی مجلس سے پرہیز کرے، اور نو عا جز کو بزرگی دے، اور غلاموں کو آزاد کرے، اور اقرباء کو جگہ دے، اور فقیرو کو غنی کرے۔ اور بزرگی والوں کی تو بزرگی بڑھائے اور سردار کی سرداری اور یہ سب چیزیں مال و دولت سے بہتر ہیں۔ اور خوف سے پناہ میں اور بڑائی میں سامان ہیں اور نفع لینے کے وقت پونجی ہیں۔ اور وہ شفاعت کرنے والی ہیں کہ جس وقت اس کو خوف لگے اور وہ راہ دکھانے والی ہیں، جب اس کو یقین ہو جائے اپنی جان میں، اور وہ پردہ اس کو کریں گے، جب اس کو کپڑ پر وہ نہ کرے گا۔

اعمال صالحہ میں تقویٰ اور حسن خلق جنت میں جانے کیلئے

بہترین سبب ہیں

اور بہتر زادہ ہیں۔ جیسا کہ آنحضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ و صحابہ وسلم فرماتے ہیں۔ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَدْرُونَ مَا أَكْثَرُ مَا يُدْخِلُ النَّاسَ الْجَنَّةَ، تَقْوَى اللَّهِ وَحَسَنُ خُلُقٍ. (فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ کیا تم جانتے ہو کہ کیا چیز لوگوں کو جنت میں زیادہ لے جائے گی۔ پرہیزگاری اور نیک عادت)۔ یہ حدیث مصابیح کی صحیح حدیثوں میں سے ہے۔ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سے روایت ہے اور اس کے برعکس ہے کہ اکثر سعادتِ ابدی کا سبب ان دنوں خصلتوں کے جمع کرنے سے حاصل ہوتا ہے۔ کیونکہ تقویٰ خالق کے ساتھ خرابی معاملہ کی طرف اشارہ ہے۔ اور حسن خلق سے مخلوق کے ساتھ خوش معاملہ کی طرف۔ پس اس بنا پر لایا ہے اس کو جو یہ جانتا ہے کہ سعادتِ دنیوی فانی اور سعادتِ اخروی باقی ہے۔ جو سعادتِ اخروی کو سعادتِ دنیوی پر پسند کرے۔ اور سعادتِ اخروی بغیر تقویٰ الہی کے حاصل نہیں ہوتی۔ کیونکہ حسن خلق اگرچہ اس کے ساتھ اس کی عظمت شان کی وجہ سے مذکور ہے، لیکن تقویٰ ہی میں داخل ہے۔ اس لئے کہ تقویٰ سے مراد برائیوں اور منہج کی موٹی بانوں سے بچنا اور اچھے کام اور خدا کے فرمودہ کو بجالانا ہے کہ اسی سے دنیا و آخرت کی سب خوبیاں حاصل ہو گئیں، پھر دنیا کی سب خوبیاں۔ پس ان میں سے ایک حفاظت اور نگہبانی ہے۔ قولہ تعالیٰ:

وَأَنْ تَصْبِرُوا وَتَتَّقُوا لَا يَضُرُّكُمْ كَيْدُهُمْ شَيْئًا

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر تم صبر کرو اور ڈرتے رہو تو ان کا مکر تمہارا کچھ نہ بگاڑے گا۔

ان میں سے ایک سختیوں سے نجات پانا اور رزقِ حلال۔ قولہ تعالیٰ:

وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ

اچھا پنچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جو کوئی ڈرتا رہے اللہ سے، وہ اس کی سبیل کر دے گا۔ اور

اس کو ایسی جگہ سے رزق دے گا، جہاں سے اس کو خیال نہ ہو۔

اور آخرت کی خوبیوں میں سے ایک عمل کی درستی ہے۔ قولہ تعالیٰ:

بِآيَاتِهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا

يُصْلِحْ لَكُمْ أَعْمَالَكُمْ۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، اے ایمان والو! تم اللہ سے ڈرتے رہو، اللہ سے۔ اور کھوشیک

بات کہ سنو اور دے گا تمہارے لئے تمہارے کام۔

اور ان میں سے ایک عمل قبول ہونا ہے۔ قولہ تعالیٰ:

إِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللَّهُ مِنَ الْمُتَّقِينَ ۝ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اللہ تعالیٰ قبول کرتا ہے صرف تقویٰ والوں سے۔

اور ایک ان میں سے اکرام اور عزت ہے۔ قولہ تعالیٰ،

إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتَقَىٰكُمْ ۝ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ بے شک زیادہ باعزت اللہ کے نزدیک زیادہ تقویٰ والا ہے۔

اور ایک ان میں سے خوشخبری ہے، قولہ تعالیٰ،

الَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ لَهُمُ الْبُشْرَىٰ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ ۝ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، وہ لوگ جو کہ یقین لائے اور ڈرتے بھی رہے۔ ان کے لئے خوشخبری ہے حیات دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔

اور ایک ان میں سے دوزخ سے نجات پانا ہے۔ قولہ تعالیٰ

ثُمَّ نَبْخِ الْأَذِيْنَ اتَّقَوْا وَنَذَرُ الظَّالِمِيْنَ فِيهَا جِثِيًّا ۝ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ پھر ہم بچا لیں گے ان کو جو ڈرتے رہے۔ اور چھوڑ دیں گے گناہگاروں کو اس میں (دوزخ میں) گھٹنوں کے بل۔

اور ایک ان میں سے جنت میں ہمیشہ رہنا ہے۔ قولہ تعالیٰ،

لَكِنَّ الَّذِينَ اتَّقَوْا دَرَبُهُمْ لَهُمْ جَنَّاتٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا ۝ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے، لیکن وہ لوگ جو ڈرتے رہے اپنے رب سے، ان کے لئے باغ ہیں، جن کے نیچے بہتی ہیں نریں، جو ہمیشہ رہنے والی ہیں، اور ایک ان میں سے درجہ بلند اور انتہا کا مرتبہ یعنی محبت الہی ہے۔ قولہ تعالیٰ،

إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِينَ ۝ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے تقویٰ والوں سے۔

اگر تقویٰ میں سوائے اس کے کوئی اور حاصلت نہ ہوتی، تو یہی کافی تھی۔ پھر زندہ کیونکر

اس کے حاصل کرنے کی کوشش نہ کرے۔ باوجودیکہ اس کے سوا اس کی بہت سی فضیلتیں ہیں اور قرآن اس کے فضائل سے پُر ہے۔ قول تعالیٰ۔

وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ ۝ اور مجھ ابنا م ہے ڈرنے والوں کا۔

اور ایک آیت میں فرمایا قول تعالیٰ

وَأُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِينَ ۝ اور نزدیک آئے گئے بہشت ڈر والوں کے۔

اس کے علاوہ اور بھی بے شمار آیات ہیں، جو تقویٰ کی فضیلت پر دلالت کرتی ہیں پس بیشک اللہ تعالیٰ نے انگوں اور پھلوں کو اسی کی وصیت کی ہے۔

وَلَقَدْ وَصَّيْنَا الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَإِيَّاكُمْ أَنْ اتَّقُوا اللَّهَ ۝ ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے، اور بے شک ہم نے وصیت کی ہے ان کو جو دیے گئے کتاب تم سے پہلے، اور تم کو بھی کہ اللہ سے ڈرنے رہو۔

حاصل یہ ہے کہ تمام خوبیوں کا مجموعہ تقویٰ ہے۔ اور تقویٰ لغت میں بہت پہنچا ہے۔ اور عن شرع میں اس چیز سے پہنچا مراد ہے، جو آخرت میں مضر ہو، فعل ہو یا ترک۔ پس اس کے حاصل کرنے کے واسطے کبائر سے پہنچا ضروری ہے۔ یہی حقیقت ہے۔ اور بعضہ کہتے ہیں کہ صفائے اجتناب ضروری نہیں۔ کیونکہ صفائے کبائر کے بچنے والے سے دور کر دینے جاتے ہیں۔ لہذا بندہ اس سے سزا دار عقوبت نہیں ہونا۔ قول تعالیٰ،

إِنْ تَحْتَسِبُوا كِبَائِرَ مَا تَنْهَوْنَ عَنْهَا نَكْفِرْ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ ۝

ترجمہ، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اس آیت میں، کہ اگر تم بچتے رہو گے ان بڑی چیزوں سے جس سے تم منع کئے جاتے ہو تو ہم دور کر دیں گے تمہارے گناہ۔

لیکن یہ خطا ہے اور اہل سنت کے قواعد کے خلاف ہے۔ کیونکہ ان کے نزدیک صغیرہ پر عذاب کرنا جائز ہے۔ اگرچہ کبائر سے بچنے کے ساتھ ہو۔ اس لیے کہ بعض مفسرین نے اس آیت کو اقسام شرک پر محمول کیا ہے۔ جیسے یہود اور نصاریٰ اور مجوس وغیرہ کا شرک

کیونکہ مطلق قرینہ نہ ہونے کے وقت کامل فرد کی طرف راجع ہوتا ہے۔ اور وہ شرک ہے اس کے پھنے سے اور گناہوں کا اتر جانا مقرر نہیں۔ بلکہ مثبت الہی میں باقی رہتا ہے۔

قوله تعالى: اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَاءُ عَرَب

ترجمہ: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس آیت کی رو سے، بیشک اللہ نہیں بخشتا ہے اس بات کو کہ اس کے ساتھ کسی قسم کا شرک کیا جائے۔ اور اس کے ماسویٰ جس کو چاہتا ہے بخش دیتا ہے۔

بادوجودیکہ صغائر پر جھے رہنا بھی کبیرہ گناہ ہے۔ پھر کفارہ نہ ہوگا۔ بلکہ اجتناب اس سے ضرور ہے۔

عظیہ سے روایت ہے کہ حضرت نبی علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ بندہ اس درجہ کو نہ پہنچے گا کہ متقیوں میں سے ہو جائے، یہاں تک کہ اس چیز کے خوف سے، جس میں مضایقہ ہے، اس کو چھوڑ دے، اور جس چیز میں کچھ مضایقہ نہیں اس کو اپنالے۔

یہ حدیث شریف تقویٰ کے حاصل کرنے کے لئے صغیرہ گناہوں سے پھنے کے ضروری ہونے میں تصریح ہے۔ کیونکہ کبائر کے پھنے والے سے ان کے کفارہ ہو جانے کے صورت میں، جس میں مضایقہ نہیں۔ لہذا اس سے بچنا لازم آیا۔ بادوجودیکہ لغوی معنی کی رعایت یعنی خوب احتیاط کرنا، شرعی معنوں میں حتی الامکان ضروری ہے۔

اور خوب احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ کبائر اور شبہات سے بھی بچے۔ لیکن دریں زمانہ جملہ شبہات سے احتراز نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ مولانا قاضی خان نے اپنے فتاویٰ میں کہا ہے کہ ہمارا زمانہ شبہات کا زمانہ نہیں ہے۔ مسلم کے ذمہ یہی لازم ہے کہ حرام ظاہر سے پرہیز رکھے۔ اور ایسے ہی ہدایہ والا تجنیس میں کہتا ہے۔ اور ان دونوں کا زمانہ چھ سو برس سے پہلے ہے۔ اور اب تو تاریخ جہاں تک پہنچے، اور اس میں کچھ نہیں ہے کہ عہد نبوت

سے فاصلے کے بڑھنے سے فساد اور تغیر بڑھتے جاتے ہیں۔ اور دریں زمانہ شبہات سے احتراز نہ ہو سکنے کے سبب کئی امور میں۔

اول یہ کہ بدن کی تندرستی اور گزران کا انتظام بدون نقود اور دانہ وغیرہ کے جو زمین سے پیدا ہوتا ہے۔ اور اکثر معاملات کے کرنے اور ٹوٹنے میں چلن دراہم کا ہے۔ سو ان کو اتنا کم کر ڈالا ہے کہ معلوم نہیں ہوتا ہے کہ ان میں سے کے درہم شرعی ایک درہم کے وزن کے برابر ہوتے ہیں۔ بلکہ لالچی فرومائے فاسق اور کفار ہمیشہ دراہم کرتے جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ کترا ہوا پختے سے زیادہ ہو گیا ہے۔ اس کا باعث یہ ہوا کہ دراہم کو تو لونا چھوڑ دیا ہے۔ اور ان کو بیوع اور قرض وغیرہ میں معدومات میں ٹھہرا رکھا ہے۔ اور چاندی ہمیشہ کے لئے تصریح شارع کی فدنی ہے۔ لہذا عرف سے نہیں بدل سکتا۔ اس لئے کہ عرف کے معتبر ہونے کی شرط تصریح نہ ہونا ہے۔ اور یہی مذہب ہے ابو حنیفہ اور محمد کا۔ اور یہی روایت ظاہر ہے ابو یوسف سے۔

ایک روایت ضعیف ابو یوسف سے ہے کہ عرف مطلقاً معتبر ہوتا ہے۔ تو جب چاندی ہمیشہ کو ذنی رہی، تو اس کا بیان وزن کر دینا بیوع اور قرض میں ضرور ہوا۔ اس لئے کہ ثمن کے مقدار بیان کر دینا بیوع وغیرہ کی صحت کے لئے شرط ہے۔ اور وزن کی مقدار گنتی سے معلوم نہیں ہوتی، جیسے نو لنے سے گنتی کی مقدار معلوم نہیں ہوتی۔ تو جب اس کا وزن معلوم نہ ہوا، تو بیع، اجارہ اور قرض وغیرہ سب فاسد ہوئے۔ پس جو کھانا اور لونڈی بیع فاسد سے خریدی ہے، وہ سب بعد قبضہ کے خریدار کے ملک ہو جائیں گے۔ لیکن اس کو کھانے کا تناول کرنا حلال نہیں ہے۔ اور نہ لونڈی سے صحبت کرنا اور اس سے کوئی چٹکارا نہیں ہے اور نہ اس میں کوئی حیلہ ہے، بجز تمسک اسے ضعیف روایت کی، جو ابو یوسف سے منقول ہے۔ کیونکہ گنتی اور تول کا شمار کرنا بہت دشوار ہے۔ خاص کر فقراء کے حق میں ثابت ہو چکا ہے کہ ضرورت ممنوع کو مباح کر دیتا ہے۔

دوسرا سبب لوگوں پر طمع کا غلبہ ہو جانا ہے۔ پھانچہ تو اکثر لوگوں کو دیکھنا ہے کہ اپنے اپنے حقوق پر راضی نہیں ہوتی۔ اور اپنے اپنے حصوں پر قناعت نہیں کرنے، بلکہ حرام تک بڑھ جاتے ہیں۔

تیسرے غفلت میں ظلم پھیل جانا، چھین لینا، چرا لینا، اور خجانت و دغا بازی کرنا، اور مانند اس کے۔

چوتھے سوداگروں اور کاریگروں اور مزدوروں کی نسبت جمالت کا غلبہ ہے، اصل میں یا سبب میں۔

پس یہ لوگ شرعی شرطوں کی رعایت اپنے معاملے میں نہیں کرتے۔ لہذا ان کے معاملات اس سے خال نہیں کہ یا باطل ہوں گے، تو ان کی کمائی حرام میں ہوگی، یا فاسد اور مکروہ ہوں گے تو ان کی کمائی خبیث ہوگی۔ اور حرام قبضہ سے ملک نہیں ہوتا، بلکہ اگر اس کے مالک کو لوٹا دینا ممکن ہو تو لوٹا دینا واجب ہے۔ اور بغیر اس کے گنہگار ہوتا ہے۔ اور کسی کو خرید کر یا اجارہ سے، یا ہبہ سے یا صدقہ سے یا کسی اور وجہ سے اس کا لینا جائز نہیں ہے۔ کیونکہ ان باتوں سے حلال نہیں ہوتا۔ اور اگر مالک تک پہنچانا ممکن نہ ہو تو اس کی راہ بجز صدقہ سے دینے کے کوئی نہیں۔ اور خبیث اگرچہ قبضہ کرنے سے ملک ہو جاتا ہے، لیکن مالک کو کر دینا واجب اور اس کے علاوہ میں گنہگار ہوتا ہے۔ اور کسی کو اس کا لینا جائز نہیں ہے۔ ہاں جس کو صدقہ دیا جائے اور وہ فقیر ہو۔ پس جب یہ حال ہو تو اس زمانہ میں شبہات سے بچ کر لوگوں سے معاملہ کرنا کیونکہ ہو سکتا ہے۔ کیونکہ اکثر مال جو ان کے قبضہ میں ہیں یا حرام یا خبیث۔ بعض کے بعض پر ظلم کی وجہ سے، غضب یا چوری یا خجانت و دغا بازی وغیرہ سے اپنے معاملات میں شرعی شرائط کی رعایت نہ کرنے کی وجہ سے۔ پس احتیاطی قول کو لینا اور شبہات سے بچنا اس زمانہ میں یہ چاہتا ہے کہ لوگوں کے ساتھ کوئی معاملہ نہ کیجئے۔ اور ان سے

سراسر انگ ہو جاتے اور پہاڑوں میں بھاگ جائے اور غاروں و نالوں کے اندر ٹا کر نکلے اور گھاس پھوس کھانے کو مقتضی ہے۔ اور اس میں بڑا ہی حرج ہے۔ اور طاقت سے زیادہ تکلیف ہے۔ اور شرع کے اندر یہ دونوں جب تصریح قرآن نہیں ہیں۔ کیونکہ انسان کی طبیعت میں ہے۔ تنہا گذران ممکن نہیں۔ بلکہ بالضرور ہے کہ گذران آدمیوں میں ہو۔ پس اس زمانہ میں بالضرور اسی روایت کو اختیار کرنا چاہیے، جو امام محمد کہتے ہیں۔

ان کے بعضے پر و مشائخ کہ غیر کا مال اس کی اجازت اور خوشی سے لینا جائز ہے بدلہ سے ہو یا بے بدلہ، جب تک بذاتِ خود حرام معلوم نہ ہو۔ قواعد شرع سے تسک کے قبضہ دلیل ملک ہے۔ اور اصل چیزوں میں اباحت ہے۔ اور یقین و شک سے دفع نہیں ہوتا۔ یقین اسی یقین سے جاتا ہے کہ جو اس کے مثل ہو۔ اور عقود اور فسخ میں ثمن جب کہ نقد روپیہ ہو تو یقین کرنے سے متعین نہیں ہوتا، بلکہ ذمہ پر لازم ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ اگر ثمن نقد اشارہ سے متعین کر لے، اور اس کے سوائے اور روپیہ دے دے تو جائز ہے، برخلاف بیع کے کہ وہ عقد کرنے سے متعین ہو جاتی ہے۔ یہاں تک کہ اس کو اور چیز سے بدل لینا اور اس کی جگہ ٹھہرا لینا جائز نہیں ہے۔ مگر پہلا عقد توڑ کر اور دوبارہ عقد کر کے۔ اور ضرور ہے کہ اختیار کرنا امام کرخی رحمۃ اللہ علیہ کے قول کو۔

فقہانے تصریح کی ہے کہ فتویٰ اسی پر ہے اس زمانہ میں کہ حرام بعینہ خریدی ہوئی چیز پاکیزہ حلال ہے۔ مگر دریں صورت کہ عقد کرتے وقت اس کی طرف اشارہ کر دے پھر وہی دے بھی دے۔ اب وہ شے ملک نصیبت ہوگی، اس کا صدقہ کر دینا واجب ہے۔ اور اختیار کرنا حضرت امام ابو حنیفہ کے مذہب کو کہ ملا دینا دو چیز کا جس میں امتیاز باقی نہ رہے، ہلاک کر دینا ہے، جو ملک ضمان کا باعث ہے۔ اور اختیار کرنا اس کو جو ان سے مروی ہے کہ حلت کا سبب ضمان کا لازم آنا ہے۔ نہ اس کا ادا کرنا۔ بلکہ جو چیز ساری نہ ہو سکے تو سراسر چھوڑنا چاہئے۔

پس تمام ذمہ داریاں سے بچنا، جب اس زمانہ میں ممکن نہیں ہے تو ان ذمہ داریاں سے بچنا، جیسے بچنا ممکن ہے، ثبوت تقویٰ کے لئے لازم ہے۔ اس واسطے کہ طاعت موافق طاقت کے ہونی ہے۔ پھر جو شخص ان ذمہ داریاں سے بچتا ہے، جو اس کی دست میں ہیں، تو اللہ کے فضل سے امید ہے کہ اس کو معاف کر دے اور جو اس کی طاقت میں نہیں۔ اور اس کو متقیوں کا ثواب عنایت کرے اور ربا و ظیفہ داروں کا اوقاف میں سے یا بیت المال میں سے کھانا، سو وہ بھی تمام کمائیوں کی طرح ہے۔ کیونکہ بیع اور اجارہ وغیرہ سے کمائی میں جب شرعی شرطوں کی رعایت کی جائے تو جیسے یہ حلال طیب ہوتا ہے۔ ایسی ہی وقف اگر صحیح ہو اور اس میں اگر وقف کی شرطوں کی رعایت کی جائے تو حلال طیب ہوتا ہے۔

ایسے ہی بیت المال اس کے لئے حلال ہوتا ہے جو اس کے قابل ہو۔ اور بقدر کفایت لیا کرے۔ اور کفایت کی تفصیل موافق بیان احوال العلوم وغیرہ کی کتب سلوک میں ہے۔ اور وقف اور بیت المال اور اس کے علاوہ اور کمائیوں کے اندر اس باب میں کچھ فرق نہیں ہے کہ جملہ حلال طیب ہیں۔ اگر ان میں شرعی شرائط کی رعایت کی جائے اور اگر ان میں شرائط کی رعایت نہ ہو۔

واقعات میں مذکور ہے کہ جو لوگ فتویٰ دیتے ہیں اور حکم کرتے ہیں اور درس تدریس میں مصروف رہتے ہیں اور بیت المال سے کھاتے ہیں، سو بہ اجرت پر کام کرنے والے نہیں ہیں۔ بلکہ وہ اللہ کا کام کرتے ہیں اور ان کا اجر خدا تعالیٰ پر ہے۔

ایسے ہی جو کچھ امراء و بادشاہ اپنے مال میں سے کسی کو دیں، وہ حلال ہے، جب تک اس کا بعینہ اس کا حرام ہونا معلوم نہ ہو۔

ان حلال کے مراتب بہت ہیں۔ ایک سے ایک بڑھ کر ہے۔ لیکن ہمارے زمانے میں تقویٰ کے باب میں احتیاطی قول کو اختیار کرنا ممکن نہیں ہے۔ کیونکہ حلال کے باب

میں اعلیٰ رتبہ کی پرہیزگاری کے موافق نہایت درجہ کا مبالغہ کرنے سے ہمارے زمانے میں بڑا حرج ہوتا ہے۔ اور دین کے اندر حرج نہیں ہے۔ بلکہ شرع مسجد میں ترازو ہے جس کو شرع برائے کہے، وہ جملہ اللہ کی طرف سے بندوں کے حال پر کمال رحمت کی رو سے حلال ہے۔ اور جب کوئی شریعت سے سزا لائے۔ پھر یہ کسی کا حق نہیں کہ اس سے انکار کرے کیونکہ اس پر انکار کو شریعت کی تعمیر ہے۔ تو اس پر ایمان جاتے رہنے کا خوف ہے۔ جب یہ امر ثابت ہو تو وہ شروع اور تقویٰ اس زمانے میں یہ ہے کہ جو چیز جس شخص کے قبضہ میں ہے، اسی کی ملک مانی جائے، جب تک یقینی معلوم نہ ہو کہ یہ خاص چیز چھینی ہوئی یا چرائی ہوئی ہے۔ اگرچہ یہ بات یقینی معلوم ہو کہ اس کے مال میں حرام ملا جلا ہے اس لئے کہ قاضی خان رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے فتاویٰ میں کہا ہے کہ ایک شخص حاکم کے پاس گیا۔ پس اس کو کوئی چیز کھانے کی دی گئی۔ اگر یہ نہ معلوم ہو کہ یہی خاص غصب کی ہوئی ہے، تو اس کو کھالینا حلال ہے، اس لئے کہ اس کی حرمت معلوم نہیں ہے۔ اور اصل اشیاء میں اباحت ہے۔ اور اگر معلوم ہو کہ یہ چیز خاص حرام ہے تو کھانا حلال نہیں ہے کیونکہ اس کا حرمت معلوم ہو گئی ہے۔

کسی نے ابو بکر بنی سے فقیر کا حال پوچھا کہ اگر اس نے عطیہ بادشاہ کا جان بوجھ کر لے لیا، اور سلطان نے اس کو چھین کر لیا ہے تو کیا یہ اس کو حلال ہے جو اب دیا کہ اگر سلطان نے یہ درہم دوسرے درہم میں ملا دیئے ہیں تو لینے میں کچھ مضائقہ نہیں ہے اور اگر وہی چھینے درہم بغیر مانے کے اس کو دے دیئے تو لینے جائز نہیں ہیں۔

فقیر اللیث رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں، یہ جواب ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے قول ہے کہ درست ہے۔ اس لئے کہ امام کے نزدیک اگر کسی نے کسی قوم سے درہم چھین کر ایک دوسرے میں ملا دیئے، تو غاصب ملک ہو جاتا ہے۔ اور ان کا قرض دار رہے گا۔

بستان العارفین میں مذکور ہے کہ عطیہ سلطان کے قبول کرنے میں لوگوں کا اختلاف

ہے۔ کوئی کتا ہے جائز ہے، جب تک یہ معلوم نہ ہو کہ یہ حرام کا مال دیتا ہے۔ اور کوئی کتا ہے کہ جائز نہیں ہے۔

جس نے جائز کہا ہے، اس نے وہ قول اختیار کیا ہے جو حضرت علی بن ابی طالبؓ

سے روایت ہے۔

روى عن علي بن ابي طالب انه قال السلطان يصب من الحلال والحرام، فما بعطيتك فخذها فانها بعطيتك من الحلال.

فرمایا کہ سلطان کے پاس حلال اور حرام سب آتا ہے۔ پھر جو تجھ کو دیتا ہے، سولے لے۔ کیونکہ تجھ کو حلال ہی دیتا ہے۔

روى عن عمر انه عليه السلام قال من اعطى شيئاً من غير مسألة فليأخذها فانها هو رزق رزقه الله تعالى.

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ جس کو کوئی شخص بغیر مانگے کچھ دے تو لے لینا چاہئے۔ کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ نے رزق دیا ہے۔

حبیب ابن ابی ثابت سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے ابن عمرؓ اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو دیکھا ہے کہ ان کے پاس مختار کے ہدیے آبا کرتے تھے۔ اور وہ دونوں لے لیتے، باوجودیکہ مختار ظلم میں مشہور تھا۔

محمد بن الحسن رضی اللہ عنہ ابو حنیفہ سے اور وہ حماد سے روایت کرتے ہیں، کہ حضرت ابراہیم نخعی زہیر بن عبد اللہ ازدی کے پاس، جب وہ حلوان کا عامل تھا، اپنا اور ابو ذر ہمدانی کا جائزہ لینے گئے۔ جائزہ (انعام)

امام محمد کہتے ہیں کہ ہم سب کو اختیار کرتے ہیں۔ جب تک یہ نہ معلوم ہو کہ کوئی شے عطیہ میں بعینہ حرام ہے۔ اور یہی قول حضرت ابو حنیفہ کا ہے۔

فرمانِ رسولِ کریم ﷺ کہ انسان کے آگے شیطان اپنے طرفِ نفسِ بائیں جانب
خوابش اور دنیا اس کے پیچھے ہے۔

دروی عن ابی بکر الصّدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال رَسُوْلُ
اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اِبْلِيسَ قَائِمٌ اَمَامَكَ وَالنَّفْسُ
عَنْ يَمِيْنِكَ وَالْهَوٰى عَنْ يَسَارِكَ وَالذُّنْيَا عَنْ خَلْفِكَ وَالْاَعْضَاءُ
عَنْ حَوْلِكَ وَالْجَبَّارُ فَوْقَكَ ۚ يَعْنِي بِقُدْرَتِكَ لَا بِالْمَكَانِ ۚ
حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول پاک صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا کہ تحقیق شیطان تیرے آگے کھڑا ہے، اور نفس تیرے دائیں طرف میں ہے
اور خوابش تیری بائیں طرف میں ہے، اور دنیا تیرے پیچھے ہے، اور اعضا تیرے گرد
میں۔ اور اللہ غالب تیرے اوپر ہے یعنی قدرت کے ساتھ نہ کہ مکان کے ساتھ۔

فَالْاِبْلِيسُ لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ يَدْعُوكَ اِلَى تَرْكِ الدِّيْنِ وَ
النَّفْسُ تَدْعُوكَ اِلَى الْمَعْصِيَةِ وَالْهَوٰى يَدْعُوكَ اِلَى
الشَّهْوَاتِ وَالذُّنْيَا تَدْعُوكَ اِلَى اِخْتِيَارِهَا عَلٰى الْاٰخِرَةِ وَ
الْاَعْضَاءُ تَدْعُوكَ اِلَى الذُّنُوْبِ وَالْجَبَّارُ يَدْعُوكَ اِلَى
الْجَنَّةِ وَالْمَغْفِرَةِ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَاللّٰهُ يَدْعُو اِلَى الْجَنَّةِ وَ
الْمَغْفِرَةِ ۚ فَمَنْ اَجَابَ اِبْلِيسًا ذَهَبَ عَنْهُ الدِّيْنُ وَمَنْ
اَجَابَ النَّفْسَ ذَهَبَ عَنْهُ الرُّوْحُ وَمَنْ اَجَابَ الْهَوٰى
ذَهَبَ عَنْهُ الْعَقْلُ وَمَنْ اَجَابَ الذُّنْيَا ذَهَبَ عَنْهُ الْاٰخِرَةُ
وَمَنْ اَجَابَ الْاَعْضَاءَ ذَهَبَتْ عَنْهُ الْجَنَّةُ وَمَنْ اَجَابَ اللّٰهَ

تَعَالَى ذَهَبَتْ عَنْهُ السَّيِّئَاتُ وَنَالَ جَمِيعَ الْخَيْرَاتِ

سوال بیس، اس پر خدا تعالیٰ کی لعنت ہو، جو دین کے چھوڑنے کی طرف توجہ کو بلاتا ہے۔ اور نفس توجہ کو بلاتا ہے گناہ کی طرف اور خواہش توجہ کو شہوت کی طرف بلاتی ہے، اور دنیا توجہ کو بلاتی ہے کہ تو اس کو اختیار کرے اور آخرت

کو ترک کر دے۔ اور تیرے اعضاء توجہ کو گناہوں کی طرف بلاتے ہیں۔ اور اللہ غالب توجہ کو جنت اور مغفرت کی طرف بلاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اللہ بلاتا ہے، جنت اور بخشش کی طرف، سو جس نے شیطان کا کہنا مان لیا، اس کا دین گیا۔ اور جس نے نفس کا کہنا مان لیا، اس کی روح گئی۔ یعنی اس نے روح کی تیزگی میں ٹوٹا پایا۔ اور جس نے خواہش کا کہنا مانا، اس کی عقل گئی۔ اور جس نے دنیا کا کہنا مانا، اس کی آخرت گئی، اور جس نے اپنے اعضاء کا کہنا مان لیا، اس سے اس کی جنت گئی۔ اور جس نے اللہ پاک کا کہنا مانا، اس کی برائیاں گئیں اور تمام بھلائیوں کو اس نے پایا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جو دنیا کو چھوڑ دے، اس کو اللہ تعالیٰ دوست رکھتا ہے، اور جو گناہوں کو چھوڑ دے، اس کو فرشتے دوست رکھتے ہیں اور جو مسلمان سے طمع کاٹ ڈالے تو اس کو مسلمان دوست رکھتے ہیں۔

حضرت علی کریم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ تعظیم دنیا کی نعمتوں میں سے اسلام کی نعمت توجہ کو کافی ہے، اور بیٹک توجہ کو بندگی کا شغل متعلیوں میں کافی ہے، اور بیٹک عبرت پکڑنے کے لئے توجہ کو موت کی عبرت کفایت کرتی ہے۔

✦
الحمد للہ یاں پر جلد اول ختم ہو گئی ہے

✦

آغاز جلد دوم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حمدِ باری تعالیٰ

بہ بسم اللہ کنم شکر دہاں را
 غلط گفتم کہ آن مشکل کشایست
 بنام آنکہ ذاتش واسع دم نیست
 نہ اول ابتدائش را بدایت
 اول آخر چوں قلمش کرد نابود
 باین نامہ کہ با حکمت عظیم است
 زگاہے این بنا تا سقف اعظم
 ہزاراں حمد از ہر حمد خوانی
 مراد را میزد ظاہر باطن
 پئے ذاتش تنہائے بس غزائی
 چوں لا احصی رسول اللہ بگفت است
 بہیں باقطرہ ناپاک نطفہ
 کہ شکر میدہم طوطی زباں را
 کہ با یوس دو عالم را ہما کیست
 بحر ذاتش دیگر کس را قدم نیست
 نہ آخر انتہائش را نہایت
 آزاں شد دائم موجود معبود
 کہ مفتح سرخوان کریم است
 بہر الای و نعمائی دو عالم،
 بہر دم بے عدد در ہر زمانی
 سلم مرورا بہر دم بلاطنی
 نے تاند کسے گفتن سزائی
 دیگر کس را شمار گفتن چہ سفت است
 چسارے صورت بچشدش بلطفہ

چساں با عقل ادراکش بیار است بایماں علم و با فہمش بہ پیر است
 درین باغے مسدس نیک نبیاں درد سردے نہالید است انساں
 مزین کرد آن سرد بہ گل چار بہ عقل و علم ایماں شرم بشمار
 پئے تخریب آئے سرد گل آمود چود شمن چار خارالے رئے نمود
 بہ گل عقل است خار چشم بہ بار بہ گل علم است خار جہل بے کار
 بہ گل ایماں ز خار شرک بدرد
 بہ گل شرم است خار سوال بدخو

ئے محبت کا چمکا ہے نور اُسی سے نور سے پایا سب نے ظہور
 پایا جس نے اس محبت کا جام نہیں اس کو غیروں کی اُفت سے کام
 وہ محبوب کی اک محبوب ہے کہ ہر ایک طالب کا مطلوب ہے
 زمانہ محبت کا پابند ہے محبت کا ہر ایک سے پیوند ہے
 محبت کی ہستی سے ہستی ہوئی اُسی سے بلندی و پستی ہوئی
 محبت سے جس کو رسائی ملی
 خدا بل گیا اور خُدائی ملی

نعت حضور پر نور رحمۃ اللعالمین سید المرسلین خاتم النبیین صلی علیہ وآلہ وسلم جامعین

زدانا یالے غوامض حقیقت زخیل ماہران رمز شریعت
 زحابل ماجرائے نور اظہر چنین مردی سے شدہ بارمز اثر
 کہ چوں میخواست ایزد لایزالی ظہور نور سردر باک طے

ز نور جسد موجودات عالم
 نموده خلق آن نور ضیائے
 پس آن نور کرامت کار مقبول
 پس از شغل طواف آن نور مجده
 به سجده ماند سلسلے آنجا نش
 بود ہر سال سہ صد شصت یوش
 نہادہ نور سرور شغل تسبیح
 سپس زان نور مادہ جسد نور
 بہ جوہر فیض مظهر دید ایزد
 با مر ایزد ازاں دہ بخش بخش
 ز بخشے دوم لوح محفوظ گردید
 بیا مد بر قلم فرزانے منور
 با مر ایزد قلم آن نیک تقریر
 سپس زان آن قلم نیکو مرثیہ
 چون نام خواجہ عالم نوشتش
 قلم بر کردہ سراز سجده امجد
 ہماں دم حق تعالی با صوابش
 بود از طرف محبوبم گرامی
 ز حصہ چہارم و پنجم و ششم خوش
 قر خورشید روشن گردید
 ہم از بخش دہم روح محمد

ہزاراں سال پیش آں نور اکم
 نہادہ پیش ترقب فضلے
 طواف اندر بہ مدت بود مشغول
 ز دادہ شد امر مامور سجده
 کہ ہر سال آن جہاں بشنو بیانش
 بود ہر روز سال این دنیا بوش
 بہ سجده ماند سال آن نور تلویح
 نمود ایزد ازد یک جوہر معمور
 شد آن جوہر بدم دہ حصہ امجد
 بدم گردید والا سقف عرش
 قلم از بخش سوم محفوظ گردید
 کہ بسم اللہ نویس این دم بکتر
 بسال اندر ہزار شش کرد تحریر
 منور کلمہ طیبہ نوشتہ
 بسال ہزار سرور سجده ہشتتہ
 سلام بر تو گفتہ یا محمد
 بہ گفتار از جیب خود جوابش
 زد گاہ ہم بتو رحمت سلامی
 ز ہفتم و ہشتم و نهم بخش
 ملائک جسد ذکر سے د آفرید
 پئے آفریدہ دزاں پس روح امجد

ہزاراں چار سال آن روح احمد
 بہ شغل اندر بہ تسبیح و تملیل
 غرض آن نور عالی جلوہ افروز
 نموده جلوہ اش بر عرش رخشاں
 سپس جبریلؑ و ابراہیلؑ میکال
 بدم از ظارم اصلی افلاک
 بنام احمد ملک ہر سہ زبیدہ
 پئے تعظیم نام آن شہ لولاک
 ازاں کسوتی بعض مثل کافور
 بدم آن خاک کو باب تاب است
 گرفتہ رود یک مثقل بے قیل
 بآب سلسیل و آب نسیم
 بہ کافوری بہشت آن خاک خیرش
 دزاں خاک ہر شتہ مار اطہر
 پیش آن مادہ سرشتہ نور ذاتش
 در اصناف ملک جملہ سموات
 بہر طبقہ ازاں سے منسور مادہ
 کہ داند ہر کہ اد اہل یقین است
 کہ مشہور اولین و آخرین ہے است
 غرض آما یہ جوہر محمدؐ
 بنور شکل قند بے مکرم
 ہمیں جانب معنی عرش امجد
 بماندہ سالہاں آن روح بہ تمیل
 ہزار ہفتاد سن بر عرش فیروز
 بہ کرسی پنج ہزاراں سن درخشاں
 بموجب امر ایزد پاک فی الحال
 برائے طلب پارہ خاک فناک
 زمین چون نام احمد را شنیدہ
 بلرزید شدہ شق خاک فناک
 بر آمد از زمین با جوش فی الفور
 کہ اکنوں جائے تربت آن جناب است
 شدہ واپس باستعمال جبریلؑ
 بآب خوش معین بآب یہ
 بہ مشک و زعفران کردہ خمیش
 مرتب کرد مادہ اصل سرور
 بہ جسد طبق اعلیٰ تا بہشتش
 بہ گر دانید اعلیٰ سفلی طبقات
 مبارک مژدہ جبریلؑ دادہ
 کہ این طینت حبیب عالمین است
 شفیع المذنبین بوم المعین است
 معنی پایہ سود محمدؐ
 بہ چند سے مدتش تا خلق آدم

پس آن قذیل نوری برق چوں برق
بساق عرش بد موزون معنی
ہماں وقتیکہ زرفین گنخور
نور قدسہ گردید معسور
وجودش مطلع الانوار لعان
فتانہ نور چوں گوہر دستان
ازاں پس ہر گنج نور توحید
محل و موسوش مطلوب گردید
بفرمای انا عرضنا الامانة على السموات والارض والجبال
پس از ترکیب قالب جسم آمد
نوائے دلربائے تابنا سوت
ہر آن کو ہر این گوہر ضیائے
چنین شد در ممالک ملکوت
مراں گوہر گرانمایہ منور
اگر باشد قبولش را سزائے
خریدار و بجان و دل سبکتر
پدر یک سر لبر از راہ مصدوق
بصد خواہش چنین گفتا بفرضش
گویا از راہ استعداد غرضش

بیایے گنج مفصود یگانہ

ب دیران وجود شونہانہ

نظم

خیر نم صبح شب وصل ہو جاتے جاؤ
غش مجھے آیا ہے پہلے جو تم اٹھے ہر
مرگیا ہوں مجھے ٹھنڈ کر کے جلاتے جاؤ
زلف مشکیں کا ذرا بڑا تو سنگھاتے جاؤ
قبرِ عاشق سے صدا آئی چلا جب وسیع
بیزا مردہ ہے پڑا اس کو جلاتے جاؤ
دید بازی میں ہو غیروں سے تم مشغول
ہم سے بھی آج ذرا آنکھ بڑانے جاؤ
دست گستاخ میرے وصل میں بٹھنے جائیں
ہے مزا گایاں تم مجھ کو سناتے جاؤ

ہے جو گھر سے میرے جانے کا ارادہ آ یا را
 کا ندھا دینا اگر اے یار! نہیں ہے منظور
 تم سے کہتا ہوں کہ پھتاؤ گے اے حضورِ دل
 دل میرا نیر مژہ سے جو کیا ہے زخمی
 آج اگر ہار ہین کر ادھر آنکلی ہو
 قتل کرتے ہو اگر منہ نہ پھراؤ صاحب
 ذبح کرنے ہو تو راحت کا ذرا دھیانا ہے
 ہاتھ سے اپنے مجھے زہر کھلاتے جاؤ
 ایک ٹھوکر ہی جنازے کو لگاتے جاؤ
 اس ستمگر سے محبت نہ بڑھانے جاؤ
 ہاتھ تلوار کا بھی مجھ پہ لگاتے جاؤ
 قبر عاشق پہ بھی دو پھول پتر چلانے جاؤ
 اپنی صورت بھی تو عاشق کو دکھانے جاؤ
 میرے سینے کو نہ زانو سے دباتے جاؤ

اک نہ اک روز عوض اس کالے کاسطوت

یار جو ناز کرے دل سے اٹھاتے جاؤ

✦

خدا کی محبت کے ہیں راہ نما
 محمدؐ ہے مرغوب دینا دین
 محمدؐ معشوق ہے بہر دروگار
 اسی شمع کے سائے پر دانے ہیں
 عیساں نور کثرت محمدؐ سے ہے
 جناب محمدؐ رسول خدا
 محمدؐ ہے مطلوب اہل یقین
 محبت کا رکھا ہے حسن پر مدار
 اسی گل کے سب لوگ دیوانے ہیں
 کہ اظہار وحدت محمدؐ سے ہے

نہی سے محمدؐ کی ہے ابتدا

اسمے پر ہوا خانہ عشق کا

✦

بعد حمد و ثنا ذات کبریا و نعت حضرت محمد مصطفیٰ کے جانا چاہئے کہ خداوند کریم
 نے جو اشیاہ ذی روح وغیر ذی روح زمین اور آسمانوں میں پیدا کی ہیں، تو ان سب
 اشیاہ سے انسان کو پاکیزگی دلطف سے پیدا کیا گیا ہے کہ جس طرح سے انسان کے

سارے جسم میں سے آنکھ کی سیاہ نبوری کو باعتبار بینائی کے فضیلت ہوتی ہے۔ اسی طرح اشبائے ذی روح سے انسان کو فضیلت ہے۔ جیسا کہ خداوند کریم ارشاد فرماتا ہے: قولہ تعالیٰ:

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ وَحَمَلْنَا هُوًا فِي الْبَرِّ وَ
الْبَحْرِ وَرَزَقْنَاهُمْ مِّنَ الطَّيِّبَاتِ وَفَضَّلْنَاهُمْ عَلَى كَثِيرٍ
مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيلًا

اور بے شک ہم نے بزرگ کیا، اولاد آدم علیہ السلام کو، اور اٹھایا ہم نے ان کو یعنی ان کو سوار کیا، میدان میں چوپائیوں پر اور دریا میں کشتیوں پر۔ اور روزی دی ہم نے ان کو پاکیزہ کھانوں میں سے اور زیادتی دی ہم نے ان کو بہتوں پر انہوں میں سے جنہیں پیدا کیا ہم نے بزرگی و فضیلت دی۔

یعنی جو اشبائے ذی روح پیدا کیں ہم نے انہوں میں سے انسان کو بڑی فضیلت اور بزرگی دی ہے۔ انسان کی بزرگی اور تکریم کے باب میں علماء کی بہت تقریریں ہیں۔ اس ترجمے میں ایک قول جامع پر اکتفا کی جاتی ہے کہ صاحب بحر الحقائق رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے:

انسان کی بزرگی دو قسموں پر ہے۔ ایک جسمانی اور دوسری روحانی۔

جسمانی بزرگی سب انسانوں کو حاصل ہے۔ کیا مسلمان اور کیا کافر اور وہ یہ ہے، کہ دونوں ہاتھوں سے اس کا منہ خمیر کرنا، رجم میں صورت بنانا، خوبصورتی، مزاج، قریب اعتدال ہونا، قد کی راستی اور دونوں ہاتھوں سے چیز لینا، انگلیوں سے کھانا، دائرہ اور گیسوؤں سے زینت عقل سے تمیز سمجھنا، زبان اشارے خط سے یعنی نکل کر، اسباب معیشت کی راہ پانا، صنعت اور کتابت سے برقرار رہنا۔

اور روحانی بزرگی بھی دو قسموں پر ہے۔ ایک عام دوسری خاص۔

عام میں تو مومن اور کافر دونوں شریک ہیں۔ جیسے کہ ان میں روح پھونکنا، حضرت آدم

علیہ السلام کی پشت مبارک سے نکلنا قول اُنٹ سنا یا جانا، جو اب میں بٹی گنا، بزرگی پر عہد باندھنا، فطرت پر پیدا کرنا، ان کے پاس رسولوں کو بھیجنا، ان کے واسطے کتابوں کو نازل کرنا، جنت کے ثواب کی ترغیب، دوزخ کے عذاب کی تحویف، ان کے واسطے قدرت کے آثار اور دلائل اذم معجزات کا ظاہر کرنا۔

مگر خاص روحانی بزرگی وہ ہے جس کے باعث انبیاء، اولیاء، مومنون کو بزرگ کیا ہے۔ وہ نبوت، رسالت، ولایت، ہدایت، ایمان، اسلام، ارشاد، کمال، اخلاق، آداب، سیرا، اللہ، فنا فی اللہ کی طرف اشارہ ہے کہ اللہ میں اللہ کے ساتھ لاہوتی جذبوں کے سبب ناسوتی تنگیوں سے ترقی اور مقامات پر عبور انانیت سے فنا، ہریت کے ساتھ بقا، اور جو بزرگیاں حد سے باہر ہیں۔

محمد بن کعب رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ آدمیوں کی بزرگی اس سبب سے ہے کہ حضرت مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ان میں سے ہیں۔ اور ہم بھی اسی قول کو ترجیح دیتے ہیں،

نظم

اے شرف دادہ آدمؑ تو روشنی دیدہ عالم بتوا
کیست درین خانہ کہ خیل تو نیست کیست بریں خوان کہ طفیل تو نیست

از تو صلایے بہ الست آمدہ

نیست مہانی سے بہت آمدہ

حقائق سلمیٰ میں لکھا ہے کہ اس آیت کے یہ معنی ہیں کہ بزرگ کیا ہم نے حضرت آدم کو معرفت اور توحید کے سبب سے اور اٹھایا ہم نے اسے نفس کے بر یعنی میدان لودل کے بحر یعنی دریا میں۔

بعضوں نے کہا ہے کہ بر یعنی مبدان وہ ہے جو فعتین اور صفین ظہور رکھتے ہیں۔ اور بحر یعنی دریا وہ ہے جو حقائق ذات پوشیدہ ہیں۔ تاویلات کاشی میں لکھی ہے کہ مدبر عالم اجسام ہے اور بحر عالم ادواح اور آدمیوں کا ان دونوں میں اٹھانا ان دونوں سے انہیں ترکیب دینا ہے۔ اور روزی دی ہم نے انہیں پاکیزہ علموں اور معرفتوں میں سے اور بزرگی ہم نے عطا کی انہیں بہتری مخلوق پر۔ اس سبب سے کہ انہیں ان کے عیبوں پر بننا کرنا، اور سب ملائکہ و خواص ملائکہ مستثنیٰ ہیں۔

علماء کو آدمی اور فرشتے کی فضیلت میں بہت گفتگو ہے کہ یہ افضل ہیں کہ وہ مگر جمہور اہل سنت جس بات پر ہیں، وہ یہ ہے کہ آدمیوں کے رسول ملائکہ کے رسول سے افضل ہیں اور ملائکہ کے رسول افضل ہوگی آدمیوں۔ اور اولیاء آدمیوں کے اشرف ہیں اولیاء فرشتوں سے۔ اور صلح مسلمان افضل ہیں عوام ملائکہ سے اور عوام ملائکہ بہتر ہیں فاسق مسلمانوں سے۔ امام قشیری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ بنی آدم سے ایمان دار ہی مراد ہیں۔ اس واسطے کہ کفہ کے واسطے وَمَنْ يُّهِنِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِنْ مُكْرِمٍ كَانَتْ لَهُ نَصِيبٌ مِنْهُمْ۔ اور مسلمانوں کی بزرگی اس سبب سے ہے کہ ان کے ظاہر کو مجاہدہ کی توفیق سے آراستہ کیا ہے۔ اور ان کے باطن کو مشاہدہ کی توفیق سے منور فرمایا، جس طرح تمام مومنوں کو بزرگی عطا کی۔ امت محمدیہ صل اللہ علیہ وسلم کو خاص بزرگی کے ساتھ مخصوص کیا۔ ازاں جملہ رضائے خاص ہونے کا مرتبہ ہے کہ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُمْ اور نجات کا درجہ ہے يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُمْ۔ اور ذکر کی بزرگی ہے۔ فَاذْكُرُونِي اذْكُرْكُمْ غرضیکہ یہ آیت انسان کی فضیلت اور جامعیت کی دلیل ہے کہ صفا الہی کا پر نور ہونے کے واسطے سب مخلوقات کی یہ نسبت ہی انسان صاف آئینہ ہے۔ جیسا کہ ان آیات کے مضمون سے فہم میں آسکتا ہے۔

مثنوی

آمد آئینہ جسد کون ولی ہم چوں آئینہ نہ کردہ جلی
 نمودند درو بوجہ کمال صورت ذوالجمال والافضال
 دانکہ بود این تفریق عدوی مانع از سر جامع احدی
 گشت آدم جلتے این مردات شد عیال ذات او بجمہ صفا
 منظر گشت دکلی و جامع بر ذات وصفات ازو لامع
 شد تفصیل کون را بہ حمل بر مثال تعیینے اول
 بونے این دائرہ مکمل شد

آخر این نقطہ عینے اول شد

لیکن انسان کو بزرگی و فضیلت حاصل نہیں ہوتی، جب تک کہ وہ حق کو حق جان کر باطل کو باطل جان کر جرعه عشق جام محبت سے نوش نہ کرے گا۔ اس واسطے حضرت امام قشیری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ حق وہ ہے، جو خدا تعلقے کے واسطے ہو۔ اور باطل وہ ہے جو اس کے غیر کے لئے ہو۔

صاحب تاویلات اس بات پر ہیں کہ حق کا وجود ثابت واجب ہے۔ جل شانہ کہ ازلی اور ابدی ہے۔ اور باطل وجود بشری امکانی ہے، جو فنا اور زوال قبول کرنے والا ہے۔ اور جب وجود حقانی شعاعوں کی چمکیں ظاہر ہوتی ہیں، تو اس کے مقابل میں وجود موہوم ممکن پر گندہ اور مضمحل ہو جاتا ہے۔ قولہ تعالیٰ:

إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوًّا كَاً

بیشک باطل نیست و نابود اور ناچیز ہو جاتا ہے۔

یہ گمان نہیں کرنا چاہیے کہ انسان کی شرافت نسبتی ہوتی ہے۔ کیونکہ اس کی نسبت

شرافت ہے۔ تو کافروں اور مسلمانوں کو شامل رہتی، مگر شرافت انسانی باعتبار علم اور عمل صالح کے پائی جاتی ہے۔ جیسا کہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔

شَرَفَةُ الْإِنْسَانِ بِالْعِلْمِ وَالْعَمَلِ لَا بِالنَّسَبِ .

یعنی انسان کی شرافت و بزرگی علم و عمل سے ہے نہ کہ مال اور نسب سے .

اور خداوند کریم سورہ مومنین میں فرماتا ہے۔ قولہ تعالیٰ .

فَإِذَا نُفِخَ فِي الصُّورِ فَلَا أَنْسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَلَا يَتَسَلَّوْنَ

جب پھونکا جائے گا صور میں نفخہ ادنیٰ، اس کے سبب سے مرے زندہ ہو جائیں گے۔ اور

قیامت قائم ہو جائے گی، تو نسب نہ ہوں گے ان کے درمیان اس دن۔ اور نہ (اس دن)

نسبتوں کا سوال کیا جائے گا۔

یعنی نسب کا علاقہ منقطع ہو جائے گا۔ اور کسی ذمی رحم کو اپنے کسی سے پر رحم نہ ہوگا۔

جس نسب کے سبب سے آج ہم دنیا میں فخر کرتے ہیں۔ کل قیامت کو اس کے

سبب سے نفع نہ ہوگا۔ اس واسطے کہ اس روز نسب صحیح چاہیے۔ نسب ظاہری

اور مزین نہیں۔ اور نسبوں سے نہ پوچھیں گے۔ ایک دوسرے سے یا کوئی کسی کو نہ پوچھے

گا، اپنے حال میں مبتلا ہونے کے سبب سے۔ اور یہ حال حساب سے قبل ہوگا۔ اور

اس کے بعد ایک دوسرے کا حال پوچھیں گے جیسا کہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے :

وَاقْبُلْ بَعْضُهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ يَتَسَاءَلُونَ ه

اور وہ ایک دوسرے سے (حال احوال) پوچھنے لگیں۔ یعنی حساب کے بعد۔

در بیان آنکہ ہر ایک انسان کو چاہیے کہ.....

اگر انسان اپنے عمدہ سابقہ کو پہنچا چاہتا ہے، تو اسے مشائخ کے حکم کی تعمیل کرنی

چاہیے، جیسا کہ متقدمین مشائخ نے کہا ہے کہ جو شخص عارفوں سے ہونا چاہے، اور شیطان

سے نجات چاہیے، اس کو چاہیے کہ دور کرے اپنے اور معرفت کے درمیاں سے چار چیزوں کو۔ ابلیس کو اور جس امر کو وہ چاہیے۔ اور نفس کو، جس کی وہ خواہش کرے اور شہواتِ نفسانی کو اور جن چیزوں کی طرف وہ مائل ہوں۔ اور دنیا کو اور جس کو دنیا چاہیے۔

ابلیس مردود چاہتا ہے نوال تیرے دین کا۔ تاکہ تو ہمیشہ دوزخ میں اس کے ساتھ رہے۔
جیسا کہ خدائے تعالیٰ نے فرمایا ہے :

كَمَثَلِ الشَّيْطَانِ إِذْ قَالَ لِلْإِنْسَانِ اكْفُرْهُ رَمَانْدَمَثَلِ شَيْطَانِ كَيْ كَمْ
جس وقت وہ کہتا ہے آدمی کو کہ کافر ہو جا۔
وَقَالَ اللَّهُ الشَّيْطَانُ يَعِدُكُمْ الْفَقْرَ (اور فرمایا خدائے تعالیٰ نے کہ شیطان ڈراتا ہے تم کو غریبی سے۔

نفس چاہتا ہے معصیت اور چھوڑنے بندگی خدائے تعالیٰ کی۔ اور یہ نہایت معیوب ہے خدائے تعالیٰ کے نزدیک۔ بیان کیا عیب نفس کو خدائے تعالیٰ نے اور پرزبانِ حضرت یوسف علیہ السلام کے۔

إِنَّ النَّفْسَ لَأَمَّارَةٌ بِالسُّوءِ (یعنی اپنے نفس برائی سکھاتا ہے) اور آدمی کو ہوائے نفسانی، شہوت پرستی کو اور عدم کوشش خدمتِ مولیٰ کو چاہتی ہے اور حال یہ ہے کہ خدائے تعالیٰ نے فرمایا ہے،

وَأَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوَىٰ فإِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَأْوَىٰ ہ لیکن جو آدمی ڈرتا ہے حضور پروردگار اپنے سے۔ اور باز رکھتا ہے اپنے نفس کو اس کی خواہش سے، پس تحقیق آخرت میں رہنے کی جگہ اس کی جنت ہوگی۔

دنیا چاہتی ہے کہ عمل دنیاوی کو پسند کرے تو آخرت کے اعمال پر اور

حال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے،

فَأَمَّا مَنْ طَغَىٰ وَآثَرَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا فَإِنَّ الْجَحِيمَ هِيَ
 الْمَأْوَىٰ ه لکن جو شخص سرکشی کرے، اور اختیار کرے، زندگی دنیا کو، پس تحقیق
 آخرت میں رہنے کی جگہ اس کی جہنم ہوگی۔

یہ چار چیزیں جب اٹھائی جائیں، تب عارف طرف معرفت کے پہنچتا ہے۔ اور وہ
 خدائے تعالیٰ ہے۔ اور جو شخص پیروی کرے ابلیس خبیث کی۔ اور جو کچھ کہ مردود اس کو
 چاہتا ہے۔ وہ آدمی زوال دین میں اپنے کوشش کرتا ہے، اس کو عذاب دائمی ہوگا۔
 مانند عذاب ابلیس کے اور جو شخص پیروی کرتا ہے نفس کی۔ اور جو چاہتا ہے نفس اس
 کو یعنی معصیت کو، اس کو عذاب بے انتہا ہوگا۔ اور جو شخص پیروی کرتا ہے، ہولائے
 نفس کی، اور وہ شہوات ہیں، اس پر سخت عذاب ہوگا، اور جو دنیا کی پیروی کرے
 دنیا اور آخرت دونوں اس سے جاتی ہیں، جیسا کہ خدائے تعالیٰ نے فرمایا ہے:

خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةَ ط (یعنی دنیا اور دین دونوں برباد ہوئے)۔

اور جو ابلیس کی طاعت کرے گا، خدائے تعالیٰ کی رحمت سے محروم رہتا ہے۔ جیسا
 کہ قول خدائے تعالیٰ کا ہے:

وَمَنْ يَعْشُرْ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمَنِ نَقِيضٌ لِّهٖ شَيْطَانًا فَهُوَ
 لَهٗ قَرِيْنٌ ۝ (اور جو شخص طاعت کرے نفس کی چلی جاتی ہے پرہیزگاری اس
 کی اور جو ہولائے نفس کی اطاعت کرتا ہے، اس کی عقل ماری جاتی ہے۔ اور جو دنیا
 کی پیروی کرتا ہے، آخرت نہیں پاتا ہے، جیسا کہ قول خدائے تعالیٰ کا ہے۔

بَشِّرِ لِلظَّالِمِيْنَ بَدَلًا ۝ (برائے واسطے ظالموں کے بدلہ)۔

اس واسطے مومنوں کو چاہئے کہ شیطان لعین کی تابعداری ظاہری و باطنی
 ترک کر دیں۔ ورنہ قیامت کے دن شیطانی زمرہ میں شمار کئے جائیں گے جیسا کہ
 حدیث شریف میں آیا ہے کہ:

جب ڈابلیں جائیں گے اہل دوزخ، دوزخ میں، تو رکھا جائے گا واسطے ابلیس
لعین کے منبر آگ کا، اور پہنایا جائے گا، اس کو لباس آگ کا، اور تاج پہنایا جائے
گا آگ کا اس کو اور اس کے پاؤں میں بیڑی آگ کی ڈالی جائے گی۔ پھر کہا جائے
گا، اے ابلیس! اس منبر پر چڑھ اور اہل دوزخ کو خطبہ یعنی وعظ سنا۔ پس
ابلیس منبر پر چڑھے گا۔ اور اہل دوزخ کو کہے گا کہ اے اہل دوزخ! پس سنیں گے اس
کی آواز سب دوزخی اور سب کے سب متوجہ ہوں گے اس کی طرف اور دیکھیں
کے اس کی طرف۔ کہے گا ابلیس لعین، اے گروہ کفار اور منافقین! خدائے تعالیٰ
نے تم لوگوں کے ساتھ وعدہ حق کیا تھا، اس بات کا کہ تم سب مرد گئے، اور پھر حشر
کئے جاؤ گے اور حساب لئے جاؤ گے۔ بعد اس کے دو گروہ کئے جاؤ گے، ایک گروہ
بشت میں اور دوسرا دوزخ میں ہوگا۔ اے گنہگارو! تم گمان کرنے بھنے کہ دنیا سے
جدا نہ ہوں گے، اور ہمیشہ اس میں رہیں گے۔ اور مجھ کو تم لوگوں پر کچھ غلبہ نہ تھا،
مگر دوسو سے میں ڈاتا تھا تم لوگوں کو، اور قبول کیا تم نے، اور پروردگار کی میری، پس
تصور تمہارا ہے، ملامت مجھ کو مت کرو۔ تم اپنے نفس کو ملامت کرو۔ کیونکہ سزا دار
تم ملامت کے زیادہ ہو مجھ سے۔ کیوں بندگی خدائے تعالیٰ کی تم نے نہ کی۔ درنحالیکہ وہ خالق
ہر شے کا ہے۔ اس کے بعد کہے گا کہ میں قادر نہیں ہوں تم کو عذاب خدائے تعالیٰ سے
بچانے پر اور نہ تم قادر ہو مجھ کو بچانے پر۔ میں اس سے بری ہوں، آج جو کچھ تم کو
کہا تھا، اور میں ملعون اور مردود ہوں درگاہ خدائے تعالیٰ سے، جس وقت دوزخ سے
ابلیس لعین سے اس بات کو سنیں گے تو سب اس کو لعنت کریں گے، بعد اس
کے فرشتے دوزخ کی آگ نیزوں سے منبر پر سے گرائیں گے۔ اس کو اور اس کے تابعین
کو اسفل السافلین میں ہمیشہ کے لئے اور کہیں گے ان کو فرشتے دوزخ کے، تمہارے لئے نہ
موت ہے، نہ راحت، ہمیشہ رہو گے اسی دوزخ میں۔

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ ایک روز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد شریف سے نکلے۔ اچانک آپ کے سامنے ابلیس ہوا۔ پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے ابلیس! میری مسجد کے دروازے کے پاس کیا چیز تجھ کو لائی۔ ابلیس لعین نے کہا کہ اے محمد! صلی اللہ علیہ وسلم، یہاں مجھ کو خدائے تعالیٰ لایا ہے۔ پھر آپ نے پوچھا یہ کس لئے۔ کہا تاکہ آپ مجھ سے پوچھیں جو آپ کا جی چاہے۔ کہا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ پہلا سوال حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابلیس لعین سے نماز کا کیا تھا۔ فرمایا: اے ابلیس! کیوں تو لوگوں کو نماز جماعت سے روکا کرتا ہے۔ کہا اے محمد! جس وقت آپ کی امت نماز پڑھنے کے لئے نکلتی ہے تو اس وقت مجھ کو شدت سے بخدا آجاتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ لوگ متفرق ہوں اپنی نماز سے۔ پھر پوچھا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اے ابلیس! میری امت کو قرآن مجید پڑھنے سے کس لئے روکا کرتا ہے، کہا کہ جس وقت آپ کی امت کے لوگ قرآن مجید پڑھنے میں تو میں مثل رانگ کے پگھل جاتا ہوں۔ پھر پوچھا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے، اے ابلیس تو میری امت کو جہاد سے کیوں روکتا ہے۔ جواب دیا کہ جس وقت وہ جہاد کے لئے نکلتے ہیں، تو پیر میرے جگر جلتے ہیں، یہاں تک کہ وہ لوگ لوٹ نہ آئیں۔ پھر پوچھا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اے ابلیس تو میری امت کو حج سے کیوں روکا کرتا ہے۔ کہا کہ جس وقت لوگ حج کے لئے نکلتے ہیں، تو میں زنجیر اور بند میں گرفتار ہوتا ہوں۔ اور میری گدوں میں طوق ڈالا جاتا ہے۔ اور جس وقت صدقے کا قصد کرتے ہیں آپ کی امت کے لوگ تو رکھا جاتا ہے میرے برابر آٹا اور چیرا جاتا ہے، جیسا کہ لکڑی چیری جاتی ہے۔

در بیان آنکہ جس فرقہ کی محبت و رغبت کرتا ہے قیامت کو اسی گروہ سے ملقب ہوگا۔

جاننا چاہئے کہ انسان فرقہ کے پیشے کی محبت و رغبت سے کرتا ہے، قیامت کو اسی فرقہ

گروہ کے لقب پر ملقب کر کے پکارا جائے گا۔ اور اسی فرقہ میں شمار کیا جائے گا۔ جیسا کہ خداوند کریم کل قیامت کو قدرت کی زبان سے پکارے گا کہ اے امت نوحؑ، اے امت ابراہیمؑ، اے امت موسیٰؑ، اے امت عیسیٰؑ، اے امت حضرت محمدؐ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور اسی طرح ہر ایک فرقہ کو ان کی پیشہ روی کی وجہ سے ان کے پیشواؤں کے نام سے پکارا جائے گا۔ تاکہ وہ ہر ایک اپنے پیشوائی کے ساتھ شامل کیا جائے۔

جیسا کہ اکثر اخباروں میں آیا ہے، کہ ایک منادی قیامت کے دن کہ لاؤ میرے پاس فرعونوں کو، پس آیا جائے گا، وہ سر پر اس کے آگ کی ٹوپی ہوگی۔ اور قطران کا کرتہ پہنے ہوئے ہوگا۔ اور خنزیر پر سوار ہوگا۔ پھر پکارے گا کہ کہاں ہیں جبار اور منکبر لوگ۔ پس وہ بلائے جائیں گے، اور ان کو دوزخ کی طرف لایا جائے گا۔ اور ان لوگوں کا پیشوا فرعون ہوگا۔ پھر وہ آواز دے گا کہ کہاں ہے قابیل۔ پس لایا جائے گا اس کو۔ پھر ندا ہوگی کہ کہاں ہیں حاسد لوگ۔ پس بلائے جائیں گے اس کے ساتھ دوزخ میں۔ اور قابیل ان کا پیشوا ہوگا۔ پھر ندا ہوگی کہ کہاں ہے کعب بن اشرف رئیس مہمانے یسود کا۔ کیونکہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ اگر کعب ایمان لاتا تو سارے یسود ایمان سے آتے۔ پس لایا جائے گا وہ ویسا ہی۔ پھر پکارے گا کہ کہاں ہیں وہ لوگ جو چھپتے تھے حق کو اور علم کو۔ پس لائیں گے ان کو ہمراہ اس کے طرف دوزخ کی۔ اور کعب ان کا پیشوا ہوگا۔ پھر پکارے گا کہ کہاں ہیں وہ لوگ کہ جھٹلانے تھے خدا تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو۔ پس ہوگا ابو جہل ان کا پیشوا جہنم میں۔ پھر ندا ہوگی کہ کہاں ہے ولید بن مغیرہ۔ پس لایا جائے گا وہ۔ پھر ندا ہوگی کہ کہاں ہیں تمسخر کرنے والے فقراءے مساکین پر۔ پس پیشوا ان کا ولید بن مغیرہ ہوگا دوزخ میں۔ پھر ندا ہوگی کہ کہاں ہے اجدع قوم لوط سے کہ لواطت کرتا تھا۔ پس لایا جائے گا۔ پھر پکارے گا کہ کہاں ہیں وہ لوگ جو لواطت کرتے تھے۔ پس لائے جائیں گے وہ اور اجدع ان کا پیشوا

ہوگا دوزخ میں۔ پھر ندا ہوگی کہ کہاں ہے امرؤ القیس، پس لایا جلیقے گا وہ۔ پھر جمعے کے
جائیں گے سب شاعر جو کہ جھٹلانے نئے کتاب اللہ اور رسول اللہ کو۔ پس امرؤ القیس
دوزخ میں ان کا پیشوا ہوگا۔ پھر ندا ہوگی کہ کہاں ہے سبیلہ کذاب۔ پس حاضر کیا جائے
گا اس کو۔ پھر بچائے گا کہ کہاں ہیں وہ لوگ کہ جھٹلانے نئے کتاب اللہ اور رسول اللہ کو پس
سبیلہ کذاب پیشوا ان کا ہوگا دوزخ میں۔

اس کے بعد ندا ہوگی کہ کہاں ہے ابلیس لعین، پس وہ لایا جائے گا، اور وہ مردود کے
گا، کہ اے حاکم عادل! دے مجھ کو فوج میری اور مؤذن میرے، اور قاری میرے، اور مصاحب میرے
اور وزراء میرے اور فقہا میرے، اور خزاہنجی میرے اور سوداگر میرے اور طبال میرے اور حواشی
میرے۔ پس کہا جائے گا اے ملعون! راندہ درگاہ، کون ہے لشکر تیرا۔ پس کہے گا، وہ لوگ
کہ سرہیں ہیں، اور مؤذن میرے کاہن لوگ ہیں، اور قاری میرے کانے ولے ہیں۔ اور مصاحب
میرے گردنے اور گردنے دیے ہیں۔ اور فقہا میرے وہ لوگ ہیں کہ ٹھٹھا کرتے نئے مصیبت
زدوں پر ادا کھاتے تھے اچھا کھانا۔ اور خزاہنجی میرے وہ لوگ ہیں کہ حاضر کرنے نئے خوان
مسکرات کا اور نہ دیتے تھے زکوٰۃ۔ اور سوداگر میرے وہ لوگ ہیں کہ بیچتے تھے سازنگی اور
طبال میرے وہ لوگ ہیں کہ بجاتے تھے طبلہ اور دف۔ اور حواشی میرے وہ لوگ ہیں کہ بونے
تھے انگور واسطے نشے کے، پس نکلے گا ایک اشد با کہ اس کی گردن کی درازی ستر برس کی راہ
کے برابر ہوگی۔ پس جمع کرے گا ان لوگوں کو اور ان کو دوزخ کی طرف لٹک کرے جائے گا۔

اس کے بعد لوگ حساب کے واسطے بلائے جائیں گے۔ پس اللہ تعالیٰ کہے گا کہ اے
جبریل! اول وہ شخص کہ جنت میں داخل ہوگا، محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ پس ہوگا زینب سر
اقدس ایک تاج نور کا اور زینب تن مبارک حیرت سبز رنگ کا۔ اور آگے ہشتر (۸۰) ہزار نشان
ہوں گے۔ پس اٹھایا جائے گا لوائے احمد، پھر ندا کیے گا منادی کہ کہاں ہیں وہ لوگ کہ خبیث
کرتے تھے فقر کو اور دیتے تھے فقرا کو، اور نئے وہ طریق حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر

اور پیروی ان لوگوں نے سُنت کی۔ پس کہا جائے گا، جاؤ تم ساتھ نبی اپنے کے جنت میں پھر لایا جائے گا حضرت آدم علیہ السلام کو کہ ان کے سر پر ایک نور کا ناچ ہوگا اور ان کے سامنے آٹھ ہزار نشان ہوں گے۔ پس پکارا جائے گا کہ کہاں ہیں وہ لوگ کہ انہوں نے حج اور عمرہ کیا تھا۔ پس حضرت آدم علیہ السلام ان کے پیشوا ہیں۔ پھر بہشت کی طرف لایا جائے گا حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اسی طرح کہ سامنے بیس ہزار نشان ہوں گے۔ پھر کہا جائے گا کہ کہاں ہیں وہ لوگ کہ دوست رکھنے بھنے مہانوں کو اور دینے بھنے غریبوں کو۔ پس حضرت ابراہیم علیہ السلام ان کے پیشوا ہیں۔

بہشت کی طرف پھر لایا جائے گا حضرت یوسف علیہ السلام کو اسی طرح کہ سامنے ان کے دس ہزار نشان ہوں گے۔ پھر کہا جائے گا حضرت یوسف علیہ السلام کو کہ ترک کی خواہش نفسوں کی باوجود قدرت کے۔ پس حضرت یوسف علیہ السلام پیشوا ان کے ہیں۔

طرف جنت کے پھر لایا جائے گا حضرت یعقوب علیہ السلام کو اسی طرح۔ پس کہا جائے گا کہ کہاں ہیں وہ لوگ جو احسان کرتے تھے اپنے ہمسایوں پر۔ پس حضرت یعقوب علیہ السلام پیشوا ان کے ہیں۔ طرف بہشت کے پھر لایا جائے گا حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کو۔ اور ندا ہوگی کہ کہاں ہیں وہ لوگ جو حق کہتے تھے خدا تعالیٰ کی۔ پس حضرت موسیٰ علیہ السلام ان کے پیشوا ہیں۔

پھر بہشت کی طرف لایا جائے گا حضرت ہارون علیہ السلام کو۔ پس کہا جائے گا کہ کہاں ہیں وہ لوگ کہ عدل کرنے تھے اپنی خلافت میں۔ پس حضرت ہارون علیہ السلام ان کے پیشوا ہیں۔ پھر جنت کی طرف حضرت ایوب علیہ السلام لائے جائیں گے۔ اور کہا جائے گا کہ کہہ رہے ہیں وہ لوگ کہ صبر کرنے تھے، اپنی بیماریوں اور آفتوں میں۔ پس حضرت ایوب علیہ السلام ان کے پیشوا ہیں۔

پھر جنت کی طرف لائے جائیں گے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سر پر ان کے

تاج ہوگا نور کا۔ اور لباس ان کا اطلس اور دیبا کا ہوگا۔ پس ندا ہوگی کہ کہاں ہیں صدیق لوگ پس حضرت ابو بکر صدیقؓ پیشوا ان کے ہیں۔

پھر جنت کی طرف لائے جائیں گے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ پس کہا جائے گا، کہاں ہیں حکم کرنے والے اچھی باتوں کے اور منہ کرنے والے برائیوں سے۔ پس حضرت عمرؓ پیشوا ان کے ہیں۔ پھر جنت کی طرف لائے جائیں گے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ اور ہوگا ادنیٰ کے جسم پر لباس حیار کا۔ پس کہا جائے گا کہ کہاں ہیں وہ لوگ کہ ترک کیا انہوں نے گناہوں کو خدا کے شرم سے۔ پس حضرت عثمانؓ ان کے پیشوا ہیں۔

پھر بہشت کی طرف حضرت علیؓ رضی اللہ عنہ لائے جائیں گے۔ پس کہا جائے گا کہ کہاں ہیں غازی لوگ۔ پس حضرت علیؓ رضی اللہ عنہ ان کے پیشوا ہیں۔ پھر بہشت کی طرف حضرت حسینؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہما لائیں جائیں گے۔ پس کہا جائے گا کہ کہاں ہیں مظلومین اور مقتولین خدا تعالیٰ کی اطاعت میں۔ یعنی وہ لوگ کہ ظلم کئے گئے، اور قتل کئے گئے خدا تعالیٰ کی اطاعت میں۔ یہ دونوں پیشوا ان کے ہیں۔

پھر ندا ہوگی اور جنت کی طرف لائیں جائیں گے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ، اور کہا جائے گا کہ کہاں ہیں فضا۔ پس وہ پیشوا ان کے ہیں۔ طرف جنت کے پھر لائے جائیں گے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ، پس کہا جائے گا، کہاں ہیں مؤمن لوگ پس وہ پیشوا ان کے ہیں طرف بہشت کے۔

وَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَنَّ مَسْنَةً حَسَنَةً
بِهِ أَجْرُهَا وَأَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا وَمَنْ سَنَّ سُنَّةً سَيِّئَةً فَعَلِيهِ
وِزْرُهَا وَوِزْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا۔
(بخاری و مسلم)

فرمایا حضرت جناب مکرم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس شخص نے نکالا ایک طریقہ اچھا یعنی دین اسلام میں اور وہ امام ہے اس طریقے کا، پس واسطے اس کے ہے

اجر اس کا اور اجر اس شخص کا کہ جس نے عمل کیا، موافق اس طریقے کے، یعنی جو شخص کر عمل کرے، اس طریقے پر بعد اس کے اور جس شخص نے نکالا ایک طریقہ بُرا، یعنی وہ امام ہے اس بُرے طریقے میں، پس واسطے اس کے گناہ اس کا ہے، اور گناہ اس شخص کا ہے، جو عمل کرے اس طریقے پر بعد اس کے، یعنی جس نے اول کوئی عمل بد کیا، لکھا جائے گا، اس پر گناہ اس شخص کا بھی، جس نے عمل کیا اس کو دیکھ کر بعد اس کے۔

ماسومی اللہ کو بھول کر یا دِحق میں مشغول ہونا یہی علم سے

پس جاننا چاہئے کہ علمِ غیر کو بھول جانا ایک آسان بات ہے، جو ذکرِ الہی کی کثرت اور علاقوں کے قطع کرنے سے غیر کو بھول جاتا ہے۔ اور ماسولے اللہ کے نقشِ صفحہٴ دل سے دھوئے جاتے ہیں۔ لیکن وہ علم جو خاص اپنی ذات میں ہے، اس کو فراموش کرنا ایک مشکل اور بہت ہی تکلیف دہ کام ہے، اس لئے کہ ہر ایک انسان اپنے ذاتی علم سے ایک لحظہ بھر بھی غافل نہیں ہے۔ اور ہمیشہ خود بان خود ہے۔ پس اپنی خودی سے چھٹکارا سوائے کامل اولیاء اللہ کے کم ہی کسی کو نصیب ہوتا ہے۔

جب تک سالک اپنے علم کے ذریعہ حسوں کی دوڑ دھوپ سے مقصود حاصل کیا چاہتا ہے۔ ابھی دور اور مجبور ہے، اس لئے کہ جو کچھ اس کے علمِ عقل و ہم و خیال اور قوتِ مدرک میں جلوہ گر ہوگا، سب کا سب مخلوق اور غیرِ حق کا ہوگا۔ جس کے کلہ لافنی کرنے ہے۔ کیونکہ بزرگ اور بلند خدا تعالیٰ کی ذات اور صفات جو اس کے راستے سے نہیں پائی جاتی، جس طرح پر کہ چمکا ڈر کی آنکھ سوچ کے دیکھنے کی طاقت نہیں رکھتی، اس طرح پر عقل و حواس کی آنکھیں وحدتِ حقیقی کے نور کو نہیں پاسکتیں۔ **بیت**

تا تو پیدائے خدا باشد نہاں تو نہاں شو تا کہ حق گرد و عیب

جب تک تو ظاہر ہے، خدا پوشیدہ ہے، تو چھپ جاتا کہ حق سبحانہ ظاہر ہو۔
اپنے آپ سے چھپ جانے کے معنی یہ ہیں کہ دیکھی بھالی چیزوں سے غائب ہو
جائے اور خداوند تعالیٰ کی ہستی کے ظہور میں فانی اور ہلاک ہو جائے۔ جب تک کہ ساک
میں اس کی خودی کا علم قائم ہے اور اپنی ذات سے فانی نہیں ہوا۔ پردہ در پردہ میں ہے۔
کیونکہ **الْعِلْمُ حِجَابُ الْأَكْبَرِ**۔ (علم بڑا بھاری پردہ ہے)۔
حجاب اکبر سے اپنی خودی کا علم مراد ہے، جب ساک اپنی خودی سے خلاصی پاوے،
اور اپنے علم اور حسوں کو حق تعالیٰ سبحانہ کی ہستی کے ظہور کے مشاہدہ میں گم کرے،
تو حق سے حق کو پہچانتا ہے۔ **عَرَفْتُ رَبِّي بِسَبِيحَةٍ**۔ میں نے خدا کو خدا ہی سے پہچانا۔
اس کا بیان بہت لمبا ہے۔ اس لئے کوتاہ قلمی کو مد نظر رکھا گیا ہے۔

اے عزیز! وہ جماعت جس نے قال کو حال پر ترجیح دے کر عقلی اور نقلی دلیلوں سے
اسے پڑھنے جاننے بات کرنے وغیرہ کو عظیم الشان عبادتوں سے گناہ ہے، اور تقلید کے مقام
سے نکل کر تحقیق کے درجہ میں قدم نہیں رکھا، ان کی یہ سب نارسانی و نالیافتی ہے کہ انہوں نے
اپنے دل کی بیماریوں کو دور نہ کیا۔ اور قیل و قال پر ہی مٹے۔ لیکن جس علم کے ساتھ عمل ہو
پس اگر خدا تعالیٰ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق عمل ہو۔ اور ظاہر و باطن
سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت سے آراستہ ہو تو اس کا اثر سب کا نورانی
ظاہر و باطن کو روشنی بخشنے والا ہے، جس طرح پر کہ خداوند تعالیٰ نے حدیث قدسی میں فرمایا،
اے بندے! وہی علم نفع مند ہے کہ تجھے مجھ تک پہنچائے، اور خدائی سے ملاپ تک
لائے۔ اور دوری سے حضوری تک راستہ دکھائے۔ جس چیز کو تو دیکھے، مجھ کو جانے
اور مجھ کو ہی پڑھے۔

اے عزیز! علم اصل وہی ہے کہ معاد کے عقل کی روشنی بڑھائے اور معاد کا عقل
وہ ہے کہ آدمی کو خدا کا راستہ دکھائے۔ اور آخرت کے کاموں اور خدا طلبی کے راستہ میں

مدد و مددگار ہو۔ اور طریقت کے سالکوں اور حقیقت کے راستہ کے طالبوں کے لئے قال و حال کا سرمایہ اور پیرایہ ہو۔ یعنی علم کی برکت سے عمل کے لباس سے آراستہ ہو۔ اور دنیا کی آلائشوں سے آلودہ نہ ہو۔ اور اپنے سب وقتوں کو حق سبحانہ تعالیٰ کی رضا مندی اور حق جوئی میں خرچ کرے۔ اور خدا تعالیٰ کی مخلوق پر شفیق اور رحم دل ہو۔

اور لوگوں کو محض خدا تعالیٰ کے واسطے دینی فائدے پہنچائے اور جن کو فیض پہنچایا ہے، ان سے شائبہ کی امید اور خدمت کی توقع نہ رکھے اور اپنی کمالیت پر نظر نہ کرے اور علم کے ذریعہ ہونے کے باعث اپنی ذات کو بزرگ نہ جانے، اور کسی پر فخر نہ کرے، حق کو باطل سے جدا کرے۔ لوگوں کو ان کی بھلائی برائی سے واقف کرے۔ اور دلیلیں دے کر خلقت کو خدا تعالیٰ کی دوستی پر رغبت دلائے اور دنیا کا فخر و فائقہ آجانے پر جگہ سے پھسل نہ جائے۔ اور حرص و ہوا کی بدولت علم کی بزرگی کو ضائع نہ کرے۔ بڑی مجلسوں میں ہرگز نہ بیٹھے۔ اور اپنی ظاہری اور باطنی اوقات کو مہو بہ ہو آنحضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریق پر گزرا سے، اور خدا و رسول کے آداب کو جس طرح کہ بجالانے کا حق ہے بجالائے۔ جو جان لیا ہے اس پر عمل کرے۔ جسمانی اور روحانی عبادتوں کو جمع کر کے ایک ساتھ کرے تاکہ علم اور عمل کی برکت سے نفسانی کدورتوں سے صاف اور منصف ہو کر قرب الہی کی سعادت تک پہنچے۔ اور اخلاق سنودہ اور صفات محمودہ سے خدا تعالیٰ کی درگاہ میں ہو، اور ایسا سچا صاف دل عالم دونوں جہانوں کو فیض پہنچانے والا، سیدھا راستہ دکھانے والا، پیغمبروں کا وارث، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نائب خدا کا مقبول ہونا ہے۔ اس شخص کا فیض ایک جہان کو روشن کرتا ہے۔ اور روشنی دیتا ہے۔ اس کی ہدایت ایک دنیا کو جہالت کے بھنور سے نکال کر کمال کے درجہ تک پہنچاتی ہے۔ اس کے سر پر عزت۔ اقبال کا تاج پیدا ہوتا ہے۔ اور سعادت کا خلعت جو

جو اس نے زیب تن کیا ہے، ہو بیدا ہوتا ہے۔ حسب ذیل اشارہ اسی کی طرف ہے۔
 عِزَّةُ الدُّنْيَا وَشَرُفُ الْآخِرَةِ - دنیا کی عزت اور آخرت کا فیض۔
 نَوْمُ الْعَالَمِ عِبَادَةً - عالم کی بند عبادت ہوتی ہے۔
 اس کی شان میں بشارت ہے۔ اس کی زبان سعادت کے دروازوں کی چابی
 ہے اس کا کلام سب کا سب فیض اور برکت ہے

بیت
 عِلم آں باشد کہ جان زندہ کند
 مرد را بانی و پائندہ کند

ر علم وہی ہے جو جان کو زندہ کرے اور آدمی کو بانی اور قائم رہنے والا بنائے۔
 ایسا کامل دین پرورد عالم جو مذکورہ بالا صفات سے موصوف ہے، اس قابل ہے،
 کہ خلقت کا پیشوا ہو۔ اور ہدایت کے نور سے دنیا کے لوگوں کو منور کرے۔ لیکن وہ شخص
 جو علم کو دنیا کمینہ کا ذریعہ بنائے اور رتبہ و شان و شوکت کا طالب ہو اور عزت اور
 اقبال کا آرزو مند اور رات دن دنیا کی نفسانی لذتوں میں مشغول رہے۔ اور نفس شیطانی
 کا محکوم افراد نہیں پر چلنا گوارا نہ کرے۔ دل کی حرص و ہوا اور دیگر بری صفتوں سے پاک نہ
 کرے نیک عملوں اور حق سبحانی تعالیٰ کی فرمان برداری میں مستقل نہ ہو، اس میں ضرور
 ہم کی شکل ہے۔ مگر علم کی حقیقت نہیں۔

خداوند تعالیٰ اپنی کتاب میں فرماتا ہے؛

الَّذِينَ حَمَلُوا التَّوْبَةَ ثَمَلُوا بِمَحْمُولِهَا كَمَثَلِ الْجِمَارِ
 يَحْمِلُ أَسْفَارًا

(سورہ جمعہ)

جو لوگ توبت شریف پڑھتے ہیں، اور اس پر عمل نہیں کرنے، ان کی ہوبہ ہو
 گدھے کی مثال ہے کہ جس پر بوجھ لدا ہوا ہو۔

حقیقت میں یہ مثال اسی کے حق میں ثابت ہے۔ اور حدیث شریف میں وارد ہے؛

كُلُّ عَالِمٍ لَمْ يَعْمَلْ بِعِلْمِهِ فَهُوَ مُسَخَّرٌ لِلشَّيْطَانِ .

جو عالم اپنے علم کے ساتھ عمل نہیں کرتا، وہ شیطان کا مطیع ہے۔

اس لئے کہ علم کا مقصود عمل ہے۔ اور عمل مطلوب کے وصول کا ذریعہ ہے اور

خدا تعالیٰ کے راستہ میں ترقی اور بزرگی و بلند خدا کی رضا مندی کے حصول کا ذریعہ۔

شعر گرمی دو ہزار رطل پیمائے

تامئے نہ خوری نہ باشدت مشیدائے

راگر دو ہزار شراب کے پیالے تو ماپ جائے، جب تک تو شراب نہ پئے گا،

وہ نیرا شیدا نہ ہوگا۔۱

ایک بزرگ نے کیا اچھا کہا ہے کہ جاہل کا عمل دیوانہ پن ہے۔ لیکن وہ علم کہ جس

کے ساتھ عمل نہ ہوگا بیگانہ پن رہے۔ صرف علم ہی جس کے ساتھ عمل نہ ہو، خدا طلبی کے

راستہ میں کافی نہیں ہے۔ چنانچہ ایک دانا طبیب بیمار ہو جائے، تو محض دوائیوں کا نام

جانتا ہے، اس کی بیماری کو دور نہیں کر سکتا، نہ ہی صحت بخشنا ہے، جب تک کہ دوائی

کا استعمال نہ کرے، اور پرہیز نہ کرے۔ ایسے ہی روحانی بیمار بھی روحانی بیماری سے صحت

نہیں پاسکتا۔ اور اپنے مقصود پر نہیں پہنچ سکتا، جب تک کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے

طریق پر عمل نہ کرے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل دو قسم پر ہے۔

اول، ظاہری عبادت کہ جس کا جسم کے اعضاء کے ساتھ تعلق ہے۔ اور ظاہری لوگوں

کو پہنچاتا ہے۔

دوم، باطنی عبادت۔ یعنی اپنے نفس کو بد اخلاقیوں سے اور دل کو غیر حق سبوتا

و تعالیٰ سے پاک کرنا کہ خاص انہوں لوگوں کو عطا ہوا ہے۔

سو جس شخص کے حصہ میں ازلی سعادت آئی ہے، وہ دونوں کاموں میں بہت

سی کوشش کرنا ہے۔ علم کو عمل کے ساتھ اپنا اہم بنانا ہے۔ اور اپنے ظاہر و باطن کو جمع کرنا ہے۔ اس لئے کہ علم باعمل ہزاروں نیک بختوں کا سرچشمہ ہے۔ اور جمالت تمام گمراہوں اور بد بختیوں کی کان ہے۔ اس لئے کہ علم آخرت کے عقل اور دین کی فراست سے قوت لیتا ہے، اور جمالت کو ضعف پہنچاتا ہے۔ اور آدمی کو نقص سے ہٹا کر کمال تک پہنچاتا ہے، اور عوام کی نسبت سے نکال کر خاصوں کے درجہ تک ممتاز کرتا ہے۔ دنیا اور آخرت کی بھلائی علم کے ساتھ ہے۔ اور دنیا اور آخرت کی شرارت جہل کے ساتھ ہے۔

خَيْرُ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ مَعَ الْعِلْمِ وَشَرُّ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ مَعَ الْجَهْلِ۔
نقل ہے کہ ایک آدمی کو قیامت کے دن لائیں گے، جس کے عمل پہاڑ کی مقدار پر ہوں گے۔ خداوند تعالیٰ فرمائے گا کہ اس کو دوزخ میں ڈال دو۔ فرشتے عرض کریں گے، کہ خدایا! تو جانتا ہے کہ اس بندہ نے اتنی طاعتیں کی ہیں۔ اور اس کے باوجود دوزخ میں ڈالا جاتا ہے ارشاد ہوگا کہ اس نے عبادت بلا علم کی ہے۔

عالم کا سونا جاہل کے تمام رات عبادت کرنے سے بہتر ہے

حضرت امام غزالی قدس سرہ نے فرمایا کہ عالم کا سونا جاہل کے تمام رات نماز ادا کرنے سے بہتر ہے۔ حدیث شریف میں وارد ہے۔

فَضْلُ الْعَالِمِ عَلَى الْعَابِدِ كَفَضْلِ عَلِيٍّ عَلَى أُمَّتِي۔

عالم کو عابد پر وہ فضیلت ہے جیسے مجھے فضیلت حاصل ہے میرے ایک اہل امتی پر۔ اس لئے کہ اسلام کے مرتبے اور دین کی عزت میں علم کی روشنی سے ہی پہچان سکتے ہیں۔ اور سعادت کا راستہ اور نیکیوں کا طریقہ علم کے ذریعہ ہی سے پاسکتے ہیں۔ شریعت کے کاموں کی تعظیم اور حکموں کی پروا اور نواہی سے بچنا علم ہی سے ہو سکتا ہے۔ دین و دنیا کی عزت و اقبال علم اور عمل کی برکت سے ہی بڑھتی ہے۔ اس لئے کہ کوئی عمل بھی خدا کی

درگاہ میں سوائے علم و عمل کے راستہ پر چلنے کے نزدیک نہیں ہے۔

اور کوئی دشمن زیادہ سے زیادہ خوار خدا کے نزدیک جمالت سے بڑھ کر نہیں ہے۔

چنانچہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ عالم کی نیند جاہل کی نماز سے بہتر ہے۔

یہی تو باعث ہے کہ زایدان زمانہ سلف علم حاصل کرنے کو تمام کاموں پر مقدم رکھتے

تھے کیونکہ عبادت اور عبودیت کا مدار علم ہی پر ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ جو

علم کے بغیر فقیر بنے، وہ پاگل ہوتا، یا کافر ہو کر مرتا ہے۔

پس جو شخص باقاعدہ زندگی بسر کرنا چاہے تو اس کو لازم ہے نہ مذکورہ بالا طریق

پر اپنے وقتوں کو تقسیم کرے تاکہ دونوں جہان کا سعادت مند اور دین و دنیا میں مقبول ہو۔

اور ہر ایک عبادت سے تازہ حضور اور بے اندازہ ترقی حاصل کرے اور ہر ایک عمل سے

ایک تازہ مزہ پائے۔ جس طرح برکہ صاحبان نعمت کے دسترخوانوں پر قسم قسم کے

کھانے چنتے ہیں۔ اور ہر ایک کھانے سے ایک علیحدہ مزہ اور نرالی لذت ہیں، اسی

طرح پر اذلی سعادت مند اور خدا کی درگاہ کے مقبول قسم قسم کی عبادتوں میں اپنے وقتوں کو

آباد رکھتے ہیں۔ اور طرح طرح کی عبادتوں سے نیک بختیوں کے خزانوں کے ذخیرے

ظاہر کرتے ہیں۔

حدیث شریف میں ہے کہ ہر ایک روز سوچ چوڑھے آواز دیتے ہیں کہ اے

آدم کے بیٹے! مجھ سے اپنا حصہ لے۔ یعنی بہت سی بندگی اور بکثرت نیکی کر۔ کیونکہ جب

میں تجھ سے جدا ہو جاؤں گا، تو پھر کبھی بھی میرے پاس لوٹ کر نہ آؤں گا۔

پس جس شخص کو تقدیر الہی کے کارخانہ سے کامل عقل اور عالی فطرت نصیب

ہوئی ہے، وہ اپنے نفع و نقصان کو سمجھتا ہے۔ اور اتنا جانتا ہے کہ سانسوں انفاس

کے جواہروں کا خزانہ بے فائدہ خرچ کرنا عقل مندوں کا کام نہیں ہے۔ اور عمر کی پونجی

کو رائیگاں کر دینا عقل مندوں کا انجام نہیں ہے۔ اس لئے کہ عقل کامل ایک ایسی

متاع ہے کہ انسان کو بزرگی کے رتبہ پر پہنچاتی ہے، اور اس انسان میں جو حیوانات والی صفیں ہیں، ان کو فرشتوں والی خوبی سے تبدیل کر دیتی ہے۔ اور کامل عقل سے عقل معاد دیتی کاموں کی عقل مراد ہے، نہ دنیاوی عقل۔ اور دین کے بزرگوں اور یقین کے راستہ پر چلنے والوں کے نزدیک عقل کا مال یہ ہے کہ آدمی اپنے کاموں کی صورت اپنے اطوار احوال و اقوال اور افعال کو عینک لگا کر دیکھے اور جو ناپسندیدہ نخصلت اپنی ذات میں موجود ہے، اس سے پرہیز کر کے صفات حمیدہ سے موصوف ہوتا کہ کامل انسان بن جائے۔

انسان دو چیزوں سے ملا ہوا ہے

انسان دو چیزوں سے ملا ہوا ہے۔ (۱) صورت۔ (۲) صفت۔ اور حکم صفت کو ہے، اس لئے کہ صورت فنا ہو جاتی ہے اور صفت قائم رہتی ہے اور باقی رہتی ہے۔ اس باعث سے ہے کہ کل قیامت کے دن ہر ایک حشر اپنی صفتوں پر ہو گا۔ اور صورت معنوں کے رنگ میں رنگی جائے گی۔ اور جو صفت اندر ہے باہر نکل آئے گی۔ اگرچہ فی الحال محسوسات کے شغل سے کچھ معلوم نہیں ہوتا، لیکن جس وقت جان تن سے نکل جائے گی، اصل حقیقت روشن ہو جائے گی۔ پس آدمی کو لازم ہے کہ اچھی صفتوں کا اپنی ذات پر غلبہ دے۔ اور رات دن اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مصروف رہے۔ لیکن توجیب تک پسندیدہ صفتوں اور بُرے عملوں میں تمیز نہ کرے اپنی ذات کو اچھی صورت اور نیک اخلاق سے سنوار نہیں سکتا۔ پس اچھی صفتوں کو کان لگا کر سن، جو حسب ذیل ہیں۔

علم، جبار، رضار، عفو، یافت، نصیبت، تواضع، مروت، مدارت، محبت، شجاعت، عدل، تقویٰ، زہد، ورع، توکل، اخلاص اور صدق وغیرہ۔ اور بُری صفیں حسب ذیل ہیں۔

دنیا اور اس کے بلند مرتبوں کی محبت کینہ، خودی، بخل، غصہ، خود بینی، جھوٹ
 چغلی کھانا، تمہمت، حرص، ظلم، دکھلاوہ، یعنی امیدیں رکھنا خلقت کے عیبوں میں سے
 نظر ڈالنا، رحمت کی کمی، نصیحت سے منہ پھیرنا، دشمنی رکھنا، لالچ۔ اپنے برابر کسی
 کو نہ سمجھنا، بہت کھانا، شہوت وغیرہ۔

خداوند کریم کی بارگاہ میں پہنچنے کیلئے کثرت ذکر ضروری ہے

اے عزیز! حضرت رب العزت کی درگاہ میں سب سے بڑھ کر عمل خدائے تعالیٰ
 کی طرف پہنچنے کا سب سے آسان طریقہ یہی ذکر ہے۔ چنانچہ ہر ایک طبقہ کے مشائخ ان سب
 پر خداوند تعالیٰ راضی ہو اس بات پر متفق ہیں کہ خداوند تعالیٰ کے طالب کو ابتدا میں ذکر
 کے سوا اور کسی کام میں مشغول ہونا حرام ہے۔

نقل ہے کہ سعد بن مسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ مکہ شریف کی مسجد شریف میں بیٹھے
 ہوئے تھے۔ ایک آدمی ان کے پاس آیا، اور سوال کیا کہ مجھے اس حلال کی خبر دیجئے کہ جس
 میں حرام کا مطلق نام تک نہ ہو۔ اور اس حرام کی بھی اطلاع دیجئے، جس میں حلال کا
 شائبہ تک نہ ہو، فرمایا اللہ تعالیٰ کا ذکر ایسا حلال ہے کہ اس میں حرام کا نام بھی نہیں
 اور غیر کی یاد حرام ہے، جس میں حلال کا شائبہ تک نہیں۔

اس لئے کہ خدا کے ذکر میں نجات ہے اور غیر کے ذکر میں ہلاکت ہے۔ پس ہوشیار
 ہو گل پرور، جسم کی پرورش کرنے والا نہ ہو، بلکہ دل پرور اور روح کی آرائش کرنے والا
 ہو اور غفلت کی نیند سے جاگ۔ **بیت**

نئے گویم کہ از عالم جُدا باش بہ ہر کایے کہ باشی باخُدا باش
 (میں تجھے یہ نہیں کہتا کہ دنیا جہان سے الگ ہو جا، بلکہ یہ کہتا ہوں کہ جو کام
 تو کرے، بان خدا ہو کر کر۔)

خداوند واحد کے طالبوں اور اس ممد بے ند کے جہاں کے عاشقوں نے جو یہ سب مقبولیت کے درجے اور محبوبیت کے رتبے اللہ تعالیٰ کی پاک درگاہ سے حاصل کئے ہیں، تو محض اسی ایک عمل سے کہ بہت ذکر کرنے سے، دل کو غیر کی محبت سے پاک کر کر حقیقی محبوب خدا کے ساتھ محبت کی ایسی گرہ باندھے، کہ ان کی محبت کا جانور دونوں جہاں کے دام و دانہ میں بند نہیں ہو سکتا، اور ان کے دل کا دامن حق سبحانہ تعالیٰ کے سوا کسی گندگی سے آلودہ نہیں ہوتا۔

پس اے دوستو! اگر آپ بھی اس عظیم الشان دولت سے ممتاز ہونا اور اپنے مدعا کو معشوق کے جلوہ گاہ لانا چاہتے ہو تو اپنے عزیز وقت کو خدا کی یاد سے آباد رکھو اور اس کا ایک لمحہ بھی ناپائیدار نہ جانے دو۔ کیونکہ دل کی دولت کے اظہار کی باقی بقا ہی نوع انسان میں سے ہر ایک کو بخشئی گئی ہے۔ اور اس سعادت کی قابلیت ہر ایک فرد بشر کو عطا کی گئی ہے۔ یعنی جو شخص خدا کی یاد میں ہمیشگی کرے اور غفلت کی پیٹی کو بصیرت کی آنکھ سے دور کرے، تو وہ خدا کی دوستی کے شرف سے مشرف ہو جاتا ہے۔ اور اپنی ذات سے فانی ہو کر حق سبحانہ و تعالیٰ کے ساتھ باقی ہوتا ہے، پس یہ سب دلیری اور زیاں کاری تو اپنی ذات پر کب دھار رکھے گا۔ اور دقت عزیز جو عمر کی مناع ہے، کب تک غفلت میں گزار دے گا۔ اور اپنے دل میں قیاس کر کہ دنیا میں دوبارہ آنا نہیں ہے کہ اگر پہلی دفعہ نہیں تو دوسری دفعہ ہی تو خدا کو پاسکے گا۔ فرصت کا دقت اور مہلت کی گھڑی غنیمت جان کر اس سعادت کو حاصل کر اور اپنے دل کو غیر حق سے آلودہ نہ کر۔

قیامت کے دن ایک گنہگار کا پروردگار عالم کو پکارنا

نقل ہے کہ کل قیامت کے دن ایک شخص کے گے گا، اے پروردگار عالم! خداوند تعالیٰ کی طرف سے آواز آئے گی، پس اب مجھے مت پکار۔ دنیا میں، جو مجھے پہچاننے کا مقام تھا

اور جس میں بار بار تجھے ہدایات کی گئیں، اس میں تو نے پہچاننے کا نام تک نہ لیا، اور ان ہدایات کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھا۔ اب اس جہان تو اس آیت کا مصداق بن۔
 قولہ تعالیٰ:

مَنْ كَانَ فِي هَذِهِ أَعْمَىٰ فَهُوَ فِي الْآخِرَةِ أَعْمَىٰ وَأَضَلُّ سَبِيلًا
 یعنی جو شخص اس دنیا میں اندھا ہے، وہ عالم آخرت میں بھی اندھا ہوگا، اور وہ راستہ سے بہت دور جا پڑا ہوگا۔

تمام مخلوقات سے انسان کو افضل بنا کر کمالات کا مظہر بنایا۔

جاننا چاہیے کہ حق سبحانہ تعالیٰ نے سب کائنات اور تمام مخلوقات سے بنی نوع انسان کو بزرگی دے کر اپنے کمالات کے ظہور کا مقام بنایا ہے، تاکہ اس جہان میں بہت سی طاقتوں اور کسبِ کمالات سے خداوند تعالیٰ کے قرب کی سعادت کو پہنچے۔ اور اس وحدہ لا شریک کی ذات اور صفات کے ظہور کا محل ہو۔ لیکن اگر انسان سوائے حصولِ مطلب اور مقصود کے دیکھنے کی اس جہان سے سدھار جائے۔ تو پھر تو ہی قیاس کر، کس قدر گھاٹا ہے، جو اس نے اٹھایا اور کتنا ٹوٹا ہے، جو اس نے ٹوٹا پایا، واقعی اس سے زیادہ نقصان کیا ہوگا، کہ دل کا خلوت کدہ جو خدا کے الوار و اسرار کا مقام ہے شیطان کی نشست گاہ ہو جائے، اور لالچ و حرص سے آلودہ رہے۔ چنانچہ اس پر ایک موٹی سی مثال پیش کی جاتی ہے:

فرض کر دو کہ ایک بادشاہ نے خاص اپنے لئے ایک مکان تعمیر کرایا۔ اور ایک شخص کے حوالے کرنا کر حکم دیا کہ اس مکان کو پاک و صاف رکھو۔ اس میں کسی ناواقف و غیر محرم کو نہ آنے دینا۔ اگر وہ نادان احمق اور بے عقل آدمی اس مکان کو بیلوں اور گدھوں کا صطل بنا کر ہر ایک قسم کی گندگیوں سے میلار کھے، تو کیا وہ شخص خسروانہ الطاف اور شاہانہ عنایات

کامزادار ہو سکتا ہے ہرگز نہیں بلکہ شاہی عتاب کا معرض خطاب ہوگا۔
 اسی طرح بڑھادند تعالیٰ نے انسان کے دل کو اپنا گھر بنایا ہے، جو شخص اس کو
 دنیا کے اندیشوں سے ماسوائے اللہ کے میل سے گزرا کرے اور رات دن حرص و ہوا میں
 بسر کرے، تو کس منہ سے رحمت الہی کی نظر کا مقرب اور منظور ہو سکتا ہے۔ یہی باعث
 ہے کہ اہل معنی لوگوں نے فرما دیا ہے کہ مبتدی کے لئے باطنی اعمال کا شغل ظاہری اعمال سے
 بدتر ہے۔ تاکہ باطنی اعمال اور قطع تعلقات بہت جلد حاصل ہوں اور دل پاک اور
 روشن ہو کر فیض الہی کے قابل ہو جائے۔

اب خدا دل کے کانوں سن اور جوش رکھ کہ سب سے افضل ذکر، ذکرِ خفی ہے، کہ
 دل میں خدا کو یاد کرنا افضل الکر خفی اس لئے کہ زبانی ذکر سالک کے حق میں اس وقت مفید ہو
 سکتا ہے کہ جب اس کا دل ماسوائے اللہ کے حضور سے پاک ہو گیا ہو۔ اور وہی وقت ہے کہ جس
 میں دل اور جسم دونوں کو جمع کر سکتا ہے۔ پس مبتدی کو اس حالت کے حاصل ہو جانے سے پہلے
 دل میں یاد کرنا بہت عمدہ شغل ہے، اس لئے کہ دلی یاد کو ایسی خاصیت ہے کہ تمام حالتوں میں
 ہم پہنچ سکتی ہے۔ اس کو کسی وقت میں فتور نہیں۔ اور ریا۔ اور مشہوری کی آفت سے کچھ
 ڈر نہیں۔

حدیث شریف میں وارد ہے کہ قیامت کے دن بندہ کو حاضر کریں گے، ماوراس کے اعمال
 نامہ سے کوئی نیکی برآمد نہ ہوگی حکم ہوگا کہ اے بندہ! تو نے ہم کو جو دل میں یاد کیا تھا، وہ جو ایک
 مخفی خزانہ تیرے قبضہ میں ہے، اور طائفہ کو ارشاد ہوگا، لازمی طور پر اس کو بہشتِ غیرِ سرشت
 میں سے جاؤ۔

پس پوشیدہ فکر یا قلبی یاد خدا کے خزانوں میں ایک ایسا خزانہ ہے کہ جو شخص غیروں
 کی نظر سے اسے چھپا رکھے اور اللہ تعالیٰ کی یاد میں پوشیدہ سانس لے، اسی کی طرح اور
 کوئی سعادت نہیں ہے۔ اگر تجھے عقل و شعور کچھ ہے تو اس دولت کو حاصل کر، اور اس سعادت

کی قدر پہچان کہ تجھے قضا و قدر نے ایک عظیم الشان خزانہ عطا کر رکھا ہے۔ اور اس کی چابی تیرے حوالے کر دی ہے۔ اگر نونے وہ چابی دشمنوں اور ڈاکوؤں کے ہاتھ میں سے دی کہ جن کے دوسرے نام نفس اور شیطان ہیں۔ تو تیرے حق میں بڑا ہی ٹوٹا اور گھٹا ہے۔ جب خداوند تعالیٰ نے اپنی معرفت کے اسرار کا خزانہ اور محبت کے انوار کا گنجینہ آدمی کے دل کے محل میں پوشیدہ کر دیا ہے۔ اور اس محل کو برلے درجہ کے غفلت کے زنگاروں نے پائمال کرنا شروع کر دیا ہے اور وہ سب اسرار اور انوار خزانہ کی طرح زمین میں دیئے گئے ہیں۔ یا سورج کی طرح بادل کے نیچے لگتے ہیں۔ اگر تو اپنے دل کو ذکر الہی سے صاف و مصفا کرے گا، تو جان جائے گا کہ کس قدر عظیم الشان دولت تجھے اپنا ظہور دکھاتی ہے۔

حدیث شریف میں وارد ہے کہ خدائے تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام کو وحی کی کہ اے داؤد! غفلت میں پڑے ہوئے اندھوں کو کہو کہ اس بات کو خیالات میں نہ لائیں کہ دنیا کے خزانوں کے جواہرات آسمان سے اتریں گے یا زمین کی تر سے نکلیں گے۔ بلکہ ہم نے اپنی قدرت کاملہ اور حکمت بالغہ سے تمہارے دلوں کو ملکوتی جواہرات کے خزانے بنا دیا ہے، اور اپنی ذات کے اسرار کے نقدوں کو وہاں امانت رکھ دیا ہے۔ اگر تجھ میں کچھ ہمت ہے تو اس راستہ میں بہادرانہ طور پر آ۔ اور ذکر الہی کی چابی سے غفلت کے تالوں کو کھول۔ اگر اس دولت سے محروم اور اس سعادت سے بے نصیب مرے گا، تو کیا کچھ حسرت و افسوس ہے کہ تو اپنے دل میں لے جائے گا۔ اور نہ ہی اس وقت تجھے حسرت سے کچھ فائدہ ہوگا، اور نہ ہی شرمندگی سے کچھ نیک نتیجہ نکلے گا۔

قیامت کے دن گناہ گار اور فرمانبردار دونوں حسرت و افسوس کریں گے۔

نقل ہے کہ کل قیامت کے دن گناہ گار اور مطیع دونوں حسرت و افسوس کے ہاتھ

اٹھیں گے۔ گنہگار اس لئے کہ میں نے بے فرمایاں خدائے تعالیٰ کی کیوں کی ہیں۔ اور مطیع اس لئے کہ باوجودیکہ مجھ میں قابلیت اور طاقت تھی، تو میں نے ذکر الہی کیوں نہ کیا۔ اور کیوں اپنی ذات کو عالی درجات سے محروم رکھا، پس اپنی عمر کے دنوں میں سے ہر ایک گھڑی کو غنیمت جان۔ اور اپنے عزیز وقت کو ضائع نہ کر اور لمبی چوڑی آرزوں سے تو باز رہ۔ کیونکہ ایسا وقت بھی تجھ پر آنے کو ہے کہ سب طاقتیں اور تصرفات تمام جنگل میں معدوم ہو جائیں گے تو اس وقت تو کیا کر سکے گا۔ اب تو تیری تمام طاقتیں بحال اور برقرار ہیں، اور اپنا کام کر سکتی ہیں۔ اپنے کام میں ذرا سوچ اور ہوشیار ہو کہ زندگی بہت تھوڑی ہے۔ اور سفر بہت ہی لمبا ہے۔ موت کی گھڑی سر پر گھڑی ہے۔ اور ایک سخت ڈرائی جگہ میں جا رہے۔ وہاں نہ کوئی دوست ہوگا، جو دوستی کا حق ادا کر سکے۔ اور نہ کوئی مددگار ہوگا، جو کسی کی مدد اور دستگیری کر سکے صرف فضل الہی اور اعمال نیک کام آئیں گے، تو کس لئے ایسے لاثانی محبوب خدا کو اپنا دوست نہ بنایا جائے کہ اس بے کسی اور بے بسی کی حالت میں فریاد سنے اور اس اڑے وقت اور کٹھن گھڑی میں مددگار ہو۔ اگر آج کے دن ذکر الہی کا عادی ہو جائے تو حقیقت میں دونوں جہانوں کی دولت اور سعادت تجھے مل چکی ہے۔ کیونکہ دونوں جہانوں کی سعادت معنوی مجیدوں کا کھنڈن خدا تعالیٰ کا قرب کثرت ذکر الہی کے سوا کسی اور صورت میں حاصل نہیں ہو سکتا۔ جب ذکر الہی کی برکت سے ماسوا کی میل سے انسان دل پاک و صاف ہو جائے اور اس کی صفائی کمال درجہ تک پہنچ جائے، تب وہ خدا کے جمال کا منظر ہو جاتا ہے اور پاک خدا کی درگاہ کا مقبول ہو جاتا ہے۔

ذکر الہی میں مشغول ہونے سے آدمی تمام آلائشوں سے آزاد ہو جاتا ہے۔

لے عزیز! ذکر الہی ایسی دولت ہے کہ جس نے اس کے ساتھ دل لگایا، وہ تمام بے معنی، بھولے اور لاطال جھگڑوں سے الگ ہو گیا۔ ذکر الہی ایک ایسی اعلیٰ درجہ کی شرب ہے، کہ جب عاقبت لوگ اس سے مست ہو جاتے ہیں تو سو برس کی راہ گھڑی بھر میں بٹے کر رہتے ہیں،

اور جو غیر حق ہے اس کو بھول جاتے ہیں۔

نقل ہے کہ آنحضرت مولانا بایزید لسطامی قدس اللہ سرہ السامی تو خدا کی یاد میں ایسے مستغرق رہتے تھے کہ آپ کا ایک مرید بیس برس تک ہر روز آپ کی خدمت میں جانا رہا۔ اور آپ ہر روز اس سے پوچھا کرتے کہ تمہارا نام کیا ہے۔ ایک دن اس نے کہا کہ اے حضرت شیخ! میں بیس برس کے عرصہ سے آپ کی خدمت میں ہوں اور ہر روز جس وقت آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا ہوں تو آپ میرا نام پوچھتے ہیں۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ فرمایا، اے عزیز! میں تم سے مسخری کی راہ سے نہیں پوچھتا۔ لیکن جب ایک نام میرے دل پر غالب آ گیا ہے۔ تو باقی تمام ناموں کو میں نے بھلا دیا ہے کہ جس وقت تیرا نام چاہتا ہوں، تو اس نام کی غیرت سے تیرا نام میری یاد سے چوک جاتا ہے۔

خواہم کہ بیخ صحبت اغیار برکم

در باغ دل رہا نہ کنم جز نہال و دست

غیروں کی صحبت کی بیخ اکھاڑنا چاہتا ہوں۔ اپنے دل کے باغ میں دوست کے پودے کے سوا اور کوئی چیز چھوڑنا نہیں چاہتا۔

اے عزیز! جو شخص حق کا طالب ہے، ہر دم اس کے ذکر سے مائل ہے۔ اور اہل اللہ اجاب کی ایک جماعت اس بات پر متفق ہے کہ سوائے ذکر الہی کے خدا تک پہنچنا ممکن نہیں ہے اب اصل مدعا ظاہر کیا جاتا ہے۔

جاننا چاہئے کہ سب ذکر و دعا سے بہتر اور بڑھ کر کلمہ طیبہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ ہے۔ سالک کے لئے اس کلمہ طیب سے بڑھ کر کوئی ذکر نہیں۔ اس لئے کہ اس کے سوا کس اور ذکر سے وقت کی صفائی، خطر و دور ہونا، دل کا حضور اور ذوق و شوق کی لذت حاصل نہیں ہوتی۔ تو سالک کو لازم ہے کہ رات و دن لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کے ذکر میں مشغول رہے تاکہ اس کے بار بار پڑھنے سے توحید کی معترفی میں مل جائے اور غیر اللہ کی پکڑ سے دل خلاص پائے۔

حدیث شریف میں ہے کہ اگر کلمہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کا ثواب ترازو کے ایک پلٹے میں رکھا جائے اور دوسرے پلٹے میں ساتوں زمینیں اور ساتوں آسمان اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان میں ہے، ان سب سے کلمہ طیبہ والے پلٹے کا وزن بہت بھاری پابا جائے گا۔

مولانا حضرت مجدد الف ثانی قدس اللہ سرہ السامی نے فرمایا ہے کہ لوگ کلمہ طیبہ کی برکات سے واقف نہیں ہیں۔ اگر تمام جہان کو ایک مرتبہ کلمہ شریف پڑھنے پر بخش دیں اور بہشت میں بھیج دیں تو گنجائش رکھتا ہے، اور ظاہر ہو جاتا ہے کہ کلمہ طیبہ کی برکتیں اگر تمام جہاں میں بانٹ دیں تو ہمیشہ تک سب کو کفایت کرنی ہیں اور زرد تازہ رکھتی ہیں۔ اور انسان جہاں لبتا ہے کہ کفر اور کدورت کے دور کرنے کے لئے کلمہ طیبہ سے بہتر اور کوئی شفاعت کرنے والا نہیں ہے۔ اس لئے کہ ابدی سعادت اور ہمیشہ کی دولت کی چابی یہی کلمہ طیبہ ہے یعنی لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ۔ کیا اچھی سے اچھی نعمت ہے کہ جو فتح ہے، اسی وجہ سے ہے اور جو کلمہ ہے اسی سے حل ہوتا ہے۔ اور غالب کے مطلب کا ظہور بھی اسی پر موقوف ہے۔ اگر تجھ میں ہوش رسا اور سننے کے کان ہیں تو اس ذکر کی فضیلت مفصلہ ذیل حدیث سے سن۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے منقول ہے کہ انہوں نے آنحضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مبارک میں عرض کیا کہ مجھے ایسا کوئی طریقہ سہل ارشاد فرمائیے کہ جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک کرنے والا ہو اور اس کے حضور میں بہت ہی بزرگ ہو۔ اور بندہ ملے کے لئے زیادہ آسان ہو۔ تب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے علی! آپ کو خبر ہے کہ کس چیز کے ذریعہ سے میں نبوت تک پہنچا۔ حضرت علی نے کہا کہ اے اللہ کے رسول! فضیلت ذکر نبیقت ایسی ہے، حالانکہ سب لوگ ذکر ہی کرتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ زمین پر حیب تک کوئی اللہ اللہ کہتا رہے گا، قیامت برپا نہ ہوگی۔ حضرت علی نے کہا اے اللہ کے رسول! میں کیوں کر ذکر کروں، تو حضرت رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مجھ سے سن یہاں تک، کہ میں اس کو متواتر تین دفعہ پڑھوں۔ پھر تو اس کو بنی دفعہ پڑھ اور

میں سنوں، نو پھر اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھا۔

ذکر سے اصلی مراد یہی ہے کہ غفلت جاتی رہے

اے عزیز! جاننا چاہئے کہ ذکر الہی سے اصلی مراد یہی ہے کہ غفلت جاتی رہے۔ اور دل ہمیشہ ذوق کے راستہ پر حق سبحانہ تعالیٰ کے حضور میں مستغرق رہے اور جب باطن کی آنکھ کھل جائے اور دل کا شیشہ بخردوں کے بخار سے صاف و مصفا ہو جائے تو فنا کے سندر میں مٹ کر فانی ہو جائے۔ اور لَا يَسْعُنِي أَرْضِي وَلَا سَمَائِي وَلَا كُنْ يَسْعُنِي قَلْبِي عَبْدِ الْمُؤْمِنِينَ کہ میں نہ زمین میں سماتا ہوں اور نہ میں آسمانوں میں، لیکن اپنے مومن بندہ کے دل میں سماتا ہوں، کے معنی ظاہر ہو جائیں۔ پھر اس بیٹے نہ ذکر رہتا ہے، نہ ذکر کرنے والا۔ بلکہ ذکر حدیث نفس ہو جاتا ہے۔ اور ذکر سے اصلی مطلب بھی انہیں معنوں کا طور ہے۔ کیونکہ ذکر کرنے والے کا مشاہدہ مذکور میں فنار ہونا ہے۔ سو جب حقیقی فنا حاصل ہو گیا تو ساک و ماں پہنچ جاتا ہے کہ کہنے سننے میں نہیں آتا۔ اور ترازو میں نہیں تکتا۔

ذکر ذکر محو گردد بالتمام بیت

جب سگی مذکور باشد والتمام

(ذکر کرنے والے ذکر بالکل مٹ جاتا ہے۔ یہ سب کا سب ذکر ہو گیا اور بس باقی فعل ہے کہ ایک، درویشوں کی جماعت خراسان میں ابو بکر قبیلی کے ساتھ باہر آئے اور آپ نے ان سے پوچھا کہ تمہارا شیخ نہیں کیا ارشاد فرماتا ہے، تو درویشوں نے کہا کہ وہ ہم کو یہ کہتا ہے کہ بہت طاعت کریں اور اپنے تمہیں قصودار دیکھیں۔ حضرت ابو بکر قبیلی نے کہا دَبِّحْ وَ دَبِّحْ پھٹے سے منہ تم کو بہ کیوں نہ فرمایا کہ اس شخص میں اپنے وجود کو غائب کر دو کہ جو تم کو طاعت کی توفیق دیتا ہے۔ اسی واسطے اس راستہ کے کاملوں نے کہا ہے کہ عارف وہ ہے جو ہوا ہی نہیں سکتا، اور اگر ہو تو عارف نہیں ہے۔

حضرت ابو بکر شقانی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ ہر دم ذکر کیا کر بجز ایک غنیمت کی حالت اور غیبت جاتی رہے، اور تو اس مرتبہ تک پہنچ جائے کہ ذکر ہی میں تو فانی اور ہلاک ہو جائے۔ اور اپنے منظر میں سوائے حق کے تو کسی کو نہ پائے۔ اور یہ درجہ کمال فنا کا ہے اس مقام پر اُنکا **مُونِسٌ مِّنْ ذُكْرِنِي**۔ (میں اس کا ہم نشین ہو جاتا ہوں جو میرا ذکر کرے) ظاہر ہو جاتا ہے۔

ہر ایک چیز کا ثمرہ ہوتا ہے اور ذکر الہی کے کا ثمرہ ماسوا کو بھول جانا ہے۔

جاننا چاہئے کہ ہر ایک چیز کا ثمرہ یعنی پھل ہوتا ہے۔ لیکن ذکر الہی کا پھل ماسوا اللہ کو بھول جانا ہے۔ اور ماسوا اللہ کو بھول جانے کا پھل استغراق اور بے خودی ہے۔ مثلاً شعور سے بے خود ہو جانا اور حق سبحانہ و تعالیٰ کے حضور میں حاضر ہونا۔

نقل ہے کہ ایک دردیش شیخ رکن الدولہ سمنانی قدس سرہ کی خانقاہ میں بیمار تھا۔ نزع کا وقت آ پہنچا اور جان نکلنے کی سختی نے دیر لگائی لوگوں نے جب یہ خبر شیخ کو دی اور شیخ موصوف اس کے حجرے میں آیا اور کہا کہ اے دردیش! آنکھ کھول اور میری طرف دیکھ۔ جب دردیش مذکور نے شیخ موصوف کی طرف دیکھا تو جان بحق تسلیم کی۔ حاضرین نے پوچھا کہ اے شیخ! اس میں کیا حکمت تھی فرمایا کہ تین دن کا عرصہ ہوا ہے کہ یہ دردیش بھلا چنگا تھا اور خداوند تعالیٰ کے مشاہدہ میں ایسا محو اور مستغرق تھا کہ ملک الموت بہ طاقت نہ تھے کہ اس کے نزدیک آئے۔ اور اس کی روح قبضہ کر لیا۔ جب تین دن اس کے پاس آیا، جب اس نے میری طرف دیکھا کہ تیرا ملک الموت تیرے نزدیک تھا کہ اب اس دردیش کی توجہ غیر اللہ کی طرف ہوئی ہے، فوراً اس کی روح قبضہ کی۔

سبحان اللہ خدا واحد کے مقرب اور مقبول حضور الہی میں کیسے مستغرق تھے کہ ملک الموت بھی تین دن تک ان کے روح قبضہ کرنے کی فرصت نہ پاتا تھا۔ پس خدا کے طالب کو

لازم ہے کہ اپنی مشغولی میں تمام وقت محو اور مستغرق رہے تاکہ فنا اور بے خودی کا غلبہ ہو۔ اور کمال استغراق سے کسی بھی وقت آنکھ نہ کھولے۔ لیکن پرے درجہ کی فنا اور مٹ جانا موقوف ہے اسوا اللہ سے دل کے خلاص ہونے اور خدا تعالیٰ کی یاد میں ہمیشہ مستغرق رہنے سے۔ یہاں تک کہ ایک لمحہ بھی غافل نہ ہو۔ اور ایک دم بھر بھی خدا تعالیٰ سے غائب نہ ہو اور غیر اللہ کے ساتھ ہرگز ہرگز خیر نہ ہو جیسے کہ ایک شیر خوار بچہ جو ہر وقت اپنی ماں کی گود میں رہتا ہے۔ اگر ایک دم بھی اس سے جدا ہو تو رونا چلاتا اور بے قرار ہوتا ہے۔ اگر یہ جدائی کچھ زیادہ دیر تک رہے تو کیا عجب سے کہ جدائی کے غم سے ہلاک بھی ہو جائے۔

ایسے ہی ساک کو بھی چاہئے کہ ایک دم بھی خدا کی یاد سے غافل نہ رہے۔ اگر غافل ہو جائے، تو ابا جانے کہ گویا دونوں جہان کی بادشاہت مجھ سے چھین گئی۔ پس عجز و نیاز اور سوز و گداز سے گریہ زاری کرنے لگے اور اندوہناک ہو جائے اور جب تک کہ پھر اسی وقت پر نہ پہنچے اور اپنے مطلب کو آغوش میں نہ لے۔ ہرگز نہ گزار د آرام نہ پکڑے۔ اس لئے کہ محبوب کی حضور سے ایک گھڑی کی جدائی لاکھ پردہ اور حجاب لاتی ہے اور محبت کو بہت ڈالتی ہے، جس طرح پر کہ بزرگوں نے فرمایا ہے کہ:

مَنْ أَعْمَضَ عَيْنَهُ عَنِ اللَّهِ تَعَالَى طَرْفَةً عَيْنٍ لَوْ بُوَصِلَ إِلَى الْمُقْصُودِ
یعنی کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک لمحہ بھر بھی غائب ہوا، وہ کبھی اپنے مطلب، مقصود تک نہیں پہنچتا۔

خوارزم کہ خدا از پانتم شد کاروانم از نظر
یک لمحہ غافل گشتم صد سالہ را ہم دور شد
دیں تو اپنے پاؤں سے کانا نکالنے لگا ہوں، اور تنے میں قافلہ نظر ہی سے غائب ہو گیا۔
بس میری ایک لمحہ بھر کی غفلت نے پر سے ایک سو سال کا راستہ دور کر دیا۔
وہ گردہ جو خدا تعالیٰ کی موبوں میں غرق ہے کہ جس طرح پر عام لوگوں کو گناہوں سے بچنا

واجب لازم ہے اور خاصوں کو غفلت سے ڈرنا لازم ہے۔ جس طرح ہر عام لوگوں کو گناہوں پر گرفت ہوگی، ایسا ہی خاصوں کو غفلت سے بچرہ ہوگی۔

پس جو چیز سالک کو غفلت میں ڈالے اور خدا کی یاد سے روکے تو اس کو لات مار کر صاف دل کے ساتھ حق سبحانہ تعالیٰ کی جناب میں متوجہ ہو۔ اس لئے کہ جو شغل اور تعلق سوائے حق سبحانہ کے ہے۔ وہ ایک قسم کا کانٹا ہے، جو دل کے دامن کو لپٹ جاتا ہے۔ اور سالک کو سعادت سے روکتا ہے۔ اگر سالک کو کوئی علاقہ دامنگیر نہ ہو اور کوئی چیز یادِ خدا میں خلل ڈالنے والی نہ ہو تو ٹھوڑی سی کوشش سے بھی خدا تک پہنچ جاتا ہے۔ اور باطنی کشادگیوں کو دیکھتا ہے۔ کیونکہ خدا اور بندہ کے درمیان ایک عظیم پردہ ہے۔ وہ یہی کہ دنیا کے تعلقات ہیں۔ جن کے باعث ہمارے لوگوں کی آنکھیں اندھی ہو گئی ہیں۔

بیت
تعلق بے حجاب است بے حاصل
چو پیوندھا بگسلیں داسلی

چار چیزیں حجاب ہیں

ناٹے رشتے وغیرہ بہت ہی بے سود حجاب ہیں۔ جب تو ان پیوندوں کو توڑ دے تو خداوند تعالیٰ کی درگاہ کا داخل ہے۔

علم سلوک کے ایک رسالہ میں دیکھا گیا ہے کہ اس راستہ میں خدا کے طالب کے لئے جو حجاب ہیں، وہ چار چیزیں ہیں۔ یعنی دنیا، خلقت، نفس اور شیطان۔ دنیا آخرت کا پردہ ہے، خلقت عبادت کا، شیطان دین کا اور نفس خدا تعالیٰ اور بندہ کے درمیان کا پردہ ہے۔ جب سالک ذہد اور پرہیزگاری پزل جائے اور ٹھوڑے ہی پر راضی ہو جائے تو وہ دنیا کے پردہ سے نکل جاتا ہے۔ اور جب تنہائی اور خلوت اختیار کرے اور لوگوں کے میل ملاپ ترک کر دے، تو خلقت کے پردہ سے اٹک ہو جاتا ہے۔ اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

سید الطائف نے فرمایا کہ شراب پینا شرعی رکن چھوڑنے سے بہتر ہے۔

سید الطائف قدس سرہ نے فرمایا کہ میرے نزدیک شراب پینا اس حال سے بہتر ہے، جو کسی شرعی رکن کا مانع ہو۔ پس بعض فقہروں کے حال پر نہجیب آتا ہے، جنہوں نے اس راستہ میں قدم رکھا ہے اور نماز کے ادا کرنے میں جو عبادت کی بزرگی اور سعادت کے دروازوں کی چابی ہے کہ سُستی اور کاہلی کو اختیار کرتے ہیں اور اس عظیم الشان کام کو آسان اور بے مقدار جانتے ہیں۔ بلکہ بعض کم بخت فقیر نماز کو ترک کر کے بدعات کے کاموں میں بہت مشغول ہو گئے ہیں۔ سو اللہ کی پناہ! یہ سب شیطان کے ہتھکنڈے ہیں۔ شیطان نے ان کو گمراہی میں ڈال دیا۔ اور ابدی سعادت سے روک دیا۔ کیونکہ نماز ایمان کا ایک بھاری رکن ہے۔ جو شخص اس رکن کو قائم نہ رکھے تو اس شخص نے اپنے دین میں رخنہ ڈال دیا ہوگا۔

لِكُلِّ شَيْءٍ آفَةٌ وَآفَةُ الَّذِينَ تَرَكُوا الصَّلَاةَ.

رہر ایک چیز کے واسطے ایک آفت ہے اور دین کی آفت ترک نماز ہے۔

حدیث شریف میں آ رہے کہ بے نماز آدمی جو لقمہ اٹھاتا ہے، وہ لقمہ اس پر لعنت کرتا ہے کہ لے اللہ کے دشمن! تو اللہ تعالیٰ کا رزق کس منہ سے کھاتا ہے، جب کہ اس کا فرض ادا نہیں کرتا۔

کتے ہیں کہ جب سجد لوگ بد بختوں کو دوزخ میں جاتے دیکھیں گے، تو ان سے پوچھیں گے کہ تم تو مسلمانی کا دعویٰ کرنے مٹھے، کس سبب سے دوزخ میں ڈالے گئے ہو۔ وہ جواب دیں گے کہ بے نماز ہونے کی وجہ سے۔ کیونکہ ہم دنیا میں اس نعمت سے محروم رہے ہیں۔ چنانچہ حق تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے،

وَمَا سَلَكَكُمْ فِي سَقِيرٍ قَالُوا لَوْ نَاكَ مِنَ الْمُصَلِّينَ

تم کو کس نے دوزخ میں ڈالا وہ کہیں گے کہ ہم نمازیوں میں سے نہ تھے۔

حضرت ابو حفص بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو لوگوں نے پوچھا، اگر کوئی شخص نماز نہ پڑھے، تو بھی مسلمان رہ سکتا ہے، فرمایا کہ میں نے سب کتابوں اور قرآن مجید کا مطالعہ کیا تاکہ مجھے معلوم ہو کہ نماز ادا کئے بغیر بھی آدمی مسلمان رہ سکتا ہے یا نہیں، مگر کہیں بھی ایسا حکم نہ ملا۔

ایک شخص کا شیطان سے خواب میں سوال اور جواب

نقل ہے کہ ایک شخص نے شیطان کو خواب میں دیکھا، کہا کہ میں کیا تدبیر کروں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اب شیطان نے جواب دیا کہ نمازیں ضائع کیا کر اور قسمیں بہت کھا یا کر۔ سائل نے کہا کہ خدا کی قسم اس کے بعد اپنی نماز میں ہوشیار رہوں گا اور کبھی ترک نہ کیا کروں گا۔ اور میں نے خدا کے ساتھ عہد کر لیا ہے کہ جب تک زندہ رہوں گا قسم نہ اٹھاؤں گا۔ شیطان نے کہا کہ خدا کی قسم اگر میں جانتا کہ اس خلاصہ کو تو اس جیلہ سے مجھ سے سیکھتا ہے تو میں تجھے ہرگز نہ بتاتا، لیکن جو گزرا سو گزرا۔

پس غور سے دیکھ لے عزیز! کہ شیطان باوصف اس قدر قرب اور مرتبہ کے صرف ایک نافرمانی یعنی حضرت آدم کو سجدہ نہ کرنے سے خداوند تعالیٰ کی درگاہ سے راندہ گیا۔ اور مومن بندہ بھی سجدہ یعنی نماز ادا کرنے پر مامور ہوا۔ پس اگر تو اس امر کو فوت کرے گا، تو تجھ پر افسوس ہے، اور تیرا ٹھکانا دوزخ ہے۔

انسان کے سجدہ کرنے سے شیطان کی پریشانی

حضرت شیخ نور قدس سرہ کی مکتوب میں لکھا گیا ہے کہ شیطان آدمی کی کسی بندگی سے ایسا پریشان و حیران نہیں ہوتا جیسا کہ سجدہ سے، اس لئے کہ اس پر سجدہ نہ کرنے سے ہی لعنت ہوئی، جس وقت مومن بندہ کو وہ ابلیس سجدہ میں پڑا، ہوا دیکھتا ہے، تو اس میں سخت قلق و اضطراب پیتا ہے۔ ماتم کے پتہ میں سر ڈال لیتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ یہ وہی عمل ہے، جس کو میں نے

نہیں کیا اور ہلاکت میں پڑا، اور مردود ہو گیا، اور انہوں نے نیک عمل کئے، خلاص ہو گئے اور مقبول ہوئے۔
 چونکہ شیطان تجھے ہمیشہ ہی دکھ دینا چاہتا ہے، تو تجھے بھی لازم ہے کہ ہمیشہ اس کو سنج میں رکھے۔
 اور سجدہ سے سر نہ اٹھائے۔ کیونکہ کوئی بھی نیک عمل اور کوئی بھی عبادت نماز سے بہتر نہیں ہے۔
 یہی باعث ہے کہ شیطانی دوسو سے تمام وقتوں سے زیادہ نماز کے وقت میں ہی پڑتے ہیں۔

حضرت شیخ ابوالحسن خرقانی قدس سرہ نے کہا کہ نماز بمنزلہ کشتی کے ہے۔ اور دوسری عبادتیں
 بھی اشیاء اور اسباب کی طرح اس کے ساتھ چلی جاتی ہیں۔ اسی طرح نماز کی کیفیت ہے کہ سب
 عبادتیں اور ریاضتیں سوائے ادائے نماز کے درگاہ الہی میں قبول نہیں ہوتیں۔

ایک عابد کا قصہ

نقل ہے کہ ایک مرد کی بیگیاں اور خیراتیں بہت تھیں لیکن نماز نہیں پڑھتا تھا، ایک وقت
 اس نے خراب میں دیکھا کہ قیامت واقع ہو گئی ہے اور اس کو حساب دینے کے مقام پر لے
 گئے ہیں۔ اور جب اعلانِ مر اس کے ہاتھ میں رکھا گیا ہے تو وہ کہا دیکھتا ہے کہ سب حسنات اور
 خیرات اس میں درج ہے، مگر نماز نہیں ہے۔ فرمان ہوا کہ اس کی تمام عبادات اس کے منہ پر مارو
 کیونکہ بے نماز تھا۔ چنانچہ اس کو ننگے سر و دوزخ کی طرف لے جانے لگے اور یہ خواب سے بیدار
 ہوا اور شرمندہ ہوا۔ اور اسی وقت توبہ کی اور باقی ماندہ عمر میں کبھی نماز کو ضائع نہ کیا۔

نماز کا بیان

اے عزیز! اس بات کو یقین اور دل سے جان کہ سب بدنی عبادتوں کا سترناج اور ربانی قرب
 کا موجب یہی نماز ہے۔ کل کو قیامت کے دن کسی عمل کا مواخذہ نہ ہو گا، مگر یہی نماز کا، جو مومنوں
 کی مغفرت کا موجب ہے۔ اور ایمان کا رکن یہی نماز ہے، جو نمازیوں کا معراج عبادتوں کا مزین
 اور سعادت کے دروازوں کی جالی ہے یہی نماز ہے کہ جو عاشقوں کی خلوت گاہ اور مشتاقوں کی
 آنکھ کا نور بڑھانے والی ہے۔ یہی نماز ہے، جو پیغمبروں کی سنت ہے۔ اور خدا کی جان پہچان کا

یہی نور نماز ہے، جو ایمان کی جڑ ہے اور شیطان کی کراہیت، لیکن غفلت کے جنگل کے قیدیوں کو نماز کے بھیدوں سے کیا خبر اور ہر جاہل کو جو سر اور پاؤں سے ننگا ہے اس بیان سے کیا اثر۔ حالانکہ سب عبادتوں سے بزرگ تر اور بلند درجوں پر پہنچانے والی اگر ہے تو وہی ہے، جس کا نام نماز ہے، جو اپنے وقت پر ادا کی جاتی ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اول وقت نماز ادا کرنے کی بابت میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا، تو انہوں نے فرمایا کہ جو شخص اس سعادت کو حاصل کرے، اس کو چاہئے کہ پنج وقتی نماز جماعت کے ساتھ ادا کرے اور آرام و تحمل خضوع و خشوع اور حضور دل کے ساتھ پڑھے، اور رکوع بسجود و نومہ جلسہ ترتیب کے ساتھ ادا کرے۔ اگر غافلوں اور بے ادبوں کی طرح پڑھے گا، تو وہ نماز ہرگز قبول نہ ہوگی۔

حدیث شریف میں آیا ہے۔ لَا صَلَوةَ إِلَّا فِي تَعَدِيلِ الْأَرْكَانِ (ارکان نماز کے برابر رکھنے کے سوا نماز ہوتی ہی نہیں۔)

زید بن وہاب نے ایک شخص کو دیکھا جو نماز پڑھ رہا تھا اور رکوع و سجود ٹھیک نہیں کرتا تھا۔ اس شخص کو بلا کر کہا، اے عزیز کب سے تو اس طرح پر نماز پڑھتا ہے۔ اس نے کہا کہ چالیس برس سے۔ فرمایا کہ ان چالیس برسوں میں تو نے گویا کوئی نماز پڑھی ہی نہیں۔ اگر تو مر گیا تو حضرت رسول کریم کے طریق پر نہیں مرے گا۔

حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا کہ جلد جلد نماز پڑھ رہا تھا۔ اس کو فرمایا قُمْ فَصَلِّ فَإِنَّكَ لَهُ تَصَلِّ۔ اٹھ پھر پڑھ۔ کیونکہ تو نے گویا پڑھی ہی نہیں۔ صاحب کافی اپنی کتاب کافی میں لکھتا ہے کہ ارکان نماز کا برابر رکھنا حضرت امیر یوسف اور شافعی رحمۃ اللہ علیہما کے نزدیک فرض ہے۔ اگر ترک کرے تو اس کی نماز روا نہیں ہوتی۔ اور یہ روایت نظم میں لایا ہے۔ لیکن امام اعظم و امام محمد رحمۃ اللہ علیہما کے نزدیک واجب ہے۔ اگر ترک کرے تو گنہگار ہو جاتا ہے۔ اور اس کی نماز کو نقصان پہنچتا ہے۔

حضرت مولانا خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات میں منقول ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ملفوظات میں منقول ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدا کے نزدیک کوئی اس سے بڑھ کر گناہ اور دین میں بہت بڑا دشمن اور عذاب زیادہ سخت اس کے سوا نہیں ہے کہ انسان نماز اس کی شرطوں کے ساتھ ادا نہ کرے۔ اور اپنے وقت پر نہ پڑھے۔

حضرت شیخ الاسلام شیخ برٹان الدین نے یوں کہا ہے کہ جو شخص تعدیل اکان بجانہ لائے تو اس کے لئے یہ بہت اچھا ہے کہ نماز تعدیل سے پڑھے۔

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ حَافِظَ عَلَى الصَّلَاةِ بَقِيَا مَعَهَا وَرَكَعَاتِهَا وَسَجُودِهَا حَرَّمَ اللَّهُ تَعَالَى جَسَدَهُ عَلَى النَّارِ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے خاص اللہ تعالیٰ کے ہی لئے نماز پڑھی اور اس کے قوموں رکوعوں اور سجدوں کو پوری طرح سے ادا کیا، اللہ تعالیٰ نے اس کے جسم پر دوزخ کی آگ حرام کر دی۔

پس رکوع و سجد اور دونوں سجدوں کے درمیان آرام لینا نماز کے رکنوں میں سے ہے۔ جو شخص نماز کو اپنے دل کی تسلی سے ادا کرتا ہے تو وہ نماز اس کی مغفرت کا وسیلہ ہو جاتی ہے اور دو سجدوں کے درمیان آرام کرنے کے یہ معنی ہیں کہ جو ذکر ہر ایک رکن میں مقرر ہے چاہئے کہ اسی رکن میں ختم ہو جائے۔

لے عزیز! نماز کی ایسی ہی حقیقت ہے جیسے آدمی کی مثلاً انسان خوبصورت، اور بے عیب اسی وقت ہوتا ہے، جب کہ اس کے تمام اعضاء، آنکھ، کان، زبان، ناک اور ہاتھ پاؤں سب کے سب ٹھیک اور سلامت ہوں، ایسے ہی کامل صحیح و سالم اور بے عیب نماز اس وقت ہوتی ہے کہ سب اس کے ارکان اور احکام جس طرح پر صاحب شریعت نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام نے حکم دیا، ان پر عمل کیا۔ ان کے مطابق ادا کی جائے۔ پس سعادت مندوں کی جماعت کو لازم ہے کہ اس بات کو سستی اور کاہلی سے عمل میں نہ لائیں۔ اور عجز و نیاز کے ساتھ عبودیت

کے آداب بجالاویں۔ تاکہ ایسی نماز جس کا ادھر ذکر ہوا، ان کے بچنے جانے کا موجب ہو۔ اور ان کے ایمان کی بیخ و بنیاد کو مضبوط کرے۔

تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ جب سید المرسلین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج کے رات کو خداوند تعالیٰ سے مراجعت کی تو فرمایا، اے خداوند! یہ سعادت اور نعمت جس سے تو نے مجھے مالا مال کیا، کیا میری امت کو بھی نصیب ہوگی۔ خداوند تعالیٰ نے ان سے خطاب کیا کہ تیری امت کا معراج نماز باجماعت ہے۔ جناب آنحضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب اس جہان میں نازل ہوئے تو اپنے اصحاب کو اس طرح پر خبر دی۔

الصَّلَاةُ مِعْرَاجُ الْمُؤْمِنِينَ۔ (نماز مومنوں کی معراج ہے)۔

اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے لئے نماز ایک بڑا معراج ہے۔ اور تمام جسمانی اور روحانی عبادتوں کی جامع ہے، جن کا اعضاء کے ساتھ بھی تعلق ہے اور دل کے ساتھ بھی۔

جب بندہ مومن خدا تعالیٰ کی توفیق سے اپنے ظاہر بدن کو پانی سے پاک کر کے نماز کے ارادے سے خدا کے گھر پاؤں جاتا ہے اور نماز میں داخل ہوتا ہے، تو جو پردہ خدا اور بندہ کے درمیان حائل ہے، اٹھ جاتا ہے۔ اگرچہ اس دولت کا ظہور فی الحال مرد نمازی پر دکھائی نہیں دیتا، لیکن اس جہان کے چلے جانے کے بعد اس کا رتبہ اور پھل ظاہر ہو جائے گا۔ سا لکان طریق کہ جنہوں نے دل کی آنکھ پاد خدا اور کشف میں کھولی ہے، ان کو اس دولت کا ظہور بطور نقد اسی جہاں میں حاصل ہو چکا ہے۔

لے عزیزان نماز حقیقت میں ایک ایسی معجون ہے کہ خداوند تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کے دلوں کی تازگی اور ان کی جانوں کی ننگفتگی کے لئے عطا فرمائی ہے اور ساکنان آسمان اور باشندگان زمین کی عبادت اس میں درج کی ہے، جس طرح پر کہ عالم بالا کے لوگ بعضے قیام میں، بعضی رکوع میں، بعض سجود میں بعض تسبیح میں بعض تہلیل میں اور

بعض حمد و ثنا میں اسی طرح انسانوں میں سے بھی بعض ذکر و فکر میں، بعض قرآن خوانی میں، بعض درود پڑھنے اور بعض دعائوں اور عبادتوں میں مشغول ہیں۔ اور نماز تمام جزوی اور کلی عبادتوں کی جامع ہے۔ اگرچہ وہ نماز ایمان کے رکنوں میں سے ایک رکن ہے، مگر کمال جامعیت کے باعث حکم کلی رکھتی ہے۔ اس لئے کہ نماز میں تسبیح تہلیل تمجید تمجید تقدیس و تعظیم و عبادتِ ثنا ذکر و فکر، قرأت و درود، خضوع و خشوع، رکوع و سجود، قوم و جلسہ، اور سلام سب کے سب جزوی و کلی عبادات داخل ہیں۔

جو شخص نماز کو بخوبی طور سے ادا کرتا ہے، تو حقیقت میں سب فرشتوں اور آدمیوں کی عبادت کا ثواب پالیتا ہے۔ وہ جماعت جو نماز ادا کئے بغیر خداوند تعالیٰ کا قرب چاہتی ہے اور دوسرے کاموں میں مشغول ہے تو عجب قسم کی حیرانی ہے کہ وہ کون سا قرب ہوگا کہ جب خداوند تعالیٰ نے اپنے کلام مجید میں **وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ** ارشاد فرمایا کہ سجدہ کر اور نزدیک کی تلاش کر۔ حدیث شریف میں وارد ہے کہ **أَقْرَبُ مَا يَكُونُ الْعَبْدُ مِنَ الرَّبِّ فِي الصَّلَاةِ**۔

یہ نہایت ہی عمدہ بات ہے کہ بندہ اپنے پروردگار کے سامنے میں ہو اور اس کے برخلاف کسی اور کام میں مشغول ہو کر اپنا مقصود ڈھونڈنا، اپنے وقت کو ضائع کرنا ہے۔

اب مطلب کی طرف غور کر کہ نماز میں ظاہری آداب کی رعایت اگرچہ ایک بہت بڑا کام ہے، لیکن اہل معنی کے نزدیک یہ نماز کی صرف شکل اور ڈھانچہ ہے اور جان اور روح وہ ہے جو قلبی نماز ہے۔ **لَا صَلَوةَ إِلَّا بِحُضُورِ الْقَلْبِ**۔ یعنی جو نماز حضور دل سے نہ ہو وہ نماز ہی نہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ و آلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نماز میں انسان کا دل حاضر نہ ہو، تو خداوند تعالیٰ اس نماز کو دیکھتا ہی نہیں۔

مگر جو کہ حضرت امام ابو حنیفہ و حضرت امام شافعی اور دیگر علماء و محدثین و مجتہدین نے دینِ رحمت اللہ علیہم نے کہا ہے کہ تکبیر میں دل حاضر ہونا چاہئے، سو یہ ضرورت کے لئے فتویٰ دیا ہے کہ خلقت کے دلوں پر غفلت اور سستی غالب ہے۔

در بیان آنکہ ماسوائے عشق و محبت چشم دل کی بیسنائی دشوار ہے

اے عزیز! جاننا چاہئے کہ سوائے عشق و محبت سے انسان کے چشم دل کو بنیائی نہیں ہو سکتی، دیکھو دل جب تک الگ حقیقی کی محبت و عشق میں سمائے جانے کے بغیر نہیں کھلتا۔ اسی واسطے معاذ عشق و محبت سے بیان کر کے جام عشق سچے عاشقوں کو نوش کرتے ہوئے اپنے خلوت خانہ سے بیدار کر کے عشق حقیقی و محبت قدیمی سے خبر دے کر مقصد صداقت کی طرف راہنمائی کرتا ہوں۔

اے سچے عاشق معلوم کر کہ انسان سے مراد جوہر روحانی اور لطیفہ ربانی ہے۔ نہ یہ کہ سا پنچہ طلسماتی اور ڈھانچہ ہیولانی ہے۔ اس سبب سے کہ روح مرغِ راحت و شادمانی کے ساتھ لامکان کے سرسبز میدان میں بلند پروازی اور جلوہ سازی کرتا تھا۔ جب قفسار و قدر نے اس کو خدا کے قرب سے جدا کر دیا ہے تو خاک کی نفس کے ساتھ مجوس کر دیا ہے، تاکہ وہ ہمیشہ اصلی وطن کا آرزو مند اور مشتاق رہے۔ اور عشق کے خانہ سے مست اور محبت و شوق کے بادہ سے متلذذ ہو کر اپنے محبوب حقیقی کی بے مثال اور لاثانی ملاپ کا طلب گار رہے۔ اور عنصری وجود خاک کی جسم کی اندھیری میں ہزاروں درد و شوق کے ساتھ خدائے واحد کے انوار کے مشاہدہ میں ڈوبا رہے۔ اور خداوند تعالیٰ کی پاک ذات کے سوا کسی اور سے دل بستگی نہ کرے اور فنا پذیر کاموں میں شیفٹہ و فریفٹہ اور از خود رفتہ نہ ہو۔ یعنی کہ جس طرح پر اس ظاہری دنیا میں آنے اور وجود کا بیش قیمت اور لاثانی خلعت پہننے سے پہلے پاک اور لطیف تھا۔ اس دنیا میں عشق و محبت کی گرمی سے اس سے بھی زیادہ تر لطیف ہو، اور ظاہری باطنی کمالات کے کسب کے ساتھ ہی اور بھی جمال و کمال حاصل کرے۔ یعنی اصل معہ سود سے نفع مند ہو کر اپنے اصل کی طرف لوٹ جائے اور اپنی حقیقت کے ساتھ کہ جو حقیقت الحقیقی ہے، مل جائے۔ پس تو دیکھ اور اپنی حقیقت کو پہچان کہ نبھے کس عزت اور اکرام کے ساتھ

قضا و قدر نے معزز اور مکرم بنایا اور کس اعلیٰ شان و شوکت اور کرامت سے سرفراز کیا۔

بعض کتب سماوی میں مذکور ہے کہ حق سبحانہ تعالیٰ جس جس چیز کو وجود میں لایا، اور جس جس کو پیدا کیا، اپنی قدرت کاملہ اور حکمت بالغہ کی منشا سے پیدا کیا۔ لیکن انسان کو اپنی محبت کے تقاضا سے بر خلعت وجود عطا فرمایا۔ یہی تو باعث ہے کہ جملہ کائنات حیرانی کی وادی میں حیران و سرگرداں ہو رہی ہے کہ اس پاک درگاہ کے مالک کو اس مشت خاک انسان کے ساتھ بے شمار عنایتیں بے غایتیں کہاں سے ہیں کہ اس کے دل کو اپنے انوار سے اس قدر وسیع کر دیا کہ خاص اپنی محبت کا پیمانہ بنایا۔

یہ سچ ہے کہ یہ عنایت بے غایت اور بخشش بے نہایت کیونکر نہ ہو، جب کہ اولاً شوق کا سورج اس کی رضا مندی کے افق سے چڑھا، اور ہم بنی نوع انسان کو عدم کے خلوت خانہ سے وجود کی روشنی کے میدان میں لایا۔ اور ہمیں خطاب فرمایا کہ اے خاک پتلی! ہم تیرے خالق ہیں اور تو ہماری ملکیت ہے۔ ہم تجھے چاہتے ہیں، اور تو ہمیں چاہتا ہے۔

فرد
منگر بہر گدائے کہ تو خاص زان ملے
مفروض خوش انداز، تو بے گراں بہائے

رہ ایک مفلس گدا کی طرف نگاہ نہ کر کیونکہ تو خاص ہماری ملکیت ہے۔ تو اپنے تئیں مست

نہ پوج، اس لئے کہ تو بہت ہی گراں بہا ہے۔

پس سچے عاشقوں اور اس سعادت کے طالبوں کو لازم ہے کہ اس کے عشق کی آگ میں جل کر اور دونوں جہانوں سے آنکھ بند کر کے حق سبحانہ تعالیٰ کی محبت میں محو اور فانی ہوں کہ کسی چیز کی خبر نہ رہے، اور محبت کے جوش سے سولے محبوب حقیقی خدا کے اور کچھ بھی دکھائی نہ دے۔

فرد
ہر لحظہ کہ در جمال عشق تو شدم غسرق
جز رمئے تو در پیش نظر جلوہ دگر نیست

دہر لفظ تیرے جمال عشق میں مجھے غرقا ہی نصیب ہوئی تو تیرے خوبصورت چہرہ کے
سوامیری نظر کے سامنے اور کوئی جلوہ گر نہیں ہے۔ ۱۔

وہ جماعت جو اَلْسُنُ بِرَبِّكَوَالِ شَرَابِی سے سرست ہیں، سوائے محبوب حقیقی
کے اور کسی سے بھی ان کی محبت نہیں ہے۔ وہ جو کچھ کہتے ہیں اسی سے کہتے ہیں اور ہر ایک
جگہ اس کی تلاش کرتے ہیں، اور جوش محبت سے سوائے اس کے کسی کی طرف نہیں دیکھتے ہیں
اور نہ کسی کو پہچانتے ہیں۔

قصۂ مجنون

نقل ہے کہ ایک دن مجنون نے عشق کے پورے جوش و خروش میں لبلی کے کوچہ میں قدم
رکھا۔ اس حال میں کہ عشق کی آگ اس کے سینہ کی بھٹی میں جوش مار رہی تھی۔ مستوں کی طرح
ہر ایک درو دیوار کو چومتا تھا اور پتھروں اور ڈھیلوں کو سجدہ کرتا تھا۔ آنکھوں سے خون
کے دو برساتا اور جلتی آہیں سبز سے نکالتا تھا۔ لوگوں نے اس سے پوچھا کہ لے مجنون! یاد
رکھ کہ درو دیوار سے کام نہیں نکلتا اور سنگ سازی کے جعلی شیشہ سے محبوب کا چہرہ
دکھائی نہیں دیتا ہے، تو پھر درو دیوار کے چومنے اور رسنے سے اور زمین پر مانٹھا ٹیکنے سے کیا
حاصل۔ مجنون نے قسم کھا کر کہا کہ جب میں سچا قدم جا کر لبلی کی گلی میں آیا، تو اس گلی میں سوائے
اس کے چہرہ مبارک کے اور کچھ بھی نہیں دیکھا۔

پس لے عزیز! تو خود ہی سوچ اور قیاس کر کہ جب ایک عاشق عشق مجذبی میں
اس طرح پرفانی اور محو ہو کہ قیامت کے دن اس کا نام پتہ عاشقوں کی فرست میں درج
ہے تو پھر وہ شخص جو ایسے زندہ شخص کے عشق میں ہو کہ جو ہرگز نہ مے، اور ایسے ہمیشہ
رہنے والے پر جو کبھی فنا کو قبول نہ کرے، اپنی جان کو تصدق کرے، تو ایک جان کے عوض
ہزار جان کیوں نہ پائے گا، اور ابدی زندگی سے، جس کے لئے مہات ہرگز نہیں اور
سرمدی سے جس کے لئے زوال نہیں، کیونکر ممتاز نہ ہوگا۔

پچنانچہ حدیث شریف کا مضمون اس کے شاہدِ حال ہے۔

رباعی

باورد بہ ساز کہ دوائی تو منم در کس منگر کہ آشنائی تو منم

گر بر سرِ کوئے ماکشتہ شوی شکرانہ بدہ کہ حوں بہلئے تو منم

اے انسان! درد سے موافقت کر اس لئے کہ اس کی دوائی میں ہوں، اور کسی کی طرف نگاہ اٹھا کر نہ دیکھ، اس لئے کہ تیرا دست میں ہوں۔ اگر تو ہمارے عشق کے کوچہ میں مار ڈالا جائے تو شکرانہ ادا کر کہ تیرا خون بہا میں ہوں۔

در بیان آنکہ قدرت کی زبان خطاب کرنا ہر ایک انسان کو در محبت موانع کرنا چاہئے

جس انسان کو خداوند تعالیٰ نے اپنی طرف کھینچ لیا، اور اپنی محبت اور شوق کا نشہ پلا دیا، وہ جانوں کا شہنشاہ ہے۔ بلکہ اس دنیا کے بادشاہ اس کے ادنیٰ سے ادنیٰ غلام ہیں۔

وجہ یہ ہے کہ اس قسم کے لوگ خداوند کی درگاہ کے محبوب و مقبول ہیں۔ اور ایسے عالی ہمت ہیں کہ ان کی ہمت کے دامن میں سوائے حق کے اور کچھ نہیں سماتا۔ ان کے دلوں میں کوئی امنگ خواہش، مقصود، مطلوب وغیرہ سوائے حق تعالیٰ کے نہیں۔ کیونکہ وہ محبت کی تلوار کے شہداء ہیں اور دونوں جہان سے گذر کر خداوند تعالیٰ کی پاک ذات کے ساتھ اس طرح پر قرب حاصل کر گئے ہیں کہ محبوب حقیقی کے سوا اور کسی سے ذرہ بھر بھی اُلفت نہیں رکھتے۔ اور کسی مقام میں نہیں رکتے۔ ان کا وہاں مقام ہوگا جہاں مقام ہی نہیں۔ کل کو قیامت کے دن ان کے حق میں ارشاد ہوگا کہ یہ لوگ میرے اندوہ کے تیر کے کشتنی ہیں۔ اب میں ان کا ہمدرد اور غمخوار بننا ہوں۔ قولہ تعالیٰ:

فِي مَقْعَدٍ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيكٍ مُّقْتَدِرٍ اَبَشِكْ بِرَبِّزِگارِ لوگِ راسِتی

کے مقام میں شاہنشاہ والا قدر کے نزدیک ہوں گے۔

ہر کس بجھاں دار دوتے بہ مراد

ماہر دو جہاں ذوق تماشائے تو داریم!

دہر ایک کا چہرہ اس دنیا میں کسی نہ کسی طرف لگا ہوا ہے۔ مگر ہمیں تو دونوں جہان

میں فقط تیرے ہی دیدار کی لذت ہے۔

اے عزیز! اس سے زیادہ اور کوئی سعادت نہیں ہے کہ آدمی حق سبحانہ تعالیٰ کی دوستی

اور محبت کے خلعت سے سرفراز ہو، اور اس سے زیادہ بلند مقام کوئی نہیں ہے، کہ عشق حقیقی

کے سبحانہ سے خدا کی محبت کے شراب سے انسان سرخوش ہو۔

حضرت رسول پاک صلی اللہ علیہ وعلیٰ آہ و اصحابہ وسلم ہمیشہ یہ دعا مانگتے تھے۔

اللَّهُمَّ ارْزُقْنِي حُبَّكَ وَحُبَّ مَنْ أَحَبَّكَ وَمَا يُقْرِبُنِي إِلَى حُبِّكَ

وَاجْعَلْ حُبَّكَ أَحَبَّ إِلَيَّ مِنَ الْمَاءِ الْبَارِدِ۔ ربار خدایا! تو مجھے اپنی محبت

عنایت کر اور پھر اس شخص کی محبت، جو تجھے دوست رکھتا ہے اور پھر اس چیز کی دوستی،

جو تیری محبت میں میرا مدد دگار ہو۔ اور اپنی دوستی کو اس سے بڑھ کر میرا دوست بنا،

جیسے کہ پیاسے کے لئے ٹھنڈا پانی گرمی کے موسم میں۔

اس لئے کہ عبادتوں، ریاضتوں اور ذکر و فکر سے یہ مقصود ہے کہ خدا کی محبت غالب ہو،

اور محبت کے جوش سے غیر محبوب یا ماسوا کو بھول جائے، اور صرف ایک مقصود حقیقی خدا کے

سوا اور کوئی مطلب ہی نہ رہے تاکہ حقیقت کے سورج کے انوار کا عکس دل پر چمکنے لگے، اور

مقصود اپنے پتھر سے برقعہ اٹائے۔

حضرت پیر مولانا بسطامی قدس اللہ سرہ سے لوگوں نے پوچھا کہ محبت کسے کہتے ہیں؟

یہ محبت اس چیز کا نام ہے کہ حق سبحانہ تعالیٰ کے سوا باقی دنیا و آخرت میں جو کچھ ہے، تو

اسے دوست نہ رکھے۔

وجہ یہ ہے کہ عارفان کمال کے نزدیک یہ بات تحقیق شدہ ہے کہ جب تک تو دونوں

جہاں سے دست بردار نہ ہو، اور اپنا مال و جان اسی ایک کے عشق کے سودا میں نصیب نہ کرنے
 تب تک حجاب کا پردہ نہیں اٹھانے اور حضرت ذوالجلال کی پاک درگاہ کے ملاپ کی مجلس
 میں جانے نہیں دیتے۔ اس لئے کہ عاشق کو ذرہ بھر بھی غیر محبوب کے ساتھ تعلق اور دل بستگی
 ہو تو ذرہ اس عاشق کے حق میں ایک مضبوط حجاب ہو کر بہت بڑا ہو جاتا ہے۔
 پس نیک بخت کے لئے محبت الہی کا دعویٰ سلسلہ جنبان نہ ہو۔ اس کو چاہئے کہ دست
 کے گھراپنے دل کو غیروں کے خیال سے خالی کرے اور اس کی محبت میں جو آخانہ و قمارخانہ میں
 دونوں جہازوں کو ہار دے، تاکہ قضا و قدر محبت کا ایک گھونٹ مینا نہ و سَقْمُهُمْ رَبُّهُمْ
 شَرَابًا بَاطِلًا هُوَ رِجَالٌ كَرِبَ شَرَابٌ طَمُورٌ يَلَادِي كَالْمَرْهَةِ يَحْكُمُونَ اور دوستی
 حق کے رتبہ پر سرفراز کریں۔

حضرت عیسیٰ کی طرف وحی میں انسا کے دل کی طرف دیکھا ہوا

نقل ہے کہ آنحضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو وحی نازل ہوا کہ اے عیسیٰ! میں بندہ کا دل
 دیکھتا ہوں کہ دنیا اور آخرت کو نہیں دیکھتا۔ اور اپنی دوستی وہی دیکھتا ہوں۔
 پس اے عزیز! اس دولت کو حاصل کر کہ خدا کی عنایت کی شراب محبت کے جنگل
 کے پیاسوں کو ڈھونڈھتی ہے، اور خدا تعالیٰ کے لطف کا ساقی دمدم اپنے ان مشتاقوں
 کو شراب عنایت کرنا ہے کہ جن کا یہ حال ہے یُحِبُّهُمُ وَ يُحِبُّونَهُ خدا ان سے محبت
 کرتا ہے، اور وہ خدا تعالیٰ سے محبت کرتے ہیں۔

مصنف کا عشق سے خطاب کرنا اور خاتمہ عشق کے قریب جات پڑھنا

اے عزیز! اس کو یقین دل سے جان کہ خدا کے راستہ کی منزلوں کو عشق کے نوشہ اور درد
 کی سواری کے بغیر کوئی بھی لے نہیں کر سکتا۔ اور معنوی دولت اور باطنی بخشش کے دروازے درد

اور محبت مانے بغیر کھل نہیں سکتے۔ اس لئے کہ سترہ ماہ ہزار پردہ سیاہ سفید طالب اور مطلق کے درمیان رکھا گیا ہے۔ ہر ایک پردہ آہ سے جو عاشق کے سر و دل سے نکلتی ہے، ایک پردہ دور ہو جاتا ہے۔ اور جوں جوں ایک ایک پردہ اٹھتا جاتا ہے، اس راستہ کی طلب اور پیاس زیادہ سے زیادہ بڑھتی جاتی ہے۔ اور آخر الامر محبت کا بھل یعنی اپنی ذات کو بھول جانا، اور حق سبحانہ تعالیٰ کے ساتھ مل جانا آسان ہو جاتا ہے۔

مشہوری

سیر زاہد در مسد و یک روزہ را سیر عاشق ہر زماں تا تخت شاہ
عاشق در راستہ چوں از خود رہد در زماں از نہ فلک بگذرد
زاہد کی سیر ایک ماہ اور ایک دن ہوتی ہے۔ مگر عاشق کی سیر علی الدوام جاری ہے، یہاں تک کہ اپنے بادشاہ کے تخت تک نہ پہنچ جائے۔ آزاد اور فارغ البال اپنی ذات سے رٹائی پاتا ہے تو ایک ہی آن میں ساتوں آسمانوں سے پار چلا جاتا ہے۔

چونکہ عہد السنّت کے آغاز کرنے والے خدا کے ذوق و شوق کا گھونٹ عاشقوں کی جان کے گلے میں ٹپکا دیا ہے، تو اسی کا اثر ان کے باطن میں موج مار رہا ہے کہ ان کی زندگی اسی شوق سے قائم ہے۔ اور ان کا آرام و اطمینان اسی لذت پر منحصر ہے۔ اگر ایک ساعت بھی اس شوق کی لذت اور حلاوت سے رک جاویں تو لاکھ پردہ آہ اپنی آگ سے بھرے ہوئے سینہ سے باہر نکالتے ہیں۔ اور آنسوؤں کا خون آنکھوں سے برساتے ہیں۔ اور ماتم زدہ لوگوں کی طرح لاکھوں دکھوں سے بے آرام و بے قرار ہوتے ہیں۔ اور جب الہی کشش مبارک سے محبت کا گھونٹ پینے میں تو ایک اور پیالہ کے لئے شوق مچانے میں اور ہلّ من مزید رکھا کچھ اس سے بھی زیادہ ہے، اے نعرے مارتے ہیں۔ جدائی کے دکھ کے باعث پردہ سینہ سے سرد آہیں بھرتے ہیں۔ اور کبھی دھال کی مجلس اور ملاپ کی دولت کا راستہ پاتے ہیں۔ اور کبھی انس کے باغ ہنس رہے ہیں اور کبھی یار کے فراق میں ترس رہے ہیں۔ اور کبھی اس خاک دان

ظلمانی کے اسیر اور ہوائے نفس کے پاب زنجیر ہو جاتے ہیں۔ اور کبھی ربانی تجلیات کے انوار سے منور اور نورانی۔

مگر تجھ میں کچھ ہمت ہے تو بہادریوں کی طرح اس راستہ میں مضبوط قدم رکھ اور عشق کے درد کا ایک ذرہ اپنے میں پیدا کر۔ کیونکہ الہی درد اور محبت کی چاشنی کا ذرہ بھر بھی ہزار بادشاہی سے بھی بڑھ کر بہتر ہے۔ اس لئے اگر درد محبت کو ساتھ لے کر تھوڑی سی عبادت بھی کی جائے تو وہ ہزاروں طاعات سے افضل اور بڑھ کر ہے، جو درد محبت کے بغیر طاعت کی جائے کہ جس گروہ نے عشق و محبت کی بدولت مقصود کو تلاش کیا، تو اسی راستہ سے مطلوب حقیقی کاپتہ چلایا، اور آخر کار اس سے بہت جلدی ہی واصل ہوئے۔

وجہ یہ ہے کہ عشق کی گرمی بشری صفتوں اور نفسانی کثافتوں کو اس طرح پر جلاتی ہے جیسے کہ ظاہری لوگ نحس و خاشاک کو آگ میں۔ حضرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ جس دن نیا درد اور تازہ عشق الہی پیدا نہ ہوا، تو اس دن کے چڑھنے میں خدا کرے برکت ہی نہ ہو۔

فرد یک ذرہ درد ما بدو عالم نے دہم

زیرا کہ نیست ملک دو عالم بہائے او

(اگر کوئی ہم سے دونوں جہان کے عوض میں ہمارے درد کے ایک ذرہ کا مبادلہ یا معادہ کرنا چاہے، تو ہم کبھی اس کو منظور نہ کریں۔ اس لئے کہ دونوں جہان اس کی قیمت کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔)

ایک درویش اپنی سرگذشت بیان کرتا ہے کہ ایک رات کو مجھے حضرت حق سبحانہ تعالیٰ کی پاک درگاہ میں حاضر ہونے کی عزت حاصل ہوئی تو اس بے چون و بے چگونے نے مجھے خطاب کیا کہ ہماری درگاہ میں کیا تحفہ لایا ہے۔ اس وقت چند ایک گزشتہ نیک اعمال کا خیال میرے دل میں گذرا۔ تب خفگی آمیز خطاب ہوا کہ اے بیچارے! یہاں پر

جو بزرگ با عظمت خدا کی درگاہ ہے تو تیرا امیدوں کو ساتھ لانا ہی کافی ہے۔ اور جو کچھ تو نے خطاب کے بارے میں سوچا ہے، سو اس درگاہ کا تحفہ آہ سرد ہے، اور دل پر درد۔

علم سلوک کے ایک رسالہ میں دیکھا گیا ہے کہ لاکھ علم سے ایک ذرہ عمل اور لاکھ عمل سے ذرہ بھر اخلاص اور لاکھ اخلاص سے ذرہ بھر عشق اور لاکھ عشق سے ذرہ بھر شوق اور لاکھ شوق سے ذرہ بھر درد بہتر ہے۔

حقیقت میں عاشقوں کے لئے درد اور محبت الہی کے سوا کچھ اور سرمایہ بہتر اور خوش تر نہیں ہے کہ جس میں درد اور محبت نہیں ہے، وہ معرفت کی کیا لذت جانے۔ اور بلا درد محبت تو لاکھ زہد و عبادت کرے گا، تو تجھے بھی مزہ اور حلاوت نصیب نہ ہوگی۔ اور اپنے اصلی مطلب تک ہرگز ہرگز رسائی نہ ہوگی۔

اے عزیز! اگر عاشق نہ ہوتے تو کسی قسم کی بندگی خدا تک راہ نہ پاتے۔ یہی عشق ہے کہ جس نے محبوب کے چہرہ سے برقہ اتارا، اور حجاب کے پردوں کو درمیان سے ہٹا دیا۔ یہی عشق ہے کہ جو بے دلوں کے دلوں کو حلاوت بخشنا ہے۔ اور مشتاقوں کی جانے کا کونس ہے۔ یہی عشق ہے، جو عاشقوں کی متاع ہے اور سبکینوں کے دل کی دوا ہے۔ یہی عشق ہے، جو درد مند کا زخم ہے۔ اور زخمیوں کی جان کا مرہم ہے۔ یہی عشق ہے، جو سونگنا کے سینہ کا سرد اور بے مرادوں کی مراد کا نور ہے۔

سبحان اللہ! یہ کیسی خوشی انگیز اور اعلیٰ شراب ہے کہ ایک ہی پیالہ سے عاشقوں کو مست کر دیتی ہے اور اصلی مطلب پر پہنچا دیتی ہے۔ یہ عشق کیا ہے۔ درخشندہ نور ہے کہ عاشقوں کی مجلس کا نور ہے۔ اور مشتاقوں کی شام کا سورج۔ یہ عشق کیا ہے، جو شہوار ہوا ہے کہ محبوب حقیقی خدا کا پیغام لاتی ہے اور دل کی بستہ کلی کو کھلتی ہے۔

اے عزیز! ابھی ہمیں تک مٹھا کہ اچانک عشق کی فوج حملہ آور ہوئی اور میرے دق

کو خوش حال اور مالا مال کر دیا اور زبانِ بلبل کی کونے بے اختیار اس گیت کے گانے پر
آواز کھری۔

نظم

اے عشق بیا کہ انتظارم
ہم دیدہ براہ آرزو باز
اے عشق بیا ترا بھویم
اے عشق بیا تر گزیدم
اے عشق اگر شوی ہم آغوش
اے عشق ہمیشہ باش با من
اے عشق مرا از خود رلودی
اے عشق دے بیا و بنشیں
ہستی تو غریب دمن غریبم
یک ذرہ دگر بدہ ازاں جام
روز از تو سیاہ شبے مرا بس
بپذیر بہ تحفہ جان و بنشیں
از آمدنت ہو گل شگفتم
دامن دامن بہار رفتم

گل گرد بہار بختم امروز

بر گل بہار بختم امروز

اے حضرت عشق! شریف لایبے، بندہ آپ کی انتظار میں ہے۔ اور آپ کے
راستہ کی طرف، آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہا ہے۔ آرزو کے راستہ میں آنکھیں بھی کھلی
ہیں اور آپ کی تمنا میں کان بھی آواز کے مشتاق ہیں۔

لے حضرت عشق! تشریف لائیے کہ میں آپ کی تلاش میں ہوں اور چاہتا ہوں کہ اپنے دل کے راز و نیاز آپ کے سامنے پیش کر دوں۔

لے حضرت عشق! تشریف لائیے کہ بندہ نے آپ ہی کو منتخب کیا ہے۔ اور دونوں جہاں سے قطع تعلق کر لیا ہے۔

لے حضرت عشق! اگر آپ بندہ کے ہم آغوش ہوں تو دونوں جہاں کو بھول جاؤں۔
لے حضرت عشق! آپ ہمیشہ بندہ کے ساتھ رہیے۔ اور ایک شعلہ بندہ کے دل میں لگائیے۔

لے حضرت عشق! آپ نے مجھے اپنے سے الگ کر دیا ہے۔ لیکن یہ آپ ہی کی عنایت ہے کہ اپنے دست کی طرف رستہ دکھا دیا۔

لے حضرت عشق! ایک دم بھر کے لئے تو آئیے، اور بیٹھئے۔ بندہ خستہ دل مسافر اور مسکین ہے۔ آپ بھی مسافر ہیں، اور میں بھی۔

ایک بوند آپ کے پیالہ سے بندہ کے بھی نصیب ہوئی ہے۔ اس پیالہ سے ایک ذرہ بھر اور بھی عنایت فرمائیے تاکہ میرے سب کام آراستہ ہو جائیں۔

اگر آپ کی صحبت میں روز روشن بھی میرے لئے کالی لات ہو جائے تو میرے لئے پسندیدہ ہے۔ خاک راہ کو ہی آپ سے نخت یقین کر دوں گا۔

بندہ کی جان بطور تحفہ قبول فرمائیے۔ مگر بیٹھ جائیے کمر کھول دیجئے اور تشریف رکھیے۔
آپ کی تشریف آوری سے بندہ پھول کی طرح کھل گیا۔ اور میں نے جھولیوں بہار کو جمع کر لیا۔

میرے نخت کے بہانے آج پھول کھلا دیئے ہیں۔ پس آج میرے نخت کو پھولوں پر رکھ دو۔

سبحان اللہ! کیسی ہی درد انگیز محبت و شوق ہے اور کیا ہی نشاط آمیز جلن!

اگر یہ لذت ناک پیالہ ہمیشہ میرے حلق میں اترتا رہتا، تو ضرور ہی آب و گل جسم خاکی کی خودی سے مجھے اس نے خلاصی دی ہوتی۔

بیت : چہ بودی گر مدام این نشہ بودی

کہ بر دیوانگی مستی فزودی

رکھا ہی اچھا ہوتا، اگر یہ نشہ ہمیشہ ہوتا اور دیوانہ پن کے ساتھ ہی مستی ہی بڑھتی رہتی۔
اے عزیز! میرا یہ مدعا تھا کہ اس درد و اندوہ کو زبانِ قلم پر لاؤں اور اس حل سے
قال سے ادا کروں، لیکن قلم اس کے بیان سے غدر خواہ اور زبان کی کشتی اس ناپیدا
کنار سمندر میں تباہ۔ اس لئے کہ پھر اصلی مدعا شروع کرتا ہوں، اور درد مند عاشقوں کے
لئے چند عاشقانہ لطیف باتیں بیان کرتا ہوں۔ غور سے سن۔

اس دنیا کا طالب دنیا کی لذتوں میں مسرور ہے۔ آخرت کا طالب بخیاں حور و قصور
ہے۔ اور خدا کا طالب غیروں کے خیال سے دور ہو کر حق سبحانہ تعالیٰ کی محبت سے بھرپور
ہے۔ اور دونوں جہان میں مغفور الحق مغفور کیونکر نہ ہو کہ عشق کی آگ سے اس نے اپنی
جان کے خردار کو جلا دیا ہے۔ اور ماسوا کے خس و خاشاک کو دل سے ہٹا دیا ہے۔ درمیان
سے اور دل کی آنکھوں کو غیر حق سے ہٹا دیا ہے۔

بیت : عشق آن شعده است کہ چوں بر فروخت

ہر چہ جز معشوق باقی جملہ سوخت

(عشق وہ شعده ہے کہ جب بھڑک اٹھا تو معشوق کے سوا باقی سب کو جلا کر خاک سیاہ کر دیا)
جب عشق اپنے کمال کو پہنچ جاتا ہے تو پھر عاشق کی طرف نگاہ بھی نہیں کرتا۔ اگر ایک
ساعت بھی اس سے ہٹ کر غیر کی طرف متوجہ ہو تو عشق کی فوج اس کے دامن دل کو
کھینچتی ہوئی پھر محبت کی گلی میں لاتی ہے۔ عشق دادیلا اور شور مچاتا ہے۔ اور عین وصال اتصال
کی حالت میں حضرت لایزال کے خوبصورت چہرہ کے دیکھنے کی پیاس اور بھی بڑھتی ہے۔ اور

رَبِّ اَرِنِي رُءُوسَ بَدْرٍ مَدِينَةٍ تَوَّابَةٍ اَوَّلُهَا كَلْبٌ اَوْ اَنْثَىٰ وَآخِرُهَا اَنْثَىٰ وَبَيْنَهُمْ رُءُوسُ الْاَنْثَىٰ مَدِينَةٍ مَّوَدَّةَ الْمُؤْمِنِينَ ۗ اَوَّلُهَا كَلْبٌ اَوْ اَنْثَىٰ وَآخِرُهَا اَنْثَىٰ وَبَيْنَهُمْ رُءُوسُ الْاَنْثَىٰ مَدِينَةٍ مَّوَدَّةَ الْمُؤْمِنِينَ ۗ

بیت، از بار غمش گزیدہ دارم جگرے

کانرا نہ کند! سچ فسونے اترے

(اس کے غم کے بوجھ سے میرا دل اس طرح کٹ گیا ہے، کہ کسی قسم کا جنت منتر اس میں اثر نہیں

کر سکتا۔)

حضرت مولانا نظام الدین حسین قدس اللہ سرہ نے اس عالم فانی سے رحلت فرماتے وقت اپنے یاروں دوستوں کو اس طرح پر وصیت کی کہ اے دوستو! وہ امور کہ جن پر خدائے تعالیٰ کا وصال منحصر ہے، تین ہیں۔ ۱۱) اول خدا کا کلام قرآن مجید۔ (۲) دوم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث شریف۔ (۳) سوم دین کے مشائخ کے ملفوظات خداوند تعالیٰ ان سب پر راضی ہو۔

سید الطائفہ قدس اللہ سرہ نے فرمایا کہ اس راستہ کا سردار وہ شخص ہونا چاہئے کہ کتاب اللہ دائیں ہاتھ میں لے اور حدیث شریف و سنت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بائیں ہاتھ میں اور ان دونوں چراغوں کی روشنی میں راستے کے۔ تاکہ گمراہی میں نہ پڑے اور راستہ اس پر روشن ہو۔ اس لئے مشائخ طریقت حقی سبحانہ تعالیٰ کے ساتھ وصال ہونے کے طریق کو قرآن و حدیث شریف سے نکالتے ہیں۔

حضرت شیخ المشائخ علی المتقی نے اپنی تصنیفات میں لکھ دیا ہے کہ اگر کوئی شخص علم باعمل کو اپنا امام بنائے، یعنی قرآن و حدیث شریف پر عمل کرے جیسا کہ عمل کرنے کا حق ہے اور مداومت کرے تو امید ہے کہ سعادت کے دروازے اس پر کھل جائیں گے، اور معنوی دولت سے بہرہ مند ہوگا۔

پس جو کوئی کتاب و سنت کے موافق عمل کرے، یعنی امر و نہی، توکل، صبر تقویٰ زہد وغیرہ پر مستقیم رہے، عبادت کو اخلاص سے لگا کرے اور یاد خدا فراغ دلی سے اس کو میسر

ہو۔ اور ظاہر و باطن میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اتباع میں بھی متمسک ہو، نو خداوند تعالیٰ اس کا ہادی ہوتا ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حجرہ میں پرورش پاتا ہے۔

دوسرا طریقہ یہ کہ اس سعادت کے طالب کو لازم ہے کہ ہمت کا گھوڑا فاذا ذکر ورنی اذکرکم (تم مجھے یاد کرو، اور میں تمہیں یاد کروں گا) کے میدان میں دوڑائے۔ اور غیر حق سے دل نہ لگائے، اور ذکر کے طریق کی اجازت شیخ کامل سے ممکن کہ کے گوشہ میں بیٹھ کر اس کثرت سے کرے کہ خلوت، صحبت، بیٹھنے اٹھنے، کھاتے پیتے، اور باقی تمام حالات میں بغیر یاد حق نہ رہے اور جو اس دولت کے منافی ہو، اس سے بچتا رہے، تاکہ کثرت سے شوق کا سوچ اس کے باطن کے مطلع سے ہزنگا۔ اور اس کی گرمی اور حرارت سے محبت کا شعلہ اس کے دل میں روشن ہو۔

بک لفظ زیاد دوست دوسری

در مذہب عاشقان حرام است

عاشقوں کے مذہب میں لفظ بھر بھی دوست کی یاد سے جدا رہنا حرام ہے۔ جب طالب تمام علاقوں کو اپنے دل سے دور کر کے اور دل کو تمام معلومات سے خالی کر کے رات دن یاد خدا میں مشغول رہے تو امید ہے کہ ذکر کی کثرت سے ذوق و نور کا شوق اس کے سینہ میں ظاہر ہونے لگے۔

ز لوج خاطر خاطر غبار غیر بشتو

فرد

کہ شرط عشق بود دل یکے و یار یکے

(اپنے پاک صاف دل کی تختی سے غیر تبت کے غبار کو دھو ڈال۔ کیونکہ عشق کے بازار میں

بک دل ہونا اور ایک ہی یار منتخب کرنا شرط ہے۔)

کیونکہ یہ بات کا طمان اہل طریقت کے نزدیک مقرر ہے، کہ عشق و محبت کی آگ اس

شخص پر شعلہ مارتی ہے، جس کے باطن سے غیر محبوب بالکل نکل جائے۔ پس جس کو خداوند تعالیٰ اپنی دوستی میں لیتا ہے۔ اس کے باطن کو اپنے غیر سے پاک کر دیتا ہے۔ اور ذکر کے ذریعہ سے اس کو اپنے نزدیک بلا لیتا ہے۔ اور اپنی دوستی و محبت میں اس کو سرفراز کرتا ہے۔

بیسرا طریقہ بہت ہی آسان اور زیادہ تر نزدیک مقرر ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ کسی ایسے شخص کی صحبت اختیار کرے، جس کا ظاہر شریعت کے چراغ سے روشن ہو۔ اور جس کا باطن عشق و محبت سے جل گیا ہو، تاکہ اس کے باطن کی گرمی اس شخص میں اثر کرے۔ اور درویشوں کی صحبت کی برکت سے یہ بھی انہیں کا ہم رنگ ہو۔

بیت،
با عاشقان نشین و ہمہ عاشقے گزیں
باہر کہ نسبت عاشق باد مشوق فریبے

(عاشقوں کے نزدیک بیٹھ اور عاشقی کو ہی پسند کر اور جو عاشق نہ ہو اس کا ہنسی نہ ہو) عارف ربانی حضرت شیخ ابوالقاسم گرگانی قدس سرہ نے کہا اچھا کہا ہے کہ اس کے ساتھ بیٹھ کر تو بالکل وہ ہو جائے اور وہ بالکل تو ہو جائے۔ تاکہ تم دونوں حق سبحانہ تعالیٰ میں گم ہو جاؤ۔ نہ ہی تو رہے اور نہ ہی وہ رہے۔

حضرت ابو بکر صید لالی قدس اللہ سرہ نے فرمایا کہ حق سبحانہ تعالیٰ کے ساتھ صحبت رکھو۔ اگر تم سے ایسا نہ ہو سکے تو پھر ایسے شخص کے ساتھ صحبت رکھو کہ جو خداوند تعالیٰ کا صحبت دار ہو تاکہ اپنی صحبت کی برکت سے تم کو خدا تک پہنچائے اس لئے کہ اس گروہ کی صحبت کیمیا ہے، جو وجود کے کالے لوہے کو خالص سونا بنا دیتی ہے، اور بہت سی مصائب کے باعث۔ اصحاب نفس ان کے دم کی برکت سے غیر کی محبت اور گرفتاری سے نجات، پا جانے ہیں۔ اور عاشق شکتہ اور اپنی ذات سے وابستہ ہو جاتے ہیں۔

گر تو خواہی مرد گردی اے فقیر

صحبتِ صاحبِ دلاں را پیشہ گبر

دے فقیر! اگر تو مرد بننا چاہتا ہے تو صاحبِ دلوں کی صحبت کو اپنے اوپر لازم رکھ۔
حضرت مولانا خواجہ بزرگ شاہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جن کی بشریت
کا اللہ قسم قسم کی صحبتوں سے گندہ ہو گیا ہو، کہ اہل اللہ بزرگوں کی صحبت کے سوا جو
کبریتِ احمر کا حکم رکھتی ہے، اصلاً اصلاح پذیر نہ ہوگا۔

افسوس صد افسوس کہ اس پاک جماعت کا کسی نے قدر نہ کیا۔ اور کسی ایک نے بھی
انہیں نہ پہچانا۔ اگر اس قسم کے کسی بزرگ کی صحبت جو اپنی ذات سے خلاصی پا کر حق کے ساتھ
مل گیا ہو۔ وطن میں میسر نہ ہو سکے اور طالب کو طلب دامنگیر ہو تو لازم ہے کہ اس دولت
کے حصول کے لئے اہل اللہ کے کلام کے چند ورق کو ہر روز پڑھا کرے، تاکہ ہمیشہ محبت
اور شوق تازہ ہوتا رہے۔

حضرت مولانا شیخ ابوعلی دقاق قدس اللہ سرہ سے لوگوں نے پوچھا کہ اہل اللہ بزرگ کی
بائیں سننے سے کیا فائدہ حاصل ہوتا ہے۔ فرمایا بیشک فائدہ ہوتا ہے،
اول یہ کہ انسان اگر طالب ہے تو قوی ہمت ہو جاتا ہے۔ اور اس کی طلب زیادہ ہوتی
جاتی ہے۔

دوم یہ کہ اگر کسی میں گھمنڈ ہے تو ٹوٹ جاتا ہے۔ اور دعویٰ اور مغروری سر سے دور
ہو جاتی ہے، اور اپنے غلبوں پر اطلاع پالبتا ہے۔

حضرت مولانا شیخ ابوسعید قدس اللہ سرہ نے فرمایا کہ حق کے طالب کو لازم ہے کہ ہر
روز مشائخ اور اہل اللہ کے کلام سے چند ورق مطالعہ کیا کرے، تاکہ دنیا کی مرد اس کے دل سے
سرد ہو جائے، اور عیبی یاد آئے اور ذوق و شوق بڑھے۔ اور حق سبحانہ کی دوستی دل میں ہو
اور اہل کمال کی حکایتوں یا سنتوں، عبادتوں، عادتوں اور درجوں وغیرہ سے واقف ہو۔ جب

اس قسم کی باتیں سُننے، نو ضرور اس مطلب سے آگاہ ہو جاتا ہے کہ یہ کیا ہی درد اور شوق ہے، جو عاشقوں کی جان میں قضا و قدر نے ڈال دیا ہے۔ اور یہ کیا ہی دولت ہے کہ جسے مشتاقوں کو نوازا ہے۔

بیت ۱ نہ تہا عشق از دہدار خیزد

بسا کیں دولت از گفتار خیزد

(عشق معشوق کے دیکھنے سے پیدا نہیں ہوتا بلکہ باتیں سُننے سے بھی اکثر اوقات یہ دولت حاصل ہو جاتی ہے۔)

پس بہنِ بینِ طریقِ محبتِ الہی کے حاصل کرنے کے لئے میں مجھے کیا خرچے کہ کون سعادت مند ہے، جو اس دولت سے رغبت حاصل کرے۔ اور کون نیکبخت ہے جو گوشوں کے ناخنوں سے اس مضبوط گرہ کو کھوئے۔ بہادر و! تلاش کرو کہ تمہیں ملے۔ کیونکہ جس نے ڈھونڈا، اس نے پایا۔

بیت ۱ نوراہ نہ جستہ ازاں نہ نمود

ور نہ کہ زد ایں درد کہ درش نکشوزد

(تو نے راہ تلاش ہی نہیں کی کہ اس سبب سے انہوں نے ظاہر نہیں کیا۔ ورنہ کون سا ابا ہے کہ جس نے دروازہ کھٹکھٹایا اور انہوں نے نہ کھولا۔)

چنانچہ حضرت رب العزت کا خطاب غفلت کے جنگل کے سرگشوں کو ہے۔

رباعی

تو خاصہ ما بائس کہ مانیز زایم در ہر دو جہاں مقصد و تو ما آیم

گر یک دم از راہ طلب سوئے من آئی تا صد قدم از راہ کرم سوئے تو آیم

(تو ہمارا ملک ہو، ہم بھی تویر سے ہی ہیں۔ دونوں جہاں میں تیرا مقصد اور مقصد

ہم ہی ہیں۔ اگر طلب کی راہ سے تو ہماری طرف قدم رکھے تو ہم بخشش کی راہ سے سو

قدم چل کر تیرا استقبال کریں۔

پس اس مطلب کو یقین دل سے جان کہ خداوند تعالیٰ کے فضل و کرم کے دروازے کسی وقت بھی بند نہیں ہوتے۔ مگر کیا فائدہ، جب کوئی آرزو مند اور خواستگاری نہ ہو۔

مقبول درگاہِ باری حضرت مولانا خواجہ عبد اللہ انصاری قدس اللہ سرہ ارشاد فرمایا، اگر کوئی آئے تو دروازہ کھلا ہے۔ اگر نہ آئے تو خدائے تعالیٰ بے نیاز ہے۔

اے عزیز! اگر تو نے اپنی ساری عمر غفلت میں گزاری ہو اور ایک بچے دل سے یارب کے تو تجھے ستر (۱) یا رَبِّكَ يَا عَبْدِي (اے میرے بندے! میں حاضر ہوں) کی آواز آئے۔ اور خداوند کریم از لہ کرم جواب فرمائے، جیسا کہ حدیث شریف قدسی کا مضمون ہے۔

رُبَاعِي

باز آ باز آ ہر آنچہ ہستی باز آ گر کافر دگر و بت پرستی باز آ

ایں درگاہ ما دگر نو میدی نیست صد بار اگر تو بر شکستی باز آ

جو کچھ تو کر گزرا ہے۔ اس سے ہٹ کر ہماری طرف چلا آ۔ اگر تو کافر بت پرست

یا گبر ہے، ہماری درگاہ کی طرف لوٹ آ۔ ہماری درگاہ کسی کو نا امید نہیں کرتی۔ اگر سو بار تو نے

تو بر توڑی ہے، تو بھی کچھ مضائقہ نہیں۔ لوٹ آ۔

نقل ہے کہ ایک دن حضرت جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ و

اصحابہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ اور عرض کی کہ اے اللہ کے رسول! میں نے آج

ایک ایسی چیز دیکھی ہے، جو کبھی نہیں دیکھی۔ اور وہ یہ ہے کہ ایک شہر میں ایک بت پرست

تھا۔ بت کو کتنا تھا، اے صنم، اے صنم۔ ایک دفعہ اس کی زبان سے غلطی سے نکل گیا اے صنم!

پردہِ غیب سے خداوند تعالیٰ کی آواز آئی کہ اے میرے بندے، میں حاضر ہوں۔ میں نے

عرض کیا کہ اے خداوند تعالیٰ! وہ بت پرست تو اپنے بت کو پکار رہا تھا۔ صنم کا لفظ

تو غلطی سے اس کی زبان سے نکل گیا، تو کیسے اس کو قبول کرنا ہے۔ فرمان آیا کہ اے جبریل

اگر اس نے اپنے معبود کو گم کیا ہے، تو ہم تو خوب جانتے ہیں کہ اس کا معبود حقیقی کون ہے، جب کہ حقیقت میں اس کا معبود میں ہوں۔ تو جس وقت وہ مجھ کو ملانا ہے، میں اسے قبول کرتا ہوں۔

حضرت مولانا خواجہ سلطان ابراہیم ادہم قدس سرہ ایک دن کعبہ معظمہ شریفہ میں طواف کرتا تھا۔ تو اس کی زبان سے نکلا، بار خدایا! میرے گناہ بخش دے۔ اس نے تب ایک آواز سنی کہ جو تو چاہتا ہے، سب چاہتے ہیں۔ اگر سب کے سر پر پاک دامنی کا عمامہ بندھوادیں تو پھر بخشش کا خزانہ اور جو اسرات کی کان کس کو عطا کریں۔ اگر کوئی گناہ سے آلودہ نہ ہو تو ہماری عنایت کا مہینہ کس کو دھو دھا کر صاف کرے۔ اگر کوئی گناہ گار نہ ہو، تو ہمارا لطف قبولیت کے اسرار کس کے سامنے ظاہر کرے۔

سبحان اللہ! اس اکرم الاکریمین اور ارحم الراحمین کا کیا فضل ہے اور کیسی وسیع مغفرت ہے کہ اپنے بندوں کے حق میں کیسے کیسے بے غایت کرم اور بے نہایت لطف عمل میں لاتا ہے۔ جو کوئی ایسے مالک کے فضل و کرم سے محروم اور بے نصیب رہے۔ وہ صرف حاکم نصیب اور بد بخت ہوگا۔

پس ہوشیار ہو اور غفلت کی روٹی کو ہوش کے کانوں سے نکال اور چند قدم مضبوطی کے ساتھ اس راستہ میں رکھ اور خدمت کا دامن اپنی کمر پر چست باندھ دنیا کی طرف پیٹھ اور عقبی کی طرف پاؤں اور اپنا منہ اپنے مالک حقیقی کی طرف رکھ۔ اگر لاکھ محنت اور مشقت اس راستہ میں پیش آئے تو بھی تجھے یہی لازم ہے کہ اپنا منہ خدا کی طرف سے نہ پھیرے۔ اور اس کی تلاش میں نہایت قدم اور صادق رہے۔

جب ان تین قسم کی سعادتوں سے کہ جن کا اوپر ذکر ہو چکا ہے، تو محروم رہ گیا، تو پورے چالیس دن تک حلال کی روٹی کھا۔ اور اپنی زبان کو جھوٹ لینے، اور انہی باتوں سے نگاہ رکھ۔ اور خلوت میں بیٹھ کر عجز و نیازمی کے ساتھ توبہ استغفار کرے۔

اور ہاتھ اٹھا کر حتی سبحانہ تعلقے سے اس کی محبت کی درخواست کر۔ کیونکہ خداوند تعلقے فرمانا ہے، تم مانگو، کہ میں تمہیں دوں۔ اس لئے کہ میری رحمت کے خزانے مالا مال ہیں، اور میری بخشش مرادیں دینے والی ہے۔ وہ کون گدا ہے، جو میرے سامنے عجز و نیاز کا ہاتھ لایا، اور میں نے اس کے نقد کی امید کو اس کی منہلی میں نہ رکھ دیا ہو۔ اور وہ کون محتاج ہے کہ جس نے سوال کی زبان کھولی، اور اس کی حاجت کے رقعہ کو اجابت کے فرمان سے، ہم نے تصدیق نہ کیا۔ خصوصاً آدھی رات کے وقت جو مغفرت، چاہئے والوں کا مغفرت، گاہ ہے۔ اور گداہوں کے عطا اور مشکلات کے دروازے کھلنے کا وقت خالص نیت سے مانگ اور جو کچھ تجھے مطلوب ہے، اس کے لئے خداوند تعلقے کی درگاہ میں مناجات کر امید ہے کہ آدھی رات کی دعا کا تبر خدا کے فضل سے قبولیت کے نشانہ پر جا بیٹھے گا۔ اور عشق کا سورج ہر باطن میں روشن ہوگا۔

حدیث شریف میں وارد ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب آدھی رات گزر جاتی ہے، اور تمام دنیا سو جاتی ہے کہ جب خداوند تعالیٰ کے لطف و رحمت جوش میں آتے ہیں۔ اور حضرت رب العزت کا جلال اور عظمت نچلے آسمان پر آتے ہیں۔ اور اپنے بندوں پر خطاب فرماتا ہے۔ اے بھور خاکبوا! اور اے مغرور غائلو! ہم نے اپنی رحمت کے دروازے کھول دیئے۔ تم میں سے وہ کون ہے، جو حال کی زبان اور مقال کے صدق سے کوئی مراد مانگے، تاکہ ہم اس کی حاجت رسا کریں۔ اور کون ہے، جو اس وقت تمنا نہ کرے، کہ ہم اس کو اپنی لامحدود عطایات سے سرور کریں۔

پس وہ وقت جو اجابت یا قبولیت کا ایک ہی موقع ہے، خدا کے سوائے اور کچھ نہ مانگ۔ یہ قاعدہ کلیتہً ہے کہ جب محبوب اپنے محب کو کسی معاملہ میں اختیار دیتا ہے کہ مجھ سے مانگ اور محب، مذکور محبوب، کو چھوڑ کر غیر محبوب کی درخواست

کرے، تو یہ کمال پست اس کی فطرتی کا مبلغ ہے اور محبت اور عشق کو چھوڑ کر کسی اور روشنی کی درخواست کرنا نہایت ہی کوتاہ ہمتی کا منشا ہے۔ پس اس وقت میں جو قبولیت کا مقام ہے، عجز و نیاز سے یہ مناجات پڑھو۔

بارخدا یا! اپنی جان پر کھیل جاؤ والے عاشقوں کی عزت کے واسطے، جنہوں نے محبت کے کمارخانہ میں دونوں جہانوں کو ہار دیا ہے۔ مجھے اپنی محبت کے نشہ سے مست کر، تاکہ غیروں کی محبت میرے دل میں ہرگز نہ رہے۔

بارخدا یا! علی الصبح بیدار ہونے والے عاشقوں اور آنسوؤں برسانے والے دروندوں کی عزت کے واسطے عشق کے شراب خاند سے مجھے محبت کی شراب پلا، تاکہ اس کی مستی سے اپنی ہمتی پر کھیل جاؤں۔

بارخدا یا! اپنی ذات پاک کے دبدبہ کے مشتاقوں کی عزت کے واسطے، جو تیرے عشق میں جان بازی کرتے ہیں، میرے روح کی بلبل کو اپنے جمال کے باغ پر والا و شبیدا کر، تاکہ تیرے ذوق و شوق اپنے ذات سے بے خود اور مست ہو جاؤں۔

بارخدا یا! تیرے عارف عاشقوں کی عزت کے واسطے جو دونوں جہانوں سے بے فکر ہیں، اپنی محبت کے قیدخانہ میں مجبوس کر۔ اور شوق کا طوق میری گردن میں ڈال۔

بارخدا یا! اپنے پاک باز مردوں کی عزت کے واسطے کہ جنہوں نے اپنے دلوں کو تیرے عجز سے پاک کر دیا ہے۔ میرے دل کو ماسوا سے ہٹا لے، تاکہ کوئی سانس بھی تیری باد اور تیرے حضور کے سوا نہ لے سکوں۔

بارخدا یا! گوشہ نشین عابدوں کی عزت کے واسطے جو کسی وقت بھی تیری عبادت سے فارغ نہیں ہیں۔ اور اپنے قصوروں سے بھی سیر نہیں اٹھا سکتے۔ اس مفلس بیمار کو رات دن اپنی طاعت میں نگر رکھ، تاکہ کسی وقت بھی کسی اور کام میں مشغول نہ ہو سکوں۔

بارخدا یا! اہل معرفت عارفوں کی عزت کے واسطے جو اپنے دل کے شبہ کو ماسوا کے

گردوغبار اور آب و گل کی کدورت سے صاف و شفاف رکھنے ہیں۔ غفلت کے پردہ کو میری بصیرت کی آنکھ سے دور کر۔ اور ہر ایک چیز کی حقیقت جس طرح پر کہ فی الواقع ہے، وہ مجھے دکھا۔

بارخدا یا! اپنے مقرب المقربین کی عزت کے واسطے، جن کا دل تجلیات کے انوار سے روشن ہے، اپنی معرفت کے نور سے میرے باطن کو منور کر اور میرے دل کے فانوس کو شمع سے روشن فرما۔ کہ بے ہودہ خیالوں اور باطل فکروں محفوظ رہ سکوں۔

بارخدا یا! عاشقوں کی سرد آہ تیرے فراق کے جلے ہوئے سینے کے نور کی عزت کے واسطے جو دصال کے ذوق و شوق کے غلبوں سے لذت میں لینے اور خوش ہوتے ہیں۔ غفلت کے سمندر میں ڈوبوں کو اپنے کرم و عنایت کے شرابِ حنہ سے محبت کا ایک گھونٹ پلا، تاکہ تیرے مغز کے دریا سے تروتازہ اور غفلت کی نیند سے بیدار ہوں۔

لے عزیز! اگر تیرے دل کو اطمینان اور باطن کی لذت اور حلاوت پہنچ گئی ہو تو اہل اللہ کی یہ مناجات جو بڑی معتبر کتابوں سے چن کر لکھی گئی ہے، اسے بھی پڑھا کر۔
بارخدا یا! میرا نہ کوئی ایسا عمل ہے کہ تیری بزرگ اور بزرگ بارگاہ کے لائق ہو۔ نہ میری اور کوئی بات ایسی ہے کہ اس درگاہ میں قبولیت کا شرف پاسکے۔

بارخدا یا! مجھے ایسا دل عطا کر، کہ جس میں سوائے تیرے اور کچھ نہ سما سکے۔ اور جو تیرا غیر ہے اس میں ایک جو بھر بھی نہ ٹلے۔

بارخدا یا! مجھے وہ زبان عطا کر کہ ہر دم تیرا ہی شکر اور حمد و ثنا کہے، اور ایسا نفس عنایت کر جو کلمہ رطبہ کے ساتھ تیری طرف بھاگے۔

لے خدا یا! تو وہی تو ہے، جو اپنی رحمت اور کرم کے دریا سے اپنے بندوں کو تروتازہ کرتا ہے۔ تو وہی تو ہے، جو گنہ گاروں کو اپنے کمال فضل و کرم سے منزل مقصود پر سلامتی کے ساتھ پہنچاتا ہے۔

اے خطایا! ہماری بے نصیبی اور محرومی ہماری اپنی خودی کی بدولت ہے۔ اپنے فضل و کرم سے ہم کو اس سے رہائی دے اور اپنے ساتھ آشنائی۔

بار خدایا! عنایت کی ایک نظر مجھ ناچیز کے حال پر فرما، کہ میں سخت در ماندہ ہوں اور اپنی طرف سے راستہ دکھا کہ تیرے در پر کھڑا ہوں۔

بار خدایا! اپنے کرم و احسان کے دوائی خانہ سے مجھے شربتِ پلاک میں غفلت کے بیماری سے لاچار ہوں۔ اور عشق کے شراب سے ایک شوق کا پیالہ انعام فرما کہ ماسوائے میں گرفتار ہو جانے کے باعث ادبار میں پڑا ہوں۔

بار خدایا! ہماری زبان کو ان باتوں سے، جن میں ہمارا نقصان ہے، توہی خاموش رکھ، اور ہمارے دلوں کو ان خیالات سے، جن میں ہماری خواری ہے، توہی فراموش رکھ۔
بار خدایا! ہمیں ایسا وقت عنایت کر کہ ہم اپنے گزشتہ دکھ و درد پی جائیں۔ اور ایسی حالت عطا کر کہ ناشدنی رنج اپنی گردن پر لے جاویں۔

بار خدایا! جو تحفے اور سوغاتیں تو نے ہمیں انعام کئے ہیں، ہماری بے ادبیوں کے باعث ہم سے واپس نہ لے۔

بار خدایا! تجھ پر کچھ بھی پوشیدہ نہیں ہے۔ پس ہماری بد اعمالیوں پر توہی پردہ ڈال، اور جب کہ تجھ پر کچھ بھی مشکل نہیں، تو ہمارے بد اعمالیوں کی رسوائی کو بخش دے۔
بار خدایا، ہم مفلس تلاشِ بیشک بہت بڑے عاصی اور گنہ گار ہیں۔ لیکن تیری رحمت کے امیدوار ہیں۔ اپنے کمال کرم سے ہم کو مقبولوں کی جماعت میں داخل کر۔
بار خدایا! ہماری برائیوں کو بخش دے اور ہماری بد کرداریوں کی طرف نہ دیکھ۔

ابیات

بے نیازا بر نیاز ما بہ بخشش گرچہ غفلت کردہ ایم اما بہ بخشش
پانے در گیل ماندگاں را دستگیر عذرنا ہموار مارا در پذیر

باطن سرکشگان سے راہنمائی از بردن افتادگان را در کشائی
 اسے بے نیاز نہلا! ہماری عاجزی ہے کہ ہمیں بخش دے۔ اگرچہ ہم غفلت میں غرق
 ہیں، تو ہمیں بخش دے، کیچڑ میں پھنسنے بندوں کا توہی دستگیر ہے۔ ہمارے ناہموار
 عذروں کو قبول کر۔ بھٹکے ہوئے لوگوں کے باطن کو توہی راستہ دکھا، اور باہر پڑے ہوئے
 لوگوں کے لئے راستہ کھول۔

بارخدا یا! ہمارے دلوں کے آنکھ کو پریشان تفکرات کے خس و خاشاک سے خالی
 کر اور ہمارے سست اور ناقص فہموں کو اپنے عشق و محبت کے ادراک سے بزرگی بخش۔
 بارخدا یا! اپنے بے نہایت کرم اور بے غایت رحمت کے واسطے، ہم کو اپنی درگاہ
 سے محروم نہ کر اور آخری دم میں کہ زندگی کی امید منقطع ہے، ہمارے کالوں کو لا تَخَافُوا
 وَ لا تَحْزَنُوا دنم کسی کا خوف نہ کرو اور نہ غمگیں ہوا کی آواز سے مشرف کر۔ بہ برکت و عزت
 اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کی آل و اصحاب کے واسطے۔

لے عزیز! سب سے زیادہ بلند مقام اور کمال سعادت اور اعلیٰ نعمتوں اور رتبوں کے
 انتہا حق سبحانہ تعالیٰ کی محبت اور دوستی ہے۔ اگر تجھے دل چکی ہے تو خوشی کر۔ اگر نہیں ملی تو
 تلاش کر۔ اگر نہ پائی ہے، تو اس کے شوق میں مست ہو۔ اگر نہیں پائی تو تلاش میں چست
 ہو۔ بیت:

گر نہ داری سے شادی از وصل یار

خیز: بر خود ماتم ہجران بہ وار

اگر یار کے دصال سے تجھے خوشی حاصل نہیں ہوئی، تو اٹھ اور اپنے حال پر جدائی

کا ماتم کر۔

الغرض کہی ایک دفتر لکھوں اور بہت سی کتابوں کی جلدوں کو سبباہ کروں، تو بھی

عشق کی حقیقت کا ایک شمعہ بھی نہ لکھ سکوں گا۔

بیت: گر بگویم شرح عشقے بر دوام

صد قیامت بگذرد ہم نام نام

(اگر میں ہمیشہ عشق کا بیان سنا تا رہوں، تو اگر ایک سو قیامت کا عرصہ بھی گزرے،

تو بھی نام نام رہے۔)

اللہ تعالیٰ اس قوم کی برکت اور عزت کے ذریعہ سے، جن کے دل درد کی آگ سے

بوحس ماتے ہیں، اور شوق کے غلبہ سے ان کے سینے میں شور برپا ہے، اپنے تمام بندوں اور اس عاجز گناہگار کو اپنے عشق و محبت سے نہال اور اپنے فضل سے مالا مال کر دے۔

مناجات

اللَّهُمَّ اخْرِقْ عَوَارِضَ قَلْبِي بِنَارِ عَشِقَتِكَ وَتَزَوِّدْ شَوْقِي إِلَى
جَمَالِكَ وَمَحَبَّتِكَ وَنَوِّدْ قَلْبِي بِنُورِ مَعْرِفَتِكَ وَاقْطَعْ حِجَابًا مِنْ
بَيْنِي وَبَيْنِكَ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ

بارخدا! میرے دل کے عارضات کو اپنے عشق کی آگ سے جلا ڈال اور اپنے جمال

اور محبت کے شوق کو بڑھا ڈال۔ میرے دل کو اپنی معرفت کے نور سے روشن کر۔ اور میرے اور

آپ کے درمیان جو ایک قسم کا پردہ ہے، اسے پھاڑ ڈال لے صاحب عظمت اور بزرگی کے۔

ابیات

توقع زانخوان اہل صف

بجز ادعیہ نیست دیگر مرا

ہر آنکس کہ خود مدد طلب کند

بیا مرزد اورا خدائے جزار

(مراد ان اہل صف سے سوائے اس کے اور کچھ امید نہیں ہے کہ میرے حق میں دعلے خیر

فرمائیں گے۔ اور جو شخص اس کتاب کو پڑھے، خداوند تعالیٰ اسے بخش دے) آمین ثم آمین یا رب العالمین۔

طریقیت کے طالب کے لئے ارادت اور استقامت ضروری ہے

اے عزیز! جاننا چاہئے، کہ اگر کوئی صدق دل اور کمر بند مہمت سے طریقت میں قدم رکھنا چاہتا ہے، تاکہ وہ بحر توحید میں غوطہ لگا کر نہر عرفان سے اپنے دل پر مردہ کی زراعت کو پانی دے کر باغ باغیچہ کے عاشق تر و تازہ کر کے خرمین محبت کی امید رکھتا ہے، تو اس کو چاہیے کہ ارادت و استقامت کی بنیاد کو پہلے محکم و مضبوط کرے۔

جیسا کہ حضرت مولانا شیخ عبدالرحمن سلمی نے اپنی کتاب حقائق الفقیر میں آیت فَاَسْتَقِمْ كَمَا اُمِرْتَ کی تفسیر کرتے ہوئے ایک صاحب حقیقت کی نسبت نقل کیا ہے کہ:

كُنْ طَالِبًا اِلَّا سِنِقَامَةً لَا طَالِبَ الْكِرَامَةِ فَاِنَّ رَبَّكَ يَطْلُبُ مِنْكَ اِلَّا سِنِقَامَةً وَ نَفْسِكَ يَطْلُبُ مِنْكَ الْكِرَامَةَ۔

یعنی تو استقامت کا طالب ہو نہ کہ کرامت کا۔ کیونکہ تیرا پروردگار تجھ سے استقامت

چاہتا ہے اور تیرا نفس تجھ سے کرامت کا خدمتگار ہے۔

اس گروہ کی ایک یہ بات ہے کہ اگر دلی باغ میں آئے تو درخت کے ہر ایک پتے سے ایسا دل اللہ کی آواز نکلتی چاہیے، کہ ظاہر باطن میں اسے اس آواز کی طرف توجہ ہی نہ ہو۔ بلکہ ہر لحظہ اس کی کوشش بندگی کی صفت اور عاجزی میں زیادہ ہو۔ اور اس مقام کا کمال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل تھا کہ جوں جوں عنایت الہی اور احسان اکرام خداوندی سے آنجناب کی نسبت زیادہ ہوتا تھا، توں توں آپ کی نیاز مندی اور مسکنت اور بندگی زیادہ ہوتی جاتی تھی۔ اور اسی واسطے آپ ارشاد فرماتے تھے، اَفْلَا اَكُوْنُ عَبْدًا شَكُوْرًا۔

اور حکمت قصورات سے جو دل پر گزرتا ہے، اس میں اس کے بشری وجود کی نفی ہوتی ہے۔

اور آپ فرماتے ہیں کہ ہر راہ کے چلنے والے کو ادباً اللہ کی مابعداری سے ولایت خاصہ

حاصل ہوتی ہے۔

اور نیز فرماتے ہیں کہ اس راہ کے چلنے والے گروہ کی تین قسمیں ہیں۔

(۱) مقلد۔ (۲) کامل۔ (۳) کامل مکمل۔

مقلد تو سنی ہوئی پر عمل کرنا ہے۔ اور کامل اپنے سے تجاوز نہیں کر سکتا۔ اور کامل مکمل سوائے تربیت کے اور کچھ نہیں کرتا، اور نہیں کو سکتا۔

اور نیز فرماتے ہیں کہ ارادت، تسلیم اور بے اختیارسی بڑا بھاری کام ہے۔

اور ارادت کے بارے میں فرماتے کہ ہمارا مختار یہ ہے کہ،

اَمْ رَادَةٌ تُرْكُ الْاِرَادَةَ فِي الْاِرَادَةِ ارادت میں ارادہ کا ترک کرنا ہی اللہ
ہے۔ مرید کو چاہئے کہ مفذاک پر اپنی مرضی کو چھوڑ دے۔

۱ اختیار خویش ہم از دست دادہ ایم

کام اختیار شاہ ہمہ اختیار، است

یہ ہمارا اختیار ہے۔ اگر چاہیں تو طالب کے جذبے کے طریق میں مشغول کر دیں۔ اور اگر

چاہیں تو سلوک کے طریقہ میں۔ مرشد بجز لہ طیب حاذق کے ہے، کہ جس طرح سے چاہتا ہے،
مرید کا علاج کرتا ہے۔

حدیث شریف میں وارد ہے کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ ہر بندے کے ساتھ اپنی حکمت بالف سے

برتاؤ کرتا ہے۔ ایک کو فقر اور سختی میں رکھتا ہے۔ اور ایک کو دولت مند اور بے پرواہی میں۔

اور نیز فرماتے ہیں کہ طالب کو چاہئے کہ سلوک میں پہلے کچھ مدت ہمارے یاروں کے ساتھ

بیٹھے، تاکہ اس میں ہماری صحبت کی قابلیت پیدا ہو جائے۔

بیت

ز بینی وقت سفتن مرد حاکم

بشاگردانے وہد در خطرناک

+

حضرت شاہ نقشبند کے اقوال

آپ فرماتے تھے کہ ہمارا طریقہ عجائبات سے ہے اور عرۃ الوثقی گاہ مضبوط ہے۔ اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی سنت کی دامن میں ہاتھ مارنا ہے۔ اور آنحضرت کے صحابہ کرام کی آثار کا اقتداء کرنا ہے۔ اور اس راہ میں فضل کے راہ سے اندر لائے ہیں۔ اول سے لے کر آخر تک ہی خدا کا فضل ہم نے مشاہدہ کیا ہے نہ کہ اپنا عمل۔ اور اس تھوڑے عمل سے بھی بہت فتوح حاصل ہوتی ہے۔ لیکن متابعت سنت کی رعایت بڑا بھاری کام ہے۔

اور نیز فرماتے ہیں کہ جو ہماری طرف سے روگردانی کرتا ہے، اُسے دین کا خطرہ رہتا ہے۔ ہماری خواجہ صاحب سے سوال کیا گیا کہ آپ کی بارگاہ کس طرح حاصل ہو سکتی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت سے۔

اور نیز فرماتے تھے کہ ہمارا طریقہ صحبت ہے۔ اور خلوت میں شہرت ہے۔ اور شہرت میں مصیبت ہے۔ اور نیز فرماتے تھے کہ خیریت جمعیت میں ہے۔ اور جمعیت صحبت میں اور صحبت میں ایک دوسرے میں نفی ہو جانے سے حاصل ہوتی ہے۔

اور نیز فرماتے تھے کہ جو لوگ ہماری صحبت میں آتے تھے کہ بعض ان میں ایسے ہوتے ہیں کہ ان کے دلوں میں محبت کا بیج ہوتا ہے۔ لیکن تعلقات کے تنکوں وغیرہ کے سبب نشوونما نہیں پاسکتے۔ ان تعلقات کو پاک کرنا چاہئے۔ اور بعض ایسے ہوتے ہیں کہ ان کے دل میں محبت کا بیج نہیں ہوتا۔ ہمیں وہ بیج پیدا کرنا چاہئے۔

اور نیز فرماتے تھے کہ جو شخص ہم سے دلی محبت اور الفت رکھتا ہے، خواہ وہ دور ہو یا نزدیک، ہمیں تو دن رات اس کا خیال رہتا ہے۔ اور ہماری شفقت اور تربیت کے چشمہ سے اُسے فیض پہنچتا ہے۔ اگر وہ اپنے حال کا واقف ہو تو ہمارا تعلقات کے خارو

خس سے پاک کر دینا ہے۔

اور نیز فرماتے تھے کہ ہمارا طریقہ میں سالک کو چاہئے کہ اسے معلوم نہ ہو کہ وہ کس مقام میں ہے۔ تاکہ وہ مقام اس کی راہ کا حجاب نہ ہو جائے۔ کیونکہ جو کسی مقام پر پہنچ کر رہی ہو جاتا ہے، وہ اس کی ترقی کے لئے حجاب ہو جاتا ہے۔

نیز فرماتے تھے کہ مرشد کو طالب کے حالات ماضی و حال اور آئندہ کے حالات سے واقف ہونا چاہئے۔ تاکہ اس کی تربیت کر سکے۔ اور طالب کے لئے یہ ضروری ہے کہ جب کسی دوست کا مصاحب ہو تو اسے اپنے حال سے واقف ہونا چاہئے۔ اور صحبت کے زمانے کا گذشتہ زمانے سے مقابلہ کرنا چاہئے۔ اگر پہلے کی نسبت اپنی حالت میں کچھ ترقی دیکھے تو اَصْبَيْتَ فَالزَّهْرُ کے مطابق اس عزیز کی صحبت کی ملازمت کو اپنے اوپر فرض علیٰ خیال کرے۔

اور نیز فرماتے ہیں کہ طریقہ ادب ہی ہے، اور اس راہ کی طلب کی شرط بھی ادب ہی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ادب پیغمبر خدا کا ادب اور مشائخ طریقت کا ادب۔ اللہ تعالیٰ کے ادب سے یہ مراد ہے کہ ظاہر و باطن میں کمال بندگی سے اس کے احکام کو بجالانے اور ماسوا اللہ تعالیٰ سے بالکل منہ پھیرے۔ اور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے ادب سے یہ مراد ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پورے طور سے پرہیزگاری سے۔ اور تمام احوال میں آنجناب کی حرمت نگاہ میں رکھے۔ اہل کل موجودات کے لئے خدا پاک کی درگاہ کا وسیلہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جمال کرے۔ اور جو جاندار یا غیر جاندار سب کا سر اسی کے عزت کے آستانے پر ہے۔ اور مشائخ کا ادب اس واسطے لازم ہے کہ وہ منہ لعلت سنت نبوی کا جو وسیلہ ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے کا درجہ رکھتے ہیں۔ پس فریض کو چاہئے کہ حاضر و غیب میں ان کا ادب ملحوظ رکھے۔

اور نیز فرماتے ہیں کہ اولیاء اللہ اہل کرم ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کی مہربانیوں کی تعلیم دینے

دلے ہیں۔ اور وہ قصورات خطورات جو طالبوں پر گزرتے ہیں، اسے دیکھتے ہیں، اور ان سے درگزر کرتے ہیں۔ اور احوال مختلف ہیں کہ الطاف ربوبیت کے مشاہدہ میں بہاؤ بھی تنکے کے برابر ہے۔

پیش جو شس لطف بے حد تو شاہ
توبہ کردن از گناہ آمد گناہ

حدیث یا صحابہ کرام یا مشائخ کے اقوال میں آیا ہے کہ تَرَكَ الذَّنْبِ ذَنْبٌ۔
(گناہ کا چھوڑنا گناہ ہے۔)

اور نیز فرماتے تھے کہ یہ لوگ امین ہیں۔ ذرہ بھر خطا بھی اگر طالب سے ہو جائے تو اس پر ظاہر کر دیتے ہیں۔ شفقت کے مقام میں فرد گزاشت نہیں ہوتی۔
اگر بیسنی کہ نابینا و چاہ است
وگر خاموش بنشین گناہ است

اور نیز فرماتے تھے کہ اہل اللہ سے میل جول وہ شخص رکھ سکتا ہے، جو اپنے آپ سے بالکل گزر گیا ہو۔

یا مکن با پیلانان دوستی
یا بنا کن خانہ در خورد پیل

اور نیز فرماتے تھے کہ مرشد شکاری کی طرح ہے۔ کہ بڑی کار بگری سے وحشی جانوروں کو قید میں لاتا ہے۔ اور اس مشقت سے اُسے مقام استیناس میں پہنچا دیتا ہے۔ اور اس واسطے بھی یہ لوگ اہل حکمت ہیں کہ جس تدبیر سے طالب کے ساتھ ایسا برتاؤ کرتے ہیں کہ اُسے مطیع و فرمانبردار بنا لیتے ہیں۔ اور سنت نبوی کی متابعت کے طریقے میں لاتے ہیں۔ اور وہاں سے مقام وصول میں پہنچا دیتے ہیں۔

اور نیز فرماتے ہیں کہ اس گروہ کا معاملہ ہر شخص کے ساتھ اس کی قابلیت کے موافق ہونا

ہے۔ اگر طالب مبتدی ہے، تو اس کا بوجھ اٹھانے ہیں۔ اور اس کی خدمت کرتے ہیں۔ چنانچہ
حضرت داؤد علیہ السلام کو حکم ہوا کہ لے داؤدا تو جہاں کہیں میرا طالب دیکھے تو اس کا خادم بن
جا کہ یہ خدمت زیادہ کرنی چاہیے، تاکہ طالب میں طرفیت کے سلوک کی قابلیت پیدا ہو جائے۔
اور نیز فرماتے تھے کہ اس راہ کا سلوک اہل اللہ پر یقین کرنے پر منحصر ہے۔

تازہ بینی جمال عشق نہ گبر و کمال

می شنوی وصف یار است بیاید شنید

سالک کے سب اعمال اسی طریقے پر ہونے چاہئیں، تاکہ نتیجہ ظاہر ہو اور تفصیلی معرفت
جو کہ طالبوں کا آخری مقصد ہے حاصل ہو جائے۔ اس واسطے کہ اہل اللہ کی حقیقت کی نسبت
صرف حسن عقیدہ ہی سے کچھ حاصل نہیں۔ اس کا اعتقاد تھوڑی ہی چیز سے بدل جاتا ہے
اور نیز فرماتے تھے کہ ذکر کی تلقین کامل اور پیر مکمل سے ہونی چاہیے۔ تاکہ اس کا اثر ہو اور
نتیجہ اس سے ظاہر ہو۔ اور بادشاہ کی ترکش سے تیر لینا چاہیے، تاکہ حمایت بھل کر سکے۔ ہمیں ذکر
کی تلقین خلیفہ آنحضرت شیخ بزرگوار خواجہ بابائے سہاس سے حاصل ہے۔

اور نیز فرماتے تھے کہ آنحضرت مولانا عزیزان علی رامینی علیہ الرحمۃ والغفران سے ذکر
کے دو طریقے منقول ہیں۔ ایک جہر، دوسرا خفی۔ ہم نے خفی کو اس واسطے اختیار کیا ہے۔
کیونکہ وہ بہتر اور قوی تر ہے۔

بیز فرماتے تھے کہ وقوف عدوی علم کا پید مرتبہ ہے۔ ایک صالح دانشمند ذکر کرتا ہے کہ
خواجہ صاحب قدس اللہ سرہ نے وقوف عدوی کی تلقین کرنے سے پیشتر مجھے اپنے سلسلے کا
ذکر بیان فرمایا۔ اور اس سلسلے کو حضرت شیخ یوسف ہمدانی قدس اللہ سرہ تک پہنچایا۔
اور فرمایا کہ ایک روز مولانا حضرت شیخ عبدالحق مجددانی نے اسناد امام صدر
الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس تفسیر پڑھ رہے تھے۔ جب اس آیت پر پہنچے، کہ
ادْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّهُمْ وَخِيفَةٌ ۗ وَاِنَّهُ لَیَجِبُ الْمُتَدَبِّرِينَ ۗ

تو اپنے استاد صاحب سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے جو یہ خفیہ فرمایا ہے، وہ کون سا طریقہ ہے کہ اگر ذاکر بلند پٹھے یا مقام ذکر میں اعضاء کو حرکت دے، وہ غیر واقف ہو جاتا ہے۔ خفیہ رہتا ہے۔ اگر دل میں کہے تو شیطان ابن آدم کی رگوں میں خون کی طرح حرکت کرتا ہے، وہ واقف ہو جائے گا۔ استاد صاحب نے فرمایا، یہ علم لدنی ہے، اگر اللہ تعالیٰ چاہے گا، تو کوئی اہل اللہ تیرے پاس بھیج دے گا کہ، جس کی صحبت کی برکت سے یہ ذکر خفیہ تجھے معلوم ہو جائے گا۔ حضرت خواجہ عبدالغنی اس وقت منتظر رہے جب کہ آپ کے پاس حضرت شیخ بوسف پہنچے اور وقوف عدوی کی تلقین آپ کو فرمائی۔ اور نیز فرماتے تھے کہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ طبعیت کے خدا کی نفی ہے اور إِلَّا اللَّهُ خدا کے معبود ہونے کا اثبات ہے، اور ذکر سے یہ مقصود ہے کہ ذاکر کلمہ توحید کی حقیقت کو پہنچ جائے۔ اس کا بہت کہنا شرط نہیں۔ کلمہ کی حقیقت یہ ہے کہ کلمہ کے کہنے سے ماسوائے کی کلمہ نفی ہو جائے۔

اور نیز فرماتے تھے کہ وقوف زمانی سالک کی کارگزاری ہی یہ ہے کہ، اپنے احوال سے واقف ہو کہ ہر زمانے میں اس کے حال کی کیا صفت ہے۔ آیا کہ موجب شکر ہے یا موجب عذر ہے۔

اور نیز فرماتے تھے کہ سالک کے کام کی بنا ساعت پر رکھی گئی ہے۔ تاکہ اپنے نفس کو پہچان لے، کہ آبادہ حضوری میں ہے یا غیر حضوری میں۔ اور اگر نفس پر بنا رکھی جائے، تو سالک ان دونوں صفتوں کو حاصل نہیں کر سکتا تھا۔

اور نیز فرماتے تھے کہ سالک شیطانی اور نفسانی خواہر کے رفع کرنے میں مختلف نیاقت کے ہوتے ہیں۔ بعض تو ایسے ہیں کہ کسی چیز کو جو نفس شیطانی سے دل میں آئے، پہلے ہی پہچان لیتے ہیں۔ اور دہیں سے اُسے دفع کر دیتے ہیں۔ اور بعض ایسے ہیں جو اس خطرے کو دل میں قرار چرٹنے کے بعد رفع کرتے ہیں۔ اور یہ اتنا فائدہ نہیں کرتی، لیکن اگر اس

کی منشاء اور اس کے انتقال کے سبب کو ظاہر کریں، تو فائدے سے خالی نہیں۔
اور نیز فرماتے ہیں کہ ایک صفت سے دوسری صفت میں تحویل اور انتقال ہونے کو
پہچانا بہت مشکل امر ہے۔

اور نیز فرماتے ہیں کہ وہ اسباب جن سے عارف لوگ خدا کی راہ پالینے ہیں، اور دوسرے
نہیں پاتے کہ وہ بین ہیں۔ مراقبہ۔ مشاہدہ۔ محاسبہ
مراقبہ کی یہ تعریف ہے کہ:

وَالْمُرَاقَبَةُ نَسِيَانُ رُؤْيَةِ الْمَخْلُوقِ بِدَوَاهِ النَّظْرِ
إِلَى الْخَالِقِ ۖ (یعنی مخلوق کے چہرے کو بھول کر ہمیشہ خالق کی طرف دیکھنا مراقبہ ہے)
یعنی ساک کو چاہئے کہ ہمیشہ جناب احدیت کی طرف دیکھتا رہے۔ اور تمام موجودات
کی پیشانی پر نمبستی، فنا اور نسیان لکھتا رہے۔

ہمیشہ مراقبہ میں رہنا بہت عجیب ہے۔ اس گروہ سے بہت کم نے اس بات کو حاصل
کیا ہے۔ اور ہم نے اس کے حاصل ہونے کا طریقہ پالیا ہے۔ وہ طریقہ نفس کی مخالفت
اور مشاہدہ اور ارادت غیبیہ ہے، جو کہ دل پر نازل کرتی ہے۔ اور چونکہ زمانہ گزرنے والا
ہے، اس لئے نہیں ٹھہرتے۔ اور اس وارد کا ہم ادراک نہیں کر سکتے۔ بلکہ جب قبض اور
بسط کی صورت میں ہوں تو ہم در یافت کر سکتے ہیں کہ حالت قبض میں ہم جلال صفت کا مشاہدہ
کرتے ہیں اور بسط میں جمالی صفت کا۔

اور محاسبہ کا یہ مطلب ہے کہ ہر گھڑی جو ہم پر گزرے، اس کا حساب کریں، آبا کہ حضور
میں گزری یا غیر حضور ہی میں۔ اگر دیکھیں کہ تمام نقصان ہی نقصان ہے، تو ہم کو بازگشت
کرنی چاہئے۔ اور نئے سرے سے عمل شروع کرنا چاہئے۔

مولانا عزیزان علیہ الرحمۃ والغفران سے منقول ہے کہ آپ ارشاد فرماتے تھے کہ عمل کرنا
چاہئے۔ اور پھر اس عمل کو نہ کیا ہوا خیال کرنا چاہئے۔ اور اپنے تئیں حقیر اور فقیر وار دیکھنا

چاہئے اور عمل از سر نو شروع کرنا چاہیے۔ اور چونکہ یہ راہ تینوں پر منحصر ہے اور دوسرے ان کے بغیر کسی اور طرح سے اس راہ کو طلب کرتے ہیں۔ اس لئے وہ نہیں پاسکتے۔

اور حضرت خواجہ علاء الرحمن والدین نور اللہ مرقدہ فرماتے ہیں کہ ہمارے خواجہ صاحب قدس اللہ سرہ کی نظر کی برکت سے طالبوں کی یہ حالت ہو جاتی ہے کہ پہلے ہی قدم میں مراقبہ کی سعادت سے مشرف ہو جاتے ہیں۔ اور جس وقت ان کی نظر رحمت ذرا زیادہ ہوتی، تو درجہ عدم کو پہنچ جاتے۔ اور جب اس سے بھی زیادہ ہوتی تو مقام فنا میں پہنچ جاتے۔ اور اپنے آپ سے فانی ہو جاتے۔ اور باقی باللہ کے مرتبے کو پہنچ جاتے۔ اور اس حالت میں خواجہ صاحب یوں فرماتے کہ ہم دولت وصول کا وسیلہ ہیں۔ ہم سے اب الگ ہونا چاہیے۔ اور حقیقی مقصود سے ملنا چاہیے۔ اور صاحب تکمیل اور ایصال کا طریق یہ ہے کہ اس راہ کے بچوں کو طرفیت کے گھوڑے میں رکھ کر تربیت کا پستان کا دودھ پلاتا ہے۔ اور یہاں تک کہ وہ حد وصول تک پہنچ جاتا ہے۔ پھر ان کو ایک خاص طرز سے بشری خودی سے باز رکھتا ہے۔ اور بارگاہ احدیت کا محرم بنا دیتا ہے، تاکہ بارگاہ الہی سے فیض حاصل کر سکیں۔

ممکن نہ بود وصول مقصد

بے بدتو عنایت یار

اگر واصل کو ابدی عمر بھی مل جائے، تو بھی ملاپ کرنے والی کی تربیت کا شکر یہ اس سے ادا نہیں ہو سکتا۔

گر بگویم شکر لطفش بردوام

بگذرد عمر و نہ گردد این تمام

اور نیز فرماتے تھے کہ خدا پاک کا بجا اور بننا چاہئے، نہ کہ خلق کا۔

اور نیز فرماتے تھے کہ خدا پاک کی عبادت میں وجود کی طلب ہے۔ اور عبودیت میں

وجود کا تلف کرنا۔ جب تک خودی باقی ہے کسی عمل کا نتیجہ ظاہر نہیں ہوتا۔

اور نیز فرماتے تھے کہ إِذَا أَرَدْتُ مَقَامَ الْإِبْدَالِ فَعَلَيْكَ بِتَبْدِيلِ
الْأَحْوَالِ۔ (اگر تو ابدال کے مقامات حاصل کرنا چاہتا ہے تو تجھے احوال ضرور تبدیل کرنا
چاہئے۔ اسے اشارہ نفس کی مخالفت کا ہے۔ اور حرص کو چھوڑ دینے کا اور نفسانی ارادے
کا تغیر و تبدیل اس مقام سے حاصل ہو سکتا ہے، لیکن اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے۔ ۷

کبست ابدال آنکہ او مبدل

خمرش از تحلیل بر جان خل بود

اور نیز فرماتے تھے کہ الْأَدَبُ تَرْكُ الْأَدَبِ سے یہ مراد ہے کہ ادب اللہ پر بعض
وقت ایسے بھی آتے ہیں کہ ان کی صحبت میں بے ادبی عین ادب میں داخل ہوتی ہے۔ اور بعض
وقت ایسے بھی آتے ہیں کہ ادب عین بے ادبی خیال کی جاتا ہے۔ اور ادب کا ترک کہ بائیس کا
قبول کرنا، عین ادب کی حقیقت ہے۔

اور نیز فرماتے تھے کہ مَنْ عَرَفَ اللَّهَ لَا تَخْفَى عَلَيْهِ شَيْءٌ۔ (کہ جس شخص نے
اللہ تعالیٰ کو پہچان لیا تو اس پر کوئی چیز پوشیدہ نہ رہی۔ اور خواجہ علاء الحق دالین نور اللہ مرند
فرماتے ہیں کہ حضرت خواجہ صاحب کے اس مد سے یہ مراد ہے کہ پوشیدہ چیزوں کا عارف
پر ظاہر ہونا اس کی توجہ پر منحصر ہے اور نیز فرماتے تھے کہ ہر کسب کے آئینے کے دو طرفیں ہوتی ہیں لیکن ہمارے آئینے کی
چھہ ہیں۔ اور نیز فرماتے تھے کہ چالیس سال سے ہم آئینہ داری کرتے ہیں، لیکن کبھی بھی ہمارے
وجود کے آئینے نے غلطی نہیں کی۔ اور آپ کا اشارہ اس بات کی طرف کی طرف تھا کہ ادب
اللہ جو کچھ دیکھتے ہیں، وہ اس نور سے دیکھتے ہیں، جو اللہ تعالیٰ نے انہیں عنایت کیا ہے۔
جو کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے، وہ بیشک ٹھیک اور درست ہوتا ہے۔

ہمارے خواجہ صاحب کی نسبت کرنے میں کہ آپ غد بوند سے ہنخ ارسلان کی طرف
جائے تھے کہ، جب اس گاؤں کے نزدیک پہنچے تو ایک مجذوب سے ملاقات ہوئی۔ آپ
ایک جگہ اس کے پاس بیٹھے اور اثنائے گفتگو میں اس مجذوب سے بے ادبی کے کلمات نکلے

کہ مجھے نہجہ پر اور تیرے خدا پر افسوس آتا ہے۔ خواجہ صاحب ایسے برفروختہ ہوئے کہ جس کی کوئی حد نہیں۔ بعد ازاں آپ نے دو دفعہ عفو فرمایا۔ اور غیبت کی طرف روانہ ہوئے۔ وہ مجذوب آپ کے پیچھے ہو گیا۔ جب تھوڑی راہ طے کر چکے تو اس مجذوب نے عرض کی کہ مجھے اجازت عنایت فرمائیں۔ آپ نے فرمایا کہ تجھے اجازت ہے۔ چند مرتبہ ایسا ہی ہوا۔ وہ مجذوب واپس نہیں جا سکتا تھا۔ آخر اس نے عرض کی کہ آپ اپنے کسی درویش کو حکم دیں کہ مجھے گلے ملے۔ خواجہ صاحب نے فرمایا، تیرا اختیار ہے۔

اس مجذوب نے عرض کی کہ شیخ امیر حسین کو فرمائیں تاکہ مجھے بغل میں لے۔ خواجہ صاحب شیخ امیر حسین کو اشارہ کیا۔ اور آپ جلدی جلدی چل دیئے۔ جب شیخ امیر حسین نے اُسے بغل میں لیا تو اس کی حالت دگرگوں ہو گئی۔ وہ گر پڑا۔ اور مر گیا۔ مجذوب یہ دیکھ کر حیران رہ گیا۔ اور چونکہ حضرت خواجہ صاحب کچھ فاصلہ طے کر چکے تھے۔ وہ ان کے نقش قدم پر دوڑا۔ جب آپ کے پاس پہنچا تو سارا حال عرض کیا۔

خواجہ صاحب نے فرمایا کہ اس نے بہت اچھا کیا ہے کہ مر گیا ہے۔ اس کا گوردکفن و دفن کر دے۔ مجذوب رونے لگا۔ اور اس نے درخواست کی کہ کوئی تدبیر کریں۔ مجذوب کی بے بسی حد سے گذر گئی۔ لیکن خواجہ صاحب نے اس کی طرف توجہ نہ کی۔ اس نے فرداً فرداً ہر ایک درویش سے عرض کی کہ حضرت خواجہ صاحب سے اس حادثے کے رفع کرنے کے لئے التماس کریں۔

خواجہ صاحب نے مجذوب کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ جو شخص مجھ پر اور میرے خدا پر افسوس کرتا ہے، اسے ایسے واقعہ کی ذمہ داری سے باہر آنا چاہیے۔ اور وہ مجذوب اسی طرح رونے جا رہا تھا۔ اور سب اصحاب نے التماس کی کہ اس نے بُرا کیا ہے۔ اور بے ادبی جو اس نے کی ہے حد سے زیادہ ہے۔ اور اب اس نے اپنی عاجزی اور بے بسی کو معلوم کر لیا ہے۔

خواجہ صاحب نے مہربانی کی اور واپس آئے۔ اور اپنا مبارک پاؤں پاپوش مبارک سے نکال کر امیر حسین کے سینے پر رکھا، اور روح اس کے وجود میں آگئی۔ اور اس میں حرکت پیدا ہوئی۔ اور اپنی اصلی حالت پر آگیا۔ حضرت خواجہ صاحب نے فرمایا کہ جب میں اس پاس پہنچا تو میں نے دیکھا کہ اس کی روح جو تھے آسمان پر ہے۔ وہاں سے اُسے واپس لیا۔ اس درویش کی زندگی درحقیقت ان درویشوں کی حقیقی زندگی کا باعث ہوئی۔ اور ان کو آنحضرت خواجہ صاحب قدس اللہ سرہ کی کمال ولایت پر پورا پورا یقین ہو گیا۔

حضرت مولانا خواجہ عبدالخالق عجدوانی رحمۃ اللہ علیہ سے لوگوں نے پوچھا کہ پانی کس وسیلے سے بہتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ یا کہ کے دپلے سے۔

اور نیز اخبار میں بھی ہے کہ جب تک حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایمان نہیں لائے تھے، نماز کی بانگ بلند آواز سے نہ کہی جاتی تھی۔ الرَّفِيقُ ثُمَّ الطَّرِيقُ اس راہ کے لوازمات میں سے ہے۔

اور نیز فرماتے تھے کہ جو اپنے تئیں چاہتا ہے، وہ اپنے تئیں نہیں چاہتا۔ اور جو دوسرے کو چاہتا ہے، وہ اپنے تئیں چاہتا ہے۔

اور نیز فرماتے تھے کہ شمع کی طرح ہو، شمع کی طرح ہو۔ شمع کی طرح اس واسطے ہو کہ تو روشنی دوسرے کو پہنچائے۔ اور شمع کی طرح نہ ہو کہ تو خود تاریکی میں رہے۔ اللہ تعالیٰ نے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی کی اور فرمایا،

لَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ فُلُومًا مَّحْسُورًا۔ (اور نہ کھول دے
 سوزا کھولنا۔ پھر تو بیٹھ رہے الزلم دیا ہوا، یا مارا ہوا۔)

حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایشا اور فدا کمال درجے کا تھا۔

نیز فرماتے تھے کہ جس نے ایک روز ہماری پاپوش ہمارے سامنے رکھی ہے، ہم اس کی شفاعت کریں گے۔

ایک روز کوئی دیوانہ یہ شعر پڑھ رہا تھا۔

نیکو آن دوست دارد ہر کہ باشد در جہاں

گر بد آن را دوستاری گوئے بُردی از جہاں

اللہ کریم نے سب سے پہلے انسان کے دل کو پیدا کیا۔

اے عزیز جاننا چاہئے کہ خداوند کریم نے اپنی سب مخلوقات جاندار یا غیر جانداروں سے اول دلوں کو پیدا کیا ہے۔ مگر ان دلوں کو کہ جنہوں میں اسرارِ ربوبیت و تجلیاتِ معرفت کے سرور کو سما دیا۔ جو کہ انسان کی فضیلت و کرامت کا نمونہ وہی دل ہے، جو کہ خاص اپنے اپنے بیور اور ولیوں کو اپنی قدرتِ کاملہ سے عطا کیا ہے۔

جیسا کہ نقل ہے، کہ ایک روز حسین بن منصور حلاج کو کسی شخص نے دیکھا کہ کچھ لکھ رہا ہے۔ پوچھا کیا ہے، کہا کہ میں کچھ لکھتا ہوں، تاکہ قرآن کے ساتھ مقابلہ کروں۔ حضرت عمرو بن عثمان نے ان کے حق میں بددعا کی اور ان کو نکال دیا۔ بزرگانِ دین نے اس طرح فرمایا ہے کہ حضرت منصور پر جو واقعہ کہ واقع ہوا تھا، وہ آپ ہی کی بددعا کا اثر تھا۔

نقل ہے کہ ایک روز گنجانے کا ترجمہ آپ کے مصلے کے نیچے رکھا تھا۔ آپ اٹھ کر وضو کو گئے۔ تو وضو کے درمیان آپ کے دل میں آیا۔ آپ باہر آئے۔ اور فرمایا گئے۔ جب دیکھا نونی واقعہ لے گئے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ وہ مرد کہ جو گنجانے لے گیا ہے، اس کے ہاتھ پاؤں کاٹیں گے۔ اور سولی پر چڑھا دیں گے۔ اور اس کو جلا دیں گے اور اس کی خاک کو ہوا میں اڑائیں گے، وہ جو گنجانے کو جراتا ہے، اس کو گنجانے کے سر تک پہنچنا چاہئے۔ اور اس گنجانے میں یہ لکھا تھا کہ اس وقت کہ آدم کی جان میں نے قالب میں پھونکی، تو تمام فرشتوں کو فرمایا کہ سجدہ کرو، سب نے سرخاک پر دھرا۔ مگر ابلیس لعین نے کہا کہ میں سر دونگا، جان ہاروں گا، لیکن سجدہ نہ کروں گا۔ اور میں پسند کرتا ہوں کہ مجھے لعنت

کریں اور باغی و بدکار اور ریاکار کہیں۔

حاصل کلام یہ ہے کہ سجدہ نہ کرنا مکھا اور نہ کیا۔ آخر کار حضرت آدم علیہ السلام کے سر کو دیکھا۔ اور اس پر واقف ہوا۔ اور یہی وجہ ہے کہ ابلیس لعین کے سوا کوئی حضرت آدم علیہ السلام کے سر پر واقف ہوا۔ اور کسی نے ابلیس لعین کے سر کو نہ جانا، مگر حضرت آدم علیہ السلام نے۔ پس ابلیس لعین نے حضرت آدم علیہ السلام کے سر پر اطلاع پائی۔ اس سبب سے سجدہ نہ کیا۔ آخر کار دیکھا۔ کیونکہ سر کے دیکھنے میں مشغول تھا۔ ابلیس لعین اسی سبب سے مردود ہوا کہ اس کی آنکھوں پر خزانہ رکھا تھا۔ ارشاد ہوا کہ تمہارے ایک خزانہ خاک میں رکھا ہے۔ اور شرط گنج وہ ہے کہ ایک شخص دیکھے۔ و لیکن شرط یہ ہے کہ سر اس کا کاٹ لیں تاکہ چغل خوری نہ کیے۔

ابلیس لعین نے فریاد کی کہ مجھے فرصت دیجئے اور مارے جا۔ نہ سے امان، اگرچہ میں واقف اس گنج سے ہوں۔ اور بے پرواہی کی شمشیر کو حکم ہوا کہ اِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ۔ یعنی تحقیق تجھے مہلت دی گئی۔ لیکن ہم تجھ کو خلائق میں منہم اور بدنام کریں گے تاکہ تو جھوٹا کہلائے، اور کوئی تجھ کو راست گو نہ بلے۔ اور کہیں کہ كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهِ۔ یعنی وہ شیطان ہے، سچ کب بولے گا۔ اس لئے کہ پھٹکارا ہوا ہے، اور راندہ و مردود اور بدنام و گنہگار ہے۔

حضرت عمرو بن عثمان رحمۃ اللہ علیہ کے گنج نامے کا یہ مضمون تھا۔ اور تمامی کو کتاب محبت میں درج فرمایا ہے کہ حق تعالیٰ نے دلوں کو جانوں سے سات ہزار سال پہلے پیدا کیا ہے۔ اور اُنس کے روضے میں رکھا اور ستروں کو جانوں سے ایک ہزار برس پہلے پیدا کیا اور صل کے درجے میں رکھا۔ اور ہر دو زبان پر تین سو ساٹھ نظریں کرامت کی کیں۔

اور محبت کے گلے جانوں کو سنولے، اور تین سو ساٹھ لطیفے اُنس کے دلوں پر ظاہر کئے اور تین سو ساٹھ بار کشفِ جمال کے سر پر تجلی کی۔ آخر کار ان سب نے مخلوق میں نظر کی۔ اپنے سے

بزرگ تر کسی کو نہ دیکھا۔ حق تعالیٰ نے اس لئے ان کا امتحان کیا، سر کو جان میں مجوس و مقید کیا۔ جان کو دل میں قید کیا۔ اور دل کو تن میں رکھا۔ پھر عقل کو ان میں ملحوظ کیا۔ اور نبیوں کو بھیجا۔ اور اپنے کام دیئے۔ تب تو ہر ایک ان میں سے اپنے اپنے مقام کو جویاں ہوا۔ حق تعالیٰ نے ان کو نماز کا حکم فرمایا۔ مطابق فرمان خدا کے تن نماز میں، دل محبت میں مصروف ہوا۔ جان ساتھ قریب کے پہنچی۔ سر وصلت سے داخل ہوا۔

نقل ہے کہ حضرت عمرو بن عثمان رحمۃ اللہ علیہ نے جو حرم کعبہ سے اہل عراق کو نامہ لکھا، کہ اے جنید اے حریری، اے شبلی، جانو کہ تم عزیزوں اور پیروں عراق سے ہو۔ خلافت سے جو کوئی کہ زمین حجاز اور جمال کعبہ کا مشاق ہے اس سے کہہ دو، لَعُو تَكُونُوا بِالْغَيْبِ إِلَّا بِشِقِّ الْأَنْفُسِ ۝ اور جو کوئی کہ بساط قرب اور درگاہ عزت کا شائق ہے، اس سے فرادو لَعُو تَكُونُوا بِالْغَيْبِ إِلَّا بِشِقِّ الْأَرْوَاحِ۔

اور آخر نامے میں لکھا کہ یہ خط ہی عمرو بن عثمان کئی سے اور مرشدوں اور عزیزوں حجاز سے کہ یہ سب با خود ہیں اور در خود ہیں اور بر خود ہیں۔ اور اگر تم میں سے کوئی ہے کہ ہمت بلند رکھتا ہے، اس سے کہہ دو کہ اے اس راہ میں کہ اس میں دو ہزار آگ کے پہاڑ ہیں اور دو ہزار دریائے مغرق اور مہلک۔ اور اگر یہ مرتبہ نہیں رکھتے ہو تو دعویٰ سے مت کرو کہ صرف دعویٰ پر کچھ نہیں دیتے۔

جب یہ نامہ حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ کو پہنچا۔ آپ نے عراق کے پیروں اور مرشدوں کو جمع کیا۔ اور وہ خط ان کے سامنے پڑھا۔ اور پھر حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا، اُدُّ، کہو کہ ان آگ کے پہاڑوں سے ان کی کیا غرض ہے۔ سب نے کہا کہ اس سے مراد نیستی ہے۔ جب تک کہ مرد دو ہزار بار نیست نہ ہو اور دو ہزار بار ہست نہ ہو، وہ حضرت جل و علا کی درگاہ تک نہیں پہنچتا۔

حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں نے ان دو ہزار سے سو ایک کے طے نہیں

کہا ہے۔ حضرت حریری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا، آپ بڑے خوش قسمت اور صاحب نصیب ہیں کہ آخر کار راہ کا ایک حصہ تھلے کر لیا۔ مجھے دیکھو کہ ابھی تین قدم سے زیادہ نہیں چلا ہوں۔ اس وقت حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ ہلے ہلے کرنے لگے۔ اور زار زار روئے۔ اور فرمایا کہ خوش حال آپ کا کہ آپ ایک پاڑ کو تھلے کر چلے ہیں کہ اور بھی آپ تین قدم چلے ہیں۔ وائے بر حال من کہ میں نے اس راہ کی گرد بھی دور سے بھی نہیں دیکھی ہے۔

نقل ہے کہ حضرت عمرو بن عثمان رحمۃ اللہ علیہ اپنے ایک جوان دوست کے ملنے کو، کہ جو آپ کا بڑا رفیق تھا، اصفہان میں آئے۔ اتفاق سے وہ جوان بیمار ہو گیا۔ اور بیماری طول پکڑ گئی۔ ایک روز ایک جماعت اس کی بیمار پرسی کو آئی۔ جوان نے حضرت عمرو بن عثمان رحمۃ اللہ علیہ کی طرف اشارہ کیا کہ قوال کو فرمائیے کہ ایک بیت پڑھے۔ حضرت شیخ نے قوال سے ایک عربی کی بیت پڑھنے کو، جس کا ترجمہ ہے، ارشاد کیا۔

”میں بیمار پڑا ہوں کوئی میری پرکشش کو نہیں آتا۔ حالانکہ میں ہمیشہ ہر ایک کی بیمار پرسی کو جایا کرتا تھا۔“

جونہی وہ شعر اس جوان نے سنا، فی الفور اچھا ہو گیا۔ کمزوری اور ناتوانی بالکل رفع ہو گئی۔ اس جوان کے باپ نے یہ معاملہ دیکھ کر اس جوان کو حضرت عمرو بن عثمان رحمۃ اللہ علیہ کے سپرد کیا۔ اور وہ بزرگوں میں سے ہوا۔

لوگوں نے کہا کہ فَمِنْ مَشْرَحٍ صَدْرَةٌ لِلْإِسْلَامِ کے کیا معنی ہیں۔ آپ نے فرمایا، اس کے معنی یہ ہیں کہ جب بندے کی نظر علم و حدانیت کی عظمت اور ربوبیت کے جلال پر پڑتی ہے، تو دل کشادہ ہو جاتا ہے۔ بعد اس کے کہ اس کی نظر جس چیز پر پڑتی ہے، وہ اس کو نیست و نابود دکھائی دیتی ہے۔

اور فرمایا کہ خدا کرے، تم ایسے ہو جاؤ، کہ پر میز کرد ایسی چیز میں کہ فکر کرنے سے کہ خدائے تعالیٰ کی عظمت سے ہے۔ یا ایسی چیز کہ خدائے تعالیٰ کی صفات سے

ہے۔ کیونکہ خدائے تعالیٰ میں تفکر کرنا معصیت اور کفر ہے۔ اور فرمایا، جمع وہ ہے کہ حق تعالیٰ نے خطاب کیا بندوں کو روزِ ميثاق کی۔ اور نافر وہ ہے کہ اس کے حالات سے بیان کرے۔ اور فرمایا کہ دو سنوں کے وجد کی کیفیت بیان نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ وہ خدائے تعالیٰ کا بہتر ہے نزدیک مومنوں کے۔

اور فرمایا، اول مشاہدہ قریب ہے۔ اور معرفت علم الیقین اور حقیقتیں اس کی۔ اور فرمایا، اول مشاہدے سے ترقیاں یقین کو حاصل ہوتی ہیں۔ اور یقین کا اول حقیقت کا آخر ہے۔

اور فرمایا کہ محبت داخل ہے رضا میں۔ اور رضا محبت سے علیحدہ نہیں۔ اس لئے کہ تو دوست نہیں رکھنا، مگر اس چیز کو کہ اس سے راضی ہوئے۔ اور راضی نہ ہوئے گا۔ جب تک کہ اس کو دوست نہ رکھے گا۔ اور فرمایا تصوف یہ ہے کہ بندہ ہر وقت میں اس چیز کے ساتھ مشغول ہو کہ اس وقت میں وہ ادلی تر ہو۔

اور فرمایا صبر مٹھنا، ہونے ساتھ خدائے تعالیٰ کے اور اختیار کرنا بلا ساتھ خوشی اور آسانی کے۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ وَاَحْكَمُ بِالصَّوَابِ

وہ پاک قافلہ جہاں کہ پختہ و کامل، وہ انس کے مقام کے سوختہ و اکمل، وہ طرفیت کے محل کے صدر نشین، وہ حقیقت کے سمندر کے عزیز و آشناؤں کا قول ہے،

اِنَّ عِبْدًا اِذَا رَجَعَ اِلَى اللّٰهِ وَتَعَلَّقَ بِاللّٰهِ وَسَكَنَ فِي قُرْبِ اللّٰهِ قَدْ نَسِيَ نَفْسَهُ وَمَا سِوَى اللّٰهِ فَلَوْ قُلْتَ لَهُ مِنْ اَبْنِ اَنْتَ وَاَيْشُ تُرِيدُ كَمَا يَكُنْ جَوَابٌ غَيْرَ اللّٰهِ

یعنی جب بندہ خدا کی طرف متوجہ ہو اور خدا کے ساتھ تعلق پکڑے، اور اس کے قرب میں ساکن بھی ہو، اپنے نفس کو بھی ماسوی اللہ سے فراموش کرتا ہے، اگر اس سے کہیں کہ تو کہاں سے ہے، اور کیا چاہتا ہے، اس کو کوئی جواب اس

سے خوب تر نہ معلوم ہو، کہ کہے اللہ۔

یعنی اس قوم کی صفت میں خود حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر قوم میں سے کسی کو پوچھیں کہ تو کیا چاہتا ہے، تو وہ یہی کہے گا کہ اللہ جل جلالہ۔ اور اگر تمام اعضاء اس کے اس مقام میں بول پڑیں تو سب سے ہی آواز بلند ہو کہ اللہ جل جلالہ۔ کیونکہ اس کا ہر ایک عضو نور سے معمور اور حق کے جذبے سے مجذب ہو جاتا ہے۔ اور قرب میں اس حد کو پہنچتا ہے کہ کوئی شخص اس کے رد برد اللہ نہیں کہہ سکتا۔ اس لئے اس سے جو لفظ اللہ صادر ہوتا ہے، اصل حقیقت سے ہوتا ہے، نہ کہ اس جذبے سے۔ پس ظاہر ہے، کہ جو کوئی اس مقام تک نہ پہنچا ہو، وہ کیونکر اس کے سامنے لفظ اللہ کہہ سکتا ہے۔ اور نامی عقلا کی عقل اس مقام میں چکر میں آجاتی ہے۔

نظم با محل

توہستی خالق خلقت توہستی کاتب قدرت	توئی شاہنشاہ وحدت توئی فرماندہ کثرت
تو میداری بہر ملک ولایت خاص ملکیت	توئی عالی توئی حاکم توئی صاحب توئی مولیٰ
توہستی قاسم قسمت توہستی والی نعمت	تو معبودی تو مقصودی تو موردی و دجودی
توہستی معدن شفقت توہستی منبع رحمت	تو تباری و غفاری تو جباری و داری

تو رحمانی تو سلطان، تو سبحانی، تو منانی

توہستی صاحب عزت، توہستی لائق عظمت

ذکر جہر و ذکر خفی کا بیان

جاننا چاہئے کہ اس جگہ ذکر جہر و خفی کے بارے میں مختصر حالات بیان کرنا ہوتا ہے۔ کیونکہ تفصیل دار بخوبی طور سے کتاب "ملفوظات نظامیہ" میں اپنی کم

طاقتی کے موجب بیان کر چکا ہوں۔ اب اس جگہ ذکر ہر وہ خفی کے بارے میں تحریر کرنے کی کچھ ضرورت نہ تھی۔ مگر بشرط آنکہ زمانہ حال میں اکثر خام مشائخوں کے ذریعہ سے قواعد ذکر و فکر شکست ہو گئے ہیں۔ اور موجبات ذکر و اذکار جو کہ مشائخوں کو کما حقہ طالبوں کو تلقین کرتی تھی، وہ تلقین پختہ مشائخ کی طرح خام مشائخ بھی نہیں لیتے۔ اور نہ ہی کوئی مرید خاص طریقہ حاصل کرنے کے واسطے بیعت کرتا ہے۔ اسی واسطے ذکر کو مثل سرود اور راگ بنایا ہے۔ لہذا مجبوراً ذکر جہر اور ذکر خفی مختصر طور سے بیان کرتا ہوں۔

نہندان قادریہ کے نزدیک امام الطریقت و پیشوائے حقیقت آنحضرت جناب شیخ سلطان سید محمد محی الدین جیلانی قدس اللہ سرہ السامی فرماتے ہیں۔
 فِي أَشْغَالِ الْمَشَائِخِ الْجَبَلَانِيَّةِ وَهُوَ أَصْحَابُ إِمَامِ الطَّرِيقَةِ الشَّيْخِ
 أَبِي مُحَمَّدٍ مُحَمَّدِي الدِّينِ عَبْدِ الْقَادِرِ الْجَبَلَانِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَعَنْهُمْ أَجْمَعِينَ
 یہ مشائخ جبلانہ یعنی قادریہ کے اشغال میں یہ ہے، قادریہ امام الطریقت شیخ ابو محمد محی الدین عبد القادر جبلانی کے مرید ہیں۔ خدا راضی رہے ان سے اور ان کے تابعین سے۔
 مصنف نے اقبابہ میں فرمایا ہے کہ کتاب غنیۃ الطالبین اور فتوح الغیب جو کہ حضرت محی الدین غوث الاعظم کی تصنیف ہے، اور مجالس ستین ان کا ملفوظ ہے اور اصل طریقہ قادریہ اس میں مفصل موجود ہے۔

فَاوَّلُ مَا يَلْقَوْنَهُ وَبَيْنَ الْجَهْرِ بِذِكْرِ اللَّهِ تَعَالَى وَالْمُرَادُ بِهَذَا
 الْجَهْرِ هُوَ غَيْرُ الْمَفْرُطِ فَلَا مَنَافَاةَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ مَا نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
 اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَيْثُ قَالَ أَرْبَعُونَ عَلَى أَنْفُسِكُمْ فَإِنَّكُمْ لَا تَدْعُونَ
 أَصَمَّ وَلَا غَائِبًا. الحديث

سو پیدائش کے جس کو مشائخ قادریہ تلقین کرتے ہیں، ذکر اللہ ہے، ذکر جہر سے یعنی

بلند آواز سے ذکر کرنا۔ اور مراد اس جہر سے یہ ہے کہ افراط سے نہ ہو۔ تو اس تقریر سے مخالفت نہ رہے، اس کے جواز میں اور اس میں جس کو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے منع فرمایا ہے، اس طرح کہ اعتدال اختیار کرو۔ اور نرمی کرو اپنی جانوں پر کہ تم بہرے اور غائب کو نہیں پکارتے ہو۔ الی آخر الحدیث۔

پوری حدیث شریف بولوں ہے، بروایت ابو موسیٰ الاشعری کہ تم سیمع اور بصیر کو پکارتے ہو، اور وہ تمہارے ساتھ ہے اور جس کو تم پکارتے ہو وہ تم سے فریب نہ رہے اونٹ کی گردن سے۔ انتہی۔

یہ نہیں ہے کہ شدت قرب سے، در نہ حق تعالیٰ تو جبل الورد سے بھی قرب تر ہے۔

شعر
انصالے بے تکلف بے قیاس
ہست رب الناس را با جان ناس

کذافی الحاشیۃ العزیزیتہ۔

فَمِنْهُ اسْمُ الذَّاتِ اِمَّا بِضَرْبَةٍ وَاحِدَةٍ وَصِفْتُهُ اَنْ يَقُولَ
اللَّهُ بِالشَّدِّ وَالْمَدِّ وَالجَهْرِ بِقُوَّةِ الْقَلْبِ وَالْمَلْقِ جَمِيعًا ثُمَّ يَلْبَثُ
حَتَّى يَعُودَ اِلَيْهِ نَفْسُهُ ثُمَّ يَفْعَلُ هَكَذَا وَهَكَذَا۔

سو منجملہ ذکر جہر کے اسم ذات ہے، خواہ ایک ضرب سے ہو۔ اور طریقہ یک ضربی کا یہ ہے کہ لفظ مبارک اللہ کو سختی اور درازی اور بلندی سے اور حلق دونوں کی قوت کے ساتھ کہے پھر ٹھہر جائے۔ یہاں تک کہ ذاکر کی سانس اپنے ٹھکانے پر آ جاوے۔ پھر اسی طرح سے بار بار ذکر کرے۔

بدعت ہے، واسطے مخالفت قول اللہ تعالیٰ کے۔ وَاذْكُرْ رَبَّكَ فِي نَسِيكَ
تَضَرُّعًا وَخِيفَةً وَدُؤْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ ه (یعنی اور یاد کر اپنے رب کو اپنے
جی میں گڑگڑا کر اور ازراہ خوف کے اس سے اور کم جہر سے قول ہے)۔

اور جو کچھ کہ بعض احادیث میں ذکر جہر ثابت ہوا ہے۔ بغیر مواضع مقررہ کے، بس بنا
بر تعلیم کے ہے۔ چنانچہ ملا علی قاری نے شرح مشکوٰۃ میں لکھا ہے ۱۲ مائۃ المسائل
قولہ اَرْبَعُوْا اِیْ اِعْتَدِلُوْا بِقَالَ رَابِعُ الْقَامَةِ اِذَا كَانَ مُعْتَدِلًا اِیْ اِرْفَعُوْا
بِهَا بِالْاِجْتِنَابِ مِنَ الْجَهْرِ الْمَفْرُوطِ

مولانا عبد العزیز ذکر جہر مذہب حنفی میں بدعت ہے، مگر اس جگہ کہ اس میں ذکر جہر
آیا ہے، مثل اذان وغیرہ کے کہ اس میں بدعت نہیں ہے اور ماسوائے اسکے بدعت ہے۔
چنانچہ فتح القدیر میں ہے:

وَالْاَصْلُ فِي الْاَذَانِ كَارِ الْاِخْفَاءِ وَالْجَهْرِ بِهَا بَدْعَةٌ اَنْتَهَى

(یعنی اصل اذکار میں چپکے ذکر کرنا ہے اور پکار کر کرنا اذکار کا بدعت ہے۔)
جہاں کہیں بدعت کو مطلق چھوڑتے ہیں بدعت مراد ہوتی ہے۔ چنانچہ یہ بات بھی فقہ کی کتابوں
کی عبارات سے معلوم ہوتی ہے۔ اور غایۃ البیان شرح ہدایہ میں ہے:

لَاِنَّ الْجَهْرَ بِالتَّكْبِيْرِ بَدْعَةٌ لِقَوْلِهِ تَعَالَى اُدْعُوْا رَبَّكُمْ
تَضَرُّعًا وَخِيفَةً اَنْتَهَى. (یعنی پکارو اپنے رب کو گڑگڑا کر اور پویشدہ۔)
اور کما کفایہ شرح ہدایہ میں:

اِنَّ الْجَهْرَ بِالتَّكْبِيْرِ بَدْعَةٌ لِكُلِّ وَفِي الْاَلْفِ الْمَوْضِعِ الْمُسْتَثْنَاةِ
یعنی جہر ساتھ تکبیر کے بدعت ہے ہر وقت میں مگر چند مستثنیٰ جگہوں میں۔
اور تصریح کی ہے قاضی خاں نے اپنے فتاویٰ میں ساتھ کہہ مت ذکر جہر کے اور اتباع کیا،
اس کا اس پر صاحب مصنف نے اور فتاویٰ علامہ میں ہے

وَمَنْعُ الصُّوْفِيَّةِ مِنْ رَفْعِ الصَّوْتِ وَالصَّفْقِ اَعْنِي مَنْعُ كَرْتِ مِرْبَعِ
صوفیہ آواز بلند کرنے سے اور تال بجانے سے۔)

اور بریلان شرح مواہب الرحمن میں ہے، اِنَّ رَفْعَ الصَّوْتِ بِالتَّكْبِيْرِ بَدْعَةٌ

یعنی باسیدہ بلند کرنا آواز کا ساتھ ذکر کے بدعت ہے۔

ف: مسکین خدام و سببہا نے اپنے مرشد و شیخ اور لہدی و راہ نما سے ہر دو سلسلے نقشبندیہ مجددیہ و خاندانِ قادریہ کے حاصل کیے۔ اور ان ہر دو سلاسل میں بیعت کرنے کی اجازت عطا فرمائی ہے۔ بلکہ ہر ایک سلسلہ کی اجازت فرمائی۔ اور ذکر و اذکار جہر و خفی کی باقاعدہ آداب و اذکار کے تعلیم دیئے۔ تو پھر مسکین نے اکثر نفا سیر و احادیث نبوی و مشائخ متقدمین کی کتابوں کی کوشش سے مطالعہ کیا۔ تو معلوم ہوا کہ ذکر خفی سے ہر ایک سائیک کا سینہ منور ہوتا ہے۔ تو معلوم کیا گیا کہ جو کچھ اس طائفہ کو تجلیات ربوبیت و اسرار باطنی حاصل ہونے میں ذکر خفی سے ہی ہونے ہیں۔ بلکہ مسکین خدام کو اس راستہ میں جو کچھ حاصل ہوا ہے، وہ ذکر خفی سے ہی ہوا ہے۔ اسی واسطے میں نے اپنے نزدیک ذکر خفی کو برگزیدہ کر لیا ہے، لہذا اگر کوئی ذکر جہر باقاعدہ کرے تو جائز ہے، مگر آداب و شرائط بجالانے چاہئیں۔ اگر ذکر جہر میں آداب و شرائط و قواعد اذکار پورے طور سے بجانہ لئے جائیں گے تو بالکل منع اور بدعت ہے۔

مثال یہ ہے کہ اگر ذکر جہر میں آداب و شرائط و قواعد پورے طور سے بجانہ لئے جائیں گے تو پھر ذکر جہر راگ کی طرح ہوتا ہے، کہ وہ راگ راگ کنندہ کی باطنی قلب کو منور نہیں کرتا ہے۔ وہ صرف ایک آواز ہوتا ہے، خواہ صحیح ہو یا غلط، جیسا کہ اکثر آج کل اس زمانہ میں ہی رواج پھیل رہا ہے۔ اس لئے ذکر جہر میں کلمہ نفی و اثبات وغیرہ کا صحیح پڑھنا اور حفظ معنی ضروری شرائط میں سے ہے۔

وَلِلذَّاعِرَاتِ بِلَا حِفْظٍ الْمَعْنَى حَتَّى لَا يَسْكُنَ غَيْبُ اللَّهِ فِي قَلْبِهِ
طَرْفَةَ غَيْبٍ (ہاں ہے ذکر کو کہ ملاحظہ کرے معنی کو تا کہ اس کے دل میں غیر خدا کے
آنکھ کے پلکے تک بھی نہ سما یا جائے۔)

اسی لئے راستہ میں بلا لحاظ پاکی و بنا پاکی جہر ذکر کرنا منع ہے۔ اس واسطے کہ ایک جگہ بنا پاک

ہوتی ہے، اور دوسرا حفظ معنی نہیں ہو سکتا۔

چنانچہ صحیح بخاری وغیرہ میں بروایت ابی عثمان مرومی ہے۔ كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكُنَّا إِذَا أَشْرَفْنَا عَلَىٰ وَادٍ كَبَّرْنَا وَهَلَّلْنَا وَارْتَفَعَتْ أَصْوَاتُنَا فَقَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ ارْبِعُوا عَلَىٰ أَنْفُسِكُمْ. (الحديث) قَالَ الْقِسْطَلَانِيُّ فِي إِرْشَادِ السَّارِحِيِّ قَالَ الطَّبْرِيُّ فِيهِ كَرَاهِيَّةٌ رُفِعَ الصَّوْتُ بِالذِّكْرِ وَالذُّعَاءِ وَبِهِ قَالَ عَامَّةُ السَّلَفِ مِنَ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِينَ. انتهى. وَرَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَالنَّسَائِيُّ أَيْضًا مَا حَذَاهُ السُّيُوْطِيُّ فَهَذَا الْحَدِيثُ يُدَلُّ عَلَىٰ أَنَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَفَعَ أَصْوَاتَهُمْ بِالذِّكْرِ فَلَوْلَا بَكْرٌ جَزَاعًا فَلَا أَقْلَ أَنْ يَكُونَ مَكْرُوهًا.

اور دوسرا مختار وغیرہ میں بھی اس کو مکروہ لکھا ہے۔

دعائے ماثورہ

جاننا چاہئے کہ آنحضرت سرور کائنات حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے دو امر کے لئے ہمیشہ استقامت کرتے ہوئے استعمال میں لائے ہیں، خواہ مضیم ہونے تھے یا کہ سفر میں، خواہ تندرست ہونے تھے یا بیمار۔ مگر ان دونوں امور پر مداومت کرنے تھے۔ ایک استغفار، دوسرا دعا۔

حالانکہ خداوند کریم نے آپ کو ان دونوں امور سے معصوم و مبرا کر دیا ہوا تھا۔ اس واسطے کہ استغفار گناہوں کی ندامت و طلب بخشش کے لئے ہوتی ہے۔ حتیٰ کہ خداوند کریم نے سرور کائنات حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو ماضی کے گناہوں اور آئندہ گناہوں سے معصوم اطلاق کر کے بشارت دے دی تھی۔ واقعی آپ صغیرہ و کبیرہ گناہوں سے معصوم اور محفوظ تھے۔ اور آپ استغفار امت کی مداومت کے لئے کرتے تھے۔ اور استدعا آپ اس لئے کرنے

تھے کہ ایک امت کی مداومت کے واسطے، دوسرا اس قول خداوند کریم کی صداقت کرتے تھے۔
 قَوْلَ تَعَالَى. وَإِذَا اسْتَلَّكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ لَهُ أُجِيبُ دَعْوَةَ
 الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي وَلْيُؤْمِنُوا بِي وَعَلَيْهِمْ يَرْتُدُّونَ.
 اور جناب حضرت سرور کائنات محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ و اصحابہ وسلم ہر ایک مشکل
 کشائی و کامیابی کے واسطے اس دعا کو استعمال میں لایا کرتے تھے اور اصحاب کو اس کی
 تلقین کرتے تھے۔ اور وہ طریقہ اس طرح سے ہے۔

عَنْ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ اللَّهَ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ سُبْحَانَ
 الَّذِي سَخَّرْنَا هَذَا وَفَاكُنَّا لَهُ مُقْرِنِينَ وَإِنَّا إِلَى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُونَ
 اللَّهُمَّ إِنَّا نَسْتَلُكَ فِي سَفَرِنَا هَذَا الْبِرِّ وَالتَّقْوَى وَمِنَ الْعَمَلِ
 مَا تَرْضَى، اللَّهُمَّ هَوِّنْ عَلَيْنَا سَفَرِنَا هَذَا وَطَوِّعْنَا بَعْدَهُ، اللَّهُمَّ
 أَنْتَ الصَّاحِبُ فِي السَّفَرِ وَالْخَلِيفَةُ فِي الْكَاهِلِ، اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ
 مِنْ وَعْثَاءِ السَّفَرِ وَكَآبَةِ الْمَنْظَرِ وَسُوءِ الْمُنْقَلَبِ فِي الْمَالِ وَالْأَهْلِ.
 وَرَوَاهُ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سَرْجِسٍ أَيْضًا وَزَادَ الْهُورِ بَعْدَ الْكُورِ وَدَعْوَةَ
 الْمَنْظُومِ۔

مسلم میں عبد اللہ بن عمر سے روایت ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ خدا پاک سب سے بڑا۔
 خدا پاک سب سے بڑا۔ پاک ذات ہے، جس نے اس سواری کو ہمارا تابعدار کر دیا، اور ہم
 اس کو قابو میں نہ کر سکتے۔ اور ہم ہر حال میں اپنے رب ہی کی طرف رجوع کرنے والے ہیں۔
 الہی ہم اپنے اس سفر میں نیکو کاری اور پرہیزگاری تجھ سے مانگتے ہیں۔ اور وہ کام چاہتے ہیں
 کہ جس میں تو راضی ہو جائے۔ الہی! ہم پر اس سفر کو آسان کر دے اور اس سفر کی دوری سے اور
 درازی کو ہم سے لپیٹ دے (یعنی جلدی سے سفر کرٹ جائے)۔ الہی! سفر میں تو ساتھ ہے۔
 اور گھبراہٹ کا خلیفہ ہے۔ یعنی نگہبان۔ الہی میں تیری پناہ مانگتا ہوں، سفر کی سختی اور بدنگلی

سے۔ اور مال اور گھر بار کے الٹ پلٹ سے۔ اور عبد اللہ سر جس نے بھی ایسی ہی روایت کی۔ اور اتنی زیادہ روایت کی ہے کہ الہی! تیری پناہ اس ٹوٹے سے جو فائدے کے بعد ہو۔ اور مظلوم کی بددعا سے۔

بدعا حضرت رسول کریم سفر کرتے وقت فرماتے۔

عَنْ ابْنِ عُمَرَ إِذَا رَجَعَ فَأَلْهَنَ وَزَادَ فِيهِمْ، أَيُّونَ تَابُونَ
عَابِدُونَ سَاجِدُونَ لِرَبِّنَا حَامِدُونَ وَصَدَقَ وَعْدَهُ وَنَصَرَ عَبْدَهُ
وَهَزَمَ الْأَحْزَابَ وَحْدَهُ۔

بخاری اور مسلم میں عبد اللہ بن عمر سے روایت ہے کہ جب حضرت سفر سے لوٹتے تو اس اگلے سفر کی دعا پڑھتے۔ اور اسی دعا میں اتنا اور بڑھاتے کہ ہم سفر سے بچے، توبہ کرنے والے، بندگی کرنے والے، سجدہ کرنے والے۔ ہم اپنے رب کے شکر گزار ہیں۔ خدا نے اپنا وعدہ سچا کیا، اور اپنے بندے کی، یعنی حضرت کی مدد کی، اور کفار کے گرد ہوں گوشتک دی۔ یعنی بھگا دیا، تنہا اسی نے۔

اس میں اشارہ ہے جنگ خندق کے قتلے کی طرف کہ عرب کے کفار نے مدینہ منورہ کو گھیر لیا تھا۔ پھر بے مطلب بھاگ گئے تھے۔

أَسْرًا، اللَّهُمَّ إِنِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةٌ وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةٌ
وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ، كَانَ هَذَا أَكْثَرَ دُعَائِهِ

بخاری اور مسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت نے فرمایا، کہ الہی! ہم کو دنیا میں بہتری اور بھلائی دے، اور آخرت میں بھی بہتری اور بھلائی دے، اور بچا ہم کو دوزخ کے عذاب سے۔ اور اس دعا کو حضرت اکثر کہا کرتے تھے۔

دنیا کی بہتری، صحت اور بقدر حاجت کے روزی اور ایمان اور نیک عمل کی توفیق، اور سب مکروہات سے پناہ، اور آخرت کی بہتری، ثواب، توفیق درجات اور مدار الہی۔

حضرت علی المرتضیٰ سے روایت ہے کہ دنیا کی بہتری نیک بخت عورت اور آخرت کی بہتری حُریں۔ اور دوزخ کے عذاب سے مراد کم بخت عورت ہے۔

اس دعا میں دین اور دنیا کے سب مطلب داخل ہیں، اسی واسطے حضرت اس دعا کو اکثر اوقات پڑھا کرتے تھے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ اللَّهَ سَوَّاهُ نَفْسِي تَقْوَاهَا وَزَكَّاهَا أَنْتَ خَيْرٌ مَنْ زَكَّاهَا وَأَنْتَ دَلِيلُهَا وَمَوْلَاهَا.

مسلم میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت نے فرمایا، یا اللہ! میری جان کو اس کی پرہیزگاری، اور اس کو گناہ اور بد خوئی سے پاک و صاف کر ڈال۔ تو ہی اس کا بہتر پاک و صاف کرنے والا ہے۔ اور تو ہی اس کا کارساز اور اس کا مددگار ہے۔

جو چیز آخرت میں ضرر کرے، اس سے بچنے کا نام تقویٰ اور پرہیزگاری ہے۔ باطن کی صفائی بے تقویٰ ممکن نہیں ہے۔ اس واسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اول تقویٰ کی دعا کی، پھر صفائی کی۔

ذِينَ ابْنِ اَرْقَمٍ، اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ اَتْبَاعَهُمْ مِنْهُمْ يَتَّبِعُوا لِيَالِ اَنْصَارِ۔
بخاری میں حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت نے انصار کے حق میں دعا کی کہ الٰہی! ان کے تابعداروں کو انہیں میں کوڑے۔ انصار نے دعا کی کہ با حضرت دعا کیجئے کہ ہمارے تابعدار لوگ بھی مسلمان ہو جائیں۔ تب حضرت نے یہ دعا کی۔ تابعدار سے مراد جو رو، لڑکی، اور لونڈی غلام یا آشنا، دوست۔

اِنْسِ، اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ بِالْمَدِيْنَةِ ضِعْفِيْ فَاَجْعَلْتَنِيْ بِمَكَّةَ مِنَ الْبَرَكَةِ۔
بخاری و مسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ الٰہی! مدینہ میں جو بکت کر اس کی دونی جو تو نے مکے میں کی ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کے

کے واسطے دعا کی اور حضرت نے مدینے کے واسطے برکت سے مراد کثرتِ رزق ہے یہاں فیض ہے۔

ابو ہریرہ ، اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ رِزْقَ الْاِمْرِ مُحَمَّدٍ قَوْنًا .

بخاری اور مسلم میں ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ الہی! محمدؐ کے اہل بیت کی روزی بقدر زلیت کر۔ یعنی اتنی روزی دے کہ جس میں حیات کی رمت باقی رہے۔ مال کی بہتات نہ ہو۔ اس واسطے کہ کثرتِ رزق میں اکثر غفلت ہوتی ہے۔ اور صبر کا مرتبہ حاصل نہیں ہوتا۔ چنانچہ حضرت کی حیات میں ایسا ہی حال رہا۔ اور حضرت کے بعد حضرت کی بیٹیاں اور حضرت کی اولاد بھی اختیاری فقر کو لئے رہے۔

شمال ترمذی میں حضرت عائشہ صدیقہ سے روایت ہے کہ حضرت اور حضرت کی بیٹیاں دو دو تین تین رات سو رہی تھیں اور رات کا کھانا میسر نہ ہوتا تھا۔ اور اسی کتاب میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت نے زندگی بھر میں ایک دن دونوں وقت روٹی نہ کھائی۔ اور نہ دونوں وقت کبھی گوشت کھایا۔

ابن عباس ، اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ فِيْ قَلْبِيْ نُوْرًا وَفِيْ سَمْعِيْ نُوْرًا وَفِيْ بَصِرِيْ نُوْرًا وَعَنْ يَمِيْنِيْ نُوْرًا وَعَنْ شِمَالِيْ نُوْرًا وَاَمَامِيْ نُوْرًا وَخَلْفِيْ نُوْرًا وَفَوْقِيْ نُوْرًا وَتَحْتِيْ نُوْرًا وَاجْعَلْنِيْ نُوْرًا

بخاری میں عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، حضرت نے فرمایا، الہی! میرے دل میں روشنی کر اور میرے کان میں روشنی کر اور میرا آنکھ میں روشنی کر اور میرے داپنے سے روشنی اور میرے بائیں سے روشنی اور میرے آگے روشنی اور میرے پیچھے روشنی اور میرے اوپر روشنی اور میرے نیچے روشنی اور مجھے سراپا روشنی بنا ڈال۔

روشنی سے مراد حق بات ہے۔ جیسے کہ تاریکی سے باطل بات مراد ہوتی ہے۔ تو مطلب یہ ہے کہ میرے دل اور اعضاء کو حق میں مصروف رکھ، بلکہ شس جہات سے مجھ کو حق سے

گہرے تاکہ باطل کسی طرف سے دخل نہ پائے۔

عَائِشَةُ، اَللّٰهُمَّ اَرْحَمَ عِبَادًا يَعْنِيْ عَبَادَ ابْنِ بَشْرِ قَالَهٗ حِيْنَ
تَهَجَّدَ فِيْ بَيْتِ عَائِشَةَ فَرَفَعَ صَوْتَهُ فَصَلَّى فِي الْمَسْجِدِ۔

بخاری میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت نے فرمایا، الہی! عباد پر رحم کر یعنی عباد بن بشر پر۔ یہ حضرت نے فرمایا جب کہ حضرت نے حضرت عائشہ کے گھر تہجد پڑھے تو عباد بن بشر نے اپنی آواز بلند کی اور مسجد میں نماز پڑھی۔ اس حدیث شریفہ میں ترغیب ہے تہجد کی معلوم ہوا کہ مسجد میں تہجد بلند آواز سے پڑھنا درست ہے۔

الْبِرَاءُ بْنُ عَازِبٍ، اَللّٰهُمَّ اَسْلَمْتُ نَفْسِيْ اِلَيْكَ وَوَجَّهْتُ
وَجْهِيْ اِلَيْكَ وَفَوَّضْتُ اَمْرِيْ اِلَيْكَ وَالْجِئْتُ ظَهْرِيْ اِلَيْكَ
رَغْبَةً وَدَهْبَةً اِلَيْكَ لَا مَلْجَاؤَ وَلَا مَنجَاؤَ مِنْكَ اِلَّا اِلَيْكَ، اَللّٰهُمَّ
اَمَنْتُ بِكِتَابِكَ، الَّذِيْ اَنْزَلْتَ وَبِنَبِيِّكَ الَّذِيْ اَرْسَلْتَ۔

بخاری اور مسلم میں حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت نے فرمایا، الہی میں نے اپنی جان تجھ کو سونپی اور منہ کو تیرے سامنے کیا۔ اور اپنا سب کام تیرے حوالے کیا۔ اور اپنی پیٹھ تیری طرف جمائی تیرے شوق اور تیرے خوف سے۔ اور نہ تجھ سے بھاگنے کی کوئی جگہ ہے، نہ بچاؤ کا مکان ہے، مگر تیری ہی طرف۔ الہی! میں تیری کتاب پر ایمان لایا، جو تو نے آمارے اور تیرے پیغمبر پر ایمان لایا، جس کو تو نے بھیجا۔

حضرت نے کسی شخص سے فرمایا، جب تو صوباکرے تو بے دعا پڑھا کر دو۔ اس واسطے کہ تو اسی رات میں مر گیا تو ایمان پر مرا۔ اور اگر زندہ رہا، تو اچھی بات ہوئی۔

سَعْدُ ابْنِ اَبِي وَقَاصٍ، اَللّٰهُمَّ اَشْفِ سَعْدًا، اَللّٰهُمَّ اَشْفِ سَعْدًا۔

مسلم میں سعد ابن ابی وقاص سے روایت ہے کہ حضرت نے میرے واسطے دعا کی کہ الہی سعد کو شفا دے، الہی! سعد کو شفا دے۔ سعد نہایت بیمار تھے۔ حضرت ان کی عیادت کو

تشریف لے گئے تب یہ دعا کی۔ پھر ان کو صحت حاصل ہوئی۔

ابو ہریرہ، اَللّٰهُمَّ اَصْلِحْ لِيْ دِيْنِيْ الَّذِيْ هُوَ عِصْمَةُ اَمْرِيْ
وَاَصْلِحْ لِيْ دُنْيَايَ الَّتِيْ فِيْهَا مَعَاشِيْ وَاَصْلِحْ لِيْ اٰخِرَتِيْ الَّتِيْ
فِيْهَا مَعَادِيْ وَاَجْعَلِ الْحَيٰوةَ زِيَادَةً لِيْ فِيْ كُلِّ خَيْرٍ وَاَجْعَلِ الْمَوْتَ
رَاحَةً لِيْ مِنْ كُلِّ شَرٍّ.

مسلم میں حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ اے اللہ! میرے دین
سنوار دے، جو میری آخرت کے کام کا حافظ اور نگہبان ہے۔ اور سنوار دے میری دنیا کو
جس میں میری روزی اور زندگی ہے۔ اور سنوار دے میری آخرت کو، جس میں میری بزرگت
ہے، اور کر دے میری زندگی کو میرے واسطے ہر بہتری میں زیادتی کا سبب اور کر دے موت
کو میرے واسطے ہر ایک بُرائی سے راحت کا سبب۔

جو شخص اسلام کی حقیقت سے واقف نہ ہو اس کا اسلام درست نہیں

جاننا چاہئے کہ اگر کوئی حقیقت اسلام و ایمان کا حقدار نہ جانے، تو اس کا ایمان و اسلام
صحیح و درست نہیں ہوتا۔ اسی طرح اگر کوئی طریقت کا حقیقت نہ جانے تو طریقت و تصوف
اور درویشی صحیح و درست نہیں ہوتی۔ اسی واسطے حدیث جبریلؑ دوران حقیقت اسلام و ایمان
واحسان و تصوف و درویشی میں تحریر کرتا ہوں۔

عَنْ عُمَرَ بْنِ خَطَّابٍ، اَلْاِسْلَامُ اَنْ تُشْهَدَ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ
رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَتُقِيْمَ الصَّلٰوةَ وَتُوْفَى الزَّكٰوةَ وَتَصُوْمَ رَمَضَانَ وَ
تَحُجَّ الْبَيْتَ اِنْ اسْتَطَعْتَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا ه قَالَ الْجِبْرَائِيْلُ حِيْنَ جَلَّاهُ
عَلَى صُوْرَةِ رَجُلٍ فَقَالَ صَدَقْتَ قَالَ فَاخْبِرْنِيْ عَنِ الْاِيْمَانِ قَالَ اَنْ
تُوْمِنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ وَكُنْتَهُ وَرُسُوْلِهِ وَتُوْمِنَ بِالْاٰخِرَةِ وَتُوْمِنَ

بِالْقَدْرِ خَيْرًا وَشَرًّا قَالَ صَدَقْتَ قَالَ فَاخْبِرْنِي عَنِ الْإِحْسَانِ
 قَالَ أَنْ تَعْبُدَ اللَّهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ فَإِنْ لَمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ قَالَ
 فَاخْبِرْنِي عَنِ السَّاعَةِ قَالَ مَا الْمَسْئُولُ عَنْهَا بِأَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ قَالَ
 فَاخْبِرْنِي عَنْ أَمَارَاتِهَا، قَالَ ثَلَاثَةُ أَلَمَةٍ رُبَّتْهَا وَأَنْ تُرَى الْمُحْفَلَةُ
 الْعُرَاةَ الْعَالَةَ رُحَاةَ الشَّيْبِ وَيَتَطَاوَلُونَ فِي الْبُنْيَانِ

مخدومی اور مسلم میں حضرت عمر فاروق بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت
 نے فرمایا کہ اسلام یہ ہے کہ تو اس بات کی گواہی دے کہ سوائے خدائے پاک کے کوئی بندگی کے لائق نہیں
 ہے، اور محمد خدا پاک کا رسول ہے، اور یہ کہ نماز کو تو ٹھیک پڑھے۔ اور زکوٰۃ ادا کرے۔ اور رمضان
 کے روزے رکھے اور خانہ خدا کا حج کرے، اگر تجھ کو اس کے راہ کی طاقت ہو۔ یعنی بشرط
 خروج اور سواری کے۔ یہ حضرت جبریل سے کہا جب کہ حضرت جبریلؑ آنحضرت کے پاس
 مرد کی صورت پرتے تھے۔ سو انہوں نے کہا کہ آپ نے سچ کہا۔ جبرائیل نے کہا کہ مجھ کو ایمان کی
 حقیقت بتائیے۔ حضرت نے فرمایا، ایمان یہ ہے کہ تو دل سے مانے اللہ کو اور اس کے
 فرشتوں کو اور اس کی کتابوں کو، اور اس کے پیغمبروں کو، اور پچھلے دن کو یعنی قیامت کو، اور
 تقدیر کو ماننے بھلی یا بُری۔ جبریل علیہ السلام نے کہا کہ آپ نے سچ فرمایا۔ جبریل نے کہا، احسان
 اور اخلاص کی حقیقت فرمائیے، حضرت نے فرمایا کہ احسان یہ ہے کہ نوا اللہ کی اس طرح عبادت
 کرے کہ جیسے تو اس کو دیکھ رہا ہو۔ سو اگر اس طرح کا دیکھنا تجھ سے نہ ہو سکے تو یہ جان کہ وہ
 ضرور تجھے دیکھتا ہے۔ جبریل نے کہا تو اب قیامت کا حال بیان فرمائیے کہ کب ہوگی حضرت نے
 فرمایا کہ جواب دینے والا، پوچھنے والے سے اس کو کچھ زیادہ تر نہیں جانتا۔ یعنی قیامت کی تاقی
 میں تم اور میں دونوں برابر ہیں۔ جبرائیل نے کہا تو پھر اس کی نشانیاں ہی بتدائیے۔ حضرت نے
 فرمایا کہ قیامت کی نشانی یہ ہے کہ لونڈی اپنے مالک اور مرتب کو جنے۔ یعنی مالکوں کے نطفے سے لونڈیاں
 جنیں۔ تو ان کی اولاد بھی اپنے باپ کی طرح لونڈیوں کے مرتب ٹھہرے۔ خلاصہ مطلب یہ ہے کہ

قیامت کے قریب گینزک، زادوں کی کثرت ہوگی۔ اور دوسری نشانی یہ ہے کہ قیامت کی کہ تو دیکھ
 ننگے پاؤں ننگے بدن محتاج بکریاں چرانے والوں کو کہ بڑا بیاں ماریں گے عمارت میں۔ یعنی یکپنہ او
 بے حقیقت لوگ دولت مند ہوں گے۔ بڑی بڑی عمارتیں بنا کر فرزندوں کو دیں گے۔

پوری روایت اس حدیث شریف کی یوں ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے تھے کہ ایک مرد نمودار ہوا۔ نہایت سفید کپڑے اور کمال
 سیاہ بالوں والا کہ اس پر کچھ سفر کا اثر نہ معلوم ہوتا تھا۔ اور ہم میں سے کوئی بھی اس کو
 نہ پہچانتا تھا۔ سو چلا آیا۔ یہاں تک کہ حضرت کے پاس بیٹھا زانوؤں کو حضرت کے زانو مبارک سے
 ملا کر اور اپنی دونوں ہتھیلیاں حضرت کے زانو مبارک پر رکھیں اور کہا کہ اے محمد! مجھے اسلام کی
 حقیقت بتلائیے۔ تب یہ حدیث حضرت نے فرمائی۔ حضرت عمر فاروق نے کہا، پھر وہ مرد چلا گیا۔ اور
 میں دبر تک حیرت میں چپکا رہا۔ پھر حضرت نے فرمایا کہ اے عمر! تو جانتا ہے کہ یہ پوچھنے والا
 کون تھا۔ میں نے عرض کیا کہ خدا اور اس کا رسول ہی زیادہ تر دانتا ہے۔ حضرت نے فرمایا، کہ یہ
 جبریل تھا۔ تمہارے پاس آیا تھا تاکہ تم کو دین سکھائے۔

اس حدیث کو حدیث جبریل کہتے ہیں، اس واسطے کہ سائل جبریل تھے۔ ام الاحادیث
 اور ام ابجوامع بھی اس کا نام ہے، یعنی سب حدیثوں کی یہ حدیث جڑ ہے۔ اس واسطے کہ جو
 مطلب احادیث میں ہیں وہ سب اس حدیث میں مجمل موجود ہیں۔ جیسے کہ سورۃ فاتحہ کو ام الکتاب
 کہتے ہیں کہ سب قرآن کے مطلب پر شامل ہے۔

حضرت جبریل نے حضرت سے چار چیزیں پوچھیں۔ اول اسلام کی حقیقت، دوسرے
 ایمان کی حقیقت، تیسرے احسان کی حقیقت، چوتھے قیامت۔ سو فرمایا کہ،
 اسلام کی حقیقت پانچ ارکان ہیں۔ توحید اور رسالت کی گواہی۔ احد نماز اور زکوٰۃ اور
 رمضان کے روزے اور حج۔ معلوم ہوا کہ اسلام ظاہری کا نام ہے۔ اور ایمان تصدیق قلبی
 اور اعتقاد دل کو فرمایا۔ یعنی خدا کا یوں اعتقاد کرے کہ وہ سب عیوب سے پاک ہے اور سب

خوبیوں سے موصوف ہے۔ اور فرشتوں کا یوں اعتقاد کرے کہ وہ نوری خدا کے بندے ہیں۔ رنگ برنگ صورت بدلنے پر قادر ہیں۔ جو جب حکم کے سائے عالم کا انتظام کرتے ہیں۔ گناہوں سے پاک، میں زبرد ہیں نہ عورت ہیں۔ اور کتابوں کا یوں اعتقاد کرے کہ خدائے تعالیٰ کا قدیمی کلام ہے۔ جو کچھ ان میں ہے سچ ہے۔ کہتے ہیں کہ خدا کی ایک سو چار کتابیں ہیں۔ دس حضرت آدم علیہ السلام پر انہیں۔ اور پچاس حضرت ثبث علیہ السلام پر، تیس حضرت ادریس علیہ السلام پر اور دس حضرت ابراہیم علیہ السلام پر اور بانی چار کتابیں تو تمام عالم میں مشہور ہیں۔ توحیدیت اور انجیل اور زبور اور قرآن مجید ہیں۔ لیکن قرآن مجید سب سے افضل ہے کہ قرآن مجید کے سوا کسی اور کتاب پر عمل کرنا درست نہیں ہے۔ اس واسطے کہ اول تو ان پر اعتماد نہیں اور دوسرے یہ کہ وہ منسوخ ہیں۔ اور تیسرے یہ کہ جو کچھ اگلی کتابوں میں مطلب تھے، وہ سب قرآن مجید میں موجود ہیں، تو قرآن مجید کے ہونے ہونے کسی دوسری آسمانی کتاب کی کچھ حاجت نہیں۔

اور پیغمبروں کا یوں اعتقاد کرے کہ وہ سب سے افضل اور پاک لوگ ہیں۔ خدائے ان کو اپنی کمال رحمت سے آدمیوں کی طرف بھیجا۔ تاکہ ان کو نیک راہ بتائیں۔ اور ان کا دین اور دنیا سنواریں۔ اور ان کو قسم قسم کے معجزات دیئے کہ ان کے راستے میں کوئی عاقل آدمی شک نہ لائے۔ وہ سب گناہوں سے پاک ہیں۔ صغیرہ ہوں یا کبیرہ، نبوت سے پہلے بھی اور بعد بھی۔ اور یہی مذہب ٹھیک ہے۔ اور حضرت آدم علیہ السلام کا دانگندم کھانا بہ قصد نہ تھا بلکہ بھول چوک تھی۔ اور پیغمبروں کو بھی قیاس کر لینا چاہیے۔ اور سب پیغمبروں سے افضل ہمارے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ جو کمالات ظاہری و باطنی انسان میں ممکن تھے۔ وہ تمام ہمارے حضرت پر ختم ہو گئے۔ اسی واسطے حضرت کے بعد کسی پیغمبر کے آنے کی حاجت نہ رہی۔ خلافت اور امامت کا اعتقاد نبوت کے اعتقاد میں داخل ہے۔ ایمان کا یہ جدار کن نہیں، جیسا کہ یہ شیعوں نے کہے ہیں۔ اور پچھلے دن کا یوں اعتقاد کرے کہ بعد موت کے قیامت تک دوزخ اور بہشت کے ہونے تک جو حضرت نے فرمایا، سو درست ہے۔ یعنی عذاب قبر اور قیامت کی نشانیاں اور

صور کا پھونکنا اور مردوں کا جینا اور حساب کتاب اور عمل کا بدلہ اور ترازو عمل تو لسنے کی اور پلصراط اور حوض کوثر اور دوزخ اور بہشت یہ سب چیزیں حق ہیں، ان میں کچھ شک نہیں اور تقدیر کا یوں اعتقاد کرے کہ عالم میں جو ہوا اور ہونا ہے، اور ہوگا، بھلا یا بُرا، سو سب تقدیر سے ہے۔ بدون اس کی خواہش کے نہ پتہ ملے، نہ کوئی بوند ٹپکے۔ لیکن باوجود اس کے آدمی کو کچھ اتنا اختیار دیا ہے کہ اس کے سبب سے تعریف یا مذمت ثواب یا عذاب کے لائق ہوتا ہے۔ تقدیر کا اعتقاد اسی طرح مجمل چاہیے۔ زیادہ اس میں غور اور گفتگو کرنا بدعت اور گمراہی ہے۔ اس واسطے کہ ہمارے عقل میں اتنی طاقت کہاں ہے کہ خدائی کارخانے کے بھید سمجھے۔ اسی واسطے حضرت نے تقدیر کی بحث و تکرار سے منع فرمایا ہے۔ اور یہ ایمان مفصل کی حضرت نے حقیقت بیان کی۔

اور ایمان مجمل کی یہ حقیقت ہے کہ یوں اعتقاد کرے کہ جو حضرت نے فرمایا اور بتلایا سو ٹھیک اور درست ہے، نجات کے واسطے اتنا بھی کفایت ہے۔ پھر حضرت نے احسان یعنی اخلاص کے دو درجے فرمائے۔ اعلیٰ درجہ تو یہ ہے کہ عبادت میں ایسا حضور ہو کہ گو یا خدا تعالیٰ کو دیکھتا ہے۔ اس کو مشاہدہ کہتے ہیں۔ اور ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ یہ تصور کرے، کہ خدا تعالیٰ مجھ کو دیکھتا ہے، اس کو مراقبہ کہتے ہیں، اس تصور میں کمال تعظیم اور نہایت ادب اور حیا اور شوق اور حضوری حاصل ہوئی، ممکن نہیں کہ اس تصور میں آدمی ادب چھوڑے اور ادھر ادھر التفات کرے، جیسے بادشاہ اگر کسی کو دیکھتا ہو تو کہا ممکن ہے کہ وہ ہاتھ پاؤں ہلانے یا نظر کو اٹھائے۔

معلوم ہوا کہ تصوف اور رویشی احسان کا نام ہے۔ ظاہری اعمال کو اسلام کہتے ہیں اور باطنی اعتقاد کو ایمان کہتے ہیں۔ اور حضوری اور اخلاص کو احسان کہتے ہیں۔ اور دین اور شریعت اسلام اور ایمان اور احسان کے مجموعے کا نام ہے۔ اور گاہے ایمان اور اسلام کو ایک کہتے ہیں۔ اس واسطے کہ اسلام بدون ایمان کے درست نہیں۔ اور ایمان بدون اسلام

مکے کامل نہیں۔ اور بعض لوگ احکام ظاہری کو شریعت اور نصیہ باطن کو طریقت اور مشاہد اور مراقبہ کہتے ہیں۔

معلوم ہونا چاہئے کہ دین کی بنیاد فقہ اور کلام اور تصوف پر ہے۔ سو اس حدیث شریف میں حضرت نے تینوں کو بیان فرمادیا۔ اسلام اشارہ ہے فقہ کا، جس میں اعتقاد کا بیان فرمادیا۔ اور احسان اشارہ ہے تصوف کا، جس میں حق الیقین اور مشاہدہ اور مراقبہ مذکور ہے۔

معلوم ہوا کہ دین میں کامل وہی ہے جو فقہ اور کلام اور تصوف کا جامع ہو۔ اور جس میں ان تینوں میں سے بعض ہو اور بعض نہ ہو اور وہ ناقص اور کچلے۔ اس واسطے کہ درویش بے فقہ کے شیطان ہے کہ احکام الہی سے غافل رہتا۔ حرام اور حلال کو نہ سمجھا۔ اور فقیر بے درویشی کے زاہد خشک اور غالب بے روح ہے۔ اس واسطے کہ عمل بغیر نیت خالص اور بغیر شوق اور حضور دل کے ناتمام ہے۔ یہی راہ مستقیم ہے اور باقی گمراہی۔

پند و نصائح حضرت مولانا شاہ عبدالخالق بغدادی رحمۃ اللہ علیہ

مذکورہ بالا احادیث کے مطابق حضرت مولانا خواجہ عبدالخالق بغدادی قدس سرہ انسانی کے کلام مبارک سے چند کلمات نقل کئے جاتے ہیں کہ جن پر عمل کرنا ہر ایک سالک کے لئے لازم ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اس کاتب کو اور پڑھنے والوں کو ان کے عمل کی توفیق عنایت فرمائے۔ وہ حسب ذیل ہیں۔

اے بیٹا! میں تجھے نصیحت کرتا ہوں کہ ہر حالت میں ادب اور پرہیزگاری میں رہنا کہ تو آثار سلف کی پیروی کر کے سنت و جماعت کا حاضر باش رہے۔ حدیث پڑھے۔ جاہل صوفیہ سے کنارہ کرے۔ نماز باجماعت ادا کرے، بشرطیکہ تو امام اور مؤذن نہ ہو۔ شہرت کی طلب بالکل نہ کرنا، کیونکہ شہرت بڑی مصیبت ہے۔

کسی منصب پر مقید نہ ہونا، بلکہ گنہگار ہونا۔ قبائل میں اپنا نام نہ لکھنا، محکمہ قضا میں نہ آنا، کسی کا ضامن نہ بننا۔ لوگوں کی وصیت میں دخل نہ دینا۔ بادشاہوں اور اس کے منشیوں سے الگ رہنا۔ خانقاہ نہ بنانا، خانقاہ میں نہ بیٹھنا۔ زیادہ سماع نہ کرنا، کیونکہ سماع سے نفاق پیدا ہوتا ہے۔ اور سماع زیادہ کرنے سے دل مرجاتا ہے۔ نیز سماع کا انکار بھی نہ کرنا۔ کیونکہ بہت لوگ صاحب سماع ہونے میں کم کھانا، کم سونا، کم بولنا۔ اور خلقت سے ایسے بھاگنا، جیسے لوگ شر سے بھاگتے ہیں۔ خلوت میں بیٹھے رہنا، مردوں عورتوں، بدعتوں دولت مندوں اور عام لوگوں سے میل جول نہ کرنا۔ حلال کھانا، شہ سے پرہیز کرنا۔ جہاں تک ہو سکے شادی نہ کرنا۔ ایسے کرنے سے تو دنیا کا طالب ہو جائے گا۔ اور دنیا کو طلب کرتے ہوئے تیرا دین برباد ہو جائے گا۔

زیادہ نہ ہنسا، اور فقہ سے بالکل پرہیز کرنا۔ کیونکہ ہنسنے سے دل مرجاتا ہے۔ تجھے مناسب ہے کہ ہر ایک کو شفقت کی نگاہ سے دیکھے۔ اور کسی کو حقیر خیال نہ کرے۔ اور اپنے ظاہر کو آراستہ نہ کرے۔ کیونکہ ظاہری آرائش سے باطنی خرابی پیدا ہوتی ہے۔ لوگوں سے لڑائی جھگڑا نہ کرنا۔ اور نہ کسی سے کچھ مانگ۔ اور نہ کوئی کسی سے کوئی خدمت سپرد مگر۔ اور مال و دین اور جان سے مشائخ کی خدمت بجالا۔ اور ان کے افعال کا انکار نہ کر۔ کیونکہ ان کا منکر کبھی خلاصی نہیں پاسکتا۔

دنیا اور اہل دنیا پر مغرور نہ ہو۔ یہ مناسب ہے کہ تیرا دل ہر وقت غمگین، اور تیرا دل بیمار اور تیری آنکھ رینے والی اور تیرا عمل خالص اور تیری دعا عاجزی سے اور تیرا کپڑا پرانا۔ اور تیرا رفیق دردیش، اور تیرا سرمایہ فقہ اور تیرا گھر مسجد اور تیرا غمخوار حق سبحانہ تعالیٰ ہو۔ لفظ فقیر میں ف سے مراد فاقہ، ق سے مراد قناعت، ت سے مراد یاد اللہ، ر سے مراد ریاضت ہے۔ جو شخص یہ سب بجالائے تو اُسے ف سے فضل خدا تعالیٰ ق سے مراد قرب مولا، ت سے مراد یاری اور ر سے رحمت حق بل جانی ہے۔ نہیں توف

سے فیض (رسوائی)، حق سے فرخدادندی، حق سے یاس یعنی نا ابدی اور حق سے رسوائی حاصل ہوتی ہے۔ معاذ اللہ۔

مراقبہ اور لطائف کا بیان

واضح رہے کہ اس طائفہ کی اصطلاح میں مراقبہ معیت سے یہ مراد ہے کہ فیض الہی کا انتظار کیا جائے۔ مراقبہ مفاعلت کے باب سے ہے، جس میں کوئی کام دو شخصوں کے درمیان ہوتا ہے۔ پس مراقبہ میں منشاء فیض اور اس کے مورد کا لحاظ ضروری امر ہے۔
مراقبہ احدیت میں فیض کا منشاء وہ ذات ہے کہ جس کی معیت ثابت ہے۔ لطیف قلب فیض کا مورد ہے۔

مجھے رو ذکر کی آپ نے تلقین فرمائی۔ اول یہ فرمایا کہ اسم ذات کا مرکز عالم امر کے پانچ لطیفوں یعنی قلب، روح، سرخفی اور اخفی سے ہزار ہزار مرتبہ اور عالم خلق کے دونوں لطیفوں نفس اور قالب سے اس سے دو چند کرنا۔ اور نیز فرمایا کہ نفی اثبات کا ذکر دم کو روک کر جتنا ہو سکے کر۔

نیز فرمایا کہ دقوف قلبی سے یہ مراد ہے کہ سالک اپنے دل سے واقف رہے۔ یعنی اپنی توجہ دل کی طرف رہے۔ اور دل کی توجہ اللہ تعالیٰ کی طرف رہے۔ اور فرمایا کہ کسی وقت ان اشغال میں مشغول ہونا۔

اور نیز ارشاد فرمایا کہ حسب ذیل چار چیزوں کو جاننا۔
اول، اسم ذات کے ذکر یا نفی اثبات کے ذکر کو لازم جاننا جسے اصطلاح نقشبند کہتے ہیں۔

دوم، ذکر کے وقت مذکور کا لحاظ رکھنا، یعنی دل کی توجہ، اللہ تعالیٰ کی طرف رکھنا، اور جب اس توجہ اور حضور کا فکر حاصل ہو جائے تو اسے یادداشت کہتے ہیں۔

سوہرہ دل کو آئندہ اور گزشتہ خطرات سے محفوظ رکھنا، اسے نگہداشت کتنے ہیں۔
 چھادم، کئی سو مرتبہ ذکر کر چکنے کے بعد بڑی عاجزی اور انکساری سے یہ دعا کرنا:
 اے پروردگار! تو ہی میرا مقصود ہے اور تیری رضا میرا مطلوب ہے، تو مجھے اپنے
 محبت اور معرفت عنایت کر۔ — اس کو بازگشت کتنے ہیں۔
 اور نیز فرمایا کہ اس عبارت کا دوسرا فقرہ میں نے کسی نے نہیں سنا۔ کیونکہ اس پر عمل
 کرنے کی باقی کسی میں نہ دیکھی اور نہ دیکھتا ہوں۔ اور وہ فقرہ یہ ہے کہ میں نے تیری خاطر
 دنیا و آخرت کو ترک کیا۔

مجھے یہ شعر پڑھنے کا حکم دیا ہے

اے خُدا افتراہاں احسانت شوم

ابن چہ احسانے است قربانت شوم

واضح رہے کہ پہلے ذکر کے جاری ہونے کے لئے توجہ فرماتے ہیں۔ پھر دسوں لطیفوں میں
 ذکر کے جاری ہوجانے بعد عالم امری کے پانچوں لطیفوں کے ذریعہ حضور جمعیت جذبات
 اور واردات حاصل ہونے کے لئے توجہ کرتے ہیں۔ اور مراقبہ احدیت دائرہ امکاں میں جو
 پہلا دائرہ ہے، تلقین کرنے ہیں۔

مراقبہ احدیت سے یہ مراد ہے کہ ذات پاک کو خیال کر کے اس مرتبہ مقدس سے فیض کا
 انتظار کرتے ہیں۔ اور جب کیفیت احد جمعیت چار گھڑی تک پہنچ جاتی ہے تو ولایت صغریٰ
 کے دائرے میں جو اولیاء کی ولایت ہے اور دوسرا دائرہ ہے۔ مراقبہ معیت تلقین فرمانے
 ہیں۔ اور وہ یہ ہے کہ آیت کے مفہوم کا لحاظ رکھا جائے۔ وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَمَا كُنْتُمْ
 اور تمہارے ساتھ ہے، جہاں کہیں تم ہو۔

اللہ تعالیٰ کی معیت کا بہرہ لطیفہ اور اپنے ہر جزو بدن بلکہ ذرات عالم کے ہر ایک ذرہ

سے لحاظ رکھنا چاہیے۔

رفت معتش کہ ملا ابران است
گویم مثال تا بدانی ز میساں است
کن غور بگرد کیم بادست جا میم کیم
داد است کاں قسیم جان است

اور اس دائرہ میں اسماء کے ظلال کی سیر واجب ہے۔ اور اس میں افعالی نجلی شہود و حدت در کثرت، گرہ رقت فناء و بقا۔ اور لطائف خمسہ سے اور قسم کے حالات اور ذوق حاصل ہونے ہیں۔ اس لئے آنجناب نے چھ ماہ تک ولایت صغریٰ کے دائرہ کی توجہ فرماتے رہے اور ہر روز چار مرتبہ توجہ فرماتے۔ اور پھر عالم حلقہ میں دو مرتبہ خاص وقت میں اور لطائف خمسہ کے مراقبات فناء و بقا کے حصول میں بڑی تاثیر رکھتے ہیں، تلقین فرماتے۔

لطیفہ قلب کے مراقبہ سے یہ مراد ہے کہ اس بات کا لحاظ رکھے کہ افعالہ الہی کا فیض اس لطیفہ قلب سے، جو ارباب کرام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حاصل تھا، میرے لطیفہ قلب میں آ رہا ہے۔ اور اس وقت اپنے سلسلے کے پیروں کے فلرب کو بطور عنک تلخوڈ رکھے۔
مراقبہ لطیفہ روح سے یہ مراد ہے کہ الہی صفات کے تجلیات کے فیض کا انتظار کیا جائے اور یہ خیال کیا جائے کہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اطہر کے لطیفہ روح سے حضرت نور علیہ السلام، حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ہونا ہوا پیراں کبار کے ارواح کے وسیلے سے میرے لطیفہ سے روح میں آ رہا ہے۔

مراقبہ لطیفہ سر سے یہ مراد ہے کہ شیونات ذاتیہ الہیہ کے فیض کا انتظار کیا جائے۔ اور یہ خیال کیا جائے کہ اس کا شفیر الہی جناب رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لطیفہ سر سے حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام و التجات کے لطیفہ سر کو پہنچ کر اپنے پیران طرفین کے لطیفہ کے وسیلے سے اپنے لطیفہ سر میں فیض الہی آ رہا ہے۔

مراقبہ لطیفہ احنفی سے یہ مراد ہے کہ صفات سلبیہ الہیہ کی تجلی کے فیض کا انتظار کیا جائے جس

عالمِ خفی حضرت نبی الامی صلی اللہ علیہ وسلم کے لطیفِ خفی سے حضرت روح اللہ علی نبینا و
علیہ الصلوٰۃ کے لطیف میں ہوتا ہوا پیرانِ طریقت کے لطیف کے وسیلے سے میرے لطیفِ
اخفی میں فیض الہی آ رہا ہے۔

مراقبہِ لطیفِ خفی میں صفاتِ البتہ تجلیات کے فیض کا آثار کیا جاتا ہے، یعنی اس
بات کا خیال کیا جاتا ہے کہ فیض الہی آنحضرت نبی الامی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لطیفِ خفی
سے روح اللہ علی نبینا وعلیہ صلوات اللہ کے لطیفِ خفی میں پہنچ کر ان پیرانِ ذوالاقتدار کے
وسیلہ سے میرے لطیفِ خفی میں نازل ہو رہا ہے۔

مراقبہِ خفی میں جامع الہی کے شان کے فیض کا انتظار کیا جاتا ہے، کہ گویا حضرت خاتم الانبیاء
والمرسلین علیہ وعلیٰ آلہ من الصلوٰۃ اتھما ومن التسلیمات اکملہا کے لطیفِ خفی سے پیرانِ
عالیشان کے وسیلہ سے اپنے لطیفِ اخفی میں فیض الہی آ رہا ہے۔

دایم رہے کہ لطیفِ قلب کا مقام بائیں پستان کے نیچے دو انگل کے فاصلہ پر پہلو کی
طرف ہے۔ اور اس کا نور زرد رنگ کا ہے اور حضرت آدم علیہ السلام کے قدم مبارک کے نیچے ہے۔
لطیفِ ریح کا مقام دائیں پستان کے نیچے وسط سے دو انگل کے فاصلے پر ہے اس
نور سرخ ہے۔ اور حضرت نوح اور حضرت ابراہیم علیہما السلام کے قدم کے نیچے ہے۔

لطیفِ بسر کا مقام بائیں پستان کے مقابل سینے کی طرف دو انگل کے فاصلہ پر ہے۔ اس
کا نور سفید رنگ کا ہے۔ اور یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قدم کے نیچے ہے۔

لطیفِ خفی کا مقام دائیں پستان کے مقابل سینے کی طرف دو انگل کے فاصلہ پر ہے۔
اس کا نور سیاہ ہے۔ اور یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قدم کے نیچے ہے۔

لطیفِ اخفی کا مقام سینے کے وسط میں ہے۔ اس کا نور سبز رنگ کا ہوتا ہے۔ اور یہ خاتم
النبیین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے زیر قدم ہے۔

دایم رہے کہ اللہ تعالیٰ میں مشغول رہنے کا یہ طریقہ ہے کہ پہلے پچیس مرتبہ استغفار

کہہ کر پیران کبار کے ارواحِ طیبہ پر فاتحہ کہے۔ اور ان کے وسیلہ سے اللہ تعالیٰ سے محبت و معرفت کے فیض کی خواہش کرے اور اس شخص کی صورت، جس سے اس نے تلقین پائی ہے، بڑے ادب سے اپنے دل کے سامنے رکھے۔ اپنی صورت کو اس کی صورت خیال کر کے اسمِ ذات کے ذکر میں مشغول ہو، یا نفی اثبات کا ذکر کرے۔ مرشد کے تصور کو ذکر رابطہ کہتے ہیں۔ اور بزرگوں نے کہا ہے کہ بے رابطہ تنہا ذکر کرنے سے انسان واصل نہیں بن سکتا۔ اور فقط ذکر رابطہ با رعایتِ ادب کافی ہے۔ اس سے انسان واصل بن سکتا ہے۔

اسمِ ذات کے ذکر کا طریق یہ ہے کہ زبان کو نالو سے چسپاں کرے، تاکہ حرکت نہ کر سکے پھر بطور لطائف سے اللہ، اللہ کہے۔ اس عرصے میں اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ رکھے۔ اور دل کی نگہداشت کرے تاکہ کوئی خطرہ دل میں نہ آئے۔ اور بازگشت بھی کرے۔ اور جب حضور اور کیفیت حاصل ہو جائے تو ذکر چھوڑ کر اس میں مشغول ہو جائے۔

نفی اثبات کے ذکر کا طریق یہ ہے کہ لانا کو ناف سے کھینچ کر دماغ تک پہنچائے۔ اور اللہ کو دائیں کندھے پر لاکر اِلا اللہ کی ضرب دل پر لگائے۔ اس طریق پر کہ اس کلمے کا گذر پانچوں لطیفوں پر ہو۔ اور اس کلمے کے معنوں کا لحاظ رکھے۔ یعنی بجز ذاتِ پاک کے اور کوئی مقصود معبود نہیں۔ یہ ذکر دم کو روک کر کرتے ہیں۔ کیونکہ یہ ذکر حضرت خضر علیہ السلام نے مولانا حضرت خواجہ عبدالغنی غجدانی رحمۃ اللہ علیہ کو پانی میں غوطہ لگا کر تعلیم کیا تھا۔ کہ جس وقت سانس تنگ پڑے تو سانس کو آہستہ سے چھوڑ دے۔ لیکن ہر ایک دم میں طاق مرتبہ کہے، اس واسطے اس کو وقفِ عدمی کہتے ہیں۔ اور اگر دم کو روکنا کسی کو ضرور دے، تو اس کے لئے دم روکے بغیر بھی جائز ہے۔

بعد ازاں آنجناب رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے مراقبہ افریت یعنی اقرب الیہ من جبل الوردیہ (یعنی کوئی ذات ہم سے زیادہ قریب نہیں) کے مفہوم کو ملحوظ رکھ کر اس مرتبہ مفہوم سے فیض کا انتظار کرنا تلقین فرمایا، اور لطیفہ نفس پر کہ جس کا مقام

پیشانی ہے۔ توجہ فرمائی۔

اور یہاں سے ولایت کبریٰ کے دائرہ کی سیر و سلوک جو کہ انبیاء علیہم السلام کی ولایت ہے، اور میرا دائرہ ہے، شروع ہوتی ہے۔ اور اس دائرے میں تین دائرے اور ایک قوس شامل ہے۔ پہلے دائرہ میں یہ مراقبہ ہے کہ اس مراقبہ کا فیض لطیفہ نفس معہ عالم امر کے پانچوں لطیفوں کے حاصل ہوتا ہے۔ اور عالم امر کے لطائف کے فنار و بقار یہاں ختم ہو جاتی ہے۔ اور زبانی ذکر تہلیل ترقی بخشا ہے۔ اور عروج نزول حضور اور جذبات مقام قلب کی طرح ہوتے ہیں۔ بلکہ ہوتے ہوتے سارے بدن میں انجذاب پیدا ہوتا ہے۔ اور کیفیتیں اگرچہ قلب کی نسبت یہاں کم ہیں۔ لیکن حجب اس مقام کی نسبت میں زور ہونا ہے، تو پہلے حالات فرہوش ہو جاتے ہیں۔ اور بعد ازاں مراقبہ محبت یعنی *يُحِبُّهُ سُوْدُ يُحِبُّوْنَہ* یعنی اس ذات کی محبت کا لحاظ رکھ کر اس مرتبہ 'مقدسہ سے فیض کا انتظار کیا جاتا ہے۔ اور یہاں پر فیض کے وارد ہونے کا مقام فقط لطیفہ ہی ہے کہ اس میں اور کوئی لطیفہ شریک نہیں ہوتا۔

یہ مجھے بھی تلقین فرما کر تینوں دائروں اور قوس کی طرف توجہ فرمائی کہ ان میں سے اڑھائی دائرے تو یہی مراقبہ ہے۔ اور اس مقام پر فنار حقیقی بشرح صدر اور اسلام حقیقی نظر بدیہی اور استدالی اور کشفی ہو جاتی ہے اور تضاد و قدر پر چون دچرا نہیں کیا جاتا۔

پھر مجھے آنجناب نے اسم ظاہری کا مراقبہ تلقین فرمایا، اور اس مراقبہ کا فیض پچھلے تمام لطائف یعنی لطیفہ نفس اور عالم امر کے پانچوں لطیفوں پر آتا ہے۔ یہاں تک تو اسم ظاہری کے سیر کا مقام تھا۔ اور یہاں سے آگے اسم باطن کی سیر و سلوک، شروع ہوتی ہے۔ تو پھر آنجناب نے مجھے اسم باطن کا مراقبہ تلقین فرمایا۔ اور خاک کے سوا باقی تمام عناصر آگ ہوا پانی پر توجہ فرمائے۔ اور یہ دائرہ ولایت علیا کی سیر ہے کہ جو فرشتوں کی ولایت ہے۔ اور یہ چوتھا دائرہ ہے۔ اس مقام پر تہلیل لسانی اور نقلی نمازیں ترقی بخشتی ہیں۔ اور

عناصر ملائکہ آگ ہوا پانی کو توجہ حضور عروج اور نزول حاصل ہوتا ہے۔ اور خود پسندی تک۔ اور خواہشات اور تلوٹن مزاجی سب زائل ہو جاتے ہیں۔ کہ اس دائرے کو طے کرنے کے بعد جس میں اسم ظاہری اور اسم باطن کی بسر و سلوک ختم ہوتی ہے اور عالم قدس میں اڑنے کے لئے پر لگتے ہیں۔ گویا کہ راہ مقصود سے ابھی ایک قدم بھی طے نہیں کیا۔ اور یہاں سے اصلی مقصود کی بسر شروع ہوتی ہے، جو ذات بخت ہے۔ اور بہ کمالات نبوت کے دائرہ کی بسر ہے۔ جو پانچواں دائرہ ہے۔ یہاں پر اس ذات کا مراقبہ کیا جاتا ہے، جو تمام عبارات سے مبرا ہے۔ اور بہ بھی آبخواب نے مجھے تلقین فرمایا۔ اور عنصر خاک کی طرف توجہ فرمائی۔ اس مقام پر خاص مورد فیض ہے۔

اب خاک کا مرتبہ دیکھنا چاہئے کہ جتنا اس میں بلند مرتبہ ہوگا، اتنا ہی مقامات قرب میں اس کا درجہ بلند ہوگا۔

خاک شوتا بر آید ز گلے

کہ بجز خاک نیست منظر گلے

اس مقام پر پہلی شورش اور لولہ زائل ہو کر عریانی وصل اور لغینی مٹھنڈک حاصل ہوتی ہے کہ جہاں پر معرفت بکارت ہے اور علم جنات ہے کہ یہاں پر ادراک اور یافت و نارسائی کی علامت ہے کسی نے کیا ہی اچھا کہا ہے۔

بظر از دامن ناز او چہ ز خاکساری مارسد

نزد آں مژہ بہ بلندئی کہ نہ گورد سر مرد عارید

اور بہاں پر معارف فقط شریعتیں ہیں۔ اور بہ مقام اصل میں نوا بیلے کرام علیہم السلام کا ہے۔ لیکن تابعین کو پرورد اور وراثت سے حاصل ہونے ہیں۔ اور بہاں سے شریعت کا مرتبہ معلوم ہو سکتا ہے، کہ بہ طریقت اور حقیقت سے کس قدر بلند ہے۔ گویا شریعت کے مقابلہ میں ان دونوں کی کچھ حقیقت ہی نہیں۔ اور اس دائرے کا لفظ تمام دلائلوں سے

افضل ہے۔ کیونکہ یہاں اہمادی صفات کا پردہ کے بغیر ذاتی دائمی تجلیات کی سیر حاصل ہوتی ہے۔ اور ولایت میں صرف صفاتی تجلیات ہوتے ہیں۔ اور اگر ذاتی تجلیات ہوتی بھی ہیں تو وہ بجلی کی طرح ہوتے ہیں کہ جن کو قیام نہیں ہوتا۔

دیدار می نسائی دہرہ ہیز می کنی سے

بازار خویش و آتش مابہ سزمی کنی

کمالات ثلاثہ اور حقائق سبعہ میں لمبی قنوت سے نماز ادا کرنا اور کلام مجید کی تلاوت کرنا ترقی بخشا ہے۔ بعد ازل کمالات رسالت کا مراقبہ ہے۔ یعنی اس ذات کا لحاظ رکھ کر جو رسالت کا منشا ہے، اس مرتبہ مقدس سے فیض کا انتظار کیا جاتا ہے۔ اور یہ بھی مجھے آنجناب نے تلقین فرمایا اور وحدانی توجہات عطا فرمائیں۔ اور یہ چھٹا دائرہ ہے۔ یہاں سے لے کر سلوک کے آخر تک جو کہ معبود اور یہ صرف لاتعین ہے، سالک کی ہیئت وحدانی ہی فیض کا مورد ہے، جو کہ عالم امر کے پانچوں لطیفوں اور تزکیہ نفس اور تجلیات ہیئت جامع سے حاصل ہوتا ہے۔

اس کے بعد کمالات اولوالعزم کا مراقبہ ہے۔ یعنی اس ذات کا لحاظ رکھ کر جو کہ کمالات اولوالعزم کا منشا ہے، اس مرتبہ مقدس سے فیض کا انتظار کیا جاتا ہے۔ یہ بھی آنجناب نے مجھے تلقین فرمایا، اور ہیئت وحدانی کی توجہات فرمائیں۔ یہ ساتواں دائرہ ہے کہ ان تینوں کمالات کی نسبت یہ لطیفہ کمال ہے، اور ادراک اس کے حاصل کرنے سے قاصر ہے یہاں پر حصول ہے۔ حصول نہیں۔ اور بے کیف، ایصال ہے، کہ یہاں پر حقیقی ایصال اتباع نبی امی صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کمال درجہ صفائی وقت نسبت باطنی کے وسعت بے کیفیتی بے مزگی نامیدی اور محرومی حاصل ہوتی ہے۔

اب یہاں سے دو راہیں ایک حقائق الہیہ کی طرف اور دوسری حقائق انبیاء علیہم السلام

کی طرف۔ آنجناب نے اس بندہ کو پہلے حقائق الہیہ کی طرف توجہ فرمائی۔ اور اس ذات کا

مراقبہ جو ممکنات کا مسجود ہے۔ اور حقیقت کعبہ سے جس سے مراد ذاتِ الہی کی کبریائی اور عظمت کے سر پرٹے ہیں، اور یہ آٹھواں دائرہ ہے۔ تلمیقین فرمایا۔ اور بعد ازاں حضرت ذات کی بے چوٹی و وسعت کا مبداء جس سے مراد حقیقت قرآنی ہے تلمیقین فرما کر توجہ کی۔ اور یہ نواں دائرہ ہے۔

اور بعد ازاں حضرت ذات کی بے چوٹی و وسعت کی تلمیقین فرمائی اور توجہ کی۔ اس دائرے کو حقیقت صلوة کہتے ہیں۔ اور یہ دسواں دائرہ ہے۔

پھر ذات معبودیت صرف کا مراقبہ، جو کہ گیارہواں دائرہ ہے، تلمیقین فرمایا۔ اور یہاں قدمی سیر گم ہے۔ لیکن ہاں نظری سیر باقی ہے۔

پھر حقائق اہبار علیہم السلام کے بنے میں توجہات فرمائیں۔ پہلے اس ذات کا مراقبہ جو اپنے آپ سے انس اور محبت موانست رکھتا ہے، تلمیقین کر کے توجہ فرمائی۔ یہ بارہواں دائرہ غلت کہلاتا ہے۔ اور اسے حقیقت ابراہیمی بھی کہتے ہیں۔ کہ یہاں پر درود ابراہیمی

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ
وَ عَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ
إِنَّكَ جَمِيدٌ مُجِيدٌ

بعد ازاں اس ذات کا مراقبہ تلمیقین فرمایا، جو اپنا محبوب ہے، اور توجہات فرمائیں کہ یہ دائرہ محبت ذاتیہ کہلاتا ہے اور تیسرا ہواں دائرہ ہے۔ اور حقیقت موسوی کہلاتا ہے۔

پھر اس ذات کے مراقبہ کے لئے جو اپنا اور محبوب ہے، توجہات فرمائیں۔ اور یہ دائرہ محبت متمزجہ مجربیت کہلاتا ہے۔ اور حقیقت محمدی بھی۔ اور یہ چودھواں دائرہ ہے۔ یہاں پر یہ درود پڑھتے ہیں۔

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِهِ وَ أَصْحَابِهِ أَفْضَلَ صَلَوَاتِكَ
عَدَدَ مَعْلُومَاتِكَ وَ بَارِكْ وَسَلِّمْ كَذَلِكَ.

پھر اس ذات کا مراقبہ تلمیقین فرمایا، جو اپنا محبوب ہے، توجہات فرمائیں۔ اور یہ مجربیت

صرف حقیقت احمدی ہے۔ یہ پندرہواں دائرہ ہے۔ اس مقام پر بھی مذکورہ بالا دو مشرف پڑھتے جس سے ترقیات حاصل ہوتی ہیں۔

پھر جب صرفہ کا مراقبہ تلفین فرما کر توجہات کیں۔ اور یہ سولہواں دائرہ ہے۔ پھر لاتین مراقبہ فرما کر توجہات کیں۔ یہ سترہواں دائرہ ہے۔ یہاں سیر قدمی کوتاہ ہے۔ لیکن نظری سیر کی یہاں گنجائش ہے۔

پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کمالات الہیہ کے جامع ہیں۔

واضح رہے کہ ہمارے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم تمام کمالات الہیہ کے جامع ہیں۔ اور جو علوم اور فیض علماء اور اولیائے کرام میں رائج ہوئے، وہ سب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات کا پرتو ہیں۔ سرور کائنات کے فیض کا کمال جب صحابہ کرام کے دلوں پر چمکا، تو انہیں قرب الہی کے اعلیٰ مرتبے پر پہنچا دیا۔ یہ دائمی ذاتی تجلیات کا ظہور ہے۔

پس صحابہ کرام کو احسان، یقین، محبت و معرفت حق کا اعلیٰ درجہ بلا دنیا سے روگردانی، آخرت کا خیال رکھنا، اور سنت کی پیروی کرنا ان حضرات کی پاکیزہ عادت تھی۔ مسنون طریقہ کے موافق نماز سے خطا اٹھاتے، جو کہ مومن کا معراج ہے۔ اور قرآن پاک کا تلاوت اور اذکارِ ثورہ سے لطف اٹھاتے۔ اور ملک املاک چھوڑ کر کافروں کے ساتھ جنگ کرنے۔ اور اللہ کی راہ میں شہادت کی آرزو کرتے۔ اور دلجمعی اور اطمینان انہیں اس درجے کا حاصل تھا، کہ گویا جانور ان کے سروں پر بیٹھے ہیں۔ حضور کا کمال انہیں اس قدر حاصل تھا، کہ گویا وہ عین جمال الہی دیکھ رہے ہیں۔ اور فرمایا کرتے تھے کہ کُنَّا نَرَى اللَّهَ هَاهُنَا۔ (ہم اللہ تعالیٰ کو اسی جگہ دیکھ رہے ہیں)۔

اولیائے کرام کو خیالی شہود ہوتا ہے اور صحابہ کرام کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے قوی مشاہدہ کے انعکاس کے سبب عین مشاہدہ حاصل تھا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے۔

کہ صحابہ کرام اولیائے کرام سے افضل ہیں۔ اور یہی سبب تھا کہ انہوں نے راہ خدا میں دنیا اور آخرت دونوں کا خیال چھوڑ دیا۔ اور انہیں احسان، صفا، اور لطافت حالات کا وہ کامل مرتبہ حاصل تھا، جس کا ادراک نہیں کر سکتے۔

فتار و بقا، استغراق بے خودی، توحید و جود کی آثار اور خوارق عادات کی کثرت ان اکابر سے معمول نہیں۔

پہلے یہ کمال آنحضرت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ظاہر ہوا۔ اور اس کمال کے قائل صوفیائے کرام مثلاً حضرت مولانا ذوالنون مہرئی، مولانا بایزید بسطامی، مولانا جنید بغدادی وغیرہ وغیرہ ہوئے ہیں۔

اد ذوق شوق اور استغراق حتیٰ کہ آہ دزاری، اسرار توحیدی اور وجد اور رقص حسن و جمال ہے، اور اس کمال کا مقنا ہے۔ کم کھانا، کم سونا وغیرہ، اور شہود حق میں حیران رہنا۔ سُکر مستی، فنا اور جہان کو اللہ تعالیٰ کے وجود کا منظر جاننا، اور اس کے نوابع کو پالینا اس کمال کے معارف ہیں۔

یہ کمال اسرار قلبی کے کمال سے ہے۔ یہاں پر افعالی اور صفاتی تجلیات ظاہر ہوتے ہیں۔ اس قلبی ذوق اور شوق سے ہر طرف نور توحید کا جلوہ گر ہوا۔ اور شورش کا دلولہ گرمی اور ولی بے تابی جہان میں ظاہر ہوا۔ شور آہ دلگداز اور آہ دزاری آسمان تک پہنچ گئے۔ اور آسمان کا وجود پر ہو گیا۔ جان کو جلا دینے والی محبت کے آثار سے فرشتوں کو بھی وجد ہوا۔ عشق کے غلبات کے تجلیات کی بجلیاں مدہوشوں سے نکل کر جہان کو جلانے میں مشغول ہوئیں۔ قرار و آرام کے دخت کو جڑ سے اکھڑ پھینکا۔ اور محبت شوق اور حیرانی کے اشعار کے روح کی کیفیت ظاہر ہوئی۔

اے عجب آن عہدہ آن سوگند تو دعدہ ہائے آن لب چوں قند تو

چوں بہانہ میدہی شیدات را اے بہانے شکر لبہات را

اس گرمی و آہ و ناری اور جان کو گھٹانے والے نعروں سے فرشتے بھی سرگرداں ہیں۔ اور مقدّس بھی ان معنوں کے سمجھنے سے عاجز۔ فرشتوں کو عشقِ آدم کی آگ کی جلن کی کیا خبر۔ اور جنوں کو اس سوز گرمی کا کیا اثر۔ تعینات اور طرح طرح کے اذکار، اگر چہ وہ جوگہ ہوں۔ انہوں نے اختیار کیئے۔

سُبْحَانَ اللَّهِ عَمَّا يُصِفُونَ (پروردگار! اس سے پاک ہے جس سے وہ اُسے متصف کرتے ہیں۔)

لیکن صحابہ کرام کا طریقہ کہ وہ صفا اور احسان تھا۔ اور جس میں فقط اذکارِ مانورہ ہی داخل تھے، کم ہو گیا۔ انہیں حالاتِ قلبی کی وجہ سے ولایت کو نبوت پر فضیلت دیتے ہیں، کیونکہ ولایت میں اللہ تعالیٰ کے چہرے پر توجہ ہوتی ہے اور نبوت میں خلفت کے چہرے کی طرف۔

ولایتِ افعالی تجلیات سے فائض ہے۔

داصح رہے کہ ولایتِ افعالی و صفاتی تجلیات سے فائض ہے، اور نبوت ذاتی تجلیات سے کیونکہ نبوت والا مقامات قرب کی نہایت کو پہنچا ہوا ہوتا ہے۔ اور اُسے توجہ اور انتظار نہیں ہوتا۔ اور ولایت میں ابھی توجہ ہوتی ہے۔ جو کمال مقصود کو نہ پہنچنے کی علامت ہے۔

اللَّهُمَّ ارِنَا الْحَقَّ حَقًّا وَاهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ (اے پروردگار! ہمیں

حق دکھا، جیسا کہ حق ہے اور ہمیں سب سے راستے کی ہدایت کر۔)

یہاں سے ادیان نکل کر اس کی تابعداری کے محتاج ہیں۔ کیونکہ ابھی انہیں مقامات

نبوی حاصل کرنے باقی ہوتے ہیں۔

پھر پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ و اصحابہ وسلم کے مقدّس لطیفہ نفس کا ظہور ہوا، جس

میں کافی حصہ حضرت شاہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کو عنایت ہوا۔ بلکہ یہ کمال محض انہیں کی خاطر

ہوا۔ اس کمال کے ظہور میں توجہ اور مشاہدہ جو دل میں اللہ تعالیٰ کی طرف دوام توجہ سے حاصل ہوتی ہیں۔ اور جذبات اور واردات اور توجہات اور پرہیزگاری، شرع پر قائم رہنا، اور عمل باعزیمت کا مد نظر رہنا، کھانے پینے عادات اور عبادات میں متوسط رہنا، حضرت خواجہ صاحب کا خاصہ ہے۔ اور دعا سے دل کو فا کر اور نولانی بنانا اور غیر کے خطرات سے خالی کر دینا، کاموں کو سرانجام دینا، حضرت شاہ نقشبند قدس اللہ سرہ کا خاصہ ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے۔

توجہ قلب سے ذکر خفی کرنا، اور مرشد کی صحبت کو لازم جاننا، آپ کو بہت پسند تھا۔ مرشد ایسا ہونا چاہئے جو کسب کمالات میں کثیر الاحوال قبلہ حاجات و حالات ہو۔ اور اس میں استہلاک اور اضمحلال پائے جلتے ہوں۔ اگر ایسا نہیں ہے، تو ناقص ہے۔ اور ناقص سے کبھی کوئی کام نہیں ہو سکتا۔

جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ و اصحابہ وسلم سے شریعت ظہور پکار انسان کو بارگاہ الہی کا مقرب بنایا۔ اسی طرح حضرت خواجہ خواجگان مولانا شاہ نقشبند کے طریقے سے سیر سلوک کی کمالیت اور احوال باطنی کی سہل الحصولی سے کامیاب کیا۔ سبحان اللہ و بحمدہ یہ طریقہ باقی تمام طریقوں کی نسبت احوال باطنی کے افادہ میں کثیر النفع ہے۔ اور علماء سے مستند ہے۔

پھر پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کمال سے اللہ تعالیٰ نے مولانا حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کو کچھ حصہ عنایت فرمایا۔ حضرت مجدد صاحب کے طریقہ میں نصفیہ قلب اور لطائف عالم امر تزکیہ نفس اور استقامت بدن میں۔ جو شخص اللہ تعالیٰ سے چاہتا ہے کہ کمالات اور حقائق کی نسبت اور لطافت عنایت کرے۔ اُسے یہ طریقہ حاصل ہوتا ہے۔ اور یہ طریقہ ہر شخص کو حاصل نہیں ہوتا۔ کیونکہ ان مقامات کی بلندی اور نسبت کی کثرت بہت ہے۔ جہاں اللہ تعالیٰ چاہتا ہے، انہیں پہنچا دیتا ہے۔ اس واسطے علوم اور حالات میں اختلاف ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہو، تو اس طریقہ کے بعض درجوں کے سیر میں توجہ

وجودی اور توحید شہودی حاصل ہو جاتی ہے۔ اور پھر عنایت الہیہ و جذبات الہیہ سے ان بلند درجوں کو پہنچ جاتا ہے، جہاں پر اصرار توحید اور بے خودی اور شکر صوفیہ تک نہیں پہنچ سکتا۔

سبحان اللہ! یہ نالائق قرب اولیاء کے مراتب کے بائیں میں نظر بر کرنے کے تو لائق نہیں، لیکن محض سعادت اور افتخار کے لئے بہ چند معروف بزرگوں کے مقامات کی نسبت لکھے گئے ہیں۔

گر نذارم از شکر جز نام ہر

زاں بے خوشتر کہ اندر کام زہر

ان کمالات الہیہ کی کثرت کا بیان کس طرح ممکن ہے، جو پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلے سے امت کو حاصل ہوئے۔ ہر ایک اولیاء میں خاصیتیں ہیں۔ اور ہر ایک انسان کو قسم قسم کے نجلیات کی مہر حاصل ہے۔ صرف ان میں سے چند ایک کا ذکر کیا گیا ہے۔ واضح رہے کہ اولیاء اللہ کے طریقوں میں مولانا حضرت شاہ نقشبند کا طریقہ صحابہ کرام کے موافق ہے۔ اور اس میں صحابہ کرام کے احوال اور مقامات کافی ہیں۔ اور اس سے کامل ذوق شوق نصیب ہوتا ہے۔ حضرت خواجہ شاہ نقشبند اور آپ کے خلفاء سے عنایت پس ماندگان شامل حال ہوتی ہے۔

اس طریقہ میں علم کا دروازہ کھل جاتا ہے۔ اور طالب ہمت سے کلام کرنے لگتا ہے، ہمیں خواجہ صاحب کے ارشاد پر کامل یقین ہے۔ اور اسی ارشاد کے موافق ہم عنایت الہیہ کے بھی امیدوار ہیں۔

قرآن مجید عقائد اور اعمال کی درستی کیلئے نازل ہوا ہے۔

واضح رہے کہ قرآن مجید عقائد کے صحیح کونے، ایمانیات کے قوی کرنے اور اعمال صالحہ

اور اخلاق حسنا اور باہمی معاملات کو بخوبی سمرا انجام دینے کے لئے نازل ہوا ہے۔ اور اثر سے مؤثر کی طرف جانا، دلبلوں سے توجہ ایمانی کو قوی رکھنا، جو کچھ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لائے ہیں، اس کی تصدیق کرنا، قیامت کا خوف کرنا۔ واقعات کو تقدیر جان کر راضی ہونا اور اس کا اجر حاصل کرنا، ہمیشہ ذکر میں رہنا، جان و دل سے عادات میں احسان کے مرتبے کو لازم جانا۔ دل میں جہاد کی ہچی نیت کرنا، اور اللہ تعالیٰ کے وعدوں پر توکل قناعت تسلیم، نفولین اور اعتبار کر کے خوف اور رضا کو کام میں لا کر دوستی کے لئے تیار رہنا۔ الہی مامورات اور اکابرین کی پسند کردہ باتیں ہیں کہ جس شخص کو امور دینی میں ظاہر میں، یا باطن میں کمی ہو، وہ قصور وار ہے۔ تمام اُمت اسی طریق کے لئے مامور ہے۔

لوگوں نے کثرت، اذکار اور ریاضتوں میں مشغول رہنے کے سبب خیال میں اُسے وحدت وجودی مقرر کیا ہے۔ یہ نیت پر موقوف ہے، ان غالب مذاہب میں وہ قابل اعتبار نہیں۔ کیونکہ شرع کی بنا غیرت پر ہے۔ اور ذاتی و دائمی تجلیات کے عالی مقامات میں جس درجے پر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم پہنچے ہیں۔ حالات ان اکابر سے کچھ معلوم نہیں۔ ہم امام العلماء و محققین مولانا حضرت مجدد صاحب کا اتباع رکھتے ہیں۔ آنجناب کو جو بارگاہ الہی جو رَبِّ زِدْنِي عِلْمًا کے صادق قول کا قبول کرنے والا ہے، معارف مرحمت ہوئے۔ آپ نے عالموں اور داناؤں پر وہ معارف ظاہر کر دیئے، تقلید اور وہم کے موافق بات کرنا قابل اعتبار نہیں۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات و لکات

حضرت مولانا مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے توحید کے رسائل اپنے والد بزرگوار مولانا شیخ عبد الاحد رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا شیخ عبد القدوس سے پڑھے ہیں اور یہ معرفت حاصل کی ہے۔ اور پھر شیخ المشائخ حضرت بانی باللہ قدس اللہ سرہ کی محبت لغین

اور قربت کے یمن سے وہ معرفت عیان اور شہود میں بدل گئی۔ اور ذاتی تجلیات کا الفاظ بہت
حضرت شیخ ابن العربی رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل ہوا۔ اور اس سے معرفت کے علوم اور اہل
بیت حاصل ہوئے۔ اور ان کا یمن مغلوب ہو گیا۔

پھر عنایت الہی اور حضرت خواجہ صاحب کی توجہات سے مجھے بہت ترقیاں نصیب ہوئیں
اور مذکورہ بالا معرفت کے علاوہ اور معرفت حاصل ہوئی۔ اور وہ حضرت حق سبحانہ تعالیٰ کے
وحدت شہود اس معرفت کے اثنا میں ممکنات کے آئینوں میں غیریت باقی ہے۔ آئینہ
آفتاب کی شعاعوں سے پر ہو جاتا ہے۔ اور اس میں سورج کی ٹیکہ اور حرارت دونوں ظاہر
ہوتی ہیں۔ اور اس حالت میں کہ سورج میں ہوں تو بلحاظ فرس آفتاب کے انعکاس
اور طبقات کے کسے کاذب نہیں کر سکتے۔ لیکن پھر بھی اس میں آئینے کا وجود باقی ہے۔ یہی
آئینے کی غیریت ہے۔ معرفت اولیٰ کی آفتاب سے اتحاد کرنے سے لطیف کی سیر میں ظاہر
ہو جاتی ہے۔ اور بہجت سکر کی وجہ سے ہوتی ہے۔ اس معرفت والا سکر سے معذور ہے۔

لطائف فوقانیہ اوپر دالے کی سیر میں قلب اور معرفت ثانیہ پیش آتی ہے۔ سکر صحو سے
مبدل ہو جاتا ہے۔ پھر عنایت الہی کے جذبات سے ترقی ہوتی ہے۔ اور انبیاء علیہم السلام کے
مذاق کے موافق مغلوب ہو جاتا ہے۔ اور توجید وجودی کا جو تجلیات افعالی کے سیر میں ظاہر
ہوتی ہے، اور توجید شہودی کا جو تجلیات صفائی کی سیر میں ظاہر ہوتی ہے۔ نشان تک نہیں رہتا۔
ان معنوں سے تجلیات دائمی میں فرد گذاشت کرنے سے عبودیت، ذل عبودیت حاصل
ہوتی ہے۔

صوفیوں کے نیچلات پر کم اعتقاد کرنا، شرعی طریقے کے خلاف ہے، کہ علماء کی مقرر
کردہ اعتقادات واجبات سے ہیں۔ تاکہ یہ ٹھیک طور پر حاصل ہو جائے۔

آئینوں کے جو معانی انبیاء علیہم السلام کے مذاق کے موافق فرمائے ہیں، انہیں
غلبہ اولام کے موافق نادر سے خیالات میں ناہرگز جائز نہیں۔ وحدت شہود کو وحدت

وجودی سے مطابقت دینا اور اسے اس معرفت کے تابع بنانا۔ یہ ملکِ علمی کی قوت کسی خاص مقام سے ناشی ہوتی ہے، اور معرفت کسی اور مقام سے حاصل ہوتی ہے۔ اور حقیقت میں دونوں کبھی ایک دوسرے سے جدا نہیں ہو سکتیں۔

نوحید وجودی نو تفسیہ قلب کی سیر میں ہے اور نوحید شہودی لطائفِ فوقانی کی سیر میں حاصل ہوتی ہے۔

کہ جس شخص کو مولانا حضرت مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے طریقہ کی تمام مقامات حاصل ہوں۔ اور وجدان صحیحہ اور علم صحیح بھی اُسے حاصل ہو۔ اس کے لئے فانی اور دائمی تجلیات میں ان دونوں کا اثر تک نہیں رہنا۔ اور سولے عبودیت اور عبدیت کے کچھ حاصل نہیں ہونا۔

ظاہر ہے کہ حضرت مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے طریقہ سے محض نسبت رکھنا ہی اس طریقہ کے انوار سے مذکورہ بالا تین معارف کو نہیں پہنچا سکتا۔ ظن اور تقلید کی بات معتبر نہیں ہو سکتی۔ صوفیوں کے طریقہ کی غرض یہ ہے کہ باطنی فیض اور قلبی کیفیتیں حاصل ہو جائیں۔ اگر ایسا نہ ہو تو کسی اور جگہ بیعت کرے۔

نفل ہے کہ دین کے بزرگوں اور حق البیقین کے طالبوں نے محبت کے غلبات کے سبب ترکِ نجرید اور کثرتِ ریاضات اور اذکار کو اپنا طریقہ بنا کر ہوئے قبل ان ہوئے اور منے سے پہلے مرچاؤ کے موافق لذاتِ نفسانی سے ہاتھ اٹھایا ہے۔ اور اپنی فناء اور بقا، حق کے ذریعہ اللہ تعالیٰ جل شانہ کے اخلاق سے بڑا نفوی نخلن کر کے اس معرفت کو جو سکرِ محبت ہے حاصل کیا ہے۔ اور اس کے ثبوت میں جو انہوں نے رسالے لکھے ہیں، اور اپنے مقصود کے موافق بطورِ تاویلات آیاتِ پیش کی ہیں۔ اور اس معرفت کے سبب کہ دوست کے ساتھ ایک ہو جانا بندگی سے بہتر ہے۔ غیرتِ شوریٰ جہان میں برپا کی اور مغلوب لوگ محبوب کے دھن استہلاک کو پہنچ کر از خود رفتہ

ہو گئے۔ اور لہجوں سے اَلَا اَنَا وَاللّٰہ (میرے سوائے کوئی معبود نہیں اور فقط میں ہی معبود ہوں) پر تقویٰ کر کے ہمہ دست کے وہم سے توحید منجملہ کو رواج دیا۔

ہمارے پیر کو یہ معرفت حاصل ہے، وہ ہمارا مقتدا ہے، ہمیں اس کی پیروی کرنی لازمی ہے۔ پیر اقل جو انبیاء کا پیر اور پیشوا ہے، وہ عند اللہ منظور ہے اگر مجددیہ فوقانی لطائف پر پہنچنے والی معرفت میں مستغرق ہوا کرتی تھی۔ تو وہ مجنوں کی طرح اس خیال میں کہ اَنَا لَيْسَ لِي (میں لیلیٰ ہوں) گرفتار ہو جانے لگتی۔ اگر سیر قلب کی گرفتار نہ کرتے تھے، وہ اتحاد اور غلبت سے بریت چاہتے تھے۔ سولے معرفت معدنہ کے جو جہاں میں مشہور ہے۔ اور ہرزطنے میں موجود ہے۔ یعنی،

اَنْزَلْ تُوْنُ اَنْزَلْ تُوْنُ، تُوْنُ هِيَ تُوْنُ هِيَ
تُوْنُ هِيَ تُوْنُ، تُوْنُ هِيَ تُوْنُ هِيَ

یہ دوسرے علوم کے معارف ہیں۔ اس سے صرف عارفوں کے ارواح اور قلب مستفیض ہو سکتے ہیں۔ انبیاء علیہم السلام کے مذاق اللہم اَرِنَا الْحَقَّ حَقًّا رے پر دروگارا! مجھے حق کے موافق واقعی کیفیت دکھا۔ کہ جسے علما نہیں سمجھ سکتے۔ یہ درویشی کے لئے باعث عار اور تنگ اور سخت جیرانی اور پریشانی ہے کہ دیکھئے انجام کیا ہو۔

اللّٰهُمَّ اَحْيِنِيْ مُؤْمِنًا وَّ اَمِتْنِيْ مُؤْمِنًا وَّ اَحْشُرْنِيْ مُؤْمِنًا
(اے پروردگارا مجھے بحالت مومن زندہ رکھ اور بحالت مومن مجھے موت دے، اور میرا حشر بھی بحالت مومن کر۔)

شہنشاہ نقشبند اور مجدد الف ثانی کا طریقہ

حضرت غوث الثقلین حضرت شاہ نقشبند اور حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ

غنیم کے طریقوں کا وسیلہ ڈھونڈنا محض اس واسطے ہے کہ لوگوں کو ایمان کا ثبوت بدرجہ کمال ہو سکے۔

مصحف دیا برہ دبدہ بدوست

یا پیک اجل خندہ زماں بیرون شد

زندگی کا ما حاصل کیا ہے۔ علم دین اور باد حق سبحانہ تعالیٰ اور خدا تعالیٰ اور رسول کی محبت اور اس کے اسباب دو ہیں۔

اول علم کے موافق عمل کرنا اور دوسرا ہمیشہ ذکر میں رہنا۔ پس اپنے اوقات کو تحصیل علم اور انفاس کو یاد الہی سے آراستہ کرنا چاہئے۔ رات کے آخری حصہ سے کر اشراق کی نماز تک۔ نوبہ کرنا چاہئے۔ اور تہجد کی نماز کے بعد استغفار اور دعائے تلاوت اور ذکر میں مشغول ہونا چاہئے۔ اور دو رکعت، نماز شکر النہار اور دو رکعت استخارہ ادا کر کے کتاب کا شغل کرنا چاہئے۔ صرف و نحو کا علم حاصل کرنے کے بعد تلویح توہیح اور علم معقولہ قطبی، شرح عقائد، خیالی وغیرہ سے جتنا ہو سکے حاصل کرنا چاہئے اور علم حدیث اور تفسیر اور علم صوفیہ کی واقفیت حاصل کرنی چاہئے۔ اور کتاب کے شغل کے وقت ذکر الہی کی آگاہی اور یادداشت سے غفلت نہیں کرنے چاہئے۔

چاشت کی نماز کے بعد تھوڑی دیر سو جائیں۔ پھر زوال کے بعد اگر توفیق ہو تو چار رکعات نماز ننبی قرآن سے ادا کریں۔ اور یہی نماز ہے، جسے سحر کے وقت بھی ادا کرتے ہیں۔ پھر عصر کی نماز تک، کتاب کا شغل رکھے۔ عصر کے بعد پھر ذکر اور استغفار میں مشغول ہونا چاہئے۔ نماز شام کے نفلوں کے بعد رات کی چوتھا حصہ تک کتاب کا مطالعہ کرنا چاہئے۔

مرتبہ احسان اور یادداشت اور ہمیشہ حضرت حق کی طرف منوجہ رہنے کے حصول کے لئے اور دل کو خطرات آئندہ گزشتہ سے محفوظ رکھنے کے لئے ہند مرتبہ خیال

کی زبان سے ذکر کرنا چاہیے۔

کہ لے پروردگار! تو ہی میرا مقصود ہے، اور تو ہی میری رضا ہے۔ مجھے اپنی محبت اور معرفت عطا کر۔

کلمہ کے یہ معنی ہیں کہ اللہ کے سوا اور کوئی معبود نہیں۔

آپ فرماتے ہیں کہ ذوق و شوق کے لئے حبس دم کے ساتھ بھر متوسط مقرر ہے۔ غیروں اور جاہلوں کی صحبت کے بغیر محبت آمیز اشعار کا سنا جانا ہے۔

حاجت برآری کے لئے دو رکعت نماز نفل پڑھ کر اس کا ثواب اپنے پردوں کی ادراج کو بخشنے۔ اور ان کی ادراج مقدسہ کے وسیلے بارگاہ الہی میں التجا کرے۔ اور اپنے کام اللہ تعالیٰ کے سپرد کر کے یادداشت اور علم دین میں مشغول ہونا چاہئے۔ دنیا سے نجات پانے اور روگردانی اور موت کے لئے تیار رہنے کو اپنا شعار بنانا چاہیے۔ خدا تعالیٰ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق کو لگا کرنا اور سادات کبار کی تعظیم اور علماء و فقہار کی عزت کو لازم جاننا چاہئے کہ اپنے حق کو چھوڑ دینا چاہئے اور دوسرے کا حق ادا کرنا چاہئے۔ اور دوسرے کا حق ادا کرنا چاہئے۔

اور مرنے سے پہلے دنیا ہی سے روگردانی اور موت کی تجارح میں مشغول رہنا چاہئے۔ کثرت ذکر، توجہ اور نگہداشت اگر حاصل ہو، تو اس کی علامت حق سبحانہ تعالیٰ کی عظمت اور کبریائی سے گہرے ہوئے سمجھنا چاہئے۔ اور تقویٰ کا اصلی کام شریعت نبوی کی پیروی ہے۔ از روئے اعتقاد اخلاق اعمال اور احوال اس بات کی کوشش کی جانی چاہئے کہ ترک تجرد، توکل، تسلیم اور رضاء متابعت مصطفویٰ ملکہ اور عادت ہو جائے۔

اللہ تعالیٰ اس عمر ضائع کردہ کو اور آپ کو اس عمل کی توفیق عطا کرے۔

نقل ہے کہ صحابہ کرامؓ کی مخالفت نہیں کرنی چاہئے اور اپنے مذہب کو دوسرے

مذہب پر فضیلت نہیں دینی چاہئے۔ اور مشائخ عظام کو ایک دوسرے سے افضل خیال

نہیں کرنا چاہیے۔ اور سنتی اور شیعہ کے عقائد کا مقابلہ نہیں کرنا چاہیے۔ اور سماع نہیں سنا
چاہیے۔ کیونکہ صوفیاء کرام کی اس بارہ میں مختلف رائے ہے۔

نفل ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ و اصحابہ وسلم فرماتے ہیں کہ **الدِّينُ النَّصِيحَةُ**۔
دین نصیحت اور خیر خواہی ہے۔ اس لئے میں بھی اپنے دوستوں کو یہ وصیت کرنا ہوں
کہ اس میں سنت کی پیروی اور بدعت سے کنارہ کشی لازم ہے۔ اگرچہ وہ بدعت
مفید ہی کیوں نہ ہو۔ اس لئے وصیت کرنا ہوں کہ طریقہ علیہ نقشبندیہ رحمۃ اللہ علیہم
اور اصحاب کرام رضی اللہ عنہم کے طریقہ کی کہ بہ سنت کے موافق ہے۔

اس آیت شریف **الْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ**۔ آج تمہارے لئے
تمہارا دین میں نے کامل کر دیا کے مطابق دین منہن نے کمال پایا ہے۔ پس عقائد اعمال
اخلاق اور احوال اور درد اور ہمیشہ کی تسکین انوار اور کیفیات باطنی طالب کے باطن
پر توفیق ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے نسبت حاصل کرنے کے لئے انہیں معاملات کا
صدق جو حبیب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ و اصحابہ وسلم سے مروی ہیں کافی ہیں۔

طاعت و اعمال میں محنت شاقہ یعنی اعمال جو گریہ کی کوئی ضرورت نہیں پس یادداشت
کی نسبت حاصل کرنا لازمی ہے، جسے صحابہ کرام کے طبقہ میں مرتبہ احسان کہتے ہیں۔ اور
صوفیاء اسے ہمیشہ کی آگاہی حضور شہود اور مشاہدہ کہتے ہیں کہ جس سے دل کو اللہ تعالیٰ
کی طرف بسط پیدا ہوتی ہے۔ یہ توجہ اکثر اوقات مجمل طور پر ہوتی ہے۔ اور کبھی مفصل
ظاہر ہوتی ہے۔

چنانچہ ممکنات کا ہر ایک ذرہ شہود حق کے لئے آئینے کا کام دیتا ہے۔ جس وقت
توجہ اور آگاہی بغیر کسی اور خیال کے ہو یا قلبی کیفیتوں میں سے کوئی کیفیت پیدا
ہو، تو اس حالت کو اندراج نہایت درجہ بہت کہتے ہیں۔ اور جس وقت حضور
چھپی ہوئی توجہات کا احاطہ کرے تو پھر فوقیت حاصل ہوتی ہے۔ نسبت نقشبندیہ

سے مراد بھی یہی حضورِ مایع سمت ہے۔

حدیث شریف: بُعِثْتُ لِأَتَمِّمَ مَكَارِمَ الْأَخْلَاقِ۔ (میں اس واسطے بھیجا گیا ہوں تاکہ مکارمِ اخلاق کو پورا کروں)۔

پس سالک کو اپنے حال کی طرف دیکھنا چاہئے۔ اگر اس میں کوئی رذیلہ صفت غالب ہو تو نفسی اثبات سے اس کو دور کرنا چاہیے۔ مثلاً اگر حسد کو دور کرنا ہے، تو اس طرح سے کہے کہ لَا إِلَهَ دُنَيْهِ ہے مجھ میں حسد مگر اللہ! چند ہی روز میں ذکرِ الہی کی برکت سے حسد زائل ہو گیا۔

اسی طرح تمام بری صفتیں ذکر کے انوار سے پوشیدہ ہو جائیں گی۔ اور ممکن ہے کہ جب ذکر اور یادِ الہی تمام بدن کو ظاہر اور باطن میں گھیر لے تو خود بخود بری صفات زائل ہو جائیں گی۔

رذائل حسب ذیل ہیں:

حسد، بخل، تکبر، کینگی، مرتبے کی محبت، کبر، ربا، خود پسندی، غیر سے نفسی رکھنا، حرص، طمع، خواہش، بڑی بڑی امیدیں کرنا، فضول کلامی، پس گوئی، عیب جوئی، یعنی باتیں کرنا وغیرہ وغیرہ۔ ان سب سے پرہیز واجب ہے۔
نقل ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اخلاص سے متخلص ہونا نامور ہے۔ پس تہذیبِ اخلاص کرنی چاہیے۔ اور نیکِ اخلاص سے موصوف ہونا چاہیے۔

خلق ایک ملک ہے، جس سے نیک کام اور پسندیدہ آداب اور زائل سے پرہیز اور بغیر تکلف کے نیک اخلاق کی پابندی حاصل ہوتی ہے۔

حسن خلق حسب ذیل ہیں:

قول و فعل میں لوگوں سے دُرنا، خندہ پیشانی سے پیش آنا، اور اعلیٰ اور ادنیٰ سے بین دین اور حقوق اور ترک وغیرہ میں نرمی اور صلح کرنا، ان میں ایک حلم اور تواضع

ہے۔ بزرگوں نے فرمایا ہے کہ نظر ہمیشہ نیک کام پر رکھنی چاہیے۔ کیونکہ اللہ ہی نے ہر ایک چیز کو پیدا کیا ہے۔ اور وہی رزق دیتا ہے۔ اور وہی حفاظت کرتا ہے۔ اور اسی سے وہ قائم ہے۔ ممکنات پر نظر کرنا واجبات سے ہے۔ اور شرع کے موافق حفظ مراتب واجب ہے۔ نصیحت و شفقت گنہگار کو شفقت کی نگاہ سے دیکھنا چاہیے۔ کیونکہ وہ معذور ہے۔ اور چونکہ وہ نفس اور شیطان کے ماتھ میں گرفتار ہے۔ اس کے لئے استغفار کرنی چاہیے۔ اور توجہ کرنی چاہیے۔

خلوت میں امر معروف کے بحالنے میں قبولیت کا احتمال ہو سکتا ہے۔ موافقت، جو کام شریعت اور طریقت کے موافق ہو، اس میں رفیقوں سے موافقت کسنی چاہیے۔ اور جو ان کے برخلاف ہو اس سے کنارہ کشی لازم ہے۔ اور ہمیشہ اس بات کو مد نظر رکھنا چاہیے کہ بذریعہ احسان دلوں سے دکھ درد دور کئے جائیں۔ مدارات، لوگوں کے ساتھ نرمی سے برتاؤ کرنا، اور انہیں تنگ نہ کرنا۔ ایثار، اپنے عزیز کی خاطر کو اپنے سے مقدم سمجھنا، اور نفع پہنچانا۔ اُلفت، دوستوں سے رابطہ پیدا کرنا۔ اور جو تجھ سے قطع تعلق کرے اس سے ملنا۔ بشاشت، خندہ پیشانی سے لوگوں سے پیش آنا۔ کرم و عطا، بغیر سوال کرنے کے لوگوں کو کچھ عنایت کرنا یا بخشنا۔ مروت، پاس خاطر کرنا اور ایسی چیز سے پرہیز کرنا کہ جس سے کسی کا دل دکھے۔ اگرچہ اس میں اپنے آپ کو تکلیف ہی پہنچے۔

اگر مردی اَحْسِنُ اِلَى مَنْ اَسَاءَ
 (اگر تو مرد ہے تو جو تجھ سے بُرائی کرے، تو اس سے نیکی کر۔)
 تو دُد، تَلَطَّف، تَفَقَّد، اس بات کی جستجو کرنا، کہ کوئی شخص کس حالت میں ہے۔ اور پھر اس کی مدد کرنا، اور اس کی رعایت کرنا۔

مودت: ہمیشہ نیک آدمیوں سے محبت کرنا۔

موجود: بغیر سوال کے کسی کو بخشنا۔

عفو: کسی کے گناہ سے درگزر کرنا۔

صفحہ: کسی کو نہ جھڑکنا۔

سخا: سوال کے بعد کچھ بخشنا۔

حیا: نثرم کے سبب حضرت حق سبحانہ تعالیٰ با ملائکہ کرام علیہم السلام یا حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ و اصحابہ وسلم کے حضور میں احوال نہ عرض کر سکے یا لوگوں کو اطلاع ہو جانے کے ڈر سے کسی بُرے کام سے باز رہنا۔

وفا: وعدے کو پورا کرنا۔ اگر اس میں غیر کا فائدہ یا کسی سے ضرر رفع ہوتا ہو۔ اور وہ

خود ہو سکتا ہو، تو واجب ہے، ورنہ مستحب۔

سکینہ: حکم کے ماتحت، ہو کر تسکین رکھنا واجب ہے۔ اور رونا اور آہ و زاری اور

داؤبلا کرنا منع ہے۔ حکم الہی پر نظر رکھنے سے دل کو رضائے باقضا حاصل ہوتی ہے۔ اگرچہ تکلیف

کے سب سے آہ و زاری زبان سے نکل آتی ہے۔

وقار: سہج اور نمکین سے کام کرنا، اور احکام تقدیر کے جاری ہونے میں اطمینان

کو لازم جاننا۔

الثناء والذُّعاء: جو نعمت کسی شخص سے تجھے ملے، تو اسے حقیقی منعم یعنی اللہ

تعالیٰ کی طرف سے جان کر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کرنا فرض سمجھے۔ اگر ممکن ہو، تو اس کا نیک بدلہ دے۔

نہیں تو اس شخص کے حق میں دعا کرے۔ اَللّٰهُمَّ اجْزِہٖ عَنَّا خَيْرَ الْجَزْلِ بِہٖ۔

حُسْنِ ظَنٍّ: نیک تاویلوں سے دوسروں کی برائیوں کو نیکیاں خیال کرنا، اور اپنی

نیکیوں کو قابل قبول نہ جاننا۔

التغییر: تو اس بات کا یقین کرے کہ نفس شرارتوں کا محل ہے۔ اس سے کبھی

نیکی نہیں ہو سکتی۔ اگر نیکی کا خیال آجھی جائے تو وہ حق سبحانہ تعالیٰ سے مستعار ہے۔

استحقاق: جو تیری طرف سے ہے، اُسے عقبر سمجھنا۔ کیونکہ شاید نفس نے اس میں بد نیتی، خود پسندی غرور اور تکبر سے کہا کیا ہے۔ اور جو تیرے غبر کی طرف سے ہے، اس کو بُرا نہ سمجھنا، کیونکہ شاید اس نے اس عمل میں کسی بیک نسبت سے کام لیا ہو۔ اور شاید اسے درگاہ الہی میں بہ سبب اخلاص کے کیسا مرتبہ حاصل ہو۔

حسن رضی اللہ عنہ کی سند سے عبد اللہ ابوالحسن رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے روایت کی کہ حضرت حسنؑ کے جد بزرگوار حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے **إِنَّ أَحْسَنَ الْخَلْقِ**۔ (سب سے عمدہ خلق حسن کا خلق ہے۔)

اللہ تعالیٰ ہمیں نہیں ان اخلاق سے متعلق کرے۔ آمین۔

مقامات: اس سے یہ مراد ہے کہ بندہ جب عبادت کے لئے مستعد ہو تو اسے اپنی غفلت کی حد سے واقف ہونا چاہئے۔ کہ میں کس کام کے لئے آیا ہوں۔ اور کس قدر عمر میں نے خراب اور ضائع کر دی ہے۔

توبہ: اس سے مراد گناہوں کا چھوڑ دینا، گذشتہ سے نادم ہونا، اور آئندہ گناہ نہ کرنے کا پکا ارادہ کرنا۔

انابت: غفلت کو چھوڑ کر ذکر میں مشغول ہونا۔

ورع: مشتبہ چیزوں کو ترک کرنا۔ اس زمانے میں جو چیز مرتکب حرام ہے۔ اس کے ترک کو تقویٰ کہتے ہیں۔ شبہات نے بہت رواج پایا ہوا ہے۔ اور حلال میسر نہیں ہو سکتا۔ جس چیز میں شبہ غالب اور صریح ہو، اسے چھوڑ دینا چاہئے۔ روٹی کے ٹکڑے اور اتنے کپڑے پر قناعت کرنا چاہئے کہ جس سے سرد ہانا جاسکے۔

محاسبہ نفس: اس سے یہ مراد ہے کہ جو کچھ نفس کے لئے لازم ہے، اس کی دیکھ بھال کی جائے۔ آبا کہ جو کچھ مجھ پر واجب ہے، میں اُسے بجالانا ہوں کہ نہیں۔

اور وقت ضائع تو نہیں کر رہا۔

ارادت : آرام اور دنیاوی مرادوں کو ترک کرنا۔

زہد : حلال کو ترک کرنا اور گوشہ گیری اختیار کرنا۔ دنیا میں حلال کی طلب کرنا تو سب مسلمانوں پر فرض ہے۔ لیکن حلال کا بھی ترک کر دینا ظالمان حق کے لئے واجب ہے۔

صدق : اس سے یہ مراد ہے کہ ظاہر اور باطن میں قائم رہے۔

تبصر : مکروہات کو اختیار کرنا، اور کڑوی باتوں کو لے جانا۔

بصیر : غیظ کی طرف شکوہ کرنا اور مصیبت میں آہ و ناری۔

رضاء : بلا میں لذت حاصل کرنا۔

اخلاص : معاملات الہی سے خلق اللہ کو نکالنا۔ یعنی ان میں دخل نہ سمجھنا۔

توکل : اللہ تعالیٰ کے وعدوں یعنی ذوق محبت اور نصرت، و معیت پر

بھروسہ کرنا اور ماسوائے اللہ سے طمع اٹھالینا۔

لیکن یہ سب اللہ تعالیٰ کے دلی معاملے ہیں۔ اور حالات اذکار کی صفائی سے دل

پر اترتے ہیں۔

الْحَالُ نَازِلَةٌ تَنْزِيلٌ عَلَى الْقَلْبِ وَلَا تَدْرُومُ۔ د حال ایک اترنے

والی چیز ہے، جو دل پر اترتی ہے۔ لیکن ہمیشہ نہیں رہتی۔

ان میں سے ایک مراقبہ ہے۔

مراقبہ : اس سے یہ مراد ہے کہ یقین کی صفائی سے مبنیات کی طرف دیکھا جائے

اور ممکنات کے آئینے میں فعل الہی کے مظاہر کا مشاہدہ کیا جائے۔ کہ اس کے وسط میں

حضرت حق سبحانہ تعالیٰ کی جمالی صفات حاصل ہوتی ہیں۔ اور انتہار میں مشاہدہ

ذات حق حاصل ہوتا ہے۔ اور ہر جگہ اللہ تعالیٰ ہی جلوہ گر معلوم ہوتا ہے۔ ملائکہ کرام

اور ارجح کا دیکھنا اتنا معتبر نہیں۔

قرب : ماسوی اللہ تعالیٰ سے دل ہٹا کر ساری بہت شہود حق سبحانہ تعالیٰ میں صرف کرنا۔

محبت : مکروہات اور مرغوبات میں محبوب کی موافقت کرنا۔

رجا : اللہ تعالیٰ کے وعدوں کو سچا جاننا۔

خوف : دل کو اللہ تعالیٰ کے دہلے سے ڈرانا۔

حیا : خوشی سے دل کو روکے رکھنا۔ اس واسطے کہ قرب ان احوال کو چاہتا ہے۔

پس سالکوں میں سے بعض ایسے ہوتے ہیں کہ جو حال قرب میں حق سبحانہ تعالیٰ کی عظمت دیکھتا ہے۔ اور اس پر خوف و حیا غالب آجاتی ہے۔ اور بعض ایسے ہوتے ہیں

کہ جو حضرت حق سبحانہ تعالیٰ کا لطف اور احسان قدیم دیکھتے ہیں۔ اور ان کے دل پر محبت اور رجاء غالب آجاتی ہے۔

شوق : اس سے یہ مراد ہے کہ محبوب کے ذکر کے وقت دل کا ہلنا۔

انس : دلی آرام اور اللہ تعالیٰ سے افتقار کرنا۔ اور تمام کام اس سے طلب کرنا۔

طمہانیت : مجازی اقدار کے ماتحت اللہ تعالیٰ سے افتقار کرنا۔ اور دلی آرام

کا حاصل کرنا۔

یقین : اللہ تعالیٰ کی مواعید کی دل سے تصدیق کرنی اور شک کو دور کرنا۔

لطائف و مراقبہ کا بیان

لیکن نقش بند بہ طریقہ کے بزرگ ذکر الہی اور توجہ کے طریقہ جذب کو سلوک

پر مقدم رکھتے ہیں۔ کہ مقامات سلوک کی رعایت کے بعد مجمل وقت ذکر اور توجہ سے محو

رکھنا چاہیے۔ اور مشاہدہ، شہود اور یادداشت حاصل کرنی چاہیے۔ اور مقامات کا خلاصہ

ان کے طریقہ میں لکھا ہوا ہے کہ ولایت بغیر مقامات سلوک اور جذبہ حاصل نہیں ہو سکتی۔
حضرت مجدد صاحب علیہ الرحمۃ کے طریقے میں دسوں لطیفوں میں سے ہر ایک
لطیفہ سے مشاہدہ اور شہود حاصل ہوتا ہے۔ واضح رہے کہ ذکر میں مبداء فیاض کی طرف
توجہ رکھنا ضروری شرط ہے۔ اور نیز معنوں کا لحاظ رکھنا۔
اس لئے مراقبات کے مرتبے مقرر ہیں۔

چنانچہ لطیفہ قلبی کے مراقبہ میں مراقبہ اسم ذات کا ہوتا ہے، جو جامع جمع صفات کا
و منزه از سمات جمع نقصات ہیں۔ اور جس پر ہمارا ایمان ہے۔ پس اس مفہوم کا لحاظ
رکھ کر دل کی طرف توجہ کر کے ذکر کرنا چاہیے۔

اسم ذات کا اشارہ نفی اور اثبات میں **إِلَّا اللّٰه** کی طرف ہے: اور اسی کے مفہوم کا لحاظ
رکھنا چاہیے، یہاں تک کہ فرار پکڑ جائے، اور جس وقت اس مراقبہ میں قوت حاصل ہو
جاتی ہے، تو جمعیت کے آثار ظاہر ہونے ہیں۔ اور جذبات اور واردات آن پہنچتے ہیں،
اور ان واردات کو عدم وجود کہتے ہیں۔ اور نیز یہ واردات تو اثر سے تو اصل پر ختم ہونے
ہیں۔

پھر مراقبہ معیت ہے۔ اس میں اشارہ **إِلا اللّٰه** کی کا سے یہ ہے کہ اپنی اور نیز تمام
ممکنات کی ہستی کو حضرت حق سبحانہ تعالیٰ سے معیت دے۔ یہاں تک کہ معیت الہی بھیرت
سے جلوہ گر دکھائی دے۔ اور جو مراقبات سیر قلبی کے بعد مقرر ہیں، وہاں پر ذکر توجہ مورد فیض
اور اللّٰه اور **إِلا اللّٰه** کے اشارات اور جو کچھ کے لحاظ میں ملحوظ ہے، ضروری ہے، اور
اس کی مشغولی کا طریقہ یہ ہے کہ،

پہلے استغفار کرے۔ اور پھر منشا **رحمۃ اللّٰه علیہم** کی ارواح پر جو کہ فیض الہی کا وسیلہ
ہیں۔ فاتحہ پڑھ کر مرشد کی صورت اپنے دل کے مقابل رکھے۔ اور ذکر کی شرائط سمت صحت
الفاظ اور معنوں کا لحاظ رکھ کر اور افتقار کر کے ذکر کرے۔

اس میں حضرت حق سبحانہ تعالیٰ کے احسان کا ملاحظہ جس نے توفیق دے کر ہے ساتھ سرفراز کیا ہے، ضروری ہے۔ اور اپنے سبب اللہ تعالیٰ کے ذکر کے ناقابل خیال کر کے انکار اور عاجزی کرے۔ اور پھر جس وقت کوئی کیفیت جمعیت یا بے خودی حاصل ہو تو اسے ملحوظ رکھے۔ اور اگر حاصل نہ ہو تو پھر ذکر کرے۔ اور اسی طرح کرتا رہے۔ یہاں تک کہ وہ کیفیت ملے ہو جائے۔ اور ہمیشہ رہے۔ یہی طریقہ ہمیشہ کے حضور اور مشاہدہ سے ملتا رہتا ہے۔

اور شرائط سمیت ذکر کرنا مرشد کی صحبت سے فائدہ اٹھانا چاہئے۔ مرشد کا ادب بجا لانا چاہئے۔ اور اس کی خدمت کرنی چاہئے۔ اور جو کیفیت اور توجہ مرشد کی صحبت سے حاصل ہو اسے ملحوظ رکھنا چاہئے۔ اور اس کی غیر حاضری میں، اس کی صورت، کو بذریعہ مراقبہ دل میں محفوظ رکھنا چاہئے، جس سے یہ مطلب ہے کہ مبداء فیاض سے فیض کا انتظار لازم ہے کہ مرشد کی طرف توجہ دینے و قوف قلبی اور ذکر میں مداومت کرے۔ اور یادداشت کا ملکہ حاصل ہو جانے اور جہت فوق کی طرف توجہ نہ رہنے کے بعد اگر ساتوں لطیفوں پر با ترتیب مشغول ہو جائے اور ذکر اور توجہ سے ہر ایک لطیفہ پر مداومت کرے تو ہر ایک لطیفہ میں آگاہی یادداشت، کیفیات انوار اور اسرار عنایت الہی سے ظاہر ہوں گے۔

ایسے عزیز کی صحبت جو اس کا ہم نشین ہو، اور اس کی صحبت سے اسے توجہ اور دل کی جمعیت حاصل ہو، یادداشت کی نسبت زیادہ طاقت بخشتی ہے۔

مراقبہ معیت یعنی **وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَمَا كُنْتُمْ** روضہ نمائے ساتھ ہے، جہاں کہیں کہ تم ہو۔ یعنی تمام ممکنات کے وجود کی نفی اور حق تعالیٰ کے اثبات سے **لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ** کا کثرت، ذکر کرنے سے دقوف قلبی، ذوق شوق، استغراق، بے خودی اور آہ و ناری اور گریہ حاصل ہوتے ہیں۔ اور نیز دوسرے حالات بھی میسر ہوتے ہیں۔ اور توجہ و جدی کے اسرار لطیفہ قلبی کے سیر میں ظاہر ہوتے ہیں۔

مجنون عالمی نے اپنے مالوفات کو ترک کر کے یسلی لیلیٰ کہا، یہاں تک کہ ہر جگہ لیلیٰ کی صورت کا عکس اسے دکھائی دیا۔ اور بعد میں اس نے انا لیلیٰ (میں ہوں لیلیٰ) کہہ دیا۔

محبت کے طریقے میں ذکر کی کثرت اور اپنے مرغوبات کی ترک جسے صوفیاء نے اختیار کیا ہے، اس راہ میں پیشوا ہے۔ جب کہ مجنون نے ایک فانی چیز کے خیال میں جانہ دے دی، اور اتحاد کے غلبات کی وجہ سے اس نے اپنے اپنے محبوب کے کماں اتحاد پیدا کر لیا۔ تو ان مدعیوں پر افسوس ہے، جو نہ زائل ہونے والی محبت کا دعویٰ کرتے ہیں، اور وہ محبت ہر جگہ حسن و خوبی ہے۔ اور الہی جمال کی تجلی کا پر تو ہے۔ اس کی طلب کے لئے نہ جانفشانی کرتے ہیں۔ اور نہ اپنے مالوفات و مرغوبات کو ترک کرتے ہیں۔ افسوس صد افسوس!

توحید و جود کے ظہور سے یہ مطلب ہے کہ ممکنات کے دیکھنے اور پالنے میں عین حضرت، حق سبحانہ تعالیٰ کا وجود نظر آئے۔ اور ممکنات کے وجود ہستی مطلق کے دریا کی لہریں دکھائی دیں۔ اور غیر کے نقوش ہستی مطلق کے صفحہ پر اس طرح دکھائی دیں کہ جس طرح موم کے صفحہ پر نقش کئے ہوئے ہوتے ہیں۔ اس قسم کی دید فقط ذکر نفل عبادت، اور ریاضت کی کثرت سے حاصل ہوتی ہے۔ اور خیال اور وہم سے وہمی توحید پیدا کر لینا شرع شریف میں منع ہے۔ اس عمل کی شامت سے شریعت نبوی کی پیروی میں سستی آجاتی ہے۔ اور ممکن ہے کہ خطرناک باتوں کا بھی ارتکاب کرنے لگے۔ معاذ اللہ۔

واضح رہے کہ ایک ملحد اپنے آپ کو موحد خیال کر کے بھنگ پیا کرتا تھا۔ اور کہا کرتا تھا کہ مجھے اس کام سے کوئی مذہب نہیں روک سکتا۔ کسی بزرگ نے اس کے جواب میں کہا کہ تیرا مذہب محمدی سے مخالفت کرتا ہے۔ یہ سن کر وہ شرمندہ ہو گیا، اور

اسے کچھ جواب نہ بن آیا۔

ایسے بے ادبوں کا یہی حال ہوتا ہے کہ اپنے تئیں صلح کل اور سب مذہبوں سے ہمرنگ بنا کر اپنے گھر میں ہی بیٹھے یہ سبق دبا کرتے ہیں کہ ہمیں حق تعالیٰ کے ظہور دکھائی دیتے ہیں۔ اور ہم انہیں سنتے ہیں۔ معاذ اللہ۔

شرع شریف کا اس قسم کی بے حرمتی متقدمین میں سے تو کسی نے بھی نہیں کی۔ ہاں البتہ بندگان دین ذکر، مراقبہ اور عبادات کی کثرت کے سبب ضرور ان امرار تک پہنچے ہیں۔ اور پھر انہوں نے بہ امرار جاہلوں سے پوشیدہ رکھے ہیں۔ اگر ان سے ایسا ظہور میں آئے تو قابل اعتبار بھی ہے۔

جب ذکر اور توجہ کی کثرت سے محبت غلبہ کرتی ہے تو یہ توجید حاصل ہوتی ہے اور اس توجید سے احوال قلبی حاصل ہوتے ہیں۔ ہر لطیفے کی سیر میں ایک خاص قسم کی معرفت حاصل ہوتی ہے۔

کمالان نبوت، حقائق الیہ اور حقائق انبیاء علیہم السلام کی نسبتوں کی کیفیتیں بالکل علیحدہ علیحدہ ہیں۔ شاید یہ کسی کو یہ سب ملے ہوں۔ ہر ایک شخص کسب مرد میدان ہو سکتا ہے۔ مجھے تو صرف ان حالات پر نقوی کر لینا کافی ہے۔

گر ندارم از شکر جز نام بہر

زاں بے خوش تر اندہ کام زہر

دوست توجید وجودی لطیف قلبی کے سیر کی مقتضیات سے ہے۔ اور توجید شہودی لطف قونانی کے سیر سے حاصل ہوتے ہیں۔ اور ان دونوں کی مطابقت ان کے حاصل کئے بغیر بہت مشکل ہے۔ وہ معرفت کسی اور مقام کی ہے۔ اور وہاں پر اور ہی قسم کے حالات اور واردات پیش آتے ہیں۔ دونوں کے حال احوال، امرار دید اور ریاضت ایک دوسرے سے بالکل مختلف ہیں۔ اور جو لوگ ان کو ملا لیتے ہیں، ان پر بڑا تعجب

ہے۔ لیکن جو کچھ معرفت فرماتے ہیں تو اسے جاہل اداک نہیں کر سکتے۔

وصیت، واضح رہے کہ مولانا حضرت مجدد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خاندان کی تمام نسبتیں معہ کیفیات، حالات اور ان کے علوم جو ہر مقام حال ذوق اور امرار جدا جدا رکھتے ہیں۔ وہ اس وقت نایاب ہیں۔ یہ عالیہ نسبتیں آنجناب کے فرزند اور آپ کے بڑے بڑے خلفاء میں جلوہ گر نہیں۔ اور آنجناب کے صاحبزادہ صاحب حضرت مولانا زبیر ختم المشرق تھے۔ اور ہمارے مرشد صاحب ان بلند مقامات کے جو حضرت مجدد صاحب کے لئے مخصوص ہیں، خاتم تھے۔ اور ان دونوں بزرگواروں نے طریقہ احمدیہ کی انتہا تک سلوک کیا ہے

فیض روح القدس ارباز مدد فرماید

دیگراں ہم بکنند آنچه سیما می کرد

واضح رہے کہ سیر و سلوک کا حاصل کرنا، جو صوفیاء کا معمول ہے، وہ اللہ تعالیٰ کے رنگ سے رنگا جانا رزائل کو دور کرنا، نیک خصائل کو حاصل کرنا اور انوار اور کیفیتوں سے جو مقامات جذبہ میں پیش آتے ہیں، منور ہوتا ہے۔ اور جس شخص کو فنا اور حالات قویہ کا کوئی مرتبہ حاصل ہو گیا ہے۔ اور اس کی بشریت کو جمعیت حاصل ہو گئی ہے۔ اور حق تعالیٰ کی محبت بہ نسبت خلق کی محبت کے اس کے دل پر غالب آگئی۔ اور عمدہ پر اُسے، سلیم، رضا، توکل اور صبر کو ہم پہنچایا ہے۔ وہ بے شک اس شخص کی نسبت افضل اور اشرف ہے۔ اور جسے یہ بانی حاصل نہیں۔

اے پروردگار! جس سے تو محبت کرتا ہے اور جس سے تو راضی ہوتا ہے

وہ چیزیں ہمیں نصیب کر۔

واضح رہے کہ کیفیات کے تاریک ہو جانے اور فیض باطنی کا یہ علاج ہے، کہ

تلاوت کی جائے، اور نماز کمال خضوع اور خشوع سے ادا کی جائے۔

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم انہیں اعمال کی وجہ سے ہمیشہ خوش رہتے تھے۔ اور اوران کا یہ معمول تھا کہ قصیدوں اور اشعار کی مجلسیں منعقد کریں۔ اگر کوئی ایسا کرتا تھا، تو اسے طعنہ دیا کرتے تھے اور ملامت کیا کرتے تھے۔

نغمہ کے سننے میں صوفیوں کا اختلاف ہے۔ مولانا حضرت ابوالحسن شاذلی، اور مولانا حضرت حماد دباس سخت انکاری تھے۔ لیکن ناہم بغیر مزامبر اور مجلس منعقد کرنے کے خلوت میں محبت آمیز اشعار کے سننے میں کچھ مضائقہ نہیں خیال کرتے تھے۔ مولانا حضرت شاہ نقشبند علیہ الرحمۃ فرمایا کرتے تھے کہ نہ ہم کرتے ہیں۔ اور نہ ہم اس سے انکاری ہیں۔ اس واسطے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے یہ کام نہیں ہے۔ اور ہم بزرگوں کا انکار بھی نہیں کر سکتے۔

مولانا مجددیہ نسبت میں نغمے کے سننے کا کچھ اثر نہیں ہوتا۔ ہاں قرآن مجید کے سننے سے جو کہ حضرت مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا معمول تھا۔ دل کی صفائی اور جمعیت اس سے حاصل ہوتی ہے۔ اور بڑھتی ہے۔ اور نغمہ اور تار سے اہل قلب کو ذوق حاصل ہوتا ہے۔ اور مولانا حضرت سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین اویار رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس مبارک میں بانسری وغیرہ ہرگز استعمال نہ ہوتی تھی۔ اور کبھی اہل غفلت کا مجمع نہ ہوا تھا۔

نوابہ الفوائد اور سیرالادبیاء میں اس طرح لکھا ہے کہ ذکر جہر متوسط اور غمگین آواز سے اگر باطنی گرمی اور ذوق و شوق کے لئے کیا جائے تو کچھ مضائقہ نہیں۔ کہ جس وقت کشش دل میں پیدا ہوتی ہے بے اختیار غم اور ذکر کی آواز بلند ہو جاتی ہے۔ اس قسم کا جہر ہرگز منع نہیں۔ ذکر جہر کے لئے جس نفی اور نفی اثبات جو گرمی اور دل گدازی کے لئے مقرر کئے گئے ہیں بمنزلہ دوار ہیں، جو سستی اور کاہلی کو دور کرتی ہیں۔

حضور پر نور کے صحابہ کرام کے ساتھ عقیدہ درست رکھنا چاہیے

واقع رہے کہ سلف صالحین مثلاً حضرت مولانا غوث الثقلین اور حضرت مولانا مجدد صاحب رضی اللہ عنہما کے عقاید کی پیروی کرنی چاہیے۔ اور حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ و علی آلہ و صحابہ وسلم کے اصحاب کی شان میں اختلاف نہیں رکھنا چاہیے۔ کیونکہ جنہوں نے کامل درجہ کی تہذیب حاصل کی اور نفسانیت سے بالکل پاک ہوئے۔ اور ان واقعات میں ان کی نیت بالکل نیک تھی۔ اگر ایسا نہیں تو لازم آتا ہے کہ خیر البشر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی صحبت پاک نے اس جماعت میں جنہوں نے اپنا مال و اسباب اور جان تک خدا اور رسول کی راہ میں خرچ کر دیا، اور جن کی تعریف قرآن مجید میں جا بجا ہے، کچھ اثر نہ کیا۔ اور یہ کہ دنیاوی محبت اور مرتبے کی محبت ان کے دلوں سے نہ گئی۔

پس ہم ہماندوں کو کیا توقع ہو سکتی ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ و آلہ و صحابہ وسلم کے اخلاق، اعمال اور عقائد، خدا اور رسول کی کلام مبارک اور اہل بیت نبوت کے مناقب میں کفر اور فسق کریں۔ ایسا کرنے سے معاذ اللہ دین سے اٹھ جاتا ہے اور جو بتیں کافروں اور فاسقوں کی تھیں، ان پر کچھ اعتبار اور وثوق نہیں ہو سکتا۔

حضرت امیر اپنے وقت میں امام بحق اور حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے برحق نائب تھے کہ ان کی نسبت مخالفوں کو شبہ ہوا۔ اور وہی شبہ مصر اور شام والوں کی لعنت کا موجب ہوا۔ اور فساد برپا ہوا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین ایک تھے۔ چنانچہ رُحَبَاءُ بَيْنَهُمْ ان کی شان میں وارد ہے۔ رُحَبَاءُ صفت مشبہہ کا صیغہ ہے کہ جو ہمیشگی پر دلالت کرتا ہے۔ پس اس آیت شریف سے ان کی باہمی دوستی اور یگانگت ثابت ہو گئی۔

اور نیز اصحاب کے بارے میں وَكَلَّاءُ وَعَدَّ اللَّهُ الْحُسْنَىٰ وارد ہے۔ اور نیک

وعدہ صرف نیکیوں کے لئے ہوتا ہے۔ چونکہ ان سب کو حضرت جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پاک صحبت اور قرابت کا شرف حاصل ہونا ثابت ہے۔ اس لئے ان واقعات کی حرص نہ کرنا اور چپ رہنا واجب ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم عرب کے قبیلوں سے ماظہ درشتہ اور قرابت رکھتے تھے۔ اور آنحضرت جناب کی تلقین ان سے ثابت ہے۔ اور اس لئے سب پر فضیلت بھی آپ کی ثابت ہے۔ اور اس لئے ان اکابر کا پاس ادب لازم ہے۔ اور جن میں محبت کا غلبہ حفظ مراتب میں گواہ ہوا ہے، ایک مذہب کو دوسرے مذہب یا ایک مجتہد کو دوسرے مجتہد یا ایک طریقے کو دوسرے طریقے پر ترجیح دینے وقت فضولی کو کام میں نہیں لانا چاہیے۔ کیونکہ ان سب کی نہیں بیک تھیں۔ اور ان کا ارادہ محض سنت نبوی علیہ التمجیۃ والنشا اور رضا اللہی کی پروردی اور تحقیق کرنے کا تھا۔

کسی مسلمان کو حقیر جاننا اور جس پر نکتہ چینی کرنا، اپنے مرتبے کو زیادہ سمجھنا بالکل فضول ہے۔ اس سے بالکل کنارہ کشی کرنی چاہیے۔ بلکہ لازم ہے کہ اپنی ہستی کو عدم خیال کرے، اور کمالات کو اصل سے ہوند دے۔ اور اپنی نیکیوں کو قبولیت کے لائق خیال نہ کرے۔ اور اپنی برائیوں کو پہاڑ کی طرح اپنے سر پر سمجھے اور دوسروں کی برائیوں کو نیک ناپیل سے خیال کرنا چاہیے۔ اور فز مڑہ کے واقعات کو ارادہ اللہی کے موافق سمجھ کر چون و چرا نہیں کرنی چاہیے۔ اور نہ کسی سے بحث اور جھگڑا کرنا چاہیے۔

اس قدر جھگڑا بھی دلوں کو ناراض کر دیتا ہے کہ مخالف کے کہ بات اس طرح ہے، اور تو کہے کہ نہیں، اس طرح ہے۔ بلکہ اگر پھر وہ کہے کہ نہیں، یہ تو اس طرح ہے، تو تجھے کہنا چاہئے کہ ہاں میں تسلیم کرتا ہوں کہ ٹھیک اسی طرح ہے۔ میں غلطی پر تھا۔ صرف انہی بات کہنے سے نہ تکرار ہوگی، نہ فساد برپا ہوگا۔ اور نہ ہی دل ناراض ہوں گے۔

اور اہل معرفت کا طریقہ بھی یہی ہے۔

حضرت خواجہ گنج شکر کی خدمت میں چند درویشوں کا حاضر ہونا

منقول ہے کہ ایک دفعہ چند درویش مولانا حضرت گنج شکر قدس اللہ سرہ کی خدمت مبارک میں آئے کہ ہم آپس میں کشیدہ خاطر ہیں۔ اور آپ ہمارا قصہ سن لیں، اور فیصلہ کریں۔ آپ نے فرمایا کہ ہمیں اس بات کے سننے کا دماغ نہیں۔ تمہارا فیصلہ مولانا بد الدین اسحاق اور بابا نظام الدین کریں گے۔ پھر وہ درویش ان دونوں بزرگوں کے پاس گئے اور بیٹھ کر جس بات پر جھگڑا تھا، بیان کی۔

ایک نے دوسرے کو کہا کہ آپ نے اس مقدمہ میں بوں ارشاد فرمایا تھا۔

دوسرے نے کہا کہ آپ نے بوں فرمایا تھا۔

اہل مناہت نے بڑے حسن ادب سے کلام کیا۔ جسے سن کر سلطان المشائخ اور مولانا

بد الدین صاحب دونوں روئے۔ اور فرمایا کہ جب حالت نزاع اور ناخوشی میں تمہارے کلمات

سب ادب و تعظیم سے پر ہیں، تو خوشی کی حالت میں میں کس قدر ایک دوسرے کی رعایت کرنے

ہو گئے۔ اور انہوں نے حضرت گنج شکر کے حضور میں عرض کی کہ یہ عزیز تربیت کے لئے آئے

ہیں تاکہ درویشوں میں سخت کلامی اور خصومت نہ ہو۔

اللہ تعالیٰ بزرگوں کی تابعداری فرمائے۔

داصح رہے کہ نماز کو اول وقت میں جماعت کے ساتھ بڑی طمانبت، رکوع سجود قومہ

اور جلسہ کی رعایت سے ادا کرنی چاہیے۔ اور قومہ جلسہ بعض کے نزدیک فرض ہیں۔ اور بعض

کے نزدیک واجب۔

پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے کبھی کوئی نماز بغیر قومہ اور جلسہ کے ادا نہیں

کی۔ جو جان بوجہ ترک کرے۔ اسے پھر نماز ادا کرنی واجب ہے۔ اگر بھول کر رہ جائے تو

سجدہ سہو بجالائے۔ اور اہل سنت و جماعت کے عقائد میں یہ بات، بھی داخل ہے کہ سنت کو حقیر سمجھنا کفر ہے۔

ہر مہینے کے تین روزے رکھے۔ اور عرفہ اور عاشورے کے روزے رکھے۔ اور پندرہ ماہ شعبان کا روزہ سب حدیث سے ثابت ہے۔ اور شوال کے روزے، جن کی تعداد چھ منقول ہے۔

روزے کی حالت میں غیبت، جھوٹ، طعن، فضول کلامی سے احتیاط کرنا ضروری امر ہے۔ نہیں تو روزہ قابل ثواب نہیں ہو سکتا۔ کہ وہ احمق ہے، خواہ مخواہ جو بھوک اور پیاس کی تکلیف برداشت کرتا ہے۔ اور ان باتوں سے روزہ برباد کرتا ہے۔ بعض کے نزدیک کسی کی چغلی کرنے سے بھی روزہ فاسد ہو جاتا ہے۔ اور امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ کا یہی مذہب ہے۔ اور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر آزاری کو دوبارہ دہنو کر لینے کا حکم دیا ہے۔ کیونکہ مسہلی کی نماز قبول نہیں ہوتی۔

دافع رہے کہ توجہ اور جمعیت کی نسبت کا فائبرسی اعناد بغیر حاصل ہونا محال ہے۔ اعمال کے نور کا باطنی اطمینان پر بڑا اثر ہوتا ہے۔ باطن توجہ اور عظمت سے آراستہ اور باہر نیک اعمال اور اخلاق سے آراستہ کرنا بہت اچھی بات ہے۔ اور یہ ایک قسم کا کمال ہے۔ پس لازم ہے کہ تو بھی ان اعمال اور اخلاق کو جو آنحضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے آہ و اصحاب و سلم سے صحیح حدیثوں میں ثابت ہے لازم جانے اور ویسا ہی کرے، تاکہ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا اہلسنت کہلانے کا سخن ہو۔

فَاِنَّ الْمَحَبَّتَ لِمَنْ يُّحِبُّ يُطِيعُ

(محبت جس سے محبت کرتا ہے، اس کی تابعداری کرتا ہے۔)

حضرت شاہ نقشبند نے قرآن و حدیث کے خلاف کوئی عمل مقرر نہ کیا۔

حضرت مولانا خواجہ شاہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے طریقے میں اور اور اعمال مقرر نہیں کئے۔ بلکہ جو کچھ حدیثوں سے ثابت ہوا ہے، اسی کو حضرت جن سبحانہ تعالیٰ کے قرب و محبت کے حصول کا وسیلہ سمجھا ہے اور اسی کی پیروی کی ہے، اور تجھے بھی اسی کی پیروی کرنی چاہیے۔ اور تمام حرکات و سکنات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ و اصحابہ وسلم کی پیروی کرنی چاہیے۔ فرائض اور سنت کے ادا کرنے میں خدا تعالیٰ اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرنی چاہیے۔ کہ جو کچھ میں کر رہا ہوں، وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مجھ پر فرض ہے اور حضرت حبیب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ و اصحابہ وسلم کی پیروی کر رہا ہوں۔

مندرجہ ذیل باتوں میں بھی حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ و اصحابہ وسلم کی پیروی کرنی چاہیے۔ دوستوں کی زیارت کرنا، ایک دوسرے سے بدل لینا دینا۔ اور کھانے میں گوشت کدو، سرکہ، مٹھائی اور پینے میں دودھ اور سرد پانی اور غسل، پوشاک میں پیراہن، قمیص چادر سبز اور سرخ عمامہ جسے علمائے حنفیہ نے مفید تحقیق کیا ہے۔

یہ عبادات اتباع کی نیت سے کرنی چاہئے۔ اس سے ایمانی نور زیادہ ہوتا ہے۔ کیونکہ مندرجہ بالا سب کچھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ و اصحابہ وسلم سے ثابت ہے۔

اور نماز تہجد و اشراق و چاشت و ادبین، سنت عصر اور عشاء کی سنت کے بعد چار نفل پڑھنا۔ اور وتروں کے بعد نفلوں میں بیٹھ کر سورہ اِذَا زُلْزِلَتْ الْاَرْضُ اور قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ کا پڑھنا حدیث شریف سے ثابت ہے۔

تہجد کے وقت کے بعد قرآن مجید کی تلاوت بہتر ہے۔ اور کلمہ تہجد اور سبحان اللہ و بحمدہ ستوتاً بار اور سونے وقت درود شریف اور استغفار کا پڑھنا حدیث شریف میں وارد ہے۔

صبح شام اور سونے وقت کی تمام دعائیں جلتنی کر سکے، صبح حدیثوں سے دریافت کر کے ان پر عمل کرے۔ اور ان سب اعمال میں حضرت حبیب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی پیروی کی نیت رکھے۔

واضح رہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف باطنی توجہ رکھنا۔ اس طریقے میں معمول ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ ہمیشہ حق سبحانہ تعالیٰ سے آگاہی رہے۔ اور توجہ اور باطنی حضور کے حاصل ہو جانے کے بعد تمام افعال کا صلہ ہونا فاعل حقیقی کی طرف سے جانا چاہیے۔

تو درو گم شو وصال ایں است و بس

تو بکمالش اصلاً کمال ایں است و بس

اپنی طاقت اور قدرت کو چھوڑ کر اپنی ندبیر اور اختیار کو کارساز حقیقی کے سپرد کر دینا چاہئے۔ اور یہی مراد ہے، جیسا کہ اس مصرعہ سے ظاہر ہوتا ہے،

تو مباحش اصلاً کمال ایں است و بس

اور ہر وقت ہر کام میں حضرت رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی تابعداری کی نیت کرے۔

توجہ دو قسم کی ہے۔ پس تجھے لازم ہے کہ ان دونوں قسم کی توجہ کو اپنی زندگی کا حاصل سمجھے۔ اور ان دونوں قسم کی توجہ کو لازم جانے۔

اولیائے کرام کی تصنیفات کے مطالعہ سے محبت پیدا ہوتی ہے

جو شخص زکی اور فارغ ہو تو امر و نہی کا علم، منطق فہمی تک، علم کلام، فہم اور اصول پڑھے۔ اور علم حدیث اور علوم صوفیاء جو آداب و اخلاق اور مقامات سلوک کے بارے میں مختلف رسالے لکھے گئے ہیں، جیسا کہ حضرت یحییٰ منبری رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوبات میں مذکور ہے۔ اور دوستان حق سبحانہ تعالیٰ کے دوستوں کی سیر کی کتابیں وغیرہ پڑھنے سے تہذیب

نفس پر بڑا اثر ہوتا ہے۔ لیکن حقائق کے رسائل کے مطالعہ کی چنداں ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ جو شخص طریقہ میں کوشش، مجاہدہ اور کثرتِ ذکر کرتا ہے، اس پر اسرار اور معارف خود بخود عیاں ہو جاتے ہیں۔ اور اکثر اولیائے کرام نے زہد اور عبادتِ نافلہ کے طریقے کو لازم پکڑا ہے، اور انہیں غلباتِ احوال اور کیفیاتِ بمقدار کثیر حاصل ہوئیں پھر ہی اسرار و معارف کے بلے میں انہوں نے خاموشی اختیار کی ہے۔ اور یہ طریقہ سب سے زیادہ سلامتی والا ہے۔

مولانا حضرت مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوباتِ شریفہ کے مطالعہ سے حضرت حبیب خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی توفیق سے دل و جان کی روشنی اور معارف کی تحقیق حاصل ہوتی ہے۔

وصیت

دافع رہے کہ درویشی کا طریقہ محبت کی راہ ہے۔ اور محبت ایک جان کو جلانے والا شعلہ ہے۔ جو محبوب کے سوا سب کو جلا دیتا ہے۔ اور محبت ہمیشہ کے ذکر، خلوتِ تنہائی اور آرزوں کے ترک کرنے سے حاصل ہوتی ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے فضائل و مناقب

حضرت خواجہ صاحب باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ شیخ احمد ایک ایسا آفتاب ہے کہ ہمارے جیسے ہزاروں ستارے اس کی روشنی میں ماند ہیں۔ آج ان جیسا دنیا بھر میں کوئی نہیں۔ پہلے چند ایک شخص ان جیسے اس امت میں ہو گئے ہیں۔ اور وہ اس زمانہ میں اکمل محبوب ہیں۔ اور انہیں کے وسیلے مجھے آخر کار یہ بات معلوم ہوئی کہ توحید کا کوچہ تنگ ہے۔ شاہراہ اور ہی ہے۔

حضرت خواجہ صاحب کے خلیفے حسام الدین احمد نے پیغمبر صاحب صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم آپ کی مدح کر رہے ہیں۔ اور حضرت میر محمد نعمان نے واقعی دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ،

جو شخص شیخ احمد کا مقبول ہے، وہ ہمارا مقبول ہے۔ اور جو شیخ احمد کا مردود

ہے، وہ ہمارا بھی مردود ہے۔“

اور شیخ احمد جام رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ چار سو سال بعد ایک شخص احمد نام کا پیدا ہوگا، جس کے حق میں اللہ تعالیٰ کی عنایتوں کے آثار ظاہر ہوں گے۔ اور اس بات کو ساری خلعت دیکھے گی۔

یہ خوشخبری آپ ہی بابت دی گئی تھی۔ کیونکہ احمد جام کی وفات چھٹی صدی میں ہوئی۔ اور آپ کا ظہور ایک ہزار سات ہجری میں ہوا۔ اور اسی طرح دوسرے اکابر نے بھی آپ کے ظہور کی بشارت دی ہے۔

چنانچہ برکات احمدیہ اور حضرات القدس میں مفصل لکھا ہے، کہ آپ نین مرتبہ سرہند شریف سے حضرت خواجہ صاحب کی خدمت مبارک میں پہنچے۔

پہلی مرتبہ آپ کو دولت کمال و تکمل اور ترقی درجات اور قرب کے حصول کی بشارت دی گئی۔

دوسری مرتبہ ارشاد اور افادہ طابان کی اجازت دیکر خلافت کے خلعت عنایت فرمائے۔ اپنے اور بعض اجباب کو تربیت کے لئے آپ کے حوالے کیا۔ اور رخصت بیت فرمائی۔

تیسری مرتبہ حضرت خواجہ صاحب دوتیروں کے فاصلہ سے آپ کے استقبال کے لئے آئے۔ اور فرمایا کہ ہندوستان میں آنے کا ہم نے جس وقت ارادہ کیا تھا، تو استخارہ کرنے سے معلوم ہوا کہ ایک شہر میں سخن طرح دار طوطی میرے ہاتھ پر آ بیٹھی

ہے۔ وہ طوطی آپ ہی ہیں۔ اور جس وقت میں سرہند کے قریب پہنچا، تو واقعی میں نے دیکھا کہ مجھے کہہ رہے ہیں کہ نو قطب زمیں کے پاس ہی اترا ہے۔ اور اس کا حلیہ بھی مجھے بتایا۔ شہر میں نے بہتری دیکھ بھال کی، لیکن کوئی ایسا شخص نہ ملا۔ خدا تعالیٰ کا شکر ہے کہ آپ کی شکل و شمائل اس سے ملتی جلتی ہے۔

اور نیز میں نے دیکھا کہ ہم نے ایک بڑی مشعل آفتاب کی سی سرہند میں روشن کی ہے۔ اور اس کی روشنی سے مشرق سے لے کر مغرب تمام منور ہو گیا ہے۔ اور دمبدم اس کی روشنی نیز ہوتی جاتی ہے۔ اور لوگ اس سے اپنے اپنے چراغ روشن کرتے ہیں۔

اور نیز میں نے دیکھا کہ شہر سرہند کا جنگل انوار اور شعلوں سے روشن ہے۔ یہ سب کچھ آپ ہی کے معاملہ کا فرد خیال کرتا ہوں۔

نیز فرمایا کہ ہم نے یہ چند سال شیخی نہیں کی، بلکہ طراری اور کھیل کی دکان کی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ ایسا موتی ہمارے ہاتھ آ گیا۔

اور نیز فرمایا کہ یہ نیرا ہی عزیز الوجود بیچ تھا، جو ہم سمرقند اور بخارا سے لا کر ہندوستان کی سرزمین میں بویا۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ وہ عنایت الہی سے شجرۃ طیبۃ اصلہا ثابت و فرعہا فی السماء (پاک درخت ہے، جس کے جڑ مضبوط ہے، اور اس کی شاخ آسمان پر پہنچ گئی ہے) ظاہر ہوا۔

پھر حضرت خواجہ صاحب نے طالبوں کی تربیت آپ کے حوالے کی۔ اور آپ نے حضرت خواجہ صاحب کے رو برو ہی حلقہ کو توجہ کرنے لگے۔ اور آپ کی توجہ سے سالوں کا کام گھڑیوں میں محسوس ہوتا تھا۔ پھر حضرت خواجگان کا منصب آپ کو مسلم ہوا۔

کہتے ہیں کہ آپ کے ارشاد کا شہرہ تمام جہاں میں پھیل گیا۔ اور ہدایت کی شہرت

تمام جہان والوں میں ہو گئی۔ اور قطبیت کا ڈھول اور غوثیت کا نفاہ آپ کے نام
بجایا گیا۔ اور آپ سے ولایت کے انوار، برکات کرامات اور حرق عادات اس قدر
ظاہر ہوئے کہ نحر برد تقریر میں نہیں سما سکتے۔ اور قرب اللہ کے مقامات کا کشف
آنجناب پر اس قدر ہوا، کہ بیاں نہیں ہو سکتا۔

گروہ در گروہ خلقت جو غفلت کے بھنور میں غرق تھی۔ وہ آپ کے وسیلے
شہود اور حضور کے کنارے لگی۔ اور جہاں اہل جہاں گمراہی کے راہ گم کردہ شاہراہ
پر آ پہنچے۔ اور دور دور کے عالم فاضل چیموٹیوں اور ٹیڈیوں کی طرح آپ کی خدمت میں آئے
تھے۔ اور مشائخ وفت شیخیت کو ترک کر کے آنجناب کی صحبت کا فخر حاصل کرنے لگے۔
اور زمانہ بھر کے اولیاء آپ کی فرمانبرداری کرتے اور اس کو قرب اللہ کی سر ملندی
خیال کرنے لگے۔ اور بادشاہ اور امراء پر دانہ کی طرح غوثیت کے راہ کے کمال کی شمع
پر گرنے لگے۔ اور آپ کی صحبت مبارک میں طالبان خدا تعالیٰ کا مجمع اس قدر ہو گیا کہ
ساتوں آسمانوں کے فرشتے آپ کی برکتوں اور فیوض پر رشک کرنے لگے۔

صیت فیوض شدہ زنیساں سے بلند

فلقد در گنبد خضراء افگند

آنجناب کے تمام اعمال حدیثوں کے موافق تھے۔ اور اختیار اولیٰ عمل بعزیمت
بدعت سے کنارہ کشی کی سخت کوشش کرتے تھے۔ اور اپنے اصحاب کو اس بات
کا حکم دیتے تھے۔ اور تہجد، اشراق، ضحیٰ، فی الزوال اور اوابین کی نماز میں ٹھیک اس
طرح، جس طرح کہ حضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم سے روایت کی گئی ہے۔ بڑی
خشوع اور خضوع سے ادا کرتے تھے۔

ان نوافل نمازوں میں اول اول آپ اٹنی مرتبہ سورہ یسین شریف پڑھا کرتے تھے۔
اور پھر قرآن شریف حفظ کر کے، ان نفلوں میں اس قدر لمبی قرأت کرتے تھے کہ

غلبات میں آدھی رات سے لے کر صبح تک ہی رکعت میں کھڑے رہنے، اور خادم شور کراٹھنا کہ صبح ہو گئی ہے۔ پھر آپ دوسری رکعت چھوٹی سی ادا کر کے سلام پھیرتے۔ پھر دو گانہ کے بعد آپ مراقبہ کرتے۔ اور مراقبہ سے فارغ ہو کر سو مرتبہ استغفار اور دوسری دعائیں اور درود پڑھنے تھے۔ اور فجر کی نماز سے لے کر اشراق کی نماز تک آپ پاؤں کے ہمراہ مراقبہ کرنے، پھر گھر تشریف لاتے اور بال بچوں کا احوال پوچھتے۔ اور پھر خلوت میں تلاوت قرآن شریف کرتے۔ نماز ضحیٰ کے بعد کھانا لایا جاتا۔ تھوڑا اپنے لئے رکھ کر باقی فقیروں کو بانٹ دیتے۔

پھر دعائے ماثورہ میں مشغول رہ کر خواب، قیلولہ کرتے۔ اور نماز فی الزوال کے بعد نماز ظہر مستحب وقت میں ادا کرتے۔ حافظ قرآن سے قرآن سنتے۔ عصر اور عشاء کی پہلی سنتوں کو بہت کم ترک کرتے تھے۔ عصر کی نماز دو مثلوں کے وقت اور نماز مغرب سورج غروب ہوتے ہی اور عشا کی نماز سفیدی اور سرخی غالب ہو جانے کے بعد ادا کرتے تھے۔ اور نماز عشاء اکثر رات کی پہلی چوتھائی گزر جانے کے بعد اور فجر کی نماز اول وقت میں بڑے آداب سے ادا کرتے تھے۔ اور رکوع سجود کی تسبیحات سات سے لے کر گیارہ تک پڑھتے۔ اور تسمیع اور تحمید دونوں اکٹھے پڑھتے تھے۔

قیام بیل کے چار نفل اور وتروں کے بعد دو نفل اور بعض دفعہ وتر عشاء کے بعد اور بعض دفعہ تہجد کے ساتھ ادا کرتے۔ اور سوتے وقت سورہ تبارک، ام سجدہ، سورہ دخان اور ماثورہ دعائیں پڑھا کرتے تھے۔

اور نماز میں آپ کے احوال لی مع اللہ وقت، جعلت لی قرۃ عین فی الصلوۃ اور ارحنی یا بلال، کے مصداق تھے۔ اور کیفیات جو نماز ادا کرتے وقت باقرآن شریف سنتے وقت ہوتی تھیں، دوسرے وقتوں میں نہیں پائی جاتی تھیں، اور عصر کی نماز سے پہلے آپ طالب علموں کو سبق پڑھایا کرتے تھے۔ اور حلقہ باندھ کر

حافظ قرآن سے قرآن شریف سنا کرتے تھے۔

مریض کی بیمار پرسی بھی کیا کرتے تھے۔ اور رمضان کے آخری دس دنوں میں اعنکاف بیٹھتے تھے۔ اور ذوالحجہ کے عشرہ میں گوشہ نشینی و ذکر اور روزے آپ کا معمول تھا۔ اور عاشورہ وغیرہ کی نماز بے جماعت خلاف سنت جانتے تھے۔ ہر ایک کام استخارہ سے شروع کرتے۔ بیمار پرسی کیا کرتے تھے۔ قبروں پر بوسہ دینے سے منع کرتے تھے۔ اور اُسے اچھا خیال نہیں کرتے تھے۔ لیکن کبھی کبھی آپ نے والد بزرگوار اور پیر کی قبر پر ہاتھ پھیرا کرتے تھے۔

دعوتِ خاص کو آپ قبول فرماتے، لیکن دعوتِ عام پر نہیں جانتے تھے۔ اور مجلسِ سماع، سرود اور مولود خوانی میں آپ نہیں جایا کرتے تھے۔ اور ذکرِ جہر کو ترکِ ادب جانتے تھے۔ اور نبوت کو دلالت سے اگرچہ اس نبی کی ولایت ہو، افضل جانتے تھے۔ صحو کے غلبہ کو سکر پر ترجیح دیتے تھے۔ اور آپ کا خیال تھا کہ صحو خالص عوام کے نصب بھی ہوتا ہے۔

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو تمام اولیاء اللہ سے افضل چاہتے تھے۔ اور حنفی مذہب کو باقی مذاہب پر ترجیح دیتے تھے۔ اور ماتریدیہ کو پسند کرنے تھے۔ اور مشائخ کے طریقوں میں سے نقشبندیہ طریقے کو افضل جانتے تھے۔ اور تحصیلِ علم کو سلوکِ صوفیہ سے مقدم خیال کرتے تھے۔ اور سفر کے لئے ہفتے یا جمعرات کے دن کو اختیار کرتے تھے۔ اگرچہ سارے دنوں کو آپ سفر کے لئے بہتر سمجھتے تھے۔ کیونکہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ **الْأَيَّامُ أَيَّامُ اللَّهِ وَالْجَسَادُ عِبَادُ اللَّهِ**۔ (دن بھی اللہ کے ہیں، اور بندے بھی اللہ کے ہیں)۔

اور ماثورہ دعائیں مقررہ اوقات پر پڑھنے تھے۔ ۱۰ رمضان میں دُور دُور سے طالبِ فائدہ اٹھانے کے لئے آنے تھے۔ تراویح میں آپ قرآن شریف کا

ختم سنا کرنے تھے۔ اور زکوٰۃ میں آپ وقت کا یا صاحبِ نصاب ہونے کا انتہائی نہیں کرنے تھے۔ بلکہ حساب کے موافق اس کے واجب ہونے سے پیشتر ہی ایسے خروج کر دیتے تھے۔ اور ہمیشہ حج کا ارادہ رکھتے تھے۔

آپ کا خلق، خلقِ محمدی کے موافق تھا۔ نسیم، رضا، صبر، مجازی، قضا، سب نیک خصلتیں آپ میں پائی جاتی تھیں۔ ہر ایک شخص سے اس کے مرتبے کے لحاظ سے سلوک کرتے تھے۔ اور خلقِ خدا پر شفقت کرنے۔ ان سے بتواضع پیش آنے اور اہل حقوق کی رعایت کرنے اور صلحِ رحم میں نہایت کوشش کرتے تھے۔ اور سلام کہنے میں ہر شخص پر سبقت لے جاتے تھے۔ تقریباً ایک سو شخص عالم حافظ آپ کی خدمت عالیہ میں ہوا کرتے تھے۔ سب کو آپ کے ہاں سے کھانا ملتا تھا۔

آنجناب کی مجلس حضور اور آگاہی سے پُر تھی۔

آپ کا لباس، آسنین بھٹی ہوئی۔ قمیص اور سنت کے موافق دستار تھی۔ جمعہ اور دونوں عیدوں کے روز آپ فاخرہ لباس پہنا کرتے تھے۔ اور عادات میں بھی آپ سنت نبوی کی رعایت کرتے تھے اور ہر وقت عبادت اور طالبانِ حق کو فائدہ رسانی میں مشغول رہتے۔

آنحضرت مولانا مجدد رحمۃ اللہ علیہ اس واسطے بھٹی ہوئی آسنین والی قمیص پہنتے تھے، کہ قول و فعل میں تابعداری حضرت سرور کائنات فخر موجودات محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بجا لانے تھے۔

جیسا کہ روایت ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس ایک پھٹی پرانی گودڑی تھی۔ وہ اپنی گردن میں ڈال لی۔ اور جہاں جہاں سے بھٹی ہوئی تھی، وہ کھجور کے پتوں سے ڈھانپ لی، تاکہ بدن نشگانہ ہو۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی خدمت اقدس میں حضرت ابوبکر صدیق کے حاضر ہونے

کے پیشتر حضرت جبرائیل علیہ السلام ویسے ہی لباس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مقدس میں حاضر ہوئے۔ آنجناب فداہ، امی وابی وروحی نے پوچھا، کہ یہ کیسا لباس ہے کہ جو تم نے پہنا ہے۔ اس نے عرض کی کہ آسمان کے تمام فرشتوں کو اللہ تعالیٰ نے حکم کر دیا ہے، کہ ایسا لباس پہنو۔ اس واسطے کہ حضرت ابوبکر صدیق نے ایسا لباس پہنا ہے۔ لہٰذا میں حضرت ابوبکر صدیق بھی اسی لباس کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ و اصحابہ وسلم کی خدمت مقدس میں حاضر ہوئے۔

واہ سبحان اللہ! کہ ایسا عظیم الشان مرتبہ خداوند کریم نے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ و اصحابہ وسلم کی تابعداری کی وجہ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو عنایت کیا تھا۔

حضرت مجددِ رحمتہ اللہ علیہ کی کرامات اور خرق عادات کا بیان

سالکان الہی اور فیض نامتناہی کے طالبوں پر مخفی اور پوشیدہ نہیں ہے، کہ کوئی کرامت یا خرق عادات اللہ تعالیٰ کی محبت اور سید للانبیاء علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰت والبرکات کی تابعداری کے برابر نہیں۔ اور یہ دونوں باتیں جناب میں مزید کمال کو پہنچی ہوئی تھیں۔

سب سے بڑی کرامت اور خرق عادت یہ ہے کہ طالبوں کے باطن میں تصرف کیا جائے۔ اور فیض اور برکتوں کا ان کے باطن میں القاء کیا جائے۔ سو یہ باتیں حضور سے اس قدر ظہور میں آئیں ہیں کہ اگر لکھی جائیں تو ان کے لئے ایک دفتر چاہیے۔

ہزاروں ارادتمندوں کے دلوں کو ذاکر بنایا۔ اور سینکڑوں کو جذبات اور واردات الہیہ تک پہنچایا۔ اور بہتیروں کو اعلیٰ مقامات اور حالات تک پہنچایا۔ پوشیدہ چیزوں پر تصرف کرنا، اور غیب کی خبر دینا، یہ دونوں الہام الہی سے کئے۔ اور لوگوں کی حاجتیں

اور مشکلات آپ کی دعا سے حل ہوئیں۔ اور اکثر لوگوں کے کام آپ کی دعا سے سرانجام پانے۔ اور ان کی عقدہ کشائی ہوئی۔ بارگاہ آپ کے فرمان مبارک کے مطابق ظہور میں آیا۔ واقعی آپ اس شعر کے مصداق تھے۔

گفتہ او گفتہ اللہ بود

گر چہ از حلقوم عبد اللہ بود

آنجناب کی کرامت کا نشان کلام سراسر الہام تھا۔ اولیاء اللہ کے خوارق پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزے کا پرتو ہیں۔ بہت سے لوگوں سے آپ کو خواب میں دیکھ کر آپ سے طریقہ اخذ کیا، اور حضوری سے شرفیاب ہوئے۔ اور عالی مقامات کو پہنچ کر اپنے وطنوں کو چلے گئے۔ باوجود طالبوں کی کثرت سے ہر ایک کی طرف متوجہ ہو کر ایک مقام سے دوسرے مقام میں، اور ایک حال سے دوسرے حال میں پہنچاتے تھے۔ اور آپ کی توجہ سے سالوں کے کام دنوں میں ہو جا یا کرتے تھے۔ بہت سے بدکار اور زنا کار آپ کی توجہ کرنے سے توبہ کر کے سیدھی راہ پر آئے۔ اور بعض کافر آپ کی معمولی توجہ سے مشرف باسلام ہوئے۔

کرامت

ایک روز ایک برہمن کالوڈ کا، جو نہایت حسین اور خوبصورت تھا، آپ کی مجلس شریف میں آیا۔ سب اہل مجلس اس کی طرف متوجہ ہوئے۔ آپ نے اس پر توجہ فرمائی، تو اس نے فوراً جنجو توڑ ڈالا اور مشرف باسلام ہوا۔ اور ایمان کی خلعت پہن کر کلمہ شہادت کے زیور سے آراستہ ہوا۔ اور حسن کو اسلامی نور سے چلا دے کر اٹھا۔

بنشیں باگدایاں کہ ہر کس بنشست

بایں طائف شاہے شدہ برخاست

کرامت

مولوی کرامت اللہ صاحب جو آپ کے خادم تھے، ایک روز بسلی کے درد سے سخت لاچار ہوئے۔ آنجناب نے اپنا دست مبارک بسلی پر رکھا۔ اور دعا کی، تو مولوی صاحب کو فوراً آرام ہو گیا۔

کرامت

ایک دفعہ آپ نے چلتی کشتی پر توجہ فرمائی تو وہ ٹھہر گئی۔

کرامت

آنجناب کے بڑے دوست میاں احمد فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں تجارت کے لئے جا رہا تھا کہ اٹلے راہ میں جنگل میں میں نے آنجناب کو دیکھا کہ تشریف لاکر میری بھلی کے پاس کھڑے ہو کر مجھے فرماتے ہیں کہ بھلی کو تیز کر لو، اور دوڑاؤ۔ اور اس قافلے سے جدا ہو جاؤ۔ کیونکہ ڈاکو اس قافلے کو لوٹ لیں گے۔ یہ بات فرما کر نظر سے غائب ہو گئے۔ اور میں بھلی دوڑا کر قافلے سے الگ ہو گیا۔ قضار النبی سے سارے قافلے کو لٹیروں نے لوٹ لیا۔ اور میں خیر و عافیت سے منزل مفسود پر پہنچ گیا۔

کرامت

آپ کے مخلص میاں زلف شاہ ادائل حال میں جب کہ آپ کی خدمت سے مشرف نہ ہوئے تھے۔ آنجناب کا نام سن کر اپنے وطن سے بیعت کا ارادہ کر کے روانہ ہوئے۔ راستے میں ایک سیاہی میں راستہ بھول گئے۔ اتفاقاً ایک بزرگ نے میاں زلف شاہ کا ہاتھ پکڑ کر سیدھے راہ پر لاکر لے لیا۔ میاں زلف شاہ نے اس بزرگ سے نام پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ میں وہی شخص ہوں، جس کی توجہ اور بیعت کے لئے تو جا رہا ہے۔ دو مرتبہ زلف شاہ کے ساتھ ایسا واقعہ پیش آیا۔

کرامت

ایک مرتبہ آپ کے چند خلیفے ددر کی راہ سے آپ کی خدمت میں آ رہے تھے، اٹانے راہ

میں انہوں نے کہا کہ آنجناب کا معمول ہے کہ آپ کی قدمبوسی کرنے وقت کچھ بطور تبرک عنایت فرمایا کرتے ہیں۔ ایک نے کہا کہ مجھے اس مرتبہ مصیبت کی خواہش ہے۔ دوسرے نے کہا کہ میں کلاہ چاہتا ہوں۔ تیسرے نے کہا، میں عصا چاہتا ہوں۔ جب آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے، تو آپ نے ہر ایک کو حسب منشا چیزیں عنایت فرمائیں۔

ایسے واقعات آنجناب سے بار بار ظہور میں آئے۔ اور خطرات قلبی کے موافق ارشاد

فرمایا کرتے تھے:

کرامت

ایک روز حکیم نامدار خان کی بیمار پرسی کے لئے تشریف لے گئے تھے۔ وہ مریض جان کنی کی حالت میں آنکھیں بند کئے بے ہوش پڑا تھا۔ اس کے رشتہ داروں نے آپ سے سلب مرض کے لئے التماس کی۔ آنجناب نے ایک لمحہ اس کی طرف توجہ فرمائی، تو اس نے ہوش میں آکر آنکھیں کھولیں۔ اور بہت سی باتیں عرض کیں۔ جو نہی آپ نے قدم گھر سے باہر رکھا، اسی وقت مر گیا۔

کرامت

ایک سوداگر کابل سے ہندوستان آ رہا تھا۔ دریائے اٹک میں اس کا اونٹ موعہ اسباب کے عرق ہو گیا۔ اس نے کہا کہ اگر اونٹ موعہ اسباب کے پنج نکلے، تو میں ایک روٹی آپ کی نیاز دوں گا۔ حکم الہی سے وہ اونٹ، دریا سے سلامت باہر نکل آیا۔ جب وہ سوداگر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا، اور واقعہ بیان کیا، تو آپ نے پوچھا کہ کیا تو نے نیاز دی تھی۔

کرامت

میاں احمد یار کے چچا کو بادشاہ نے روپیوں کے عوض قید کر دیا۔ اس لئے میاں احمد یار صاحب روتے ہوئے آنجناب کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوئے۔ آنجناب نے فرمایا کہ

تم تھوٹے سے آدمی جمع ہو کر قلعہ میں جاؤ۔ اور اسے چھڑا لاؤ۔ مہاں احمد یار نے عرض کی کہ قلعے کے دروازے پر چوکی بیٹھی ہے۔ اور پلٹن کے سپاہی نگہبانی کر رہے ہیں۔ ہم کس طرح سے آجاسکتے ہیں۔ آپ نے فرمایا، نہیں اس سے کیا واسطہ۔ تم مہرے کہنے کے مطابق عمل کرو۔ جب وہ گئے، تو پھرے والوں میں سے کسی نے انہیں نہ دیکھا، کہ کون آدمی ہیں۔ اور کہاں جا رہے ہیں۔ آخر اسے قید سے چھڑا لائے۔ اور کسی نے بھی نہ روکا۔

کرامت

مولوی فضل امام کا لڑکا بیمار ہوا۔ اس نے خواب میں دیکھا کہ آنجناب شریف لائے ہیں۔ اور کوئی چیز پلائی ہے۔ جب صبح ہوئی، تو اسے شفاء حاصل ہو گئی۔ اور آنجناب کی خدمت عالیہ میں کچھ روپے لے کر حاضر ہوا۔ آپ نے پوچھا کہ یہ کیا ہے۔ اس نے عرض کی کہ شکرانہ ہے۔

کرامت

ایک شخص نے آپ کی خدمت میں عرض کی کہ میرا لڑکا دو مہینے سے گم ہے۔ آپ توجہ فرمائیں کہ آجائے۔ آپ نے فرمایا کہ تیرا بیٹا تو تیرے گھر میں ہے۔ وہ شخص بہت حیران ہوا، کہ ابھی تو میں گھر سے آ رہا ہوں۔ اس وقت تو نہیں تھا۔ آنجناب نے فرمایا، کہ گھر میں ہے۔ عرض آپ کے فرمان مبارک کے مطابق جب وہ گھر پہنچا تو اپنے لڑکے کو گھر میں بیٹھا پایا۔

کرامت

ایک عورت نے آکر عرض کی کہ میرا لڑکا سپاہ میں نوکر تھا۔ نوکر ہی چھوڑ، لنگوٹی باندھ مانگ ہو گیا ہے۔ اور بھنگ پینا ہے۔ آنجناب نے فرمایا کہ بیٹھ جا۔ جب وہ بیٹھ گئی، تو ذکر کے تمام لطیفے اس کے جاری ہو گئے۔ پھر اس کے بیٹے کی طرف توجہ کی۔

تو وہ بھی منگ پن چھوڑ کر راہِ راست پر آگیا۔

کرامت

غریب اللہ نام سقا، آپ کے ذہیر سائہ آپ کا ہم سایہ تھا۔ ایک روز ماہ سے تپ کے اس کی حالت نزع کی سی ہو گئی۔ آخر اس کے رشتہ داروں نے آنجناب سے التماس کی۔ آپ تشریف لے گئے۔ اور نوجہ فرمائی کہ وہ عنایت الہی سے بالکل تندرست ہو گیا۔ اسی طرح کی بے شمار کرامات آپ کی ہیں۔

حضرت شاہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کے مختصر حالات

سلطان الاولیاء بریلوان الاصفیاء مجدد شریعت و طریقت خواجہ خواجہ گامام الطریقہ دردمند دلوں کے مرہم حضرت مولانا خواجہ بہاؤ الحق والدین حضرت شاہ نقشبند رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات درج کئے جاتے ہیں۔

آپ کی ولادت ماہ محرم الحرام ۱۰۸۸ھ کو ہوئی۔ اور اکثر اولیاء اللہ نے آپ کی پیدائش سے پیشتر ہی آپ کے ظہور کی خوشخبری دی تھی۔ چنانچہ حکیم ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی پیدائش سے پہلے دو سال فرمایا تھا، کہ عنقریب بخارا سے ایک محبوب الہی پیدا ہوگا۔ اور بلوچہ خاندان سے حضرت خواجہ محمد اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی ولادت سے تیس سال پہلے اپنے ایک طالب کو فرمایا تھا، کہ تیرا حصہ حضرت خواجہ بہاؤ الدین رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ہے۔ عنقریب ہی اس کے انوار و اسرار اور حالات جہان میں پھیل جائیں گے۔ ایک اور طالب الہی نے کسی اولیاء اللہ کی مزار پر جا کر عرض کی کہ مجھے کسی مرشد کا پتہ دیا جائے تو صاحب مزار نے فرمایا کہ حضرت بہاؤ الدین نقشبند قدس اللہ سرہ کے ظہور کا وقت اب قریب ہے۔ تجھے دہاں سے باطنی فیض حاصل ہوگا۔

آنحضرت خواجہ محمد بابا سماسی قدس اللہ سرہ نے آپ کی پیدائش سے پیشتر ہی

خوشخبری دی تھی۔ چنانچہ جب کہیں خواجہ صاحب کا گذر قصر ہندواں کی طرف ہوتا، تو آپ فرماتے کہ عنقریب ہی قصر عارفان بن جائے گا۔ کیونکہ اس مقام سے ایک مرد کی خوشبو میرے دماغ میں آتی ہے۔

جب حضرت خواجہ صاحب پیدا ہوئے تو حضرت خواجہ محمد بابا سماسی قدس اللہ سرہ نے فرمایا کہ اب وہ خوشبو زیادہ ہو گئی ہے۔ شاید وہ مرد پیدا ہو گیا ہے۔ آپ کے جد بزرگوار آپ حضرت خواجہ محمد بابا سماسی کے پاس سے گئے۔ خواجہ صاحب نے فرمایا کہ یہ میرا فرزند ہے۔ مجھے مدت سے دلایت کی خوشبو آرہی تھی۔ پھر حضرت سید امیر کلال قدس اللہ سرہ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ میرے بیٹے بہاؤ الدین کی تربیت میں دیرینہ ذکر نما۔ حضرت سید امیر نے ویسا ہی کیا۔

جب حضرت خواجہ صاحب قدس اللہ سرہ کی عمر چھ سال کی ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ یہ ہماری گائے سفید پیشانی والا بچھڑا جنے گی، چنانچہ چند مہینوں کے ویسا ہی بچھڑا پیدا ہوا۔

ظاہر میں تو حضرت سید امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ سے تعلیم اور طریقہ حاصل کیا، اور حقیقت میں روحانیت اور اولیت کا طریقہ حضرت خواجہ عبدالحق بخجدانی رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کیا۔ اور انہیں سے باطنی فیض اور برکتیں حاصل کیں۔

حضرت سید امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو فرمایا کہ میں نے اپنے پیر بزرگوار کے وصیت کے مطابق تمہاری تربیت تو کی ہے، لیکن تمہاری استعداد اس سے بہت اعلیٰ واقع ہوئی ہے۔ اس واسطے کہ جن سے تمہیں باطنی فیض حاصل ہو سکے کر لو۔ حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جب یہ بات سنی تو توقف میں پڑ گئے۔ پھر حضرت سید امیر کلال نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی مرضی اسی طرح ہے۔

پس حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت فتح بخش اور خلیل آقا

کی خدمت میں جا کر باطنی فیض حاصل کیا۔ اور بارہ سال خلیل آقا کی خدمت میں رہے اور دو دفعہ انہیں کے ہمراہ حجاز کے سفر کو گئے۔ اور حضرت فسخ شیخ سے بہت سی توفیقات حاصل کیں۔ حضرت فتح شیخ نے فرمایا کہ طلب کی آگ اور شوق کا شعلہ جو بہاؤ الدین کے سینے میں بھڑکایا گیا ہے، بخارا کی سرزمین میں شاید کسی کو عطا ہوا ہو۔

حضرت خواجہ صاحب قدس اللہ سرہ حضرت فتح شیخ کے احوال میں لکھتے ہیں کہ جب آپ کے انتقال کا وقت نزدیک پہنچا، تو آپ اس وقت بالکل صحیح و سالم تھے۔ آپ نے حکم دیا کہ قبر کھودو۔ اور کفن لاؤ، اور پانی گرم کرو۔ اور کسی نے آپ سے یہ نہ پوچھا کہ یہ نجیز و تکفین کس کی ہے۔ پھر آپ چند آدمیوں کے ہمراہ ذکر حبر میں مشغول ہوئے، اور ذکر شہود کی کیفیت میں ہی جان بحق تسلیم کی۔

حضرت مولانا خواجہ شاہ نقشبند قدس اللہ سرہ فرماتے ہیں کہ ایک روز میں نے جناب الہی میں عرض کی کہ اے پروردگار! اپنی محبت کے دریا میں سے، جو تو نے اپنے دوستوں کو عنایت کیا ہے، اس میں سے ایک قطرہ مجھے بھی عنایت کر۔ آواز آئی کہ لے کم ہمت! تو ہم سے ایک قطرہ طلب کرتا ہے، اور ہم تجھے دریا ہی عنایت کرنا چاہتے ہیں۔ یہ سن کر میں نے اپنے رخسار پر ٹھانچہ مارا، کہ جس کا اثر چند روز تک رہا۔

اور نیز فرمایا کہ جہاں پر مولانا حضرت بایزید کی نگاہ پہنچی ہے، اگر وہاں پر بہاؤ الدین کا قدم نہ پہنچ جائے، تو بہاؤ الدین پر خدا کی محبت خدا کرے، حرام ہو۔

سبحان اللہ! کیا ہی اعلیٰ مقامات اور طاقتور جذبات تھے، کہ جو آپ کو حاصل تھے کسی اور کو کم ہی ایسے مقامات اور جذبات نصیب ہوئے ہوں گے۔

سکہ کہ بریتر ببطحا زدند نوبت آخر بہ بخارا زدند

از خط آل سکہ نہ شہرہ مند جز دل بے نقش شہ نقشبند

ایں گوہر پاک نہ ہر جا بود معدن آل خاک بخارا بود

اڈل د آخسر ہر منستی ز آخسر او جلیب نما تھی
 اور آپ کے نقش بند کے نام سے مشہور ہونے کی یہ وجہ ہے کہ آپ کے آباء کرام
 میں سے کوئی قالین بنا کر تاکھا۔ اور اس میں نقش بنایا کرنا تھا۔ اور دوسری وجہ یہ
 ہے کہ جب حضرت خواجہ بابا سماسی قدس اللہ سرہ نے آپ کی تربیت حضرت خواجہ
 سید امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ کے سپرد کی تو فرمایا کہ بہاؤ الدین کا نقش باندھ۔ اس
 واسطے آپ نقش بند کے نام سے مشہور ہوئے۔

بعض کہتے ہیں کہ جو شخص حضرت خواجہ سید امیر کلال قدس اللہ سرہ کی خدمت عالیہ
 میں جانا تھا، اس کے دل پر فیضانِ الہی کا نقش بندھ جاتا۔ اس واسطے آپ کو
 نَقْشَبَنْد کہتے تھے۔

اور بعض یہ کہتے ہیں کہ چونکہ آپ طالبوں کو اسمِ آدِلّہ کا تصور صوبری دل
 پر تلقین فرماتے تھے۔ اس سبب سے آپ نقش بند کے نام سے مشہور ہوئے۔

اور نیز اس واسطے کہ آپ طالب کے دل سے تھوڑی توجہ سے غیر کا نقش مٹا
 دیتے تھے، اس لئے بھی آپ اس نام سے موسوم ہوئے۔

اور آپ کی ایک توجہ سے طالبوں کے دلوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ حاصل ہو جاتی
 تھی، اور چند ہی روز میں باطنی حالات کے غلبے کی وجہ سے کڑواہٹ اور مٹھاس میں نمیزنہ
 کر سکتے تھے۔ اور آپ کی توجہ کا ثمرہ سارے اسلامی شہروں میں ہو گیا۔ اور آپ کی دعا کی
 قبولیت نے چاروں طرف جہان میں نقارہ بجا دیا۔ اور جو کرامات اور خوارق عادات ظہور
 میں آئیں، شاید ہی کسی اور سے ظاہر ہوئی ہیں۔

طیب حاذق حضرت امام بنعصر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات

آنجناب کی کنیت ابو عبد اللہ اور لقب صادق ہے۔ کہ آپ دین و مذہب کے امام اور

شریعت و طریقت کے ہادی ہیں۔ اور صاحب شوق کے راہنما و اصحاب ذوق کے پیشوا اور زاہدوں کے پیش رو اور عابدوں کے سردار، حقائق الہی اور تفسیر قرآنی و لطائف کے مصنف اور تمام علوم کے جامع ہیں۔ اور سلسلہ نقشبندیہ کے امام تھے، اور اکثر طرق عالیہ کے مدار المہام تھے، اور حضرت مولانا امام اعظم ابو حنیفہ کوفی صوفی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی صحبت سے مشرف ہو کر بیعت کی اور باطنی فیض حاصل کئے۔ چنانچہ حضرت امام صاحب فرماتے ہیں،

لَوْلَا السَّنَنَان لَهَلَكَ النَّعْمَان

(اگر نعمان کی دو سال کی عمر نہ ہوتی (جو امام جعفر صادق کے ہاں گذاری تھی) تو نعمان سے

ہلاک ہو جاتا۔)

کہتے ہیں کہ آنجناب نے امام اعظم صاحب سے پوچھا، کہ عقلمند کون ہے؟
آپ نے فرمایا کہ جو خیر و شر میں تمیز کرے۔

آنجناب نے فرمایا کہ خیر و شر میں تو چوبائے بھی تمیز کر سکتے ہیں۔ بلکہ عقلمند وہ ہے کہ جو
دو خیروں اور دو شرروں میں تمیز کر سکے، تاکہ دو نیکیوں میں سے جو اچھی ہو اسے اختیار کرے،
اور دو شرروں سے جو خراب ہوئے، اسے چھوڑ دے۔

اور نیز آنجناب نے امام صاحب سے پوچھا کہ نماز کی چابی اور اس کا افتتاح اور استفتاح

کیا ہے؟

امام صاحب نے فرمایا کہ نماز کی چابی وضو ہے، اور افتتاح تکبیر اولیٰ اور استفتاح

رو بقیلہ ہونا اور سبحانک اللہم پڑھنا ہے۔

اور آنجناب کی تمام کرامتوں میں سے ایک یہ ہے کہ حکم الہی کے مطابق مردہ گائے

زندہ گائے بن گئی۔

آپ کی ولادت مدینہ سکینہ میں ۳۵ھ کو ہوئی، اور ۶۸ھ سال کی عمر میں ۱۴۸ھ کو

رحلت فرمائی، اور جہاں پر آپ کے والد ماجد، دادا بزرگوار صاحبان کے مقبرے تھے، وہیں

مدفون ہوئے۔

آنجناب کی تاریخ وفات لفظ "ناصح" سے نکلنی ہے۔

اور آنجناب کا سلسلہ طریقت حضرت امام قاسم بن محمد بن ابوبکر سے، کہ جو حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی طرف سے امیر المؤمنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے۔

آپ کے والد ماجد کا اسم مبارک حضرت امام باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے۔

حضرت یوسف ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ کے مختصر حالات

آنجناب کی کنیت ابو یعقوب تھی۔ اٹھارہ سال کی عمر تک اپنے ظاہری علوم کی تحصیل کر کے وعظ کرنا شروع کیا۔ آپ حنفی المذہب تھے۔ اور ارادت کا خرقہ حضرت مولانا شیخ بوعلی فارمدی سے پہن کر فیض باطن اخذ کیے، اور خلافت کا مرتبہ حاصل کر کے ساٹھ سال سے زیادہ شبخی اور ارشاد کے سجادہ پر بیٹھے۔

آپ مقبول عوام تھے اور مدت تک آپ نے کوہ آذر میں خلوت اختیار کی۔ اور خلوت کی اثناء میں آپ صرف جمعہ کے روز باہر نکلتے۔ آپ اپنے زمانہ کے غوث اور امام تھے۔ اور پانچویں صدی کے مجدد اور صاحب حالات روشن اور کرامات ظاہرہ تھے۔ بغداد، اصفہان، خراسان، سمرقند اور بخارا میں آپ لوگوں کو ہدایت کرتے رہے۔ منقول ہے کہ حضرت غوث اعظم مولانا شیخ سلطان سپید محمد عبدالقادر الجیلانی قدس اللہ سرہ اور ابن سقا آپ کی زیارت کے لئے گئے۔ راستے میں انہیں ایک شخص ملا، جس نے پوچھا کہ کہاں جاتے ہو۔ انہوں نے فرمایا کہ ہم فلاں غوثِ وقت کی ملاقات کو جاتے ہیں۔ تو اس شخص نے کہا کہ چلو میں بھی آپ کے ہمراہ آزمائش کے لئے چلتا ہوں۔ اگر وہ صاحب کشف ہوگا تو میرے دل کی بات بتا دے گا۔

تینوں آپ کی خدمت میں گئے، تو آپ نے حضرت شیخ عبدالقادر الجیلانی رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ آپ عنقریب ہی منبر پر چڑھ کر قَدْحِيْ هَذِهِ عَلَى رَقَبَةِ كُلِّ وَلِيِّ اللّٰهِ۔ کہیں گے۔ اور اس سقے کو فرمایا کہ تیرا خاتمہ بایمان ہوگا۔ اور اس تیسرے شخص کو فرمایا کہ کانوں تک دُیَا میں غرق رہے گا۔

جس طرح سے آپ نے فرمایا تھا، ٹھیک ٹھیک ویسا ہی وقوع میں آیا۔ یعنی مولانا حضرت غوث الاعظم نے وہی کیا۔ اور سقے کا خاتمہ بایمان ہوا۔ اور تیسرا شخص ایک عورت کے عشق میں مبتلا ہو کر دنیا میں غرق ہوا۔ نزع کے وقت اس شخص سے لوگوں نے پوچھا کہ تو مسلمان تھا، عالم تھا، کیا اس وقت اسلام کی بابت تجھ کو کچھ یاد ہے۔ اس نے کہا کہ مجھے قرآن یاد تھا، وہ نوسب بھول گیا ہے۔ مگر ایک آیت مجھے یاد ہے اور وہ یہ ہے،

رَبِّمَا يُوَدُّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْ كَانُوا مُسْلِمِينَ۔ (وہ لوگ جو کفر کرتے ہیں بسا اوقات اس بات کی خواہش کرتے ہیں کہ کاش وہ مسلمان ہوتے۔)

معاذ اللہ! اولیاء اللہ کی آزمائش اس طرح کی ہوتی ہے۔

آپ نقشبندی ہیں۔ اور آپ کی ولادت ۱۲۴۵ھ میں ہوئی۔ اور وفات ۱۳۲۵ھ میں واقع ہوئی۔ آپ کا مزار مبارک مرد میں ہے۔ اور آپ کی تاریخ وفات شجرہ طیبہ حسب مدارج قدسی بود سے نکلتی ہے۔ اور دوسرے قول کے موافق تاریخ وفات کَانَ اِمَامَ الْعِرْفَانِ ہے۔

چنانچہ رحلت کے وقت اپنے اصحاب میں سے چار شخصوں کو جو ارشاد کے مرتبے کو پہنچ چکے تھے، خلافت اور نیابت عطا فرمائی۔ یعنی حضرت مولانا خواجہ عبدالخالق بغدادی اور خواجہ عبداللہ برقی اور خواجہ حسن اندانی اور خواجہ یسوی رحمۃ اللہ علیہم کو۔ اور آپ کی تاریخ وفات مولوی غلام محی الدین صاحب کنجائی نے اس طرح پرکھی ہے۔

سال تاریخ خواجہ ہمدان گفت دل بہ عزیز مہر جہاں

حضرت مولانا خواجہ عبید اللہ احراری رحمۃ اللہ علیہ کے مختصر حالات

مقربوں اور ابراروں کے سردنر اور ادیبانے کبار کے مفسر حضرت مولانا خواجہ ناصر الدین عبید اللہ احراری رضی اللہ عنہ کے حالات ذکر کئے جاتے ہیں کہ آپ قطب وقت اور سابقہ صدی کے مجدد تھے۔ اور فاروقی نسب حنفی المذہب اور نقشبندی مشرب کے تھے۔ آپ کو تین سال کی عمر میں حضور حق حاصل تھا۔ فرماتے تھے کہ لوگ کس طرح گناہ میں آلودہ ہو جاتے ہیں۔ اس واسطے کہ آپ جانتے تھے کہ میری طرح سب کو حضرت حق کی حضوری حاصل ہے۔

نقشبندیہ نسبت اپنے حضرت مولانا یعقوب چرخمی قدس اللہ سرہ کی خدمت سے حاصل کی تھی، اور خلافت کا مرتبہ حاصل کیا تھا۔ اور نیز دوسرے مشائخ سے بھی صحبت کا فیض حاصل کیا تھا۔ اور توحید و جود کی نسبت اپنے آباء و اجداد سے حاصل کی۔ اور آپ اعجازِ روزگار تھے۔ آپ کی ریاضتیں اور عبادتیں بیان سے باہر ہیں۔ اور کرامات اور خرق عادات بے شمار ہیں۔ اور آپ نے چالیس سال تک عشاء کے حضور سے صبح کی نماز ادا کی۔

ایک روز آپ نے آنحضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ و اصحابہ وسلم پاک کو خواب میں دیکھا، کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ و اصحابہ وسلم فرماتے ہیں کہ مجھے اپنے کندھوں پر اٹھا کر اس پہاڑ پر لے چل۔ میں نے ویسا ہی کیا۔

واقعی شریعت اور طریقت کی نرقبان، آپ کے دپلے سے جہان میں پھیل گئیں۔ اور مشرق سے مغرب تک تمام جہان آپ کی نسبت سے بڑ ہو گیا۔ اگر مخدوم اعظمی کی نسبت شور و حرارت سے بڑ ہے، تو بھی انہیں کی طرف سے ہے۔ اور اگر ابو العلابہ طریقہ ہے، کہ جس میں طاقت اور زور سے چلا جاتا ہے، تو وہ بھی انہیں کی طرف سے ہے۔ اگر نعمت باقوت ہے کہ حضور اود یادداشت کمال نقوی اور طہارت سے ہے تو بھی ان کی طرف سے ہے۔

آپ فرماتے ہیں کہ ہمیں شریعت کو رواج دینے اور بدعت کی نوہن کرنے کا حکم ہوا ہے۔
اگر میں لوگوں کو مرید کروں، تو کوئی شخص بھی دنیا میں کسی کامرید ہونے کے لئے نہ پے۔
آپ کی کرامتوں میں سے ایک یہ ہے کہ ایک روز جنگل میں آفتاب چھپنے کے وقت آپ
نے سورج کی طرف توجہ کی، تو آفتاب حرکت کرنے سے ٹھہم گیا۔ اور جب آپ گھر پہنچ گئے
تو ایک ہی دفعہ چھپ گیا اور اندھیرا چھا گیا۔

آپ کے دنیاوی اسباب اور کارخانہ بہت تھا۔ چنانچہ گھوڑوں کی میخیں سونے چاندی
کی تھیں۔ لیکن ان سے تعلق ایک بال بھر بھی نہ تھا۔ چنانچہ آپ فرماتے تھے کہ یہ میخیں مٹی میں
گاڑی جاتی ہیں، نہ کہ عارف کے دل میں۔

مولانا جامی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں سے

جو فقر اندہ لباس شاہی آمد

بہ تدبیر عبید اللہی آمد،

آپ نے سوموار کی رات شام اور عشاء کی درمیانی رات، ربیع الاول کی آخری
تاریخ ۱۹۵۷ء کو اس جہان فانی سے رحلت فرمائی۔ آپ کا مزار مبارک سمرقند میں ہے۔
اور آنجناب کی تاریخ وفات اس عبارت سے نکلتی ہے۔

(تامع فلاح بدعت، بودا)

حضرت خواجہ محمد پارسا رحمۃ اللہ علیہ کے مختصر حالات

آپ محدث عالم حافظ محقق عارف حنفی المذہب زمانہ کے عارفوں کے خلاصہ محققان
دقت کے پیش رو اور حضرت نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کے دوسرے خلیفہ تھے۔ آپ صاحب
تصانیف بھی تھے۔ چنانچہ تفسیر فصل الخطاب، تحقیقات فصول سترہ وغیرہ آپ کی تصنیفات
ہیں۔ آپ کا ام شریف محمد ہے۔

ایک روز آپ کے والد بزرگوار حضرت خواجہ صاحب آئے اور لونڈی سے پوچھا کہ دروازے پر کون ہے؟ اس نے کہا کہ پارسا منتظر کھڑا ہے۔ حضرت خواجہ صاحب نے باہر آ کر دیکھا تو آپ کھڑے ہیں۔ فرمایا، تم پارسا ہو۔ چنانچہ اسی روز سے آپ اسی لقب سے مشہور ہو گئے۔

آپ عشاء کی نماز سے لے کر صبح تک عصا پکڑے کھڑے ہو کر حالات اور کیفیات میں غرق رہتے تھے۔

مسجد بناتے وقت حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے سب کو دوپہر کے وقت بند کرنے کے لئے اجازت دی تھی۔ بانی لوگ تو نکلے ماند سے ہو کر دوپہر کو آرام کرتے لیکن آپ ہاتھ پاؤں مٹی سے آلودہ دھوپ میں مرافقہ کرتے۔

خواجہ صاحب آپ کے پاؤں پر سر رکھ کر جناب الہی میں دعا مانگتے کہ اے پروردگار! اس پارسا جوان کو بدولت بہاؤ الدین، رحم کر۔

خواجہ صاحب فرمایا کرتے تھے کہ جو کچھ پارسا کہتا ہے، اللہ تعالیٰ وہی کرتا ہے۔ لیکن پارسا اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی ہے۔ اور اس کے خلاف کچھ نہیں کہتا۔ اور قرب الہی کے جو مراتب ہمیں بارگاہ الہی سے حاصل ہوئے تھے، وہ سب پارسا نے حاصل کئے۔ ہماری ظہور سے مقصود محمد کا تھا۔

اور ایک روز خواجہ صاحب نے حوض میں غوطہ لگا کر آپ کے مبارک پاؤں پر سر رکھ ہی دعا کی۔

آپ کی وفات بدھ کے روز ۲۳ ذی قعدہ ۸۲۲ھ کو ہوئی۔ آپ کا مزار مبارک مدینہ بڑ سکینہ میں حضرت عباس کے مرقد منور کے قریب سفید پتھر کا بنا ہوا ہے۔ آپ کی تاریخ وفات ان الفاظ سے نکلتی ہے۔

(اجابت داعی فرمود)

غزلِ فراقیہ

داغوں سے باغیاں ہے بستیاں سرائے دل
 کجا ہی بے خزاں بہار ہے گلچیں فضائے دل
 مرجائے بھول کر نہ کسی سے لگائے دل
 یارب کسی بشر کا کسی پر نہ آئے دل
 قسمت سے نقش پائے صنم کو چو پائے دل
 سو جان سے فدا ہو وہیں کہ لوٹ جائے دل
 لوٹا جو کوئی یار سے ہوں گا فدائے دل
 سینے کا آپ مجھ سے اگر باجرا لے دل
 بزمیں وہ گل جو تے نو گل ہو قبائے دل
 بوسہ وہاں یار کالے منہ کی کھائے دل
 دیکھے نظر دل آئے ہی عین خطائے دل
 ناصح خطائے معاف کسی پر نہ آئے دل
 وسعت یہ ہے کہ کون مکان تک نہ سکائے دل
 درماں ہے درد ہے غم جاناں ودائے دل
 دل میں ندائے غم ہے تو غم میں صدائے دل
 دلدار کام کرنی ہے آہ رسائے دل
 ناداں نہ دل شکستوں کی لے بددعائے دل

آنکھیں بھی رو کے پھوٹ گئیں دیکھ لا علاج

شامل رہا نہ درد میں کوئی سولے دل

حمدِ باری تعالیٰ

حمد اس خدا کی لے فنا کہ جس نے روشن کر دیا
 مصباح دل الوار سے ایمان کے ہر گردید کا
 پیدا کیا جس نے جہان کو قائم کئے ہفت آسمان
 بہ دیکھا عجب بہ ہمارا شہد ہے عقل انبیا

گردوں منور کر دیا جس نے کو اکب کو لگا
 بے مثل ہے وہ بے چوں بے نشاں ہے وہ بے چرا
 پہنچے کہاں ادراک ہی تا کنہ ذات کبریا
 سمجھو کہ ہے ایمان ددیں یہ بات بے رب ریہا
 پڑھ اس کو نوبہ جہد وجد وحدت سے ہوتا آشنا
 نے جسم رکھتا ہے نہ جی جو سمجھو اس سے ہے ورا
 خارج کیے ظلمات سے روز آفتاب پر ضیا
 سردار جملہ مرسلین خیر رسولے انبیا
 وہ مقصدائے مرسلان وہ تاجدار علی آتی
 در اصفیا، درج عطا، بحر سخا، کانہ و نارا
 از جسد والا مرتبت یعنی وہی بعد از خدا
 یعنی نہ چھوڑو ہاتھ سے بک لمحہ ذیل اتقیاء
 دن رات میں نہ مت رہو یک وقت بے یاد خدا
 جانے کہا دکھلائے گا ڈرنے رہو اس سے خدا
 پل پر چلیں گے چال کہا رکھتے ہیں بار جرمہا
 امید رحمت کی کرو چھوڑو یہ سب حرص ہوا
 نیت خدا کی ہو رہے ہر کام ہونے سے بے ریا
 بطلان شخصی ہے بری نازل پیغمبر پر ہوا
 بدعت سے بھاگو مومنو! یہ ضال ہے سرتابیا
 احمد امام مرسلان محبوب ذات کبریا
 یعنی محمد مصطفیٰ صلی علیہ وسلم علی

بے مثل ہے ذات خدا گردوں مثال اس کی کہا
 جس نے بنایا کون و مکان وہ کون ہے اے مومنان
 وہ خالق افلاک ہے ہر عیب سے وہ پاک ہے
 کوئی شریک اس کا نہیں وہ ایک ہی ہے بالیقین
 قل هو اللہ احد ہے وصف اللہ الصمد
 نے ضد نہ ند اس کا کوئی، والد دل سے وہ بری
 ہو جو ورد اس ذات سے جو دن نکلے رات سے
 بہرا احمد سار دین، محبوب رب العالمین
 وہ راہنمائے گمراہاں، وہ پیشوائے عساکراں
 شمس الضحیٰ، بد الدجی، نور العلیٰ فیض الہدیٰ
 مہر سپہ معرفت از بس کہ عالی منزلت
 بعد از ثناء و نعت کے اے مومنو سمجھو اے
 اپنے گناہوں سے ڈرو، حق نے کہا جو وہ کرو
 روز قیامت آئے گا، آفات سر پر لائے گا
 مرتے ہوئے حال کیا، قبر میں حوال کیا
 توبہ کرو توبہ کرو، تمہارے خدا سے نہ ڈرو
 خالص خدا کے واسطے، طاعت عبادت کیجئے
 احسن کلاموں کا اجماع قرآن کو سمجھو سبھی
 مسنون ہونے کے کام جو اس کو سدا کرتے رہو
 دست راست ہو درود، بیکراں برسید پیغمبران
 دست چپ ہو جو تجلیات خدا پر پیشوائے انبیاء

تحفہ درود پاک کا بھیجو پیغمبر بر سبھی
کل انبیاء و مرسلین کل اصفیاء و صادقین
رحمت سے تیرے پر ضیاء یارت رہیں چوں سما
یارب منور کیجئے انوار سے قرآن کے
رافت سے رحمت سے تیرے مہر و سخاوت سے تیرے
ان سے رکھو سب التجا تا ہر دم سے حاصل مدعا
کل عارفین و دوصلین کل مومنان باصف
کو مرتبہ ان کا بڑا اور دین بڑھے ان سے سدا
اور سب مسلمانوں کو دے تُوں مَنْ یہ اس کی ہے ضیاء
بخشش عنایت سے تیرے آباد ہے عالم سدا

تحقق تو جو آد ہے، عالم جو یہ آباد ہے

تیری یہ سب امداد ہے اے خالق ہر دو سرا

مولود شریف

الصلوات اے مہرِ چرخِ ابتداء
الصلوات اے مقبل درگاہِ ربوبہ
الصلوات اے سرورِ عالی صفات
الصلوات اے مستغیثین راغیبات
الصلوات اے مومنان را اہتمام
الصلوات اے جان و جسم در روح و روح
الصلوات اے قصورت عرش کاخ
الصلوات اے سائرِ چرخِ کبود!
الصلوات اے بادِ لعلت بس لذیذ
الصلوات اے سرورِ خیر البشر
الصلوات اے سیدِ عالی تمیز
الصلوات اے نام تو فریاد رس
الصلوات اے نور ذاتِ کبریا
الصلوات اے خلقِ عالم را سبب
الصلوات اے بادشاہِ شش جہات
الصلوات اے سترِ فریائے غراث
الصلوات اے مومنان را احتیاج
الصلوات اے کان الطافِ فتوح
الصلوات اے از نخیلت سدرِ شاخ
الصلوات اے زائرِ نور و رود
الصلوات اے حبِ توبہ از بنید
الصلوات اے کانِ خبر و دفعِ شر
الصلوات اے حق تعالیٰ را عزیز
الصلوات اے کام تو عفو است و بس

الصلوات اے بے نور شد قاش قاش	الصلوات اے ہر سرز قاش
الصلوات اے محرم خاص اخص	الصلوات اے مہبط آیات نص
الصلوات اے ثانی جمد مرض	الصلوات اے شاہ جہر ہم عرض
الصلوات اے عاشقان ما اہلساط	الصلوات اے شاہدنا الصراط
الصلوات اے معطی ہرار وخط	الصلوات اے کاشف انوار وخط
الصلوات اے نور اللہ السميع	الصلوات اے منظر متر بدیع
الصلوات اے از توجان راصد فروغ	الصلوات اے ماحی شرک و دروغ
الصلوات اے در عرفان راصد ف	الصلوات اے در احسان را شرف
الصلوات اے نور از تا پار بفرق	الصلوات اے بادشاہ غرب و شرق
الصلوات اے باعث مخر فلک	الصلوات اے سرور جن و ملک
الصلوات اے ساتی آب زلال	الصلوات اے منبع خیر و کمال
الصلوات اے شافع جمد امم	الصلوات اے دافع جسم و سقم
الصلوات اے رحمۃ للعالمین	الصلوات اے قطب افلاک و زمین
الصلوات اے انبیاء را پیش رو	الصلوات اے نور کان جسم تو
الصلوات اے مطلع قبض الہ	الصلوات اے نور بخش مہر و ماہ
الصلوات اے پیشوئے انبیاء	الصلوات اے راہنہائے اولیاء
الصلوات اے فخر جہد عالمی	الصلوات اے البطمی و ہاشمی

صد صلوة و صد سلام لایزال

باد بر تو یا رسول زد الجلال

السلام اے افضل پیغمبران	السلام اے اکرم ہر دو جہاں
السلام اے لعل کان عز و جود	السلام اے لبسش در وجود

السلام اے لجز فیض ہڈے
 السلام اے ہادی گم گشتگان
 السلام اے مصطفیٰ و محبتی
 السلام اے صاحب لطف و عطاء
 السلام اے لولوئے بحرِ کرم
 السلام اے عالمِ علمِ قدیم
 السلام اے لبّ حُسنِ کائنات
 السلام اے یاد تو آرامِ جاں
 السلام اے منبعِ علم و حکم
 السلام اے حُبت تو جانِ جہاں
 السلام اے مخزنِ اسرارِ حق
 السلام اے دافعِ کرب و بلا
 السلام اے باعثِ ایجادِ خَلق
 السلام اے علینِ فیضِ لم یزل
 السلام اے درد تو دارئے ما
 السلام اے دُرِّ دریائے صفا
 السلام اے عابدِ حقِ تے نظیر
 السلام اے لوہِ مکنونِ غیب
 السلام اے مہبطِ فیضِ رحیم
 السلام اے لجز نورِ خدا
 السلام اے ہوشِ انزائے رطل
 السلام اے مالکِ ہر دوسرے
 السلام اے صاحبِ علم و حیا
 السلام اے لجز فیضِ قدم
 السلام اے عارفِ سرِّ کریم
 السلام اے موجِ خوبی ہائے ذات
 السلام اے سیرِ فرمائے جہاں
 السلام اے جو دمنشائے کرم
 السلام اے حامدِ تودر جہاں
 السلام اے معدنِ انوارِ حق
 السلام اے داروئیِ اسقامِ ماہ
 السلام اے بہرِ نو بنیادِ خلق
 السلام اے عارفِ حقِ بے بدل
 السلام اے وارِ تو دارِ الشفا
 السلام اے داروئے اہلِ وفا
 السلام اے حاکمِ حکمِ تدبیر
 السلام اے لایحِ ہر ترزِ عیب
 السلام اے موردِ سرِّ کریم
 السلام اے کحلِ چشمِ گروِ تو
 السلام اے کانِ راحتِ دردِ تو

عورتوں کی بیعت کا بیان

در بیان آنکہ عورتوں کی بیعت کی نسبت شرائط مقررہ بیان کی جاتی ہیں، کہ جن کی نسبت خداوند کریم اپنے حبیب حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خبر دیتا ہے:

قَوْلُهُ تَعَالَى: يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا جَاءَكَ الْمُؤْمِنَاتُ يَبَايِعْنَكَ عَلَىٰ أَنْ لَا يُشْرِكْنَ بِاللَّهِ وَلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِينَ وَلَا يَقْتُلْنَ أَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَأْتِينَ بِمُهْتَابٍ يَفْتَرِينَهُ بَيْنَ أَيْدِيهِنَّ وَأَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعْصِينَكَ فِي مَعْرُوفٍ فَبَايِعْهُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللَّهُ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝

ترجمہ: اے پیغمبر! جس وقت برے نزدیک مومن عورتیں آویں یعنی مسلمان کر تیرے ساتھ بیعت کریں اور تو ان کو ان شرائط کے ساتھ بیعت کر کہ خدا پاک کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرے۔ اور نہ چوری کرے۔ اور نہ زنا کرے۔ اور نہ ناحق خون نہ کرے۔ اور نہ بناوٹی بات کے نزدیک نہ آوے کہ وہ بناوٹی بات کہ جس کو تم نے خود بنا یا ہو۔ یعنی سخف دروغ۔ اور نافرمانی نہ کر دامر معروف میں نیکی کے ساتھ۔ پس اے محمد! ان عورتوں کی بیعت کر ان شرائط کے ساتھ۔ اور ان عورتوں کے لئے طلب بخشش کر اپنے پروردگار سے۔ تحقیق خداوند کریم تمہاری گنہگاروں کو بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے ساتھ توبہ کے۔

مفسروں نے اس آیت شریفہ کا شان نزول اس طرح سے بیان کیا ہے کہ جس وقت حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ و اصحابہ وسلم نے مکہ معظمہ کو فتح کر کے مردوں کو بیعت کرنے سے فارغ ہوئے تو عورتوں میں بھی بیعت کی محبت کرنی ہوئی آئیں۔ اور آنحضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئیں۔ تو پھر خداوند کریم نے اپنے حبیب حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو بذریعہ حضرت وحی جبریل علیہ السلام کے خبر دی کہ اے محمد! جو یہ عورتیں تیرے پاس بیعت ہونے کے واسطے آئی ہیں۔ اگر یہ عورتیں ان چھ

شرائط کے ساتھ اقرار کریں، تو پھر تم ان کو بیعت کرو۔ اور ان کے ماضی کے گناہوں کے لئے طلب بخشش کرو۔ اپنے پروردگار سے، اس واسطے کہ تیرا پروردگار بخشنے والا ہے گا ہوں کو، جو کہ ان شرائط کے ساتھ نوحید کے تبرے ساتھ بیعت کرتی ہیں۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ پیغمبر خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عورتوں کو بیعت کرتے تھے، یعنی بطور واعظ فعلی سے بالکل منع کرتے تھے۔

قَوْلُهُ تَعَالَى: إِذَا جَاءَكُمْ الْمُؤْمِنَاتُ مَهَاجِرَاتٍ.....
 حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي
 ابْنُ شَهَابٍ عَنْ عَمِّهِ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخْبَرْتُهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 كَانَ يَمْتَحِنُ مَنْ هَاجَرَ إِلَيْهِ مِنَ الْمُؤْمِنَاتِ بِهَذِهِ آيَةِ بِقَوْلِ
 اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا جَاءَكَ الْمُؤْمِنَاتُ يُبَايِعُنَكَ إِلَى قَوْلِهِ
 غُفُورٌ رَحِيمٌ قَالَ عُرْوَةُ قَالَتْ عَائِشَةُ فَمَنْ أَقْرَبَ بِهَذِهِ الشَّرَاطِطِ مِنَ
 الْمُؤْمِنَاتِ قَالَ لَهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ بَايَعْتُكَ كَلَامًا
 وَلَا وَاللَّهِ مَا مَسَّتْ يَدُكَ يَدَ امْرَأَةٍ قَطُّ فِي الْمُبَايَعَةِ مَا يَبَايِعُونَ
 إِلَّا بِقَوْلِهِ قَدْ بَايَعْتُكَ عَلَى ذَلِكَ تَابِعَهُ يُونُسُ وَمَعَهُ وَعَبْدُ
 الرَّحْمَنِ ابْنُ إِسْحَاقَ عَنْ الزُّهْرِيِّ وَقَالَ إِسْحَاقُ ابْنُ رَاشِدٍ عَنْ
 الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ وَعَمْرَةَ إِذَا جَاءَكَ الْمُؤْمِنَاتُ مَهَاجِرَاتٍ.

ترجمہ: کی تفسیر ہم سے اسحاق ابن منصور نے بیان کیا، کہا ہم سے یعقوب بن ابراہیم نے، کہا ہم سے ابن شہاب کے بھتیجے نے انہوں نے اپنے چچا ابن شہاب سے کہا مجھ کو عروہ نے خبر دی، ان کو حضرت عائشہ ام المؤمنین نے، انہوں نے کہا کہ جو عورتیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ہجرت کر کے آئیں، آپ اس آیت کے موافق

ان کا امتحان لینے۔ بَايَهُمَا الذَّبِيُّ اِذَا جَاءَكَ الْمُؤْمِنَاتُ يُبَايِعُنَكَ اِلَى الْاٰخِرَةِ
 غَفُورٌ رَّحِيْمٌ“ عروہ نے کہا کہ حضرت عائشہ کہتی تھیں، پھر جو مسلمان عورتیں
 ان شرطوں کو قبول کر نہیں، جو اس آیت میں مذکور ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسے
 زبان مبارک سے فرمادینے کہ میں نے تجھ سے بیعت کی۔ خدا کی قسم! آپ کا ہاتھ مبارک بیعت
 لینے میں کسی عورت کے ہاتھ سے مس نہیں ہوا۔ آپ عورتوں سے بیعت کے وقت صرف زبان
 مبارک سے فرمادینے کہ میں نے تم سے اس بات پر بیعت لے لی۔ زہریؒ کے بھتیجے کی
 یونسؒ اور معمرؒ اور عبدالرحمنؒ بن اسحاق نے زہری سے روایت کرنے میں متابعت کی۔ اور
 اسحاق راشد نے کہا زہری سے، انہوں نے عروہ اور عمر سے صحیح بخاری اور حاشیہ والی
 صحیح کی بیان کرنے میں کہا۔

آنحضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پاک ان عورتوں کو جانچتے تھے کہ وہ خدا اور
 رسول کی رضامندی کے لئے نکلی ہیں یا لڑجھگڑ کر چلی آئی ہیں۔
 اب ام عطیہ کی جو حدیث میں ہے کہ آپ نے گھر کے باہر سے ہاتھ دراز کیا اور ہم نے
 گھر کے اندر سے — اس سے بھی مصافحہ ثابت نہیں ہوتا۔
 اسی طرح ایک اور روایت میں ہے کہ ایک عورت نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا —
 تو اس سے بھی مصافحہ کا ثبوت نہیں ملتا ہے۔

اور ابو ذر نے مراہیل میں شعبے سے نکالا کہ آپ نے ایک چادر ہاتھ پر رکھی،
 اور فرمایا کہ میں عورتوں سے مصافحہ نہیں کرتا ہوں۔
 ان حدیثوں کو دیکھ کر بھی جو مرشد عورتوں کو مرید کرتے وقت ان سے ہاتھ ملائے،
 وہ بدعتی اور مخالف حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم ہے۔ اسی طرح جو
 مرشد غیر محرم عورتوں مریدنیوں کو بے ستر اپنے پاس آنے دے، مثلاً سزا در سبہ کھوے
 ہوئے، تو وہ مرشد نہیں، بلکہ مفضل یعنی گمراہ کرنے والا شیطان کا بھائی ہے۔

قوله تعالى :

إِذَا جَاءَكَ الْمُؤْمِنَاتُ يُبَايِعُنَكَ الْآيَةُ
 حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ حَدَّثَنَا أَبُو يُوْبُ عَنْ حَفْصَةَ
 بِنْتِ سَيْرِينَ عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ قَالَتْ بَايَعَنَارَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ
 سَلَّمَ فَقَرَأَ عَلَيْنَا أَنْ لَا يُشْرِكُنْ بِاللهِ شَيْئًا وَنَهَانَا عَنِ النِّيَاحَةِ -
 فَقَبِضَتْ امْرَأَةً يَدَهَا فَقَالَتْ أَسْعِدْ تَنِي فُلَانَةٌ أُرِيدُ أَنْ أُجْزِيَهَا
 فَمَا قَالَ لَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا فَانْطَلَقَتْ وَرَجَعَتْ
 فَبَايَعَهَا.

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ ابْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَهْبُ ابْنُ جَرِيرٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنِي
 قَالَ سَمِعْتُ الزُّبَيْرَ عَنْ عِكْرَمَةَ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ فِي قَوْلِهِ تَعَالَى وَلَا يُعْصِنُكَ
 فِي مَعْرُوفٍ، قَالَ إِنَّهَا هُوَ شَرْطُ شَرْطَةِ اللهِ لِلنِّسَاءِ.

حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ الزُّهْرِيُّ حَدَّثَنَا عَنْ قَالَ
 حَدَّثَنِي أَبُو أُدْرِيسٍ سَمِعَ عَبَادَةَ ابْنَ الصَّامِتِ قَالَ كُنَّا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى
 اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَتُبَايِعُونََنِي عَلَى أَنْ لَا تُشْرِكُوا بِاللهِ شَيْئًا
 وَلَا تَزْنُوا وَلَا تُسْرِفُوا وَقَرَأَ آيَةَ النِّسَاءِ وَأَكْثَرَ لَفْظِ سَفِينٍ
 قَرَأَ الْآيَةَ فَمَنْ دَفَى مِنْكُمْ فَاجِرَةٌ عَلَى اللهِ وَمَنْ أَصَابَ مِنْ ذَلِكَ
 شَيْئًا فَعَوْفٍ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَهُ وَمَنْ أَصَابَ مِنْهَا شَيْئًا مِنْ ذَلِكَ فَسْتَرَهُ
 اللهُ فَهُوَ إِلَى اللهِ إِنْ شَاءَ عَذَبَهُ وَإِنْ شَاءَ غَفَرَ لَهُ. تَابَعَهُ عَبْدُ
 الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ فِي الْآيَةِ.

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيمِ حَدَّثَنَا هَارُونُ ابْنُ مَعْرُوفٍ حَدَّثَنَا
 عَبْدُ اللهِ ابْنُ وَهْبٍ قَالَ وَأَخْبَرَنِي ابْنُ جُرَيْجٍ أَنَّ الْحَسَنَ ابْنَ مُسْلِمٍ

أَخْبَرَنَا عَنْ طَاءُوسٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ شَهِدْتُ الصَّلَاةَ يَوْمَ الْفِطْرِ
 مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبِي بَكْرٍ وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ
 فَكُلُّهُمْ يُصَلِّيئُهَا قَبْلَ الْخُطْبَةِ ثُمَّ يَخْطُبُ بَعْدُ فَتَزَلُ نَبِيٌّ
 اللَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَانِي أَنْظِرُ إِلَيْهِ حِينَ يَجْلِسُ الرِّجَالُ
 بِيَدِهِ ثُمَّ أَقْبَلَ يَشْقُمُهُمْ حَتَّى أَتَى النِّسَاءَ مَعَ بِلَالٍ فَقَالَ يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ
 إِذَا جَاءَ الْمُؤْمِنَاتُ يُبَايِعُنَكَ عَلَى أَنْ لَا يُشْرِكْنَ بِاللَّهِ شَيْئًا وَلَا يَسْرِقُنَّ
 وَلَا يَزْنِينَ وَلَا يَقْتُلْنَ أَوْ لَا ذَهَبْنَ وَلَا يَأْنِسِينَ بِبَهْتَانٍ يَفْتَرِيْنَهُ بَيْنَ
 أَيْدِيهِنَّ وَأَرْجُلِهِنَّ حَتَّى فَرَّغَ مِنَ الْآيَةِ كُلِّهَا ثُمَّ قَالَ حِينَ فَرَّغَ
 أَنْتُنَّ عَلَى ذَلِكَ وَقَالَتْ امْرَأَةٌ وَاحِدَةً وَلَوْ بِمُحِبَّةٍ غَيْرِهَا نَعَمْ
 يَا رَسُولَ اللَّهِ لَا يَدْرِي الْحَسَنُ مَنْ هِيَ قَالَ فَانْصَدَّقْنَ وَبَسَطَ بِلَالٌ
 ثَوْبَهُ فَجَعَلْنَ يُلْقِينَ وَالْحَوَارِيُّوْنَ فِي ثَوْبِ بِلَالٍ.

اِذَا جَاءَكَ الْمُؤْمِنَاتُ يُبَايِعُنَكَ كِ تَفْسِيْرُ مِمَّ سِ ابُو مَعْرُ نِي بِيَانُ كِي، كَمَا
 هَمَّ سِ عَجْدِ الْوَارِثِ نِي كَمَا، هَمَّ سِ ابُو بَ سَفِيَانِي، اِنْمُوْنِي حَفْصَةُ سِ بِيْتِ سِ مِرِيْنِي نِي، اِنْمُوْنِي
 نِي اِمَّ عَطِيَّةِ سِ، اِنْمُوْنِي نِي كَمَا، هَمَّ نِي اَنْحَضْرَتِ سَلِي اَللّٰهُ عَلَيْهِ وَاَسْلَمَ سِ سِ بِيْعَتِ كِي، تُوَاپَ نِي
 بِرِ اَيَّتِ سُنَائِي. وَلَا يَشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَيْئًا. اِدْرِ هَمَّ كُوْمَرَسِ سِ بِرِ نُوْحِ كُوْنِي سِ مَنَعِ نَزَابَا.
 تُوَايِكِ عَوْرَتِ نِي اِيْنَا بَا تَمَّ كِ بِيْعِ لِيَا. دِهْ خُوْدِ اِمَّ عَطِيَّةِ، بِيْ كِيْنِي لِكِي. نَسَا نِ عَوْرَتِ نِي مِيْرِي
 نُوْحِ كُوْنِي مِيْنِ مَدُو كِي تَمَّ، اِسْ كَا بَدَلُ كُوْلُوْنِ. يِ رَسْنِ كُوْرِحَضْرَتِ، سَلِي اَللّٰهُ عَلَيْهِ وَاَسْلَمَ خَا مَوْشِ هُو
 هُوْرِي سِ. دِهْ جِلِي لِيِي. نُوْحِ كُوْرِي كِي بِيْر لُو كِ اَيِّي اَبَا نِي اِسْ سِ بِيْعَتِ لِي.

بِيْعِ سِيْخَارِي كِي حَا شِيْعِي دَالِي لِكُحْتِي مِيْنِ كِي اِسْ كِي نُوْحِ مِيْنِ شَرِيْكِي هُو جَا قُدْ. بِيْر
 نُوْحِ نِي كُوْرِي لِي.

ف، اِدْرِ سِ رِوَايَتِ مِيْنِ سِ كِي اَبَا نِي اِسْ كُو اِجَا زَتِ دِي. يِ اِيْكِي خَا صِ حَكْمِ

تھا، جو ام عطیہ کو دبا گیا۔ ورنہ نوحہ عموماً حرام ہے۔ اور اس کی حرمت میں احادیث صحیحہ وارد ہیں۔ اور بعضے مالک کا قول کہ نوحہ حرام نہیں ہے، شاذ ہے۔ اور مردود ہے۔ قسطلانی نے کہا کہ نوحہ پہلے مباح تھا، پھر مکروہ تنزیہی ہوا، پھر حرام ہوا۔ اور ممکن ہے کہ ام عطیہ کے بیعت کرنے وقت مکروہ تنزیہی ہو۔ اس لئے آپ نے اجازت دی ہو۔ اس کے بعد حرام ہو گیا ہو۔ حافظ نے کہا کہ نوحہ کرنا مطلق حرام ہے، اور یہی مذہب ہے، سب علماء کا۔ ۱۲۔ منہ۔

ہم سے عبداللہ بن محمد نے بیان کیا، کہا ہم سے دہب بن جریر نے، کہا ہم سے والد جریر بن حازم نے، کہا، میں نے زبیر سے سنا، انہوں نے عکرمہ سے، انہوں نے ابن عباس سے کہ اللہ تعالیٰ جو یہ فرمایا وَلَا يَعْصِيَنَّكَ فِي مَعْرُوفٍ بِأَبِكِ خَاصَّ شَرْطِ هَٰئِهِ، جو اللہ تعالیٰ نے عورتوں کے لئے لگائی ۱۲۔ منہ۔

قَوْلُهُ وَلَا يَعْصِيَنَّكَ فِي مَعْرُوفٍ سے یہ مراد ہے، ہو گا کہ نوحہ نہ کریں، یا غیر مرد سے خلوت نہ کریں، یا شوہروں کی نافرمانی نہ کریں۔ اگر یہ معنی ہوں کہ اچھی بات میں تبری نافرمانی نہ کریں، تب تو عورتوں اور مردوں سب کے لئے یہ حکم عام ہو گا۔ جیسے کہ آگے کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے، کہ آپ نے لیلۃ العقبہ میں انصار سے انہی شرطوں پر بیعت لی تھی۔

ہم سے علی بن عبداللہ نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان بن عیینہ نے، انہوں نے کہا، ہم سے زہری نے بیان کیا۔ کہا ہم سے ابودریس خولانی نے انہوں نے عبادہ بن صامت سے سنا انہوں نے کہا، ہم سے لیلۃ العقبہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے پاس تھے۔ آپ نے فرمایا کہ کیا تم مجھ سے ان باتوں پر بیعت کرتے ہیں، أَنْ لَا تُشْرِكُوا بِاللَّهِ شَيْئًا وَلَا تُزْنُوا وَلَا تُسْرِقُوا، اور عورتوں کی اہت جو سورہ ممتحنہ میں عورتوں کے حق میں اتری ہے، وہ پڑھی۔ سفیان نے اس حدیث میں اکثر یوں کہا کہ آپ

نے جب یہ آیت پڑھی۔ پھر جو کوئی نم میں سے ان شرطوں کو پورا کرے، اس کا ثواب اللہ پر ہوگا۔ اور جو کوئی ان کاموں میں سے کچھ کر بیٹھے، پھر دنیا میں اس پر حد پڑ جاوے تو اس کے گناہ کا اتنا رہ جائے گا۔ اور اگر ان کاموں میں سے کچھ کر بیٹھے۔ اور اللہ اس کے گناہوں کو چھپائے رکھے، حد سے بچ جاوے، تو اب قیامت کے دن اللہ کا اختیار ہے، چاہے تو اس کو عذاب دے، چاہے معاف کر دے۔ سفیان کے ساتھ اس حدیث کو عبدالرزاق نے بھی معمر سے روایت کیا۔ انہوں نے زہری سے اور یوں ہی کہا کہ آیت پڑھی۔

ہم سے محمد بن عبدالرحیم نے بیان کیا، کہا ہم سے ہارون بن معروف نے کہا ہم سے عبداللہ بن وہب نے کہا، محمد بن جریر نے خبر دی، ان کو حسن بن مسلم نے، انہوں نے طاؤس سے سنا، انہوں نے ابن عباس سے انہوں نے کہا کہ میں نے عید کی نماز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر و عمر و عثمان سب کے ساتھ پڑھی۔ سب پہلے نماز پڑھنے لگے، پھر خطبہ سناتے تھے۔ ایسا ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو خطبہ سنا کر منبر پر سے اترے گویا کہ میں آپ کو دیکھ رہا ہوں۔ آپ ہاتھ مبارک کے اشارے سے لوگوں کو بٹھا رہے تھے۔ پھر ان کی صفیں چہرتے ہوئے آگے بڑھے۔ عورتوں کے پاس آئے بلال آپ کے ساتھ تھے آپ نے یہ آیت پڑھی۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا جَاءَكَ الْمُؤْمِنَاتُ يُبَايِعْنَكَ عَلَىٰ أَنْ لَا يُشْرِكْنَ بِاللَّهِ شَيْئًا وَلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِينَ وَلَا يَقْتُلْنَ أَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَأْتِينَ بِبُهْتَانٍ يَفْتَرِينَهُ بَيْنَ أَيْدِيهِنَّ وَأَرْجُلِهِنَّ

اور پوری آیت پڑھی۔ پھر فرمایا، اے عورتو! تم ان شرطوں پر قائم ہوتی ہو۔ ایک عورت لے سوا اور کسی نے زبان سے جواب نہ دیا۔ (شراکئیں) ایک عورت اسما بنت یزید نے کہا، ہاں، یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم۔ حسن بن مسلم راوی کو معلوم نہیں ہوا کہ وہ جواب دینے والی عورت کون تھی۔ خبر پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اچھا تو خیرات نکالو، انہوں

نے خیرات دینی شروع کی حضرت بلالؓ نے اپنا کپڑا پھیلا دیا۔ وہ چھلے اور انگوٹھیا حضرت
حضرت بلال کے کپڑے پر ڈالنے لگیں۔

اگر اس مسئلہ شریف حدیث نبوی کو کوئی ملاحظہ دیدہ نظر سے کرنا چاہے تو صحیح
بخاری شریف کے باب بیعت النساء، پارہ بیسواں سورہ الممتحنہ صفحہ ۵۴ کو
زیر مطالعہ کرے۔

قبلہ عالم مرشدنا شاہ نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ دلی مشکل کشا کے حالات

در بیان آنکہ مختصر حالات و اوصاف حمیدہ اخلاق پسندیدہ و کرامات خوارق عادت
آنحضرت جناب قبلہ عالم خواجہ خواجگان بیٹولائے سالکان شاہنشاہ مولانا نظام الدین
دلی مشکل کشا کے تحریر کئے جاتے ہیں کہ مسکین خادم روسیہ کو در زمانہ طفولیت جو کہ قبل
بیعت لینے سے بارہا جلوہ گر ہو کر ہر ایک مشکل کی عقدہ کشائی کرتے تھے۔ وہ حالات بھی
مختصر تحریر کئے جاتے ہیں۔ اگر تمامی حالات آنحضرت جناب خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ
کے جو کہ مسکین خادم کو ظاہری باطنی معلوم ہیں، تحریر کئے جاویں تو ان کے لئے ایک خاص
دفتر ہونا چاہیے۔ اس واسطے مختصر طور پر تحریر کئے جاتے ہیں۔

نقل ہے کہ ایک دن در زمانہ طفولیت مسکین روسیہ باعث قحط سالی کے غلہ
خریدنے کے واسطے ایک ساتھی کے ہمراہ مسافت ایک منزل کے مقدار دور چلا گیا۔ اور
جب غلہ خرید کر گھر کو واپس ہوئے کہ ایک نہر کے کنارے پر بیٹھ کر ہم نے روٹی کو طیار کیا۔
مبادا کہ آگے راستے میں کہیں پانی ملے یا نہ ملے، تو پھر طیار شدہ روٹی کو ہمراہی نے اپنے
پاس رکھ لیا کہ جس وقت راستے میں فاقہ کشی نے ستایا تو اس وقت دونوں مل کر ایک جگہ
پر بیٹھ کر کھا لیں گے۔ مگر جس وقت کھانے کی طلب ہوئی، تو ہمراہی کو میں نے کہا کہ
بیٹھ کر کھانا کھا لیں۔ ہمراہی نے جواب دیا کہ روٹی تو میرے پاس سے کہیں راستے پر گرے

گئی ہے۔ پھر بھوک کے مارے روٹی سے نا امید ہو کر محل دیئے۔ جب ظہر کا وقت قریب آیا تو ہمراہی نے کہا کہ درد شکم نے ہم کو بہت ستایا ہے۔ مگر وہ اپنے بوجھ کو بھی اٹھانے سے لاچار ہو گیا۔ تو پھر مسکین نے ہر دو بوجھ اٹھا کر رستے پر چلنا شروع کر دیا، حتیٰ کہ بوقت ایک گاؤں میں پہنچے۔ لیکن اس گاؤں میں ہمراہی کا کوئی آشنا رشتہ دار بود و باش رکھتا تھا۔ اور اس نے خیال کیا کہ میں آشنا کے گھر میں رات بسر کروں۔ اسی لئے ہمراہی نے مجھ کو صاف جواب دیا کہ اے رٹکے! تم چلے جاؤ۔ تو میں نے ہمراہی کو کہا کہ تم کو رستے میں بیمار چھوڑ کر میں ہرگز نہ جاؤں گا۔ کیونکہ یہ کام خورد مندوں کا نہیں ہے۔ مگر آخر کار بطریق سابقہ ویسا ہی بندہ کو صاف جواب دیا، تو پھر مسکین نا امید اور خاطر شکستہ ہو کر اکیلا ہی رستے پر چل پڑا۔ اور شام نزدیک آگئی، اور گرسنگی نے بھی لاچار کیا ہوا تھا۔ دوسرا آبادی سے بھی دور چلا آیا تھا، تو اس وقت باعث گرسنگی و صدمہ رات گزارنے کی وجہ سے مارے نکان کے رفتار کے واسطے پاؤں زمین سے نہ اٹھا سکتا تھا، تو اس ہونک دفت میں ناگاہ ایک شخص خوب سیرت شکل شاہانہ لباس مردانہ پہنے ہوئے میرے سامنے سے آکر فصیح زبان سے کہا۔ السلام علیکم۔

تو بندہ نے "وعلیکم السلام" سے جواب دیا۔ پھر اس شخص نیک سیرت نے کہا کہ اے رٹکے تم اس دفت کہاں جاتے ہو

ہم نے جواب دیا کہ میں مسافر راہ گذر ہوں۔ اور گھر کو چلتا ہوں۔ پھر اس نیک سیرت شخص نے مجھے کہا کہ اے رٹکے تیری پیشانی سے ہم کو گرسنگی کے آثار معلوم ہوتے ہیں۔ مگر اس دفت کھانے کے واسطے میرے پاس بھی کچھ نہیں۔

پھر یہ بات کہتے ہی وہ شخص بزرگ میرے ساتھ آگے آگے ملائت گفتگو کے ساتھ چلتا تھا۔ تو ناگاہ مسکین کے دل میں یہ خیال آیا، شاید یہ کوئی قزاق راہزن نہ ہو، تاکہ یہ میرے بوجھ کو نہ چھین لے۔ مگر جب بندہ نے اس کی سیرت و صورت شاہانہ کی طرف غور

سے دیکھا تو میرے دل میں تسکین و یقین آگیا کہ یہ شخص خاص بزرگ عالی شان معلوم ہوتا ہے۔
 تو پھر عنقریب ہی اس بزرگ نے کہا کہ اے لڑکے! تم کو گوسنگی کی وجہ سے بہت ہی
 تکلیف ہے۔ اس لئے تو اپنے ہم کو دے دے۔ اور فلاں پل پر سے تو اپنے بوجھ کو لے
 لینا۔ تو میرے بوجھ کو اٹھا کر وہ شخص تیز سہوا کی طرح چلا گیا۔ اور میں اس سے بہت دور پیچھے رہ
 گیا۔ کیونکہ مجھے اس کے ہمراہ چلنے کی کچھ طاقت نہ تھی۔

خیر جس مکان کا پتہ نشان اس بزرگ نے مجھے دیا تھا کہ جب میں وہاں پہنچا تو میں نے
 اپنے بوجھ کو صحیح سلامت موجود پایا، مگر اس بزرگ شخص بیک سیرت کا کچھ پتہ و نشان نہ پایا،
 نادقیقہ عرصہ چار پانچ سال گذشتہ کے بعد آنحضرت خواجہ صاحب شاہ نظام الدین دلی
 مشکل کشا کی خدمت میں طریقہ عالیہ میں داخل ہونے کے واسطے حاضر ہوا۔ مگر قدمبوسی حاصل
 کرنے ہی بندہ نے آپ کو پہچان لیا کہ یہ وہی شخص ہیں کہ جنہوں نے فلاں وقت اور فلاں جگہ میں
 میرے سے بوجھ اٹھایا تھا۔ یہ خیال کرتے ہی خواجہ صاحب نے فرمایا کہ اے لڑکے! ہم ہی اجاڑ
 ویران بیابانوں میں یتیموں کی امداد کرتے ہیں۔

الہی بھرت رازدینا ز خواجہ شاہ نظام الدین

دلی مشکل کشا کہ بنو داشت

نقل ہے کہ ایک روز مسکین ایک ساتھی کے ہمراہ سفر میں کسی کام کے واسطے چلا گیا۔
 اور ایک شہر کی کسی مسجد شریف میں واسطے رات بسر کرنے کے قیام پذیر ہو گئے۔ تو پھر شام
 کے بعد ہمراہی نے مجھ کو کہا کہ چلیں، شہر میں گدائی کر کے روٹی کھالیں۔ میں نے اپنے ہمراہی
 سے گدائی کرنے سے انکار کیا، کیونکہ میں بیاعت شرم و جوار کے گدائی نہیں کر سکتا تھا۔
 مگر ساتھی کو میں نے کہا کہ تم جا کر گدائی کر کے روٹی کھاؤ۔ لیکن مجھے اس وقت روٹی کی طلب
 نہیں ہے۔ آخر کار ہمراہی میرے سے ملول ہو کر واسطے گدائی کے شہر میں چلا گیا۔ معلوم نہیں
 کہ اس کو کچھ روٹی میسر ہوئی تھی کہ نہیں، لیکن دو تین گھنٹی گزرنے کے بعد آکر وہ کہنے لگا

کہ اے رفیق من! اس شہر سے گدائی کہتے ہوئے مجھے کچھ روٹی نہ ملی تاکہ لا کر ہم دونوں مل کر کھا لیتے۔ تب میں نے کہا کہ بہتر تو کل بر خدا پاک کہ اس وقت بندہ کو روٹی کی کچھ ضرورت نہیں ہے۔ پھر میں نے کہا کہ اے یار! مسجد شریف میں آرام سے بیٹھ جا، تو وہ بھی بیٹھ گیا، کہ ناگاہ ایک اور مسافر اسی مسجد شریف میں آکر داخل ہوا۔ اور اس مسافر نے بھی میرے ہمراہی کے قریب بیٹھ کر چند باتیں شروع کیں۔

پھر اس مسافر نے میرے ساتھی کو کہا کہ میں بھوکا ہوں۔ اور شہر میں جا کر گدائی کر کے روٹی کھا کر واپس آ جاؤں گا۔ مگر تو میرے اسباب کی نگہبانی کرنے رہنا۔ میرے ساتھی نے کہا، بہتر، تم جاؤ۔ پھر وہ مسافر گدائی کے واسطے شہر میں چلا گیا، تو عنقریب ہی واپس آکر اس مسافر نے اپنے اسباب کی دریافت کی، تو کہا دیکھتا ہے کہ اپنے اسباب میں بجائے گوشت کے ٹکڑوں کے پنیر بڑے ہوئے ہیں۔ لیکن اس ماجرا کی بندہ کو کچھ خبر نہ تھی۔ کیونکہ میں مسجد شریف کے ایک گوشے میں بیٹھا ہوا تھا۔ اور وہ مسافر اور میرا ہمراہی دونوں دوسرے گوشے میں بیٹھے ہوئے تھے۔

انہی کار اس مسافر نے شور و غل مچایا کہ اے اہل مسجد! ان مسافروں نے میرے اسباب میں سے گوشت چوری کر لیا ہے۔ اور میں مسکین بے کس مسافر ہوں۔ اب کیا کروں گا۔

خیر حیب اہل مسجد شریف نے تحقیقات شروع کی تو انہوں نے میرے ہمراہی کے پاس سے گوشت کو نکال لیا۔ پھر اہل مسجد شریف نے ہم کو زبردستی بیچنے سے دشنام دینی شروع کیں۔ تو اس وقت میں حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مصداق ہو کر زحمت کرتا تھا۔ مگر گذشتہ وقت اٹھنا آنا تھا۔ جبکہ حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ۷

زینہار از قرین بد زینہار

تو اسی اثنا میں کہا دیکھتا ہوں کہ ناگاہ ایک شخص بابرکت فقیرانہ سیرت مسجد شریف کے دروازہ پر آکھڑا ہوا۔ تو پھر دریافت کرنے لگا کہ تم ایسا شور و غل کس لئے کرتے ہو، تو اہل مسجد شریف نے سب ماجرا بیان کیا۔ پھر اس بابرکت بزرگ نے اہل مسجد کو کہا کہ یہ لڑکا بے گناہ ہے۔ کیونکہ یہ اس ماجرا سے سراسر بے خبر ہے۔ اور میں دیکھتا تھا کہ یہ لڑکا مسجد شریف کے دوسرے گوشے میں اکیلا بیٹھا تھا۔ اس واسطے اس لڑکے کا کچھ قصور نہیں ہے۔ اور مجرم کے ساتھ تم اپنی مرضی کے مطابق عمل درآمد کرو۔

تو جس وقت اہل مسجد نے بزرگ شخص سے یہ بات سنی تو سب نے یقین کرتے ہوئے بندہ کی بہت ہی سخت منت زاری کرتے ہوئے عذر خواہی پیش کی۔ اور کہنے لگے کہ اے لڑکے! تو بے گناہ تھا کہ جو کچھ ہم نے تمہارے ساتھ بے خبری کی وجہ زبرد تو بیخ کی ہے، تو فی سبیل اللہ ہم کو اس کی معافی دینی چاہیے۔ اور تمہارے ہی ذریعہ سے تمہارے مجرم ساتھی کو بھی معافی دی جاتی ہے۔

پھر وہ بابرکت شخص مسجد شریف سے غائب ہو گیا۔

خبر ہم اسی مسجد شریف میں رات گزار کے صبح کے وقت اپنے گھر کو واپس روانہ ہو گئے۔ مگر میں اپنے ساتھی کی بد عملی کی وجہ سے رنجیدہ خاطر ہوا تھا۔ اور گرسنگی نے بھی بندہ کو بہت بے قرار کیا ہوا تھا۔ کیونکہ دو دن کا بندہ کو فاقہ تھا۔ اور کچھ بوجھ بھی سر پر اٹھایا ہوا تھا۔ خیر جیب بہت کچھ فاصلہ طے کر کے ایک جگہ پہنچ کر سر پو سے بوجھ کو اتار کر آرام کے لئے بیٹھے تو پھر رفیق دیر بند نے مجھ کو کہا کہ اے پار! میرے پاس ایک گوشت کا ٹکڑا موجود ہے، جو کہ میں نے گزشتہ شب کو چرایا تھا۔ تو اور گوشت مانگنے میرے سے جبراً لے لیا تھا۔ مگر میں نے یہ ایک گوشت کا ٹکڑا پوشیدہ رکھ لیا تھا، تاکہ بکار آید۔ لیکن ہم دریں وقت بھوک کی وجہ سے بہت عاجز ہیں۔ جلدی سے نم بکری جمع کرو۔ کہ میں آگ کو جلاؤں، تاکہ اس کو پختہ کر کے کھا کر روانہ ہو جاؤں۔

تو میں نے کہا نَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْهَا کہ میں ہرگز چوری شدہ گوشت کو نہ کھاؤں گا۔ تو پھر
 قزاق رفیق نے مجھ کو زبرد تویخ کی جیسا کہ قزاقوں اور رہزنوں کی عادت ہوتی ہے کہ اب
 تم مشائخ بنتے ہو۔ مگر اسی وقت تم نہ کھانے کی وجہ سے بھوک کے ماتے ہلاک ہو جاؤ گے۔
 آخر کار اس نے سب گوشت کھا لیا۔ اور میں نے اس کے کہنے پر بالکل عمل درآمد
 نہ کیا۔ اسی واسطے وہ میرے سے نہنجیدہ خاطر اور میں اس سے خاطر نہنجیدہ ہو کر دوری
 چاہتا تھا۔ اور اس شاعر کے قول کی صداقت کرنا تھا۔

کند جنس باہم جنس پرواز

کبوتر یا کبوتر، زاغ یا زاغ

تو پھر وہ میرا ساتھی خاطر نہنجیدہ ہو کر مجھ سے کہنے لگا کہ تم ماتے بھوک کے ہلاک
 ہو جاؤ گے تو میں نے اس کو کہا کہ تم نے حرام لغمہ سے اپنے شکم کو پُر کر لیا ہے۔ آگے چلو
 اور ہمارے ہاک حقیقی رزمی رسان کی قدرت دیکھو کہ وہ کس طرح سے حلال کی رزمی
 عطا کرے گا۔

خبر یہ کہ کہ اس جگہ سے چلے آئے۔ تو قدم سے مسافت طے کر کے ایک جگہ پہنچ کر سر
 کے ادھر سے اسباب کو اتار کر آرام کرنے لگے، تو ناگاہ ایک شخص بھرت و صورت
 نیک، دکھائی دے کر کہنے لگا کہ اس گاؤں میں کسی نے فی سبیل اللہ دعوت کی ہے۔ تم وہاں
 جا کر روٹی کھا لو۔ مگر وہ شخص نیک بھرت ہمارے آگے آگے چلتے ہوئے دعوت کنندہ
 کے دروازے کے قریب پہنچتے ہی غائب ہو گیا۔ تو دعوت کنندہ نے پہلے ہمیں خاطر نہنجیدگی
 سے زبرد تویخ شروع کی۔ بعدہ بڑی مہربانی سے کہنے لگا کہ تم بیٹھ کر روٹی کھاؤ۔ پھر ہم وہاں
 بیٹھ گئے، تو جلدی سے دعوت کنندہ نے بڑی عزت کے ساتھ طیب روٹی کھلا کر کہا،
 کہ اے مہمانو! اب تم چلو!

خبر ہم چل دیئے۔ تو پھر میں نے اپنے ہمراہی کو کہا کہ حقیقی ہاک رزمی رسان کی

قدرت کو دیکھ کر اس نے ہم کو کہاں سے طیب پاک روزی عطا کر کے ہمارے شکموں کو آسودہ کر دیا ہے کہ جس کی نسبت تو نا امید ہو کر حل و حرمت میں فرق نہیں کرتا تھا۔
خیر جو کچھ گذرا سو گذرا، مگر جس شخص بابرکت نے چوری کی نہمت سے رٹائی دلوائی تھی، اور جس شخص بیک برت نے رڈٹی کھانے کے واسطے کہا تھا کہ ان دونوں کی شکل و شہادت متفرق پائی جاتی تھی۔ مگر وہ یہ وجہ ہے کہ جس طرح میاں محمد صاحب فرماتے ہیں۔

ادہ یار محمد جنگ والا

کنیں مندرا سے پاکے وت آیا

آخر کار عرصہ دو سال گزرنے کے بعد مسکین روسیہ خادم حضرت خواجہ صاحب شاہ نظام الدین دلی مشکل کشا کی شہرت سن کر حاضر خدمت عالیہ ہو تو بندہ نے آپ کو پہچان لیا کہ جو شخص فلاں چوری کی نہمت سے رٹائی دلانے کے واسطے حاضر ہوا، اور جو شخص رڈٹی کے واسطے بلا کرے گیا تھا، وہ یہی خواجہ صاحب ہیں۔

تو پھر خواجہ صاحب نے جلدی سے فرمایا، کہ اے برخوردار! ہم ہی سخت فاقہ کشی کے وقت مسکینوں کو کھانا کھلانے والے ہیں۔ اور ہم ہی چوری کی نہمت سے مسافروں کو راستے میں رٹائی دلانے والے ہیں۔

واہ سبحان اللہ! کہ تیرے دوست اپنے نور ایمان کے ساتھ کس طرح سے غیر صل کے حالات سے واقف ہو کر بوقت مشکل امداد دے کر فریاد رسی کرتے ہیں۔ اسی طرح ہر کمال ادب و ارادہ اپنے مریدوں کی باطنی ترقیات و جریان لطائف و اذکار کے واسطے غائبانہ جلوہ گر ہو کر عقدہ کشائی کرتے ہیں۔

الہی بجزمت راز دنیا ز شیخ الاسلام و المسلمین خواجہ شاہ نظام الدین دلی مشکل کشا کہ بتو داشت۔

نفل ہے کہ جب مسکین خادم پہلی دفعہ آنحضرت خواجہ شاہ نظام الدین دلی

مشکل کشاکش کی خدمت بیعت لینے کے لئے گھر سے روانہ ہوا تو راستے میں بہت سی مصائب پیش آئیں۔ مگر جیسی مصائب شائد وقوع میں آتی تھیں تو دیا ہی مجھے حضرت خواجہ کی نسبت یقین ہوتا جاتا تھا۔ کیونکہ میں یہ خیال کرتا تھا ہے

ہر جا کہ گل است و خار است

باختر خمار است، بر سر گنج مار است

کہ مصیبتوں کا پیش آنا ظاہر میں یہ سبب تھا کہ مسکین بے کس غریب تھی دست سراپا برہنہ تھا اور راستے میں چلنے کی طاقت بالکل نہ تھی۔ اس واسطے کہ پاؤں کی برہنگی کے باعث زخم شدید ظاہر ہو کر خون جاری ہونے لگا۔ مگر راستہ بھی ہوناک تھا، لیکن مسکین بے نوشہ و بے سامان تھی دست تھا، مگر سب ہمراہی با سامان تو نشہ دار، راستہ قطع کرنے کے لئے آراستہ تھے جتنی کہ اسی اثنا میں ہم کو ایک رات سخت جنگلی میں آگئی، اور سخت موسم سرما تھا۔ مگر ایک جگہ پر ہم رات بسر کرنے کے لئے قیام پذیر ہو گئے۔ پھر میرے ہمراہی سب سو رہے۔ تو نصف رات گزشتہ سے ہمراہیوں سے خاموشی سے پوشیدہ ہو کر میں ایک عنقریب پانی کے چٹھے پر چلا گیا۔ اور طہارت جدیدہ کے دو گانہ تہجد کی نماز کی پہلی رکعت میں ام الكتاب سورہ فاتحہ کے بعد قدمے بسین شریف پڑھی تو ناگاہ ایک شخص نے پیٹھ کی طرف سے بندہ کے دامن کو کھینچا۔

چونکہ بندہ کو ناواقفی سے کعبہ شریف کی سمت معلوم نہ تھی۔ بندہ نے جب اس شخص کی طرف نگاہ کی تو وہ شخص امام کی طرح قبلہ کی طرف میرے آگے کھڑا ہو گیا، کہ جب بندہ نماز تہجد سے فارغ ہوا تو پھر وہ شخص غائب ہو گیا۔ لیکن بندہ نے اس راز کو اپنے ہمراہیوں سے پوشیدہ رکھا۔ اور میرے دل میں خاص یقین ہو گیا کہ اس میں کچھ راز نہانی ہوگا۔

تو جب ہم سب حضرت خواجہ صاحب کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوئے تو اسی

وقت مسکین نے آپ کو بخوبی طور سے پہچان لیا کہ جس شخص نے نماز تہجد بوقت رات امام ہو کر پڑھائی تھی، وہ ہی خواجہ صاحب تھے۔ تو پھر آپ نے زبان مبارک سے ارشاد فرمایا کہ تہجد کی نماز غیر واقف کی جگہ جماعت کے ساتھ بھی پڑھنی جائز ہے اور ساتھ ہی فرطے لگے کہ اے بر خور دار! تم جاؤ اس جگہ پر ہمارا ایک پانی کا چشمہ ہے۔ تم اپنے پاؤں اس میں دھو ڈالو تاکہ تمہارے پاؤں درست ہو جاویں۔ تو مسکین نے ویسا ہی آپ کے حکم مبارک کے مطابق عمل درآمد کیا۔

الہی بخدمت خواجہ شاہ نظام الدین ولی مشکل کشا

کہ در عشق خود عرفاب کن ماہر دوسرا

جاننا چاہیے کہ ادیب نے کرام رحمۃ اللہ علیہم جب کسی کے ساتھ کوئی معاملہ مخلص کرنا چاہتے ہیں تو وہ پہلے بطور روحانی بارہا جلوہ گرہ ہو کر مرید کے قلب کو نظارہ سے آراستہ کرتے ہی غائبانہ اپنی طرف کھینچ لیتے ہیں۔ اور طرح طرح کے صیقل سے مرید کے قلب کو غائبانہ ہی مصفا کر دیتے ہیں۔

جیسا کہ نفل ہے کہ مسکین خدام کو زمانہ طفولیت میں گاہے گاہے سفنہ میں کوئی شخص سوئی کے ناکے کے اوپر بٹھا کر آسمان کی طرف اڑائے لے جاتا تھا۔ لیکن مسکین اس سفنہ کی تعبیر کی عقدہ کشائی نہ کر سکتا تھا۔ مگر جس وقت حضرت خواجہ صاحب کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر طریقہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ میں بیعت ہو کر داخل ہوا، تو پھر مولانا خواجہ صاحب نے بطور روحانی ذکر اسم ذات کی تلقین فرمائی تو اس وقت مسکین خادم نے آپ کو ناگاہ پہچان لیا کہ جو شخص بزرگ ہم کو سوزن کے ناکے کے اوپر آسمان کی طرف اڑا کر لے جایا کرتا تھا، کہ وہ ہی آنحضرت خواجہ صاحب ہیں۔ مگر آخر کار بندہ کو خواجہ صاحب نے بجانہ واپس رخصت کر دیا۔

جب بندہ بجزیریت نام بجانہ پہنچ گیا، تو پھر اپنے دل میں میں نے خیال کیا کہ ہم سے سفنہ

کی تعبیر اب سرانجام ہو گئی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ مولانا خواجہ صاحب نے ہی ہم کو سوزن کے ناکے کے اوپر بٹھا دینے تھے۔ مگر ہم کو بھی ویسا ہی کرنا چاہیے۔ اس واسطے ہم نے پھر اپنے آباء و اجداد کے گورستان میں ایک عبادت خانہ جلدی سے تیار کر کے، خویش و اقربا سے قطع نعلق کر کے کھانا پینا سونا بفضلہ تعالیٰ بہت قلیل کرتے ہوئے خلوت گزیں ہو کر اپنے جسم پر شاقہ عبادات اور ریاضات مجاہدہ سے تکلیفات برداشت کرنا شروع کر دیں، جیسا کہ اپنے خلوت خانہ سے دوسرا آدمی بندہ کو اکٹھا کر باہر لے جاتا تھا۔ کیونکہ بندہ کو طاقت بدنی بالکل نہ رہی تھی۔ مگر طاقت روحانی بوساطت آنحضرت قبلہ عالم روز بروز کرنی تھی حتیٰ کہ عرصہ بعید گذشتہ کے بعد آنحضرت خواجہ صاحب کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوا۔

تو پھر حضرت خواجہ صاحب نے زبان مبارک سے دریافت فرمایا کہ اے برخوردار! عزیز من! تم نے میرے حکم کے بغیر کیوں ایسی سخت تکلیفات کو برداشت کیا ہے۔ تو پھر بندہ نے خدمت عالیہ میں عرض کی کہ یا حضرت! آپ خود ہی بارگاہ سوزن کے ناکے کے اوپر بٹھانے رہے مجھ کو، تو اسی لئے میں نے اپنے دل میں یہ خیال کیا کہ جب حضرت خواجہ صاحب خود مجھ کو سوزن کے ناکے کے اوپر بٹھانا چاہتے ہیں، تو اے یار! ہم کو ویسا ہی کرنا چاہیے۔

تو پھر اس وقت خواجہ صاحب نے زبان مبارک سے فرمایا کہ وہ تو میں ہی ہوں، جو شخص تم کو سوزن کے ناکے کے اوپر بٹھا کر آسمان کی طرف لے جایا کرنا چاہتا ہے، مگر سوزن کے ناکے پر بٹھانے سے برخوردار یہ مراد ہے کہ شریعت محمدی کی تابعداری تو تاً، فعلاً اور محبتاً کرنی چاہیے، نہ کہ اپنے پیشوائے روشن ضمیر کے حکم کے بغیر اپنی جان پر ایسے شدید تکلیفات کو برداشت کریں۔

مگر اس وقت حضرت خواجہ صاحب سے جو راز نہانی بندہ کی نسبت ظہور میں آئے

ان کا بیان کرنا مناسب ہے۔ لیکن جاننا چاہئے کہ قصہ مذکورہ بالا میں جو ماجرا تحریر کیا گیا ہے، کہ وہ سب بطور روحانی آنحضرت جناب خواجہ صاحب جلوہ گر ہو کر بندہ کے قلب کو صیقل کر کے نہر عرفانیہ سے ہماری زراعت پڑمردہ کو پانی دینے لگے۔

الہی بجزمت راز و نیاز خواجہ شاہ نظام الدین دلی مشکل کشا۔

کہ بحر رحمتِ فراوانے عطا کن بما

نقل ہے کہ ایک روز مسکین خدام قبل آنحضرت خواجہ صاحب کے بیعت لینے کے بوقت رات ایک بزرگ کی زیارت پر تنہا چلا گیا۔ اور بزرگ کرام کی زیارت مبارک پر روحانی رجوعات بطور مراقبہ بہت ہی عاجزی و زاری سے کرتا ہوا سو گیا، تو ناگاہ سفینے میں کیا دیکھتا ہوں کہ دلی ہماری طرف جلوہ گر ہو کر طرح طرح کے فیض آثار عنایت کرتے ہیں، مگر اس سفینہ کی نسبت بندہ بخوشی بیدار ہو کر شکر یہ ادا کرتا تھا۔

پھر دوبارہ اسی حالت میں سو گیا۔ تو پھر سفینے میں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک اور بزرگ جلوہ گر ہو کر بندہ کو زبان سے فرماتے ہیں:

لے برخوردار! تم کو اس زیارت سے بہت سافائدہ حاصل ہوا ہے، مگر ہماری زیارتوں کی طرف بھی تم کو رجوعات کرنی چاہیے کہ تمہارے واسطے نفع رسائی ہوگی۔

تو پھر بندہ نے درحالت سفینہ بزرگ بزرگ بابرکت کی خدمت عالیہ میں عرض کی کہ یا حضرت صاحب! آپ کی زیارت متبرکہ کس جگہ میں پیچھو، اگر آپ مہربانی کر کے ان کا پتہ نشان بتا دیں تو پھر بندہ بہت جلدی سے ان کی طرف کو روانہ ہو جائے گا۔ تو بزرگ کرام نے فرمایا کہ تم مشرق کی طرف دیکھو، کہ جب میں نے مشرق کی طرف نظر کی تو مجھے ایک اونچا پہاڑ نظر آیا۔ اور اس کی چوٹی پر دو زیارتیں متبرکہ پائیں۔

تو پھر بندہ خواب سے بیدار ہو گیا، مگر اس وقت مجھے بہت بے فراری اور اضطراب کی حالت درپیش آئی، تو پھر اسی آٹنائے عنقریب میں آنحضرت خواجہ صاحب کی خدمت

عالیہ میں حاضر ہو کر قد موسیٰ حاصل کر کے وہاں ہی رات بسر کی تو صبح کو مولانا خواجہ صاحب نے یہ فرمایا کہ ہم آج جمعہ کے روز اپنے آباد و اجداد کی زیارتوں پر جاؤں گے۔

مسکین بھی خواجہ صاحب قبلہ عالم کے ہمراہ چلا گیا کہ جب منبر کی زیارتوں پر پہنچے، تو اس وقت خواجہ صاحب کے ساتھ بہت سی ہجوم مخلوقات کی تھی، تو اس وقت آپ نے مجھے فرمایا کہ تم پانی پر جا کر جلدی سے غسل و طہارت جدید کر کے آؤ تو اس وقت مجھے بہت ندامت درپیش آئی۔ مگر میں اپنے دل میں ہی خیال کرتا تھا کہ اے خداوند! شاید اس میں کوئی راز نہائی ہوگا۔

خیر آخر کار بندہ خواجہ صاحب کے حکم کے مطابق تعمیل بجالا کر خدمت عالیہ میں حاضر ہوا، تو اس وقت بندہ کو مخلوقات سے علیحدہ کر کے تنہا آپ اپنے آباد و اجداد کرام کی منبر کی زیارتوں پر لے گئے۔

پھر آپ نے یہ فرمایا کہ اے بر خوردار! یہ وہی زیارتیں ہیں کہ جن کو تم نے سُننے میں دیکھا تھا۔ تو مسکین نے بے شبہ سے تسلیم کر کے عرض کی کہ یا حضرت! یہ وہی زیارات کرام ہیں کہ جن کو میں نے خواب میں دیکھا تھا۔

آخر کار حضرت خواجہ صاحب نے اپنے آباد و اجداد کرام کی زیارتوں کی طرف رجوع کرتے ہوئے کھڑے ہو کر بڑی سخت سوزش جگر و زاری سے زبان مبارک سے فرماتے تھے کہ اے بزرگانِ دین متین! یہ ہمارا ایک لڑکانا تو ان غریب بے وطن مفلس گدائے بے کس آدمی ہے۔ مگر اس لڑکے کو تمہارے حوالے اور سپرد کرتا ہوں، کیونکہ آپ ہمارے آباد و اجداد بزرگانِ دین ہیں کہ تم اپنی وساطت کے ذریعہ سے منزلات و حقیقت و معرفت سلوکیہ کو طے اور سرانجام کرتے ہوئے محتاجی و تنہی دنیاوی رفع کروا کر اس کو بزمِ اولیاء میں داخل کروا دیں اور بندہ اپنی زبان سے آمین آمین کہتا رہا۔

مگر اس وقت خواجہ صاحب کو ان زیارتوں سے جو سببانات ظاہر ہوئی تھیں، تو

ان کی وجہ سے بندہ گاہے گاہے بے ہوش ہو جاتا تھا۔ اور گاہے ہوش میں آجاتا تھا، تو مثل بیل
خار دیدہ کے برشا پتھر تو میدی اس شعر کا نغمہ گاتا تھا ہے

اگر درویش بریک حال ماندے

سر دست از دو عالم بر فشاندے

آخر کار جب حضرت خواجہ صاحب نے اس حالت سے فراغت پائی تو آپ نے فرمایا،
کہ اے لختِ جگر وہ میں ہی تھا کہ جس نے تم کو کسی بزرگ کی زیارت کے پاس سے اٹھایا
تھا۔ تو پھر آپ نے زبان مبارک سے دوبارہ فرمایا کہ گاہے بے گاہے پھر تم کو ان متبرکہ زیارتوں
پر آنا چاہیے۔

لیکن خواجہ صاحب نے جو کہ اس وقت بوجھ عرفان مبری نسبت افشاں کیا تھا اس
کا تحریر کرنا نامناسب و غیر ممکن ہے۔

الہی بخرمت راز و نیاز خواجہ شاہ نظام الدین دلی مشکل کشا

کہ خلعت ایمان مکمل عطا کن بما

نقل ہے کہ ایک روز آنحضرت خواجہ صاحب نے مجھے فرمایا کہ آئندہ ہمارے پاس
جلدی سے آنا چاہیے، تاکہ ترقی تمہارے لئے فیض حقیقی زیادہ ہو۔

میں نے عرض کہ اے حضرت قبلہ عالم! راستہ بہت دلد اور خوفناک اونچے اونچے پہاڑ
و بیابان و جنگل میں، اور ان کا قطع کرنا دشوار ہے کہ اسی واسطے بہت جلدی خدمت میں
حاضر ہونے سے مجبور ہوں۔

تو اس وقت خواجہ صاحب کی حالت دگر گوں ہو گئی، اور فرمایا کہ بر خوردار! راستہ
تمہارا بہت نزدیک ہے۔ اس واسطے کہ جو ہم سے سامنے قبلہ کی طرف ایک اونچا پہاڑ ہے، تو ایک
سعد ہم اس پر چلے گئے، تو پھر میرے دل میں یہ خیال آیا کہ عزیز مہاں عبد اللہ کی جگہ دیکھوں کہ کس
قدر مسافت ہے، تو پھر میں نے تمہاری جگہ کی طرف غور سے نظر کی، تو کیا دیکھنا ہوں کہ تمہاری

جگہ ہمارے پاؤں کے نیچے جگہ تھی۔ تو دوبارہ میں نے نظر ثانی سے لحاظ کیا، تو کیا دیکھتا ہوں کہ ہمارے گھر سے جب ہملا مال مویشی باہر نکلتا ہے، تو وہ ایک طرف سے تمہارے گھر میں پہنچا ہوا دیکھتا ہوں۔ اور ساتھ ہی آپ نے یہ فرمایا:

اے برخوردار! ہم نے اپنے مال اور تمہارے کا دودھ ایک برتن میں ڈال دیا ہے۔ اس وقت مسکین مفلس تھی دست کے گھر میں کوئی مال مویشی ظاہر میں موجود نہ تھا۔ اور میں نے جان لیا کہ شاید حضرت خواجہ صاحب نے ظاہری مال مویشی کی بھی عنایتیں ہم کو کر دی ہیں، تو آئندہ ویسا ہی وقوع میں آیا۔ اور اس دفعہ کے بعد ہمارے پاس مال مویشی روز بروز ترتی کرنے لگا۔

الہی بجزمت رازد نیاز خواجہ شاہ نظام الدین ولی مشکل گزار

کہ از شر شیطان نگہ دار ما

نقل ہے کہ ایک روز حضرت خواجہ صاحب کی خدمت عالیہ میں حاضر ہو کر قدم بوسی حاصل کرنے ہی آپ نے فرمایا، کہ اے برخوردار! تو کیا پیشہ کرتا ہے؟ تو پھر میں نے عرض کی کہ لے آفتابِ جاں! جو کہ آپ نے مہربانی سے عنایت کیا ہوا ہے، تو بندہ کا وہی پیشہ و شغل اختیار شدہ ہے۔ تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ مرجا مرجبا! اصل پیشہ تو یہی ہے، مگر حلال روزی کمانے کے لئے تو کیا پیشہ کرتا ہے۔

پھر بندہ نے خدمت عالیہ میں عرض کی کہ یا حضرت! آپ کی برکات سے ماکتہ بزی رسال روزی دینا ہے۔ لیکن آئندہ جس طرح سے حکم فرمائیں گے ہمیں کی جائے گی۔ تو پھر خواجہ صاحب نے فرمایا، اے برخوردار! تمہارے طریقہ عالیہ میں پیشہ زمینداری سب سے بہتر ہے۔

تو پھر میں نے عرض کی کہ رے روشنائی اہل اسلام تمہارے زمین بائکل کچھ نہیں ہے۔

تو پھر خواجہ صاحب نے فرمایا کہ اے بر خوردار! تم اپنے آباء و اجداد کی جگہ سے ہجرت کر کے در ملک کشمیر سرگنڈ لار میں چلے جاؤ۔ کیونکہ وہاں تمہارے واسطے بہت سی زمین خداوند کریم نے اپنے فضل و کرم سے موجود رکھی ہوئی ہے۔

تو پھر فدوی نے عرض کی کہ یا حضرت! بندہ تو کشمیری زبان جانتے سے مجبور و قاصر ہے، تو اس وقت حضرت خواجہ صاحب نے یہ فرمایا کہ اے بر خوردار! کشمیر مانہ بان کے جلنے سے تم کچھ فکر نہ کرو۔ کیونکہ تمہارے پاس انشاء اللہ تعلقے کے فضل و کرم سے ہر ایک ولایت اور ملک بملک سے ہر ایک قسم کا زبان دان عربی، فارسی، اردو، پشتو، کشمیری، ہندی وغیرہ وغیرہ کی زبان سمجھنے والے آئیں گے۔ اور وہی آدمی متفرقہ زبان دان آپس میں ایک دوسرے کو سمجھا دیں گے۔

جیسا کہ بندہ آنجناب کے حکم کے مطابق ہجرت کر کے ملک کشمیر میں چلا آیا، تو دہا ہی آپ کے فرمان کے مطابق ظہور میں آیا۔

الہی بخدمت راز دیناز خواجہ شاہ نظام الدین ولی مشکل کشا
نقل ہے کہ ایک رات کو میں نے سفینے میں کیا دیکھا کہ آفتاب بہت تیز روشن چڑھ کر
ہمارے مکان کے قریب اتر کر پھر اپنی جگہ پر واپس چلا گیا ہے۔ تو جب بندہ خواب سے
بیدار ہوا، تو پھر اس سفینے کی تعبیر سے خاطر میں اضطراب پیدا ہوا۔ آخر کار جب آنحضرت
خواجہ صاحب کی خدمت عالیہ میں حاضر ہو کر قدم بوسی حاصل کی۔ اور حالات سفینے کا خدمت
عالیہ میں بیان کیا۔

پھر خواجہ صاحب نے فرمایا کہ اے بر خوردار! تمہارے سفینے کی تعبیر سے ہم کو یہ معلوم
ہو رہا ہے کہ تمہارے گھر میں بفضلہ تعالیٰ ایک فرزند نرینہ پیدا ہوگا، جو کہ وہ نیک سیرت اور
اوصاف حمیدہ، صاحب کرامت ہوگا۔ مگر خدا نخواستہ اس کی عمر بہت ہی کم ہوگی۔ اگر
اس نے عمر دراز پائی تو بفضلہ تعالیٰ ہمارے طریقہ عالیہ میں لائانی مشائخ کرام میں سے

ہوگا۔

تو پھر مسکین کے گھر میں عنقریب ہی لڑکا پیدا ہوا۔ مگر ویسے ہی اوصاف حمیدہ اس میں پائے گئے تھے، جیسا کہ آنحضرت خواجہ صاحب نے بیان کیا تھا۔
نقل ہے کہ جب دوسری دفعہ بندہ خواجہ صاحب کی خدمت عالیہ میں حاضر ہو کر تقدیر مہوسی حاصل کی۔ اور دست بستہ خدمت میں التماس کی کہ یا حضرت ہمارے گھر میں بفضلہ تعالیٰ ایک لڑکا پیدا ہوا ہے کہ جس طرح سے آپ نے پہلی دفعہ زبان مبارک سے ارشاد فرمایا تھا کہ ویسے ہی برخوردار میں اوصاف پائے جانے ہیں۔ لیکن بندہ آپ کی خدمت میں یہ التماس کرتا ہے کہ برخوردار کا اسم کیا رکھا جائے۔

تو پھر خواجہ صاحب نے فرمایا کہ برخوردار کا اسم میاں محمد رکن عالم رکھا جائے۔
لیکن برخوردار بیک کردار میاں محمد رکن عالم کا شبیر خواری کی عمر میں پیشہ یہ تھا کہ برو ز جمعہ دونوں چشموں اور لبوں کو بند کر کے ذکر قلبی اور روحانی اذکار و لطائف میں ہمیشہ ہی مستغرق رہتا تھا، اور کسی کے ساتھ تعلق گفتگو کا نہ رکھتا کہ اسی لئے عام مخلوقات کو یہ خیال رہتا تھا کہ شاید برخوردار میاں محمد رکن عالم صاحب کو سردردی کے باعث خاموش رہتا ہے۔ لیکن خاص النخاص انسان برخوردار عزیز من لخت جگر میاں محمد رکن عالم کی تجلیات قلبی اور اذکار روحانی کا مشاہدہ کر کے رشک کے مارے بہ کتنے تھے کہ واہ سبحان اللہ! برخوردار میاں محمد رکن عالم خود ہی مادر نادر دلی صاحب کرامت ہے۔

دوسرا وصف برخوردار کا یہ تھا کہ جب مخلوقات کی بہت ہجوم جمع ہوا کرتی تھی تو اس وقت میاں محمد رکن عالم حلقہ میں بیٹھ کر باقاعدہ مشائخ کرام کی طرح ہر ایک طالب کے قلب پر باطنی توجہ سے خیال کرتا تھا، تو اس وقت تمام مجلس بے بس و بے ہوش ہو کر گریہ و ناری شروع کرتے ہوئے ہر ایک کے دل میں محبت الہی کمال پیدا ہو جاتی تھی۔ اور جب برخوردار حلقہ میں جذبہ نفسی اثبات کرتا تھا، تو اہل مجلس کو ایسا قیص پیدا

ہوتا تھا کہ مثل ماہی بے آب کی طرح تڑپتے تھے۔

آخر کار جب میاں محمد رکن عالم کی عمر قریب نو سال کے پہنچی، تو پھر بندہ نے مولانا حضرت خواجہ صاحب کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر قدمبوسی حاصل کر کے دست بستہ عرض کی کہ یا حضرت اگر آپ حکم فرمائیں تو بندہ میاں محمد رکن عالم کو واسطے بیعت کے در خدمت اقدس حاضر کرے۔

تو پھر خواجہ صاحب نے ارشاد فرمایا کہ اے بر خوردار میاں عبد اللہ! ہم نے نور چشم کو بطور روحانی بیعت کر کے باطنی توجہ کرنے کی بھی تلقین کر دی ہے۔ اسی واسطے وہ حلقہ میں بیٹھ کر لوگوں کو توجہ کرتا ہے۔ اور تم تسلی رکھو۔

اد ایک روز ہم نے بر خوردار میاں محمد رکن عالم کے رُخ پر کسی ذریعہ سے طمانچہ لگایا تھا، تو اسی رات کو آنحضرت مولانا خواجہ صاحب جلوه گر ہو کر خاطر رنجیدہ اور زجر و توبیح سے بندہ کو فرماتے ہیں کہ بر خوردار آئندہ تم ایسا کام نہ کرنا، کیونکہ تمہارا طمانچہ بر خوردار میاں محمد رکن عالم کے رُخ پر لگانے سے ہمارے رُخ کو بڑی سخت تکلیف پہنچی۔ تو جب بندہ خواب سے بیدار ہوا، بڑی سخت ندامت ہوئی۔ بجز کچھ عرصہ گزرنے کے بعد جب بندہ آنحضرت خواجہ صاحب کی خدمت عالیہ میں حاضر ہو کر قدمبوسی حاصل کی، تو آپ نے فرمایا کہ ہمارے لختِ جگر میاں محمد رکن عالم کا کیا حال ہے؟

تو پھر بندہ نے بر خوردار کے اوصاف کے مطابق جملہ حالات بیان کئے۔ تو پھر خواجہ صاحب نے فرمایا کہ بر خوردار میاں محمد رکن عالم کو کسی قسم کی تکلیف نہیں دینی چاہیے، کیونکہ اس کی دنیا کی طرف پشت ہے۔ اور ہمارے طریقہ عالیہ میں اس نے سراسر دستاویزی کر کے رُخ کو ہماری طرف کیا ہوا ہے۔ اور عشق حقیقی اور اذکارِ باطنی میں غرق ہے، مگر خدا نخواستہ بر خوردار کی عمر استیلا سے کم معلوم ہوتی ہے۔

تو پھر خواجہ صاحب کی پیش گوئی کے مطابق بر خوردار میاں محمد رکن عالم کی عمر پورے

نوسال کے ختم ہو گئی تو پھر اس دار فانی سے دار بقا کو سدھا گیا۔

قَالُوا يَا نَبِيَّ اللَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ ۝

مگر آن حضرت خواجہ صاحب قبلہ عالم بر خوردار مباح محمد رکن عالم سے پہلے ہی عرصہ دو سال اس دار فانی سے دار البقا کو رحلت فرما گئے تھے۔ اسی لئے فدوی کو دو صدے شدید سخت بیماری کے درپیش تھے۔ اور غایت درجہ کی بھجوری و مقہوری سے خاطر شکنہ از خود رفتہ ہو کر آنحضرت مولانا جامی علیہ الرحمۃ کے شعر کا نغمہ گنگنا تا تھا۔

منم آن تا جرگہ شنی تکتہ

برہنہ بر سر لوح نشستہ

منم آن عنجکونے زار ورنجور

فنادہ از مراد خویش نون دور

بر خوردار مباح محمد رکن عالم نے خوارق عادات و کرامات منفردات ظاہر کئے تھے۔ اپنی جھوٹی سی عمر نوسال کے گذشتہ میں اگر تمام خوارق عادات و کرامات بر خوردار کے تحریر کئے جائیں، تو ان کے لئے ایک خاص دفتر ہونا چاہیے۔ اس واسطے مختصر طور پر گنجائش کی جاتی ہے۔

اور آج بھی بر خوردار مباح محمد رکن عالم کی یہ کرامات ظاہری مشہور ہے کہ اگر کسی کو کوئی حاجات و مشکلات دینی یا دنیاوی درپیش آتی ہے، تو بر خوردار مرحوم کی تربت پر جا کر فاتحہ شریف پڑھ کر قدم سے خاک اٹھا کرے جاتا ہے، تو اس کی ہر ایک حاجات و مشکلات کو خداوند کریم بفضل و کرم بوساطت مولانا آن حضرت خواجہ علیہ الرحمۃ قبلہ عالم کے سر انجام کر دیتا ہے۔

الہی بجزمت راز و نیاز خواجہ شاہ نظام الدین ولی مشکل کن

کہ قلب من منور کن چوں بدر الدجہ

نقل ہے کہ ایک روز بندہ خواجہ صاحب کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوا، تو لوگوں سے علیحدہ کر کے ایک تنہا مقام میں لے گئے، تو پھر خواجہ صاحب نے علم معارف بیان کرنا شروع کر کے بحر عمیق توحید میں غوطہ لگا کر صرف اس حدیث شریف کی تابعداری میں مستغرق تھے۔

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيُ مَعَ اللَّهِ وَقْتُ لَا يَسْعُنِي فِيهِ نَبِيٌّ مُرْسَلٌ وَلَا مَلَكٌ مُقْرَبٌ.

تو پھر خواجہ صاحب بحر عمیق توحید عرفانیہ میں ہر بار غوطہ لگا کر درمکنون بے بہا بحر عمیق سے بندہ کی نسبت لایا کرتے تھے، تو بندہ اپنے دامن کو پھیلا کر درمکنون بے بہا عرفانیہ کو اپنے لئے نگاہ عمدہ سے درمکنون جمع کرتا تھا۔ تو اس وقت خواجہ صاحب جو بوجہ راز نہانی و تجلیات ربوبیت عرفانی بندہ کی نسبت افشا کرتے تھے، تو بندہ اپنی چھاتی میں سخت پیاسے کی طرح سما کر نوش کرتا تھا۔ اور بندہ مولانا روم علیہ الرحمۃ کے اس شعر کے موافق دستور شاد دیا نہ بسر کرتا تھا۔

۵ تانہ گرید ابر کے خندد چمن

تانہ گرید طفل کے جوشد لبین

مگر اس وقت جو راز نہانی و اسرار تجلیات ربوبیت عرفانی جو خواجہ صاحب سے ظاہر ہوئے تھے، تو ان کا تخریب و بیان کرنا نامناسب و ناگوار ہے۔ کیونکہ یہ راز نہانی و اسرار تجلیات ربوبیت عرفانی وہ امانت ہے۔ جس کو شب معراج میں ہمارے سرور کائنات حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پاک کو خداوند کریم نے عنایت کر کے ظاہر کرنے سے منع فرمایا ہے۔ تو اس فافلہ اولیائے کرام کے سینہ بہ سینہ وہی امانت پوشیدہ طور سے چلی آئی ہے۔ اسی واسطے ہم کو ظاہر کرنا نامناسب ہے۔

الہی بحرمت راز و نیاز خواجہ شہ نظام الدین دلی مشکل کشا۔

کہ بر دین و ایساں نگہدار ما

نقل ہے کہ ایک روز خواجہ صاحب مریدان کے حلقہ میں بیٹھے ہوئے سرگرم تھے، تو ناگاہ ایک شخص نے آکر عرض کی کہ یا حضرت امیر ایک شخص بے دین سخت دشمن ہے جیسا کہ وہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پاک و امین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے حق میں بھی کمی بیشی کرتا ہے، تو پھر خواجہ صاحب نے جلالت کی حالت میں فرمایا اس شخص کو کہ واپس جا کر سورہ یسین شریف پچیس^{۲۵} مرتبہ پڑھ کر میرے پاس آنا۔ پھر وہ شخص جا کر سورہ یسین شریف پچیس^{۲۵} مرتبہ پڑھ کر حاضر خدمت ہوا، تو حضرت خواجہ صاحب نے فرمایا کہ فلاں درخت کی جڑوں کو مٹی سے باہر نکال کر ہر ایک بیج کے اوپر ایک ایک بار تبر مارنا۔

پس اس شخص نے ویسا ہی کیا۔ اور پھر واپس آکر عرض کی کہ یا حضرت! میں حکم کے مطابق تعمیل بجالا یا ہوں۔ تو پھر خواجہ صاحب نے فرمایا کہ وہ درخت گر گیا ہے کہ نہیں تو اس شخص نے کہا کہ یا حضرت وہ درخت گر گیا ہے۔ تو پھر خواجہ صاحب نے فرمایا۔ اب جاؤ کہ تمہارا دشمن ہلاک ہو گیا ہے۔

واقعی وہ شخص دو تین روز کے اندر ہی ہلاک ہو گیا۔

تو پھر اہل مجلس میں سے کسی نے عرض کی کہ یا حضرت! آپ ایسے خوارق عادات سے نفرت کرتے تھے۔ تو اب اس ماجرا میں کیا راز تھا، تو پھر خواجہ صاحب نے فرمایا کہ اس میں یہ راز تھا کہ ایک تو وہ شخص اہل بیت سے تھا۔ اگر میں اس کی اس وقت امداد نہ کرتا، تو حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ناراضگی کا مجھے سخت خوف تھا۔

دوسرا یہ کہ جو کوئی اہل بیت کی نسبت بد اعتقاد کسی کمی بیشی کرتا ہے، تو اس کا سر انجام ایسا ہی ہونا چاہیے۔

تو پھر کسی شخص نے عرض کی کہ یا حضرت! آپ بزدلی کی نسبت کس طرح فرماتے ہیں۔ خواجہ صاحب نے فرمایا کہ اس معاملہ کے ذمہ دار خدا تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اگر چاہیں گے تو معاف کر دیں گے، ورنہ مواخذہ کر لیں گے۔ دوسرے کا اس میں تو کچھ دخل نہیں ہے۔

الہی بحرمت رازدین باز خواجہ شاہ نظام الدین ولی مشکوٰۃ

کہ شاداب کن ماہر دوسرا

نقل ہے کہ ایک دن مسکین خواجہ صاحب کے حلقہ میں بیٹھا ہوا تھا، تو ناگاہ ایک شخص نے آکر عرض کی کہ یا حضرت! میرا ایک ہی لڑکا تھا، وہ بھی حاکم دقت نے مجرم کر کے سات سال کی قیدی میں سزاوار کر دیا ہے۔ مگر وہ شخص پیر ناتواں دیرینہ سال تھا، تو اپنے فرزند کی جدائی سے بہت گریہ وزاری کرنے لگا۔ تو اس کی گریہ وزاری دیکھ کر خواجہ صاحب جلالت میں آکر فرمانے لگے کہ: اے شخص!

گھر کو واپس جاؤ اور صبح میرے پاس آنا۔ تو پھر وہ شخص چلا گیا، تو خواجہ صاحب بحر عمیق توحید میں غوطہ لگا کر اہل مجلس کو فرمانے لگے کہ اے لوگو! حاکم دقت مجرم کو کس طرح سے قید کرتا ہے۔

تو پھر لوگوں نے عرض کی کہ یا حضرت قیدیوں کے پاؤں میں بیڑیاں اور ہاتھوں میں ہتھکڑیاں لگا کر مجرم کو حاکم دقت گرفتار کر دیتا ہے۔ تو پھر حضرت خواجہ صاحب نے فرمایا کہ بیڑیوں اور ہتھکڑیوں کا عکس بنا کر مجھے دکھانا چاہیے۔ تو حاضرین نے عنقریب ایک درخت تھا۔ اس کی شاخوں کی شکل اور عکس بیڑیوں اور ہتھکڑیوں کے بنا کر خواجہ صاحب کے سامنے پیش کیں، تو خواجہ صاحب نے خاص نظر سے بجاظر کے فرمایا کہ ان شکلوں کو تبر سے کاٹ ڈالو۔ تو حاضرین نے ویسا ہی کیا۔

آخر کار جب وہ شخص صبح کو حضرت خواجہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا، تو خواجہ صاحب نے فرمایا کہ اے شخص! ہم نے انشاء اللہ تعالیٰ بحکم خدا اور رسول تیرے فرزند کی بیڑیوں اور ہتھکڑیوں کو کاٹ کر رہا کر دیا ہے۔ مگر تم کو چاہئے کہ تیرا دن تک اس کی خبر گیری نہ کریں۔

آخر کار وہ شخص تیرہ دنوں کے اندر ہی قید سے رہائی پا کر اپنے گھر میں پہنچ آیا تو پھر اس کا والد اس کو ہمراہ لے کر خواجہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا تو پھر خواجہ صاحب نے فرمایا کہ لے لڑکے! تم قید سے فوراً کس طرح سے رہا ہوئے ہو۔

عرض کی کہ یا حضرت! تین روز سپاہی نگہبان ہمارے بیڑیوں اور ہتھکڑیوں کو سخت مضبوط کرنے رہے۔ مگر وہ اس وقت ٹوٹ جاتی تھیں۔ پھر چوتھی رات کو جیل خانہ میں خواب سے بیدار ہوا، تو کیا دیکھتا ہوں کہ میرے پاؤں سے بیڑیاں اور ہاتھوں سے ہتھکڑیاں ٹوٹ گئی ہیں۔ اور پہرے دار سپاہی نگہبان غفلت میں پڑے ہوئے سو گئے تھے، تو میں نے جان لیا کہ خواجہ صاحب نے اپنی عنایت سے مجھے حاکم وقت سے اس کی قید سے رہا کر دیا ہے، تو پھر میں اس یقین کے موجب جیل خانہ سے مفرد ہوا۔ مگر سپاہی پہرے دار مل کو فدا خبر گیری میری نہ ہوئی۔ تو پھر میں ایک سخت پہاڑ کی جانب سے جنگل کا راستہ قطع کرتا ہوا آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔

تو پھر خواجہ صاحب نے فرمایا اس لڑکے کے والد کو کہ تم چلے جاؤ، اپنے گھر کو مگر اس لڑکے کا نام بدل کر رکھنا چاہئے۔

پھر انہوں نے خواجہ صاحب کے حکم کے مطابق ویسا ہی کیا۔

الہی بھرت خواجہ شاہ نظام الدین ولی امیر

بہ بنٹا جرم صغیر و کبیر

نقل ہے کہ مسکین نے ایک روز حاضر ہو کر خواجہ صاحب کی قدم بوسی حاصل کی تو

پھر خواجہ صاحب مجلس میں رونق افروز ہوتے ہی فرمے لگے :

اے بر خوردار مہاں عبد اللہ! یہ تین شخص بیعت لینے کے لئے آئے ہوئے ہیں۔

تو پھر میں نے عرض کی کہ یا حضرت! میں قابلیت بیعت کرنے کی بالکل نہیں رکھتا۔

خصوصاً جب آفتاب جہاں اہل مجلس میں رونق افروز ہیں، تو پھر مجھے کیا جرأت ہے کہ میں کسی کو بیعت کروں۔

تو پھر خواجہ صاحب فرمے لگے کہ اے بر خوردار! ذرا جلدی ان کو بیعت کرو۔ اور

کچھ دیری اس میں نہیں کرنی چاہیے۔ کیونکہ گذرا ہوا وقت ہاتھ میں نہیں آتا۔

خیر مجبوراً میں نے ان شخصوں کو بیعت کر کے عرض کی کہ یا حضرت! اس میں کیا راز

ہمناں تھا کہ آپ نے بیعت کرنے کے بابت حکم فرمایا ہے۔ کیونکہ آپ جانتے ہیں کہ میں بیعت کرنے کی قابلیت نہیں رکھتا تھا۔

تو پھر خواجہ صاحب نے فرمایا کہ اے بر خوردار! اس میں دورانہ تھے۔ ظاہری تو

یہ تھا کہ میں ضعیف علیٰ الطبع تھا۔ اس واسطے میں نے تم کو فرمایا تھا کہ بیعت کرو۔ لیکن

تو اصلی اور باطنی راز یہ تھا کہ ہمارے پستانوں میں تیری نسبت حقیقی فیض کا شیرجوش

کھڑا تھا۔ اس واسطے ہم نے بیعت کرنے کی نسبت تم کو حکم کر دیا تھا۔ کہ مبادا

بر خوردار کا بخت بیدار اپنے اصلی مطلب کو سرانجام پہنچانے میں معزول نہ ہو جائے۔

تو یہ فرمے ہی خواجہ صاحب نے مجھے بغل گیر کر لیا۔

تو پھر خواجہ صاحب نے سرگرم ہو کر زکریا عمیق نو حید میں غوطہ لگا کر ہر ایک

اقسام عرفان کی تخم ریزی ہمارے صدر و قلب میں کر کے خلعتِ خلافت سے ممتاز کر کے

فرمانے لگے کہ اے بر خوردار! آئندہ حلقہ مریدان میں بیٹھ کر ہر ایک طالب کے قلب

پر باطنی توجہ کرنی چاہیے۔ کیونکہ مجھے خاص تیر واسطے طریقہ عالیہ نقشبندیہ کی اجازت ملی

ہے۔ تو پھر اہل مجلس میں سے ایک شخص نے عرض کی، صرف ان تین شخصوں کی اجازت

تھی جو کہ آپ کے حضور میں بیعت کر دیتے ہیں، یا کہ زائدہ بھی اجازت ہے، تو پھر
خواجہ صاحب نے فرمایا کہ ان برخوردار کے ہاتھ پر سات ہزار سے کم بیعت نہ ہوں گے۔
زیادہ خدا پاک کی مرضی۔ تو پھر سکین کو رخصت کر دیا۔

تو ویسا ہی ظہور میں آیا، کہ خواجہ صاحب کی پیش گوئی کے مطابق آج میرے ہاتھ
پر سات ہزار سے بہت زیادہ خلعت بیعت ہو چکی ہے خداوند کریم طفیل خواجہ صاحب
کے ہر ایک رفیق کا خاتمہ بایمان کرے۔ آمین ثم آمین بارب العلیین۔
الہی بکرمت خواجہ شاہ نظام الدین ولی مشکل کٹ
کہ حاجات دینی و دنیاوی برآ رہا

نقل ہے کہ اخیر ایک دفعہ جب بندہ بہت ہجوم کے ساتھ خواجہ صاحب
کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا، تو خواجہ صاحب کے مکان شریف پر ہر ایک اطراف کے
آکر مخلوق جمع تھی۔ تو پھر خواجہ صاحب نے فرمایا کہ اے برخوردار یہ سب لوگ پانچ
چھ بوم سے بیعت ہونے کے لئے بیٹھے ہیں۔ تو میں ضعیف ہوں۔ اسی واسطے تمہاری
انتظار میں تھا کہ شاید برخوردار آجائے تو پھر ان لوگوں کو بیعت کرے گا۔ اب تم
ان سب لوگوں کو بیعت کرو۔

تو اس وقت سکین نے آپ کے حکم کے مطابق آپ کے حضور ہی ساتھ نفر
تک بیعت کیا۔ مگر خواجہ صاحب کی باطنی توجہ سے اہل مجلس کو ایسی تاثیر و نقص
پیدا ہوا کہ بے بس و از خود رفتہ ہو کر نفسی اثبات اسم ذات میں سب اہل مجلس سرگرم
تھے۔ تو اس وقت ایک شخص نے عرض کی کہ یا حضرت! اس شخص نے آپ کے حضور
کثیر نفروں کو بیعت کیا ہے۔ خدا نخواستہ اس کا باطنی معاملہ لغزش کھا کر مغزول
نہ ہو جائے۔

تو پھر خواجہ صاحب بہ حالت جلالت آکر فرمائیے گئے کہ ہم نے برخوردار کا اسم

خاص دفتر بالا میں درج کر دیا ہے۔ اب کسی کی طاقت نہیں کہ بر خودار کا اسم مجلس خاص دفتر بالا سے خارج کر کے معزول کر دے۔

تو پھر مجھے خاص عنایات و الطاف کے ساتھ خواجہ صاحب نے بغل گیر کرتے ہوئے باطنی خلعت سے سمر افراز فرما کر رخصت کر دیا۔ تو پھر تھوڑے عرصہ کے بعد خواجہ صاحب اس دار فنا سے دار بقا کو رحلت فرما گئے۔

قَالُوا إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ

الہی بجزمت خواجہ ثناء نظام الدین وہی مشکل کشا

کہ بہ بخش تو سیات ما

خدا یا تو دانی سے کم و بیش را

بہ بخش گت وہ ہمہ خویش را

نظم

امداد مشکل از شر مشکل کشا طلب	عاجت فقط حضرت زحاجت رو طلب
فائز کند بہ منزل مقصد ترا طلب	باشد گم بہ راہ خدا را ہمہ طلب
فانی است عمر و دولت دنیا و مال و جاہ	ہرگز دفائے عہد نہ زین بے وفا طلب
لے بندہ بندگی کن و شاہنشا ہی بخواہ	اے خاکسار خاک شود کیمیا طلب

مطلوب گر چہ دور نباشد ز ما نگر

بہر وصول شرط شود دہند یا طلب

غزل فراق در مجوری و مقہوری و جدائی

غم فراق نے کیا حال کم دیا دل کا سنو تو عرض کر دوں تم سے ما جو ادل کا

کرے اُدھر کو نہ ہریت عارضہ دل کا
 ہم ابتدار ہی کہتے تھے یا الٰہی خیر
 پٹنک رہا ہے یونہی مدتوں سے پہلو میں
 تو نے چند سے ہیں گوش آشنا جن کے
 دو روزہ زندگی نے جان سے کیا ہے ننگ
 سبیل عشق کا ساک ہو خضر راہ نہ ڈھونڈو
 برنگ غنچہ پڑ مردہ مضمحل اے غریب
 بجز خدا نہیں کرتا جوع بندے سے
 دم اخیر ہے بیچارہ جان بلب ہے آج
 وہی ہوا جو لکھا تھا میرے مقدر میں
 نہ گفتنی است چہ گویم چہ شرح حال کنم
 عیاں ہو صورت شاید جو چشم حق بین سے
 یہی ہے مرشد کامل راہ حقیقت میں

بسکن ہے ایک ہی دونوں مکان اس کے ہیں

کرد نہ کہے سے زند مرتبہ دل کا

ایضاً

لب پر ہے نام تیرا ہے تو ہی تو نظر میں
 ہر چند ہوں نفس میں اسپر بھی ذبح ہونگا
 دیوانہ جان کر کرنے میں وہ ہوشیاری
 ایسی کچھ اس کو سو جھی لگ جائے جو گلے سے
 بوٹا سا فکسی کا چلنے میں سے یاد آبا
 سینے میں تو کبھی ہے اور ہے کبھی جگر میں
 میں مشت پر گراں ہوں صباد کی نظر میں
 دل چھین کر ہمارا کہتے ہیں جاؤ گھر میں
 تاخیر دیدہ الٰہی اس آہ بے اثر میں
 چکر سا ہم کو آبا سوبار راہ گذر میں

اپنے نہ دل کی کینا، سن سن کے مسکرا کر
 بوٹکسافد نے تیرے گلشن میں تھر ڈھایا
 کمال ہے وہ پری رو دانائی کے ہنر میں
 کیا کیا نکالیں شاخیں جاہل کے ہر شجر میں
 دن رات سوچتا ہوں گالوں کی اور تشبیہ
 خورشید میں ہے سوزش اور داغ ہے قمر میں
 کوچے کی تیرے چکر، اور دن کی جیسے سائی
 اچھی علاج سوچی ہم آپ درد سر میں
 لیں گے صلہ غزل کا اپنی وقار سے ہم

طبع ذکی رواں ہے اس بحر صاف و بر میں

ایضاً

آنکھوں کو جانتے ہیں پیالہ شراب کا
 میرا خمیر بادہ انگور سے بنا
 مستوں کو عین فرض ہے پینا شراب کا
 گھٹی میں میری پرڈ گیا قطرہ شراب کا
 آنش مزاج بار ہے عاشق ہے بادہ خوار
 پتلہ وہ آگ کا ہے میں پتلہ شراب کا

دل توڑ ڈالا سانی ہوش نے اے قمر

دکھلا کے وہ ٹکڑے کر دیا شبہ شراب کا

حضرت خواجہ صاحب کے حالات و خوارق عادات کرامات کا نام ختم کرنا محال و دشوار
 ہے۔ مگر مشقت نوزہ خردار کا پایا جانا ہے۔ اسی واسطے مختصر طور سے تحریر کئے جاتے ہیں۔
 لیکن اب خواجہ صاحب کی وساطت سے محکمہ عالیہ شان بخارا شریف میں جا کر درخواست
 کرنی چاہیے۔ امید ہے کہ ساری نیکیٹ خواجہ صاحب کے موجب عدالت بخارا شریف ملزم
 کو بری درہائی سے ممتاز و سرفراز فرما کر خلعت باطنی سے ملزم کو سرفراز فرادیں گے۔ کیونکہ
 وہ نائب نبوی اہل انصاف عزیز النواز نیکہ گاہ بے کساں عقدہ کشائی اور مشکل کشائی
 کے لئے شہنشاہ نقشبند کلاتے ہیں۔

غزل

لے دیوار شریعت طریقت ستوں
 اہل بیت سیدہ لخت جگر جنت خانوں

خاندان پروردگار بافرزندان شہید کر بلائے نقشبند
 لے چارگان امیراں با سرفراز امیراں
 توئی المدد ہر جا نقشبند
 لے دادگا ہے ناتواناں با حل مشکلات جہاں
 توئی نقشہ ماسوائے نقشبند
 یا بہاؤ الدین نذرتیری، سبھی زمین آسمان پر ہو تیری
 یا شہنشاہ بخاری پشت و پنا ہے نقشبند
 المدد یا بہاؤ الدین سلطانان
 یا شہنشاہ بخاری پشت و پنا ہے نقشبند
 نیت عرش معلیٰ پر سدا تیری

تو نور عرشاں تحت اثر ہے نقشبند

یا شہنشاہ بخاری پشت و پنا ہے نقشبند

یا بہاؤ الدین لاثانی لے بحر عمیق عارفانی
 یا شہباز لامکانی تو بہاراں دلاں بد شغائی

یا شہنشاہ بخاری پشت و پنا ہے نقشبند

لیضاً

نامی نام گرامی تیرا بہاؤ الدین سردار
 رکھ امیراں بہاؤ الدیناں ہتھ دامن نوں پایا
 بدنیوں نیکی مبتدل کر بندے ابھی کار اداواں
 جہڑے بھار گناہاں دے لے کر مردان دے در اند
 میں بھی بوجہ تیرا لے کر تیرے درتے آیا
 رکھی جھولی دے کر بولی خالی مول نہ موڑیں
 حسبوں نسبوں خاندان اکھانے نالے فات، اچیری
 قلب شقاوت صبقل کر کے دیوینت صفایا
 میں بھی سائل تیرا حضرت نظر مبارک بائیں
 علم سلوک حقیقی جہڑا تیرے دروں پر رکھ

مڈھ قدمدی عمر گذاری عجب دے بہت بیچار
 تحفے کے پوٹ گناہاں دی پیش نساڈے آیا
 آئی پیری وقت اخیر می دیوین چا امداد
 جے کرن کد اہیں نگاہیں پل و چہ صاف کرنی
 وانگ زلیخا رکھ امیراں تکہ خوب لگایا
 پکا عہد پیام نساڈا مردا ہتھ نہ چھوڑیں
 برکارندی مشکل حل کرانویں عالی ہمت تیری
 ہک نظر ادبہ چکارا کردا دور سباہیاں
 قلم ربانی ہتھ تھائے نقشے خود لکھا میں
 باہجہ اسباب جہازاں باراد چہ سمندر تری

دیکھ سخاوت تیری میں بھی تیرا غلام کہاں
 لے وسیلہ اسم الہی والا جہڑے مرداں دے دراندے
 آئی پیری وقت اخیری دس کھیرے درجانواں
 دھکے دیوں ہرگز نائیں خالی کہ ہٹانڈے
 لعل جواہرتے زمرہ سچے لگدے بہت کناں
 ادہ ہی سب عبتے کسند ا قیمت نہ پائی جانڈی
 فی داریں پکاراں پیا دیوں اجر خدایا
 ادہ ہی پشت پناہ اساداں شاہ نظام تورانی
 ترے درد فراقاں اندر نقطے چار کھائیے
 دہین اڈاری بہتی ساری چکیڑے ستنے تھکن
 ظاہری جتے لے کر آپے بہند وچہ خلق دے
 مشرق مغرب اندر بھائی اک ہی قدم کھینڈے
 تہی مقام نصیب جنہاں توں پل وچہ سیر کرنڈے

مرحبا کہن ملائک سا کہ جد حضور پادوں

فلم ربانی ہمتھ دلیاں دے آپے خود لکھیاؤں

وصف مولانا خواجہ صاحب پیر کلیانی علیہ الرحمہ

المدد یا بحر عمیق عارفانی المدد	المدد یا شہنشاہ نظامی المدد
المدد یا دستگیر من المدد	المدد یا پیر من المدد
المدد یا شاہنشاہ نظامی المدد	المدد یا انوار الوریانی المدد
المدد یا سرفراز امیر المدد	المدد یا مکبہ گاہے اسیرالمدد
المدد یا شاہنشاہ نظامی المدد	المدد یا پیر کیستانی المدد
المدد یا پشت پناہ غریباں المدد	المدد یا مہرباں یتیمان المدد
المدد یا شاہنشاہ نظامی المدد	المدد یا مقبول ربانی المدد

المدد یا پیشوائے ساکنان المدد
 المدد یا مداح خوانِ سبحانی المدد
 المدد یا دادگاہے غمخواران المدد
 المدد یا نظیر گاہے رحمانی المدد
 المدد سرایۂ بنیماں المدد
 المدد یا باغِ بسطامی المدد
 المدد یا شگوفہ نقشبندی المدد
 المدد یا مقبول خواجگان المدد
 المدد یا گلبرگِ خرقانی المدد
 المدد یا ہمشاہدِ نظامی المدد
 المدد یا شاہنشاہِ نظامی المدد
 المدد یا تحفہ لائے مدینہ المدد
 المدد یا شاہنشاہِ نظامی المدد
 المدد یا نغمہ سائے سمرقندی المدد
 المدد یا عزیز نواز جہانماں المدد
 المدد یا شاہنشاہِ نظامی المدد

المدد یا انوارِ محمد دانی المدد

المدد یا شاہنشاہِ نظامی المدد

رجوعات کرنا ہر ایک دنیا دار کا بوقت مصیبت و حاجات مشکلات عذری و عذر داری اپنی در لباسِ محبت نمودار کرنا۔

غزل نوع دیگر

تون نہ سمجھیں بھائی جے مینوں نصیحت کہتی
 محرم ہک ہی دم اسدا جیہڑا نڈر دیا باہر جاندا
 نگہا بہت پیارا سوہنا اندرون باہر جاوے
 حال باطن دا لکھن کارن ہتھ قلم نول لایا
 محرم کوئی لبھدا نہیں جس نول حال سانول
 چپ ہونوں تھیں پچھانا نہیں آول ہور بلائیلا
 اس وچہ راز نہانی آہے جیہڑی سراساٹے بیتی
 اندر اک جدائیاں والی ٹھنڈ کلیمے پاندا
 واپس وازی دلبر والا کجھ پیغام یادے
 قصہ منصور حسینیاں والا یاد دلاں تے آیا
 ڈٹھے زمر دے پتے بھائی چن چن جھولی پانواں
 صبر کماون سوکھانا نہیں دیندا بہت ایندائیاں

ہوئی ہوئی سخن آلاویں بلند آواز نہ بولیں
 درد چھپائیاں چھپاناہیں بجاویں کوئی چھپاؤ
 جو ہے راز پیارے والا ہرگز مول نہ کہناں
 علماں اندر وفا نہ کاٹی لوک سیانے کندے
 مطلب پورے کر کے بھائی واپس ہو کر جانے
 آج راتیں سفنے اندر یا حضرت تلسا آپ بلا یا
 کس تمام خلاف بیچا بے کتھوں محبت آئی
 محبت اس نون کندے بھائی دو ہاں تھیں کہناؤ
 دوئی اندرتوں بھی ہے کر عمر تسمی رو میں
 آون جاون والی رسم کماون تھکدے نت بیچارے
 نفی اثباتوں مطلب اپنی خود نفی ہو جاون
 چچر توڑی خود موجود کماویں دعوی مول نہ کرنا
 دعوی جوٹھا عجدے کر کے خود ملامت ہو میں
 ظاہر شکا نیکو کاراں دیویں بہت صفایاں
 ہمتھ پیرتے کن چشم زبانان سے بون کلسون

سب شہادت مکمل کر کے بولن ادھتھ سزائیاں

عذر پیش نہ منگے کوئی کیونکر دین دہائیاں

غزل در فراق حضور سمرقانات علیہ السلام

یا رسول اللہ یا رسول اللہ کراں ندائیاں
 یا رسول اللہ یا رسول اللہ کوکاں سے
 میرے بابل تبرے رٹ لائیاں
 پہنچ یا شافے مخلوقاں سے

تیرے سائے لوگ لین پناہیاں

یا رسول اللہ یا رسول اللہ پوکاراں پہنچ یا حامی غمخواراں میرے بابل تیری جھولی پائیاں

یا رسول اللہ یا رسول اللہ سن فریاداں بنی مشکل دیوس جا امداداں

جھولی اڑکے تیرے در آئیاں

یا رسول اللہ یا رسول اللہ سن دیناں گئے آرام تے چلبناں

ہن کیتیاں پیش آئیاں

یا رسول اللہ کراں ندائیاں

میرے بابل تیری جھولی پائیاں

یا رسول اللہ یا رسول اللہ بلانواں تیلنوں پکار دی بھلا کیوں شرمانواں

آویں والی میرے سائیاں

میرے بابل تیری جھولی پائیاں

یا رسول اللہ یا رسول اللہ بنے لادیں ہوئی نا امدادی چپہ ہلا دیسے

تیرے شان خلق عظیم دیا آیتاں آجاں

یا رسول اللہ یا رسول اللہ کراں ندائیاں

میرے بابل تیری جھولی پائیاں

یا رسول اللہ یا رسول اللہ بلاویں میرے زخماں دی پیر ملادیرے

پانواں واسطے من دولائیاں

یا رسول اللہ یا رسول اللہ کراں ندائیاں

میرے بابل تیرے لڑ لائیاں

یا رسول اللہ یا رسول اللہ میں بے گانی ہاں کیتے ظلم تے بے فرمانی ہاں

کر معاف نے بخش خطایاں

یا رسول اللہ یا رسول اللہ کو ان مذاہب

میرے بابل تیرے لڑ لائیاں

اکبرار کبیری کے متعلق خواب میں بشارت

اکٹھ فلم ہن نال ہمت دے سر سیاہی لاویں
 سبھے لکھن ہوندا ناہیں کیونکر مغز کھپا بیٹے
 اسرار کبیری سٹھنے اندر کسے ولی بتایا
 باہر قرآن حدیثوں بھائی قدم مول نہ دھریا
 مت کوئی دیکھے نال محبت ہووے مطلب میری
 عہدی سائل بہتیرا بتا تو شدہ کجہ نہ پلے
 ہو کے تابع نفس امارے عمر مفت گزار سی

ہک رسالہ سلوک کے اندر تھوڑا لکھ سنادیں
 پچھتے کون سلوک دچارہ کس لہز آکھ بتا بیٹے
 لسے مجبوری کارن میں بھی ایہی نام رکھایا ۱۲
 اوپر سنت رسول پیارے کیتا جو کجہ سریا
 ہمتہ اوٹھلے عاصی کارن سکھاں امید بہتری
 رکھی جھولی وانگ گداہیاں مت کوئی نیکی گھلے
 خالی ہتھوں چلیا رہا آئی پیشے خوار سی

دیکھ بے علمی میری یارا انگشت مول نہ دھرنی
 جے کر رحم کماویں جانی فاتحہ حق اساتھ پڑھنی

مناجاتِ مصنف

قرمبڈل نال رحم دے کراں عرض خدایا
 ستاری دصف تیرا رہا آپے عیب چھپاویں
 تو نہی بخشنہار کماویں خبر قرآنوں آئی
 تائیں امید تروڑن ناہیں ہونواں نت سوالی
 شاید بخشش باہجوں ہرگز خالی مول نہ آنواں
 رحم کماون دیون دلے خالی مول نہ آندے

عاصی جرم بہتیرا کے ادڑک بخشاؤن آیا
 عہدے مستحق تیرے دا جے کر رحم کماویں
 میں بے مثل اوگنہار خدایا تیری وچہ خدائی
 دیکھ خوش خبری فرقاں جمیوں تے تقنطوادالی
 رکھ امیدال یارب سائیاں جے کہ ہتھ اٹھانواں
 نے منگتے ہریراوی رہا سینیاں دے درجان دے

فَاَمَّا السَّائِلَ فَلَا تَنْهَرْ سچا فرمان خدا یا
 عمد شکستہ آپے کہنا، آپے خود شرمانوال
 رحم کما دیں یا رب سائیاں رو سیاہی سے کہ آیا
 جگہ ہو نہ لیجئے کائی کس دروانے جانوا
 حاجت باہجوں کبا ئر کیتے رباً بخش فضولی
 سبھے اوگنہار بیچارے رباً بخش خطائی
 تا میں روز قیامت اندر مت خلاصی پاو نہ
 امن امان بچاویں رباً عجبکے عرض کریندا
 سبھے مشکل حل کراوے واہ واہ پیر نظامی
 دچہ مراقب حاضر بندے دسن خاص نشانی
 اد پر قلب نفس لگاوے تے اسم ذات نشانی

عاصی مڈھ قدم دے سر رکھیندا اد پر پرتو پاوے

قطرے وانگوں عجب دے چاراد چو سمندر جاوے

+

وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ

بِاَفْتٰحِ

وَاِلٰهٖ وَسَلَّمَ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حَالَاتُ وَاِكْرَامَاتُ حَضْرَتِ بَابَا جِی صَاحِبِ لَا رُوٰی رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَیْهِ

بعد حمد و صلوات سرور کائنات افضل المخلوقات حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ و سلم کے ، خداوند کریم بفضل ایزدی و طفیل حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ و صحابہ وسلم و بجزمت چہار یار کبار رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین و طفیل بزرگان دین متین فدوی روسیہ حقیرنا بکار کو اپنی محبت و پیروی سنت سید خیر الانام عطا کر کے اپنے اولیادوں کے زمرہ میں داخل کرے . آمین ثم آمین یا رب العالمین .

اَمَّا بَعْدُ وَاضِحٌ ہُوَ کہ فدوی مسکین حقیر خادم الفقراء و المساکین المعروف اخوان زادہ ، ہمیشہ زاد و داماد مصنف کتاب ہذا کے دل میں خیال آیا کہ آنحضرت جناب بابا جی صاحب کے کچھ حالات تحریر کرنے چاہئیں . اگرچہ مختصر حالات کتاب ملفوظات نظامیہ میں قلمبند کر دیئے گئے ہیں . مگر کتاب ہذا میں بھی شائقان و ارادتمندوں مریدوں کے مصنف علیہ الرحمۃ کے حالات سے مشت نمونہ خردار بتلانا چاہیے ، تاکہ شائقین ارادتمنداں مریدان کو خاطر جمعیت ہو .

مگر کہا کروں کہ حضور کے حالات ظاہری و باطنی کی نسبت آگاہی پانا محال و دشوار ہے . کیونکہ ہمارے والد صاحب رخصتے ان پر رحم کرے ، فرمایا کرتے تھے کہ جناب بابا جی

صاحبؒ کی نسبت کہ بہ اوصاف حمیدہ و اخلاق پسندیدہ کے مطابق شاید مادر زاد ولی سے معلوم ہوتے تھے۔ کیونکہ ان کا تولد ہونا ہمارے زمانہ میں ہوا تھا۔ نوجب یہ طفل تھے، تو ان کے والد مرحوم کا سایہ فانی سے حساودانی کو چلا گیا۔ تو پھر باوجود ینیم ہونے بے کسے اور نہی دست تھے، تو اس وقت ان کا یہ قاعدہ تھا کہ ہر ایک خویش و اقرباء رشتہ داروں سے بود و باش نشست و برخاست تعلق قطع کرنے ہوئے ترک کر دیا تھا۔ تو اس زمانے میں بھی اکثر خلقت سے نفرت کرتے ہوئے ذکر روحانی و اذکار قلب و تزکیہ نفس میں باطنی شغف گیری کرتے تھے۔ اور اکثر تنہا ہو کر گریہ و زاری کیا کرتے تھے، تا وقتیکہ بے بس و از خود فترت ہو جاتے تھے۔ اور کمال رحم دل خلق پسندیدہ اور اوصاف حمیدہ سے عبادت پرسی اور نام پرسی ہر ایک عمزدہ کی، سنت محمدی کے مطابق کمال آداب سے بجالانے تھے۔

بلکہ آپ حضور جناب بابا جی صاحب قبلہ عالم خود بار باحالت حلاوت کے جو س میں آ کر فرمایا کرتے تھے کہ در زمانہ نابالغیت و طفولیت میں کہ ہم اپنے ہمراہی طفولوں سے کنارہ کشی کرتے ہوئے ذکر نفی و اثبات ابرا کرتے تھے کہ گاہے گاہے بے خبر و بے ہوش ہو جاتے تھے۔ اور اپنے ہمراہی طفولوں سے اکثر اوقات مفرد ہو کر کنارہ کشی اس واسطے کیا کرتے تھے، کہ مبادا ان کی محفل میں با دنچہ کرنے سے ہمارے اذکار ضائع نہ ہو جائیں۔

اور میرے والد بزرگوار خدا تعالیٰ رحم کرے ان کو، کہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ ان کے اوصاف حمیدہ اظہر من الشمس ہیں، جیسا کہ طفولیت کے زمانہ میں کوئی شخص عالی شان ابرا یا بد اخلاق سے ان کے درپیش آتا تھا، تو دیکھتے ہی ہر ایک کے دل میں رعب و داب کا جذبہ پیدا ہو کر خام کی طرح تابعدار ہو جاتا تھا۔

اور ہمارے والد صاحب خدا تعالیٰ مغفرت کرے ان کو کہ فرمایا کرتے تھے کہ انہوں نے صرف قرآن شریف کی تعلیم چھ سات پارہ تک اور ایک دو کتابوں کے دو دو چار چار سبق کی تعلیم ہمارے سے حاصل کی ہے۔ اور باقی علم محض لدنی حاصل ہوا ہے۔ ان کو

اور ان اوصاف حمیدہ و اخلاق پسندیدہ کے مطابق وہ فرمایا کرتے تھے کہ شاید یہ مادر زاد ولی معلوم ہوتے ہیں۔

اور ہمارے والد فرمایا کرتے تھے کہ جب ان کا تولد ہونا ظہور میں آیا، تو پھر ان کے بخت بیداری کا ستارہ سعادت مندی سے روز بروز ترقی سے طلوع کرتا تھا، جیسا کہ آخر کار نوبت ایسے جشن شادمانہ کے آپہنچی۔ اور ایک اہل علم و فضل صاحب طریقت کمال جو کہ فدوی کے صاحب حق مولانا موصوف علیہ الرحمۃ جو کہ جناب بابا جی صاحب کے قریب تر بود و باش سے قیام پذیر تھے۔ ان کے ابا و اجداد کی جگہ میں وہ صاحب حق فدوی نیاز مند کو فرمایا کرتے تھے کہ جو جام عشق جناب بابا جی صاحب نے نوش کیا ہے وہ خداوند کریم ہر ایک صاحب طریقت کے نصیب کرے۔

اور صاحب حق موصوف علیہ الرحمۃ فدوی کو یہ فرمایا کرتے تھے، جو کہ عبادات اور ریاضات شاقہ سے خرمین بے با عرفان جناب بابا جی صاحب نے اپنی چھاتی میں سمو کر باد خزان سے مدفون کر دیا ہے۔ خداوند کریم نصیب کرے۔ لیکن دوسرے مشائخ کو اس زمانہ میں کم از کم نصیب ہوگا۔

اور حضور کے نام پورے حالات سے واقفیت کرنی غیر کو محال ہے۔ کیونکہ زمانہ طفولیت میں اپنے ہم جنس ہمراہی طفولوں سے مفرد ہو کر اپنے حالات و اذکار میں شغل گیری کرتے تھے، تو جس وقت ان کی بخت بیداری کے ستارہ سعادت مندی نے طلوع کیا، تو جناب خواجہ شاہ نظام الدین ولی مشکل کشا سے بیعت حاصل کی، تو پھر آپ نے اپنے آباء و اجداد کے قبرستان میں ایک عبادت خانہ بنا کر عرصہ آٹھ نو سال تک شاقہ عبادات و زہد ریاضات برداشت کرنے ہوئے تن تنہا اعتکاف کرتے رہے۔

تو آخر عمر میں کمال جلالیت کے غلبہ سے مخلوقات سے مفرد و بے تعلق ہو کر خلوت گزیں ہو رہے ہیں۔ اور بار بار یہ فرمایا کرتے تھے کہ لے خداوند تعالیٰ! مجھ کو مخلوقات عامہ سے

نجات بخش، کہ ہمارے واسطے بڑی نصیبت ہے۔

اور آپ کمال سنت رسول و شریعت کی تابعداری میں مصروف ہو کر ہمہ ادقات بسر کرتے تھے۔ اسی لئے ان کے حالات سے آگاہی پانی بہت دشوار ہے۔ صرف ہم زمرہ تابعداران کو ان کی نسبت عقیدتمندی کفایت کرتی ہے۔

الہی طفیل خواجہ عبداللہ لاری

زارحم کن رحیما مددگاری

نقل ہے کہ ایک روز حضور جناب بابا جی صاحب اپنے حال میں سرگرم تھے۔ بوقت بامداد علم معارف و دربانے بے کنار توجید میں بے اختیار سی سے احکام توجید بیان کرتے تھے۔ حتیٰ کہ آپ حالت جلالت میں آ کر اہل مجلس کی طرف مخاطب ہو کر فرماتے لگے، اے اہل مجلس! تم آگاہ رہو کہ اگر خداوند کریم نے مجھے ایمان سلامت مکمل عطا کیا، تو میں جنت میں داخل نہ ہوں گا، جب تک کہ بارگاہ مجیب الدعوات میں ملتجی ہو کر طفیل سرور کائنات حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ و اصحابہ وسلم، و بمرمت جمع خواجگان کے اپنے تابعداران کے لئے شافی ہو کر اعلیٰ و ادنیٰ کو ہمراہ نہ لے جاؤں گا، تو تب تک انشاء اللہ تعالیٰ جنت میں نہ داخل ہوں گا۔

تو اس وقت حضور کی مؤثر کلام شہریں سے بشارت کے ملنے کی وجہ سے اہل مجلس گریہ و ناری کرنے لگے، تو حضور بھی توجید کے غلبات سے جلالت کے جوش میں آ کر سوزش جگر کمال سے گریہ کرنے لگے۔ اور زبان مبارک سے فرماتے تھے:

اے خداوند تعالیٰ! تو مجھ کو اپنی ذات کبریا کے واسطے و طفیل آنحضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم و بمرمت جمع خواجگان کے، صغیروں اور کبیروں سے معافی دے کر اپنے عشق حقیقی سے ایک جرعه نوش کر، کہ خلعت ایمان سے مشرف کر۔ اگرچہ مستوزہ عذابم، اور ہمارے تابعداران کو شریعت محمدی کی تابعداری میں مستغرق کر کے نامشروعات

سے نجات عطا کر کے باشرحات میں جانفشانی کرا کر اپنے عشق حقیقی کا جام نوش کرا کر خانہ
بالخز کر۔ تاکہ میں قیامت کے دن لے پروردگار! تیرے سامنے اور نبرے رسول اور نبرے
ادبائوں کے درپیش رسوا نہ ہوں۔

تو حضور جس وقت جلالت سے اس دعلے خوانی میں تکرار کرنے لگے۔ تو فدوی مسکینے
کو یہ معلوم ہوتا تھا کہ شاید حضور اس وقت کسی اپنے حال میں سرگرم ہو کر اپنے نابعداران کے
لئے اپنے مالک حقیقی سے معافی چاہتے ہیں۔ اور اس شعر مولوی جامی علیہ الرحمۃ کے حکام
بسرکتے ہیں۔ ۵

گنا نام اگر از حد بیرون است

ہزاراں بار زان فضلت فزوں است

مگر حضور کے اس مناقب کو تخریب کرنے میں یہی مطلب ہے کہ نابعداران کو بشارت
سے اعلان کیا جاتا ہے کہ زمرہ نابعداران کے واسطے حضور انور کی یہ پیش گوئی بشارت عظیم
ہے۔ الحمد للہ رب العالمین۔ آمین یا رب العالمین۔ ۵

الہی طفیل خواجہ عبید اللہ لاری

ز عشقِ خویش دہ بک جام تازی

نقل ہے کہ ایک دن حضور اپنے وطن آباد اجداد سے قبل ہجرت کے برلے سیر و
ساحت کے ملک کشمیر چلے گئے تھے۔ موسم عین بہار میں کہ فرش روئے زمین اس آبت کریمہ
کے احکام کا مصداق تھا۔ قولہ نعلی:

فَانظُرْ اِلَى اٰثَارِ رَحْمَةِ اللّٰهِ كَيْفَ يَحْيِي الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا. (سورہ روم)

رہس نظر کر لے نظر کرنے والے طرف خدا پاک کے رحمت کی نشانیوں کے کہ کس

طرح سے زندہ کرتا ہے زمین کو اس زمین کے مرنے کے بعد۔

رنگ نوچید سے فرش روئے زمین کو رنگ کر قدرت کی نشانیوں سے عجیب صفت

کے ساتھ زندہ کرنا ہے۔ جیسا کہ درخونوں کے طرح طرح کے شگوفوں سے لباس و پوشاک پہن کر رنگ و بچھڑاؤ دار ہو کر اپنے زیورات گلوں پھلوں سے ہر ایک باغ باغچہ آراستہ تھا۔ تو آپ جس وقت پرگنہ خاص میں پہنچے، تو ایک شخص نے دعوت کے لئے آپ کی خدمت میں عرض کی، کہ باحضرت اگر ہر بانی سے منظور فرمادیں گے۔

تو آپ نے سنت نبوی کے مطابق اس شخص کی دعوت منظور کر کے اس شخص کے گھر دریا کے قریب تر تشریف لے گئے، تو جس وقت دعوت کنندہ کی دعوت سے آپ نے فراغت پائی تو وقت ظہر قریب تھا، تو پھر اپنے مجلس سے تنہا ہو کر اسی دریا کے کنارے پر جا کر طہارت جلدی کر کے ایک پتھر پر نماز ظہر کو ادا کیا۔

تو پھر آپ دیر تک دریلنے وحدت کے مراقبہ میں مستغرق رہے۔ تو جس وقت دیلے وحدت کے مراقبہ سے فراغت پائی، تو کیا دیکھنے میں کہ آپ کے اوپر سفید چادر تھی۔ زدہ سفید چادر اقسام اقسام کے نقوش سے پُر تھی۔ یعنی اس سفید چادر پر ہر ایک قسم کے نقوش لکھے گئے تھے۔

جیسا کہ آپ نے نظر ثانی سے غور کر کے چادر کو اپنے اوپر سے اتار کر اسی پتھر پر آپ نے اپنے ماتھے سے ضرب شدید لگائی، تاکہ یہ نقش زائل ہو جائیں۔ مگر وہ نقش ضرب لگانے سے بھی زائل نہ ہوئے۔ بلکہ تیز روشنی کی طرح منور ہو گئے۔

آخر کار آپ اس پتھر پر سے چلے آئے۔ جب اہل مجلس میں رونق افروز ہوئے تو فرمانے لگے، تم دیکھو کہ ہماری چادر پر قسم قسم کے نقوش لکھے گئے ہیں۔ مگر معلوم نہیں کہ یہ کیا وجہ ہوئی ہے، تو پھر اہل مجلس نے حضور کی چادر کو دریافت کیا تو کیا دیکھنے میں کہ ہر ایک قسم کے نقوش سے مشابہہ کیا گیا، تو پھر اہل مجلس نے تعجب کیا۔

لیکن مجھے معلوم نہیں کہ اس راز نہانی کو اہل مجلس میں سے کسی نے دریافت کیا یا کہ نہیں۔ کیا اس راز نہانی و تہ حقانی سے خود ہی اگلا ہی نئے۔ مگر کمال شریعت کی تابعداری کی وجہ

کو آلائش و تعلقات دنیا و مافیہا سے بند کر کے خداوند کریم کی صفات کا مشاہدہ کرے۔ تو اس کا واسطے ہم بھی مجبوراً دروازہ بند کر کے نماز پڑھتے ہیں۔ مبادا کہ ہمارے وقت میں کوئی شکستگی و لغزش کدورات وارد نہ ہو جائے، ابے دریغ غیر کے دروازہ کھول کر داخل ہونے سے۔ تو یہ ہمارے واسطے بڑی مصیبت ہے کہ ہزار ہا سال کی منزل طے کی ہوئی ایک پل میں کدورات لغزش سے ضائع ہو جاتی ہے۔

اور اسی واسطے فرماتے تھے کہ غیر کی صحبت سالک کے لئے ہر حال میں بادخزاں کی طرح ہوتی ہے۔ اور فرماتے تھے کہ ہم کو نماز میں غیر کے پاؤں کے آواز سانس کے بلند آواز سے آنا جانا برداشت نہیں کیا جاتا۔ آپ کی مطلب اس بیان کے مطابق یہ پائی گئی کہ ہم اس جگہ نماز اپنے حال کے موافق پڑھ سکتے ہیں کہ جس جگہ میں غیر کا دخل اور ہر ایک اشیاء کا آواز نہ پہنچ سکے۔ اور اسی لئے بارہا اپنے آل و اولاد کو بطور فریاد رہتے تھے، کہ ہماری نماز کے وقت تم ہر ایک خاموش ہو کر طفلوں کی بھی نگہبانی کیا کرو۔ تاکہ ہم اپنی نماز کو اپنے حال کے موافق ادا کر لیا کریں۔ مگر بارہا دن میں آپ اسی طرح سے فرمایا کرتے تھے۔ اور رات اپنے عبادت خانہ میں کسی ہم جنس کو بھی نہیں رہنے دیتے تھے۔ خدا جانے کہ رات کو اپنے مالک حقیقی کی عبادت و ریاضات میں سمندر عرفان دریائے وحدت بے کنار میں غوطہ لگا کر کس طرح سے بسر کرتے تھے۔ وہ بھید خداوند کریم اور آپ حضور ہی جانتے ہوں گے۔ مجھے معلوم نہیں ہے۔

اور ایک دن فدوی رو سیاہ نے عرض کیا کہ یا حضرت! آپ نماز باجماعت کے بارے میں کیا فرماتے ہیں۔ فرمایا کہ نماز جماعت کے ساتھ بہت فضیلت رکھتی ہے، جیسا کہ نص قطعی ناطق ہے۔ **وَ اِنْ كَعُوْا هَعَ الرَّاٰكِعِيْنَ** ہ۔ بلکہ اور احادیث نبوی کو بھی بہت بیان کیا، جیسا کہ نماز کو جماعت کے ساتھ بہت ترجیح دینے لگے۔

تو پھر اس وقت فدوی نے عرض کیا کہ یا حضرت! آپ گاہے گاہے تنہا نماز کس لئے

ادا کرتے ہیں۔ حالانکہ نماز باجماعت کے لئے ایسی فضیلت بیان کرتے ہیں۔ تو پھر حضور نے فرمایا کہ اے برخوردار! ہم بھی نماز باجماعت کے لئے امام صاحب کی جستجو اور تلاش کرتے ہیں۔ دہریزانہ سے بچ کر آج تک مگر نا حال و سبب نہیں ہو سکا۔ خدا جانے کہ آئندہ بھی دستياب ہوگا یا کہ نہیں۔ لیکن امام صاحب کی ہم کو بہت ضرورت ہے۔

تو پھر فدوی نے عرض کیا کہ یا حضرت آپ امام ہو کر نماز جماعت سے ادا کیا کریں، تو کیا مضائقہ ہے۔ تو پھر فرمایا کہ اے برخوردار! ہم امامت کی اہلیت نہیں رکھتے۔ لیکن زمانہ سے بچ کر آج تک امام ہونے کی خواہش سے تلاش کرنے لگے۔ مگر نا حال قابلیت امامت کرنے کی نہیں پائی۔ اسی واسطے مجبور ہوں۔

تو پھر جوش جلالیت میں آکر سوزش جگر سے بہت سخت گریہ کرنے لگے۔ مگر فدوی کو حضور نے امامت کے بارے میں ظاہری اس طرح سے فرمایا، خدا جانے کہ خفیہ کیا کیا راز نہانی ہوگا۔ مجھے معلوم نہیں ہے۔

اور ایک دفعہ ایک شخص بابرکت پر نے حضور کی خدمت میں عرض کی کہ آپ گلے گالے جماعت کے بغیر نماز کس لئے ادا کرتے ہیں۔ فرمایا کہ ہاں! ہم بھی آج تک امام کی تلاش کرتے تھے۔ مگر دستياب نہیں ہو سکتا تھا۔ الحمد للہ کہ اگر آپ امامت کرنے کی قابلیت رکھتے ہو تو تب مہربانی فرما کر ہماری مسجد شریف میں بیٹھ جاؤ۔ کہ نماز ظہر کی امامت ہم کو کرنا پھر آپ رخصت ہو جائیں۔ کیا مضائقہ ہے۔

حضور کے اس جواب دہنے سے اس شخص کے دل میں ایسا رعب پیدا ہوا کہ آخر کار بعد جلد آپ سے رخصت طلب کرنا ہوا فوراً چلا گیا۔

اور ایک دفعہ فدوی نے عرض کیا کہ یا حضرت! بعارضہ بیماری باوجود ضعیف ہونے کے روز قرات سے نماز فرائض و واجب سنت ذواللکس لئے ادا کرتے ہیں۔ حالانکہ آپ بعارضہ بیماری کی نسبت اکثر اوقات ضعیف رہتے ہیں۔ تو اس لئے اگر آپ درمیانی قرات سے نماز ادا

کر لیا کریں، تو کیا مضائقہ ہے۔

تو پھر حضور انور نے فرمایا کہ اے برخوردار! ہم نے ایک دفعہ سنا تھا کہ دو ملزموں کو مجازی بادشاہ حاکم وقت کے درپیش بیان لینے کے واسطے ایک دن کھڑا کیا گیا۔ حالانکہ وہ حکام انہی کی مثل انسان تھا تو پھر مجھے اس بات کی بہت ہی حیرت سے ندامت درپیش آئی، کہ ملزم اپنے جیسے حکام کے درپیش واسطے بیان دینے کے ایک دن کھڑے رہنے ہیں۔ تو میں کیوں نہ اپنے بادشاہ حقیقی مالک روزی رساں کے درپیش کھڑا رہوں کہ جس نے ہم کو نابود سے بچا دیا۔ اور مالک کے رحم میں روزی دے کر قدرتِ کاملہ سے اس قید خانہ شکم سے باہر لا کر ہر لحظہ و ہر وقت ہماری پرورش و نگہبانی کرنا ہے۔ تو اس مالک و معبود کے درپیش کیوں نہ کھڑا رہوں۔ اس لئے میں دراز قرأت سے اگر ہو سکتی ہے اپنی طاقت کے موافق ادا کرتا ہوں۔

اور نیز فرمایا کرتے تھے کہ تنہا نماز میں ہم کو ایک عجیب و توہمہ لاحق ہوتا ہے۔ جس کی نسبت بیان کرنا ناممکن ہے۔ اگر شریعت کی لگام ہمارے منہ میں نہ ہوتی، تو شاید میں اس کی نسبت کچھ بیان کر سکتا مگر شریعت کی لگام نے پابند کیا ہوا ہے۔ مگر ہمیں خدا تعالیٰ پاک اسی شریعت کی تابعداری میں خاتمہ کرے۔

اور رات کے قیام کے لئے فرمایا کرنے تھے کہ جو کچھ سالک کو جامِ وحدت سے جو حصہ ملتا ہے، وہ اکثر قیام رات سے اور شب بیداری کی نسبت ہی ملتا ہے۔

اور ایک دفعہ آپ حضور اپنے حال میں سرگرم تھے، تو بحرِ عمیقِ عرفان میں غوطہ لگا کر حالتِ جدالیّت میں فرماتے تھے کہ اے برخوردار! ہم نے نہ آسمانوں اور نہ زمینوں کی جستجو اور تلاش کی۔ صرف اپنے مالک و معبود حقیقی کی جستجو و تلاش کی مگر آخر کار اپنی ہمت کا گھوڑا میدانِ عرفان میں تیز چلنے سے لنگر دیا دیکھتا ہوں۔ اسی لئے میں آدمی حیرت میں پڑا رہتا ہوں۔

خدا تعالیٰ جانے کہ حضور کی اس بات میں کیا راز تھا، مگر فردی کو اپنے ناقص عقل کے

موافق یہ معلوم ہوتا ہے کہ شاید حضور کو ابتدا ہی میں منزل ناسوتی و ملکوتی و جبروتی دلا ہوتی حاصل ہو چکی ہوں گی۔ یعنی آپ کے کلام کے اشارہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو ابتدا ہی میں منزل انہما حاصل ہو چکی ہے۔

اور نیز فرمایا کرتے تھے کہ ہم جستجوئے کی منزل میں بہت حارص تھے۔ اور منزل ضیا میں مہجور ہو کر یہ ندا کرنے رہنے تھے۔ صَبَرْنَا بِبَدَلِكَ وَرَضِينَا بِقَضَائِكَ۔ اور منزل خوف میں داخل ہوئے۔ مگر خطرہ باد خزاں سے حیرت درپیش ہے۔ اور نیز حضور فرماتے تھے کہ ہم ابتدا میں اپنے ہر ایک مرید کے لئے سلوک کے سہارے کے حارص تھے۔ آخر کار ہم نے غور سے دیکھا کہ ہمارے پے در پے سلوک رسد میں کوئی آنے والا نہ تھا۔ اسی واسطے مریدان سے مابوس ہو کر حیرت درپیش ہے۔ اگرچہ ہر ایک مریدان کی ہدایت و نرفی کے لئے بارگاہِ مجیب الدعوات میں ملتجی ہوں۔ مگر حیرت سے خار دیدہ ہوں۔ اور نیز حضور راہِ حسرت سے فرمایا کرتے تھے، کہ سالک کو چاہئے کہ اپنی عبادات اور ریاضات موسمِ باد خزاں میں ترک کر کے باد صبا کا انتظار رہا کرے۔ مگر تا بعد از شریعت نبوی کی بسر کرنی چاہئے۔

اور فرماتے تھے کہ ہم بھی دیر زمانہ سے باد صبا کی انتظاری میں ہیں۔ مگر معلوم نہیں کہ کب نمودار ہوگی۔ لیکن باد خزاں کے خطرہ سے بھی خار دیدہ ہوں۔

اور نیز آں حضور جنابِ بابا جی صاحب فرمایا کرتے تھے کہ مرشد کمال وہ ہے، جو کہ وہ باغبان کی طرح ہو کہ جس طرح سے باغبان کے باغیچہ میں سے کوئی درخت نقصان دار ہو یا کسی درخت سے کوئی شاخ زمین کی طرف جھک جائے، یا کسی درخت سے ثمر ترشش بے مزہ نمودار ہو تو پھر مالی باغبان ہر ایک کو قلم تراش کرتا ہوا اپنی تدبیر کے موافق از سر نو ظاہری بند و بست کر دیتا ہے کہ اسی طرح سے مرشد کمال کو بھی چاہئے کہ اگر اس کے باغیچہ مریدان سے کوئی کسی منزل میں گرفتار یا قبضِ دائمی یا از کار لطائف و ذکر روحانی نہ جاری

ہونے کی نسبت لغزش کی طرف مائل ہو جائے تو وہ مرشد ظاہری باغبان کی طرح ہر ایک مبتلا کی مشکل کشائی کے لئے دوسرا بندوبست کر سکتا ہو۔

اور نیز فرمانے تھے کہ مرشد ظاہری طبیب حاذق کی طرح جیسا کہ وہ طبیب حاذق مریض کی نبض کو پہچان کر اس کی مرض کے موافق دوائی دیتا ہے۔ اگر اس دوا سے مریض کی مرض زیادہ ہوتی ہو، یا کہ مریض کی بد پرہیزی سے بیماری ترقی پکڑتی جانی ہو تو پھر وہ طبیب حاذق دوسری پڑی دوائی کی مریض کی مرض کے مطابق شروع کرتا ہے۔ اسی طرح بھی مرشد طالبان مبتلا کے لئے دوسرے قسم کا بندوبست کر سکتا ہو۔ ورنہ لغزش سے طالبان مبتلا کی نساہی ہو جائے گی۔

اور لطائف کی نسبت حضور فرمانے تھے کہ ہم کو منزل کی ابتداء ہی میں لطائفوں اور اذکار و روحانی کا ابا جریان ہوا تھا کہ بوقت حاجت انسانی اور استنجا کرنے کے وقت بھی یہ اپنی حرکت سے باز نہ آنے تھے۔ بلکہ شہد کی مکھیوں کی طرح ان کی آواز ہمارے جسم میں نمودار ہونا رہتا تھا۔

اور ایک دفعہ فدوی نے لطائف و اذکار روحانی کی نسبت عرض کی تو پھر حضور نے فدوی کو بطور مراقبہ گیارہ اذکار و اشعار کی تلقین و تیز فرمائی، تو پھر فدوی نے دوبارہ عرض کی کہ جنت میں کوند طبیعت اور کم ذہن ہوں۔ اور میری قلبی زمین بٹ کھڑا کی طرح ہے۔ تو ایسی میری ناقابل زمین میں ایک ہی دفعہ گیارہ لطائفوں کا جریان و اذکار روحانی کب نمودار ہوگا۔ تو پھر حالت جلاہت میں فرمایا کہ مجھے امید ہے، انشاء اللہ تعالیٰ ایک ہی دفعہ تیرے گیارہ لطائفوں کا جریان ہو کر اذکار روحانی کا نمودار ہوگا۔

تو پھر حضور کی پیشگوئی کے مطابق اگرچہ میں کوند طبیعت، کم ذہن اور رنگوں بخت تھا۔ تو شاید ویسا ہی نمودار ہوا۔

تو پھر فدوی نے عرض کی کہ یا حضرت! یہ گیارہ لطائف منتہی کے لئے ہیں کہ نہیں تو

پھر حضور نے فرمایا کہ پیرف مبتدی کے لئے ہیں۔ لیکن یہ منتہی کے لئے ہیں سو ساٹھ لٹائف ہیں۔ تو پھر فدوی نے عرض کی کہ یا حضرت! آپ روزانہ کتنے لٹائف کا مراقبہ کرتے ہیں۔ تو پھر آپ نے فرمایا کہ ہم روزانہ ہر وقت تین سو ساٹھ لٹائف کا مراقبہ کرتے ہیں۔ بلکہ اذکار روحانی اور تزکیہ نفس بھی ساتھ ہی کرتے ہیں۔

تو بیز فدوی نے عرض کی کہ یا حضرت! جو تین سو ساٹھ لٹائف ہیں، ان کی جگہ ساٹھ کا صد ہی ہے، یا کہ ساٹھ کے سارے جسم میں ان تین سو ساٹھ لٹائفوں کی جگہ ہوتی ہے، تو آپ نے فرمایا کہ ساٹھ کے منتہی تمام جسم میں لٹائفوں کا جریان پیدا ہو جاتا ہے۔

بیز فدوی نے عرض کی کہ یا حضرت! آپ فرماتے ہیں کہ ساٹھ کے تمام جسم میں لٹائفوں کا جریان پیدا ہو جاتا ہے۔ حالانکہ انسان کے جسم میں ناپاکیوں کی جگہ بھی ہیں۔ تو پھر سارے جسم میں کس طرح سے اذکار کا جریان ہو سکتا ہے۔ تو پھر اپنے کسی حال میں خاموش رہ کر راہ حسرت سے فرمایا کہ افسوس بلکہ صد افسوس کہ نامحرموں کے درپیش کس طرح سے راز نہائی کی نسبت حریت کی تخم ریزی کرنی چاہیے۔

اسو کار فدوی نے بعد التماس عرض کی کہ آپ یا حضرت! ناپاکیوں کی نسبت بیان فرمادیں تو حضور نے فرمایا، یہ کوئی دشوار نہیں ہے کہ جس طرح سے ساٹھ اپنے جسم و لبوں کو بند کر کے ماسوائے سے تعلق قطع کر کے مشاہدہ فنا فی اللہ میں مستغرق ہو جاتا ہے۔ تو اس طرح سے جب تک ابتدائے سے کہ انتہا تک اپنے وجود کی نفی اول نہ کرے گا، تو وہ شخص زمرہ مشائخوں سے بعید ہے۔ اور جب اپنے وجود کی نفی کر کے فیض حقیقی کا مورد اپنے خاکی وجود کو مشاہدہ مقرر کر لے گا۔ تو پھر کس طرح سے ساٹھ کی نظر میں ناپاکیوں کی جگہ گنجائش کر سکتی ہیں **ثَعْوَدٌ بِاللّٰهِ مِنْهَا**۔ یہ بات سراسر ساٹھ سے بعید ہے۔ کیونکہ وہ جب تک اپنے وجود کی نفی کرنے پر قابض نہ ہو اور ناپاکیوں کی جگہ اس کی نظر میں سما سکتی ہوں، تو پھر وہ کس طرح سے ماسوائے سے تعلق کر سکے گا۔ اور جب ماسوائے کا قطع کرنا نہ کر سکے گا، تو وہ مشائخوں سے

خود ہی بعید ہے۔ اور جب ابتدائی وجود خود قادر ہوا تو اس کا قطع کرنا خود ہی سہل و آسان ہوگا۔ اور جس وقت اس کے قطع کرنے پر ممکن ہو گیا، تو پھر اس کے ہمہ وجود میں سر سے لے کر پاؤں تک اذکار جریاں لٹا لٹوں کی جگہ ہو جاتی ہے، تو پھر وہ شخص زمرہ مشائخ میں داخل ہو جاتا ہے۔

اور دوسرا جواب یہ ہے کہ اکثر کو حکم کل کا ہونا ہے۔

تو پھر فدوی نے عرض کی کہ یا حضرت! جب سالک کو یہ منزل حاصل ہو جائے تو وہ خود منہی ہو جاتا ہے کہ نہیں۔ حضور نے فرمایا کہ نہیں یہ منزل صرف فنا فی اللہ کی ہے۔ اور جب اس کو طے کرے گا تو پھر آگے منزل بقا باللہ میں داخل ہوگا۔ تو پھر وہ منزل ابنی حیثیت و مسالت پیشوائے خود قطع کرے گا۔ یا تو اس میں جبرت انگیز ہو جائے گا۔ اگر قطع کرے گا تو پھر منزل میرالی اللہ میں مشاہدہ کرے گا۔ علیٰ ہذا القیاس۔

تو پھر فدوی رازنمانی کی نسبت دریافت کرنے کے زیادہ طاقت نہیں رکھتا تھا، اسی لئے خاموش رہا۔ اور اکثر اوقات فرمایا کرتے تھے کہ سالک وہ ہے جو اپنے ظاہری جسم کو لے کر درانجمنِ رونیٰ افروز ہو، مگر اپنے روحانی جسم باطنی کو لے کر اپنے مالکِ حقیقی کے ساتھ دھل ہو۔ کیونکہ ایک لحظہ بھی سالک کو مجبوری سے رہنجوری ہے۔

اور حلال روزی کے لئے اپنے ہاتھ سے زراعت کرنے کے واسطے بہت ترجیح فرمایا فرمایا کرتے تھے۔ بلکہ یہ فرمایا کرتے تھے کہ افسوس مجھے خلقِ خدا کی گرفتاری سے مجبوری ہے۔ ورنہ اپنے ہاتھ سے زراعت کا پیشہ کار ثابت تھا۔

اور فدوی کے والد صاحب خدائے رحم کرے ان کو کہ جناب بابا جی صاحب کی نسبت فرماتے تھے کہ ابھی منزل میں جس وقت اپنے آباء و اجداد کے قبرستان میں انہوں نے عبادت خانہ بنا کر اس میں خلوت گزیر ہو رہے تھے، تو اس وقت ان کے پاس عبادت خانہ میں کوئی آدمی اعلیٰ و ادنیٰ ہر ایک قسم کا آتا جاتا تھا، خود کیا دیکھتا تھا کہ

ہر ایک قسم کی اشیاء و اشیاء وغیرہ ہر ایک موسم میں متفرق ولایتوں کے موجود پاتا تھا۔ خدا
تعالیٰ جانے کہ وہ اشیاء و اشیاء وغیرہ ہر ایک قسم کے کہاں سے لائے جاتے تھے۔ بلکہ یہ ان
کی محض کرامت تھی۔

اور آنحضرت ہر ایک نماز کو بہت ہی آہستہ سے قیام در کوع و سجد کو ادا کرنے
تھے۔ مگر ایک دفعہ کسی خاص اپنے حال میں فرماتے تھے کہ ہم کو اگر طہارت موجود ہو، تو
ہم رستے چلتے ہوئے بھی نماز پڑھ لینے ہیں۔ خدا جانے وہ کیا راز تھا، مجھے معلوم نہیں ہے۔ لیکن
روحانی نماز کی طرف آپ اشاہ فرما کر اہل مجلس کو تعلیم کرنے ہوں گے اور ان حضور کسی طرف
سفر کر چلے گئے تھے، تو آپ کو تیرہ روز گذشتہ کے عرصہ میں حاجت غلط درپیش نہ ہوئی۔
تو جب اپنے تبراً یوم گذشتہ ختم ہونے کے بعد پیشاب کیا، تو ایک خادم نے عرض کی، کہ
یا حضرت! آپ کو تیرہ روز کے عرصہ میں غلطی کی حاجت بالکل نمودار نہیں ہوئی کہ آپ کے
بمراہ پوشیدہ طور سے نظارہ کرتا رہا ہوں۔ حالانکہ آپ کو اس عرصہ میں خدا نہ کہے کوئی
بیماری بھی ہلاک لاحق نہیں ہوئی تھی، اور قدسے غذا بھی تناول کرنے رہے ہیں۔ مگر غلطی کی
حاجت انسانی بالکل درپیش نہیں ہوئی۔ یہ کیا وجہ ہے؟ تو پھر آپ نے فرمایا کہ اس راز کا افشا
کرنا ناممکن ہے۔ تو پھر خادم مجبوراً خاموش رہا۔

مگر اس ماجرا سے معلوم ہوتا ہے کہ اوصاف حمیدہ ملکی قولاً و فعلاً، ظہراً و باطناً حضور
کے جسم میں سمائے گئے تھے۔

اور آنحضرت ظاہری حرکت کی نسبت فرمایا کرتے تھے کہ نا اعتبار دہے بنیاد ہے۔ بلکہ کرد
استدراج کے ذریعہ سے طالب کو خطرہ لغزش و خذلان درپیش ہے۔
اور فرمایا کرتے تھے کہ سائک کو چاہئے کہ مردوں کی طرح اصلی حرکت روحی پیدا کرنی چاہئے
جو کہ وہ قابل اعتبار ہے۔ اور حرکت جسمانی فرع ہے۔ تو فرع کا نزدیک مشائخ کرام کے کچھ
بنیاد نہیں ہے۔ کیونکہ وہ فرع گاہے زایل گاہے قائم ہو جاتا ہے۔

اور حضور کے اصل اور فرع کے بیان کرنے کے مطابق فدوی عرض کرتا ہے کہ حضور کے ظاہری جسم کا نظارہ کرنا چاہیے کہ حرکت مردانہ ظاہر تھی۔ کیونکہ حرکت روحانی و تزکیہ و تصفیہ نفس سے پاؤں سے لے کر سر تک تمام بدن بحدک حرکت میں رہتا تھا۔

لیکن مجھے شہروں کی نسبت یعنی ان کی حرکت کی نسبت و رازنہائی کے مطابق کیا جرأت ہے کہ چون دجرا سے انگشت نمائی کروں۔ صرف ان کے لئے مجھے عقبت مندی سے خاموشی بہتر ہے۔

الہی طفیلِ خواجہ عبید اللہ لاری ز رحمت خود مرا کنے سرا فرازی

الہی طفیلِ خواجہ عبید اللہ لاری ز لطفم خود فرود گذار باری

اور ایک دفعہ آنحضرت جناب بابا جی صاحب کی خدمت عالیہ میں فدوی نے عرض کیا کہ

یا حضرت آپ کی ترقی کا باعث اکثر کیا اشیاء ہوئی ہیں تو آپ نے فرمایا:

اے برخوردار! اپنے مرشد کی توجہ و دوہشت و محبت اور اپنی والدہ صاحبہ دام

سترہا کی دعا۔ لہذا والد صاحب مرحوم کا ذکر اس واسطے نہیں کیا گیا ہے کہ آپ دار فانی

سے دار بقاد کو رخصت ہو کر بزبانہ طفولیت چلے گئے تھے۔ اور تھی دستی و مفلسی، تواضع

و خاموشی و ہمہ ادقات خلوت گزریں، دکم کھانا دکم سونا و استقامت و شب بیداری و ندرت

دگریہ و نھوڑا ہنسنا دینے گنا ہوں کو حاضر جان کر توبہ و استغفار کرنا۔ اور آپ کو ہر وقت

خاصی سمجھنا اور شریعت کی تابعداری، ہماری ترقی کا باعث یہ سب اشیاء ہوئی ہیں۔

الہی طفیلِ خواجہ عبید اللہ لاری

بہ ستاری بکن تو شرمساری

نیز فدوی نے ایک روز حضور کی خدمت میں عرض کیا کہ یا حضرت آپ اکثر ادقات طالبان

کو اذکار وحی کی تلقین کرتے ہیں۔ اور پرورش روحی کی نسبت غائبانہ مریدان کے لئے توجہ

کیا کرتے ہیں۔ مگر ہر ایک مریدان کے لئے آپ جذبہ کم از کم استعمال کرتے ہیں۔ یہ کیا وجہ ہے۔

نو حضور نے فرمایا کہ بر خور دار! اس میں بہت سی وجہ ہیں۔ ایک تو یہ ہے کہ جس طرح سے مجاز کی حکیم حاذق ہر ایک بیمار کے واسطے، اس کی بیماری کے موافق علیحدہ علیحدہ دوائی کا استعمال کرتا ہے، اسی طرح سے باطنی حکیم امراض مریداں کی نسبت علیحدہ علیحدہ مریداں کے صیقل اور مصفا ہونے کے واسطے خاص نوجہ باطنی سے صیقل گیری کرتے ہیں۔

اور دوسری وجہ یہ ہے کہ اذکار روحی اصل ہے۔ اور جذبہ فرغ ہے۔ اور اصل قومی اور فرغ ضعیف و بے بنیاد ہوتا ہے۔

اور عارف کمال کے نزدیک مرید کے لئے اذکار روحی و تزکیہ نفس جذبہ سے بہتر ہے کیونکہ جذبہ فرغ ہے۔ اور فرغ کا معاملہ بالکل ظاہر میں قائمیت رکھتا ہے۔ لیکن جو مرید جذبہ میں گرفتار ہوتا ہے، تو وہ بالکل ظاہری کی کمی بیشی میں پابند رہتا ہے۔

اور جو انسان کی قلبی زمین آباد کرنے کے قابل ہوتی ہے، مگر اس کی کاشت و آباری کرنے سے بالکل بے خبر و بے برہ ہوتا ہے۔ اور تربیت اذکار روحی و تزکیہ نفس و حفظ نفس کے مشاہدہ سے جلدی ہر ایک انسان کی قلبی زمین آراستہ ہو کر بغیر قلبی کاغذ کھل کر قسم قسم کے گلوں پھلوں عرفانیہ سے نرد تنزہ و سرسبز و شاداب ہو جاتا ہے۔

اور اذکار روحی سے جلدی سلطان الاذکار پیدا ہو جاتا ہے۔ اور سلطان الاذکار کا پیدا ہونا، خدا تعالیٰ کے ہر ایک سالک کے واسطے یہ منزل قومی و امبداری کی ہے۔ اسی واسطے ہم بھی ہر ایک مریدان کے لئے تربیت روحی کا اذکار و تزکیہ نفس کو جذبہ سے مقدم رکھتے ہیں۔ اور یہ بھی فرماتے تھے کہ اذکار روحی کا ثمرہ اخیر ظہر ہو کر نشوونما سے جلوہ گری کرتا ہے، تو پھر وہ طالب صادق اس آیت کریمہ کا مصداق ہو کر جان بن نسیم کر دیتا ہے۔

قَوْلَ تَعَالَى: يَذْكُرُونَ اللَّهَ قِيَامًا وَقُعُودًا وَعَلَىٰ جُنُوبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُونَ فِي خَلْقِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ، رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هَذَا بَاطِلًا سُبْحَانَكَ
فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ

اور حضور کے اس ارشاد فرمانے کی نسبت ہم نے خود ہی ایک وقوعہ درپیش ہونے سے
مشاہدہ کیا تو پھر ہم نے اس قول کو تسلیم کر لیا کہ:

فِعْلُ الْحَكِيمِ لَا يَخْرُجُ مِنَ الْحِكْمَةِ۔

اور جس وقوعہ کے درپیش ہونے سے ہم نے مشاہدہ کیا ہے، اس کی نسبت اپنے اجابوں
کو اعلان بطور بشارت کیا جاتا ہے کہ حضور کا ایک مرید قریبی رشتہ داروں سے تھا۔ اور بھائی
کے عرف سے مشہور تھا، جو کہ اکثر اجابوں کو معلوم بھی ہوگا۔ کیونکہ وہ اکثر اوقات حضور کے
خدمت میں در سفر و سکونت کے حال میں حاضر رہتا تھا، تو ظاہر بھی حضور ازلے کی طرف
کم از کم توجہ فرمایا کرتے تھے۔

خیر آخر کار سال حال ۱۳۳۹ھ کو خاص موسم بہار عین جوانی میں اس کی اجل کا وقت قریب
آن پہنچا، تو ناگاہ بیماری تپ دن اس کو لاحق ہوئی، مگر ایک ہفتہ وہ بیماری میں مبتلا ہوا
تو حضور کو مبعہ اور قریبی رشتہ داروں کے اس کے مدد کے وقوعہ سخت خداوند درپیش آیا۔
اور جس وقت حضور نے جان لیا کہ شاید اس کا بچنا محال ہے۔ کیونکہ آثار سکرات ظاہر ہو گئی
ہیں، تو اس وقت حضور کو یہ بھی غم شدید لاحق ہوا۔ خدا تعالیٰ کہ جان کنڈن کے وقت اس کا
کیا حال ہوگا۔ کیونکہ اس بخار کی بیماری سے ملک کشمیر میں جو کوئی مر جاتا ہے، پہلے ہی اس
کی زبان تین چار روز سے بند ہو جاتی ہے۔ اور بعض کسی خاص کی خداوند کریم کے فضل سے
اپنے حال کے موافق رہتی ہے۔ ورنہ ایسا ہی حال ظہور میں آتا ہے۔

القصدہ برخوردار مذکور کی سکرات کا وقت قریب آیا تو اس نے دو تین روز اول خدا
کے فضل اور حضور کی توجہ سے برخوردار کو ایسا رقص شروع ہوا، اور قسم قسم کے غائبانہ عجائبات
سے معائنہ کرنے لگا۔ اور ذکر جہر سخت زور سے شروع کیا۔ بلکہ آپ حضور بھی قدم رنجہ فرما
کر اس کی بیمار پرسی کے واسطے تشریف لے گئے۔

خیر آپ حضور جس وقت برخوردار مذکور کے قریب پہنچے تو پھر برخوردار از سر نو رقص

کرنے لگا۔ بلکہ حضور کے تشریف لے جانے سے برخوردار کو کمال ہوئی۔ اور کہنے لگا: شکر الحمد للہ کہ اس وقت خداوند کریم نے اپنے فضل سے حضور کا دیدار نصیب کیا ہے۔ اگرچہ غائبانہ آپ میرے نزدیک حاضر ہتے تھے۔ مگر ظاہری بھی شربت دیدار سے مشرف ہوا ہوں۔

تو پھر آپ حضور جس وقت واپس تشریف لائے، تو اس کے بعد برخوردار مذکور گاہے رقص میں مستغرق ہو جاتا تھا، اور گاہے ذکر جہر بلند آواز سے کرتا تھا، تو اسی اثنا میں فدوی اس کی بیمار پرسی سے واپس آیا، تو حضور نے فرمایا کہ برخوردار کا کیا حال ہے۔

فدوی نے عرض کی کہ یا حضرت! آپ کی توجہ سے خدا کا فضل ہے جس طرح کا ماجرا تھا، وہ سب حضور کے درپیش فدوی نے بیان کیا۔ تو پھر حضور نے فرمایا کہ اے برخوردار! اس وقت تمہا اس کا روح اذکاروں میں مستغرق نہیں ہے۔ بلکہ یہ ہمکے روح کی کشش کے ذریعہ سے اس وقت برخوردار کمال اذکار میں مستغرق ہے۔

تو پھر فدوی نے تسلیم کیا کہ واقعی یا حضرت! آپ کی روح کی کشش نے اس کو ذکر میں اس طرح سے مستغرق کر دیا ہے۔

تو پھر برخوردار اسی طرح سے گاہے رقص و گاہے ذکر جہر کرتا ہوا، ددر قرآن خوانی اور صرف ذکر جہر کمال بلند آواز سے جذبانہ شروع کیا۔ تو پھر اسی حال میں المعروفہ ۹ جمادی الآخر بروز جمعہ بوقت عشاء جاں بحق تسلیم کی۔

قَالُوا إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ

تو پھر حضور نے مناسب الحال اس کی تجہیز و تکفین کی۔ بلکہ نماز جنازہ بھی آپ نے خود ہی امام ہو کر ادا کی۔ تو بعد ازاں آپ اس کی قبر پر اکثر اوقات جا کر فاتحہ خوانی فرما کر مراقبہ بھی کرتے تھے۔ خدا جانے مراقبہ کرنے میں کیا راز تھا، مجھے معلوم نہیں ہے مگر میں اپنے ناقص العقل کے موافق یہ تسلیم کرتا ہوں کہ شاید برخوردار خام منزل میں چلا گیا تھا، تو حضور اس کی منزل کو طے کرنے کی نسبت مراقبہ کرنے تھے۔

کیونکہ یہ بات اکثر سالکان کو معلوم ہے کہ کمال مرشد کا مرید اگر منزلِ خام میں جان بحق تسلیم کر جائے تو بعد مرشد کمال مرید کے روح کو قبض کرنے کے بعد اس کی خام منزل کو سراسر طے کر دیتا ہے۔

خیر ہوا جو کچھ ہوا۔ خداوند کریم معہ برخوردار مرحوم کے ہمیں اور سب اجاب ارادتمندوں کو حضور کی توجہ سے حرمتِ سلسلہ عالیہ کے خلعتِ ایمان سے مشرف کرے۔ اے یونے یارب العالمین۔

اور اس ماجرا کے تخریر کرنے میں ارادتمندان کی نسبت حضور کی کمال کرامات کا اعلان کیا جاتا ہے۔ فَاقْبَلُوْا۔

اور جذبہ کی نسبت حضور پر بھی فرمایا کرتے تھے کہ مرشد کو چاہئے کہ قاتل نہ ہو، بلکہ دراصل ہو۔ اور فرماتے تھے کہ یہ طائف اپنے خاص وقت میں کسی وقت ایسی توجہ کرنے ہیں کہ مرید کو برداشت کرنی مشکل ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ اکثر اجاب کو شاید معلوم بھی ہوگا کہ حضور کے جذبہ دینے سے دو مین آدمی فوراً ہلاک ہو گئے ہوئے ہیں۔ پس اسی واسطے فرماتے تھے کہ مرشد کو چاہئے کہ قاتل نہ ہو بلکہ دراصل ہو۔

اور حضور کے تمام حالات کی نسبت آگاہی پانی دشوار ہے، جیسا کہ میں سابقہ بھی عرض کر چکا ہوں۔ اور مختصر حال تمام اگر تخریر کروں، تو ایک الگ دفتر ہونا چاہیے۔ کیونکہ اسی مجبوری سے اختتام کئے جاتے ہیں۔

دوسرا اس طائف کی نسبت لگی طائف ہے کہ پورے طور سے حالات دربانیت کر کے تخریر کر سکے۔ کیونکہ خداوند کریم نے خود ہی خبر دی ہے، وَ لَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ۔ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ تحقیق فضیلت دی ہم نے انسان کو۔ معنی اور مراتب کے ساتھ، اور جاہ و حشمت دنیاوی کے ساتھ۔

اور دوسرا یہ طائف اس حدیث شریف کا مصداق ہو کر اپنی خبر کا سلسلہ پیچھے دینے

ے منقطع کر دیتے ہیں۔ بِرَّ مَعَ اللَّهِ وَقْتُ لَا يَسْعُنِي فِيهِ مَلَكٌ مَّقْرَبٌ
وَلَا نَبِيٌّ مُرْسَلٌ۔

اور حقیقی شیروں کی نسبت حرکت کرنے سے خاموشی ہی بہتر ہے۔

غزل شریف

کدی کدی دھل کدی کدی جدا میں ہم	کدی کدی یار کے بھید سے آگاہ میں ہم
کدی کدی با مقامی کدی کدی ہر جا میں ہم	کدی کدی کشمیر کدی کدی ہند
کدی کدی برق پوشیدہ کدی کدی آشنا میں ہم	کدی کدی سینا، کدی کدی نابینا
کدی کدی درتے سوالی لاچار کدی کدی پروا میں ہم	کدی کدی عاجز محتاج کدی کدی خود ہی ثنا
کدی کدی زیر خلق قدم کدی کدی اعلیٰ میں ہم	کدی کدی دور کدی کدی بہ پیش حضور
کدی کدی با مقام محمود کدی کدی تحت التری میں ہم	کدی کدی اوپر فرش، کدی کدی زیر عرش
کدی کدی جھرکن وزیر دوزار کدی کدی خود ہی شاہ میں ہم	کدی کدی وارث، کدی کدی تارک
کدی کدی اصحاب اکبر کدی کدی انبیا میں ہم	کدی کدی ابو جہل، کدی کدی ابولہب
کدی کدی فاسق جاہل کدی کدی داویا میں ہم	کدی کدی امیر، کدی کدی بہ پیش خلق حقیر
کدی کدی انتظار کدی کدی پیشوا میں ہم	کدی کدی طالب، کدی کدی مطالب
کدی کدی ملک الموت کدی کدی فنا میں ہم	کدی کدی عزرائیل، کدی کدی اسرافیل

کدی کدی رنگ دار کدی کدی رنگ دار

کدی کدی مقلی گر کدی کدی رویا میں ہم

نوع دیگر

کدی کدی عشق انیسندا پیسا کدی کدی چپ کدی کدی شور چبندا پیسا

اول عشق معشوق دل آویں، اگر شوق محمدی پادے
 کدی کدی دغظ کرا دے کدی کدی پھران لہرا دے
 کدی کدی آذر سے گھر جباو کدی کدی وجہ غارے جاو
 کدی کدی اگ منگا دے کدی کدی اپر کوہ طورے جاو
 کدی کدی شکار لیبیا ویسے کدی کدی وجہ کھوئیں پاو
 کدی کدی بھلنہار کو کاوے کدی کدی کتبہ چہ بٹھاوے
 کدی کدی سجود کراوے، کدی کدی قیام اٹھاوے
 کدی کدی کاروانی بن کراوے اگر تھلین ڈبرہ لاوے
 عشق قدر لوں بھی بلاو ائت برنگم کو کیندا پیار
 کدی کدی مجنوں کھاو کدی کدی طوفان چڑھیندا پیار
 کدی کدی نرود چنچہ چڑھاو، کدی کدی اگ گلزار کیندا پیار
 لاه پودہ جبا دیدار دکھاو، رب آرنی کو کیندا پیار
 کدی کدی چہ بازار دکھاو، کدی کدی تخت چڑھیندا پیار
 کدی کدی مجنوں کھاو، کدی کدی جنگلاں وجہ سکیندا پیار
 کدی کدی انا الحق کھاو، کدی کدی سوتے چڑھیندا پیار
 ادھی راتیں ساتھ لیاو، سستی سستی زوں جگیندا پیار

کدی کدی عشق انیسدا پیار

کدی کدی چپ کدی شور چنیدا پیار

+

نقل است کہ روزے مبارک آنحضرت را در بسیارے شدی۔ دران وقت حضرت
 ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ در خدمت آنحضرت در مسجد حاضر نشسته بود۔ رسول خدا
 دران وقت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمود کہ کسے حکایت گذشتہ ابام طفولیت
 خود بیان کن، شاید کہ از استماع آن درد سر رفع شود برضائے اللہ تعالیٰ۔ پس حضرت ابو بکر
 صدیق اکبر قصہ آغاز کرد کہ:

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! روزے از شہر مدینہ بیرون می رفتم۔ دیدم کہ دران جا مردم
 جمع شدہ و شور و غوغا بسیار افتادہ۔ من از یکے پرسیدم کہ این چه شور است کہ این قدر
 مخلوق جمع شدہ۔ گفت یکے دخترے و طفلکے با یکدیگر محبت دارند۔ مادر و پدر ایشان را
 ننگ و خجالت می آید۔

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! من شب دران جا ماندم کہ باسے سرانجام دوستی

ایشان بہ بینم۔ چون روز روشن شد پسر را بقتل رساندند و در گور دفن کردند۔ من از ہی جا ماندم کہ آیا احوال دختر چہ خواهد شد۔ ساعتی دیگر گذشت کہ آن دختر از شہر بیرونے آمد و پرسید از یکے کہ تو قبر یار من می شناسی کہ کدام جا است۔ شبانی گفت کہ ہوں یار را کہ دیروز بہ قتل رساندند۔ گفت بلے۔ ارے ہوں بودی گفت فلاں مقام کہ من بہ چشم خود دیدہ آدم۔

پس ہماں دختر در اں مقام رفتہ بر سر قبر یار خود بایستادہ و بدرگاہ رب العزت مناجات کرد کہ لے بار خدایا، تو قادری و توانائی و توانیکو معلوم است کہ ما یاں دوستی صادق داشتیم۔ ہماں وقت بفرمان خدائے تعالیٰ قبر یار اد بشگافت و درون قبر رقت۔ قدے گوشہ مقنہ از قبر بیرون ماند۔

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، من در انجا رفتم و بر سر قبر آنها بہ چشم خود دیدم کہ زمانہ آتش دوزخ آنها را اثر نہ کرد۔

و قتیکہ این قصہ پیش پیغمبر علیہ السلام بیان نمود، رسول علیہ السلام فرمود کہ یا صدیق اکبر! چہ نیکو قصہ گفتی کہ در دہ سر من بہ فضل الہی رفع شد۔ لیکن مرا نیز در اں جا بر آن عاشقان صادقان ببر کہ آنها ما بہ چشم خود بینم۔ و کوائف آنها را معلوم کنم۔

پس حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمراہ صدیق رداں شدند و بر سر قبر آنها رسیدند، و بدرگاہ اللہ تعالیٰ مناجات کرد کہ بار خدایا، تو اینہا را زندہ فرما۔ پس بفرمایا خدائے تعالیٰ مردہ زندہ گشتند۔ و از قبر بیرون آمدند۔ پس پیغمبر علیہ السلام پرسیدند، چہ موجب است کہم عذاب بر شما اثر نمی کند۔

گفتند یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم برحق، آن خدا کہ ترا ختم المرسلین آفریدہ، آنچه را از الفت و دوستی مشغول ہستم کہ ہیچ از عذاب دوزخ آگاہی نداریم۔

آن حضرت از ہی سخن در تعجب ماندند و فرمودند کہ زہے دوستی ایشاں۔ بعداً آنها

را بادین متین مشرف گردانند، و فرمودند، اگر شما ذوق زندگی دارید، پیش حق تعالیٰ مناجات کردہ زندگانی کن نیم۔

در جواب گفتند کہ بارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قربانت شویم، دنیا جائے مفارقت است۔ مایاں را دریں مقام خوشی بسیار است و وصل پائیدار۔

پس اے مومناں! بدانید و فہمید کہ ہر گاہ از دوستی مخلوق آتش اثر نے کند، آل کسے کہ با حق سبحانہ تعالیٰ دوستی صادق کند۔ و روز و شب در ذکر مشغول باشد، پس اورا آتش کے اثر کند۔ اے مومن! ترا باید کہ ہمیشہ در ذکر و عبادت حق سبحانہ تعالیٰ مشغول باشی۔

اللہی بجزمت توبہ و استغفار حضرت سرور کائنات مفرح موجودات شفیع المذنبین محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پاک و بجزمت کتاب منزل فرقان حمید، گناہ ایں بندہ صغیرہ و کبیرہ بہ بخشار۔

اللہی بجزمت چہار یار کبار نامدار گناہ ایں بندہ صغیرہ و کبیرہ بہ بخشار۔
 اللہی بجزمت اہل بیت و پنج تن پاک گناہ ایں بندہ صغیرہ و کبیرہ بہ بخشار۔
 اللہی بجزمت حضرت شیخ سلطان سید محمد عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ گناہ ایں بندہ صغیرہ و کبیرہ بہ بخشار۔

اللہی بجزمت ہماں انبیاء و اولیائے کرام، گناہ ایں بندہ صغیرہ و کبیرہ بہ بخشار۔
 اللہی بجزمت ذات خود کبریا، گناہ ایں بندہ صغیرہ و کبیرہ بہ بخشار۔
 اللہی بجزمت حامی دو جہاں، نیکہ گاہ بے کساں شافعی مخلوقات حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پاک گناہ ایں بندہ صغیرہ و کبیرہ بہ بخشار۔
 اللہی بجزمت یار کبار صاحب غار حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، گناہ ایں بندہ صغیرہ و کبیرہ بہ بخشار۔

الہی بھرمٹ رازونباز حضرت خواجہ سلیمان فارسیؒ گناہ این بندہ صغیرہ و
کبیرہ بہ بخشا۔

الہی بھرمٹ رازونباز حضرت خواجہ امام محمد قاسمؒ گناہ این بندہ صغیرہ و
کبیرہ بہ بخشا۔

الہی بھرمٹ رازونباز حضرت خواجہ امام جعفر صادقؒ گناہ این بندہ صغیرہ
و کبیرہ بہ بخشا۔

الہی بھرمٹ رازونباز حضرت خواجہ سلطان العارفین بایزید بسطامیؒ گناہ
این بندہ صغیرہ و کبیرہ بہ بخشا۔

الہی بھرمٹ رازونباز حضرت خواجہ ابو الحسن خرقانیؒ گناہ این بندہ صغیرہ
و کبیرہ بہ بخشا۔

الہی بھرمٹ رازونباز حضرت خواجہ بوعلی فارمدیؒ گناہ این بندہ صغیرہ و
کبیرہ بہ بخشا۔

الہی بھرمٹ رازونباز حضرت خواجہ شاہ یوسف ہمدانی گناہ این بندہ صغیرہ
و کبیرہ بہ بخشا۔

الہی بھرمٹ رازونباز حضرت خواجہ عبدالحق غجدانی گناہ این بندہ صغیرہ و کبیرہ بہ بخشا۔

الہی بھرمٹ رازونباز حضرت خواجہ عارف باللہؒ دیوگری گناہ این بندہ صغیرہ و کبیرہ بہ بخشا۔

الہی بھرمٹ رازونباز حضرت خواجہ محمود انجیری فغنوی گناہ این بندہ صغیرہ و کبیرہ بہ بخشا۔

الہی بھرمٹ رازونباز حضرت خواجہ عزیزان علیؒ رامیتنی گناہ این بندہ صغیرہ و کبیرہ بہ بخشا۔

الہی بھرمٹ رازونباز حضرت خواجہ بابا سماسیؒ گناہ این بندہ صغیرہ و کبیرہ بہ بخشا۔

الہی بھرمٹ رازونباز حضرت خواجہ سید امیر کلالؒ گناہ این بندہ صغیرہ و
کبیرہ بہ بخشا۔

الہی بکرمت راز و نیاز حضرت خواجہ خواجگان مولانا حضرت شاہ نقشبند محمد بہاؤ العین
مشکل کش، گناہ این بندہ صغیرہ و کبیرہ بہ بخشاد۔

الہی بکرمت راز و نیاز حضرت خواجہ یعقوب چرخ گناہ این بندہ صغیرہ و کبیرہ بہ بخشاد۔
الہی بکرمت راز و نیاز حضرت خواجہ مولانا عبید اللہ احراری، گناہ این بندہ صغیرہ و
کبیرہ بہ بخشاد۔

الہی بکرمت راز و نیاز حضرت خواجہ محمد زاہد، گناہ این بندہ صغیرہ و کبیرہ بہ بخشاد۔
الہی بکرمت راز و نیاز حضرت خواجہ محمد درویش، گناہ این بندہ صغیرہ و کبیرہ بہ بخشاد۔
الہی بکرمت راز و نیاز حضرت خواجہ محمد امکنگی، گناہ این بندہ صغیرہ و کبیرہ بہ بخشاد۔
الہی بکرمت راز و نیاز حضرت خواجہ باقی باللہ مراد خداد ہلوی، گناہ این بندہ صغیرہ و
کبیرہ بہ بخشاد۔

الہی بکرمت راز و نیاز مولانا حضرت خواجہ خواجگان مجدد الف ثانی احمد فاروقی سرہندی
گناہ این بندہ صغیرہ و کبیرہ بہ بخشاد۔

الہی بکرمت راز و نیاز حضرت خواجہ محمد مصوم، گناہ این بندہ صغیرہ و کبیرہ بہ بخشاد۔
الہی بکرمت راز و نیاز حضرت خواجہ محمد حجۃ اللہ، گناہ این بندہ صغیرہ و کبیرہ بہ بخشاد۔
الہی بکرمت راز و نیاز حضرت خواجہ محمد زبیر، گناہ این بندہ صغیرہ و کبیرہ بہ بخشاد۔
الہی بکرمت راز و نیاز حضرت خواجہ محمد اشرف، گناہ این بندہ صغیرہ و کبیرہ بہ بخشاد۔
الہی بکرمت راز و نیاز حضرت خواجہ شاہ جمال اللہ، گناہ این بندہ صغیرہ و کبیرہ بہ بخشاد۔
الہی بکرمت راز و نیاز حضرت خواجہ محمد عیسیٰ، گناہ این بندہ صغیرہ و کبیرہ بہ بخشاد۔
الہی بکرمت راز و نیاز حضرت خواجہ محمد فیض اللہ، گناہ این بندہ صغیرہ و کبیرہ بہ بخشاد۔
الہی بکرمت راز و نیاز حضرت خواجہ نور محمد، گناہ این بندہ صغیرہ و کبیرہ بہ بخشاد۔
الہی بکرمت راز و نیاز حضرت خواجہ محمد ہادی نامدار، گناہ این بندہ صغیرہ و کبیرہ بہ بخشاد۔

الہی بھرمت رازونباز حضرت خواجہ امیر صدیق ماگئی گناہ این بندہ صغیرہ و کبیرہ بہ بخشا۔
 الہی بھرمت رازونباز حضرت خواجہ شمع دان جہان مولانا شاہ نظام الدین کیٹیا فی،
 دل مشکل کشا، گناہ این بندہ صغیرہ و کبیرہ بہ بخشا۔
 الہی بھرمت آفتاب جہاں مولانا حضرت خواجہ عبید اللہ لاری، گناہ این بندہ صغیرہ
 و کبیرہ بہ بخشا۔

الہی بھرمت جمیع انبیاء و اولیاء و شہداء و سیئات این بندہ صغیرہ و کبیرہ بہ بخشا۔
 یا الہی تیرسی بارگاہ عالی میں کرتا ہوں یہ التجا استجب لنا ہذا دعائی بھرمت این سلسلہ
 بوجہ عصیانوں کا سر پرے کر بھر غفلت میں ہوں پڑا وہ کریم! تو تجا تم بھرمت این سلسلہ

خاتمہ کتاب ہذا

خاتمہ این کتاب ہذا کے اخیر میں چند احادیث شریف بطور عبرت و دستاویزی
 تمسک کرنے کے، ہر ایک مسلمان کے لئے تحریر کرتا ہوں کہ احادیث مذکورہ کو دستور
 العمل بنا کر مصنف کتاب ہذا کے حق میں دعائے مغفرت کی التجا کیا کریں۔

قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ لَا بَلِيْسَ عَلَيْهِ
 اللَّعْنَةُ كُمْ أَحِبَّاءُكَ مِنْ أُمَّتِي قَالَ عَشْرُنْفَرٍ أَوْلَعُوا الْأَمَامَ الْجَائِرُ
 وَالْمُتَكَبِّرُ وَالْغَنِيُّ الَّذِي لَا يَسْأَلُ مِنْ آئِنٍ يَكْتَسِبُ الْمَالَ وَفِي مَا ذَابْتَفِقُ
 وَالْعَالِمُ الَّذِي صَدَقَ الْأَهْلُ بِرِئَاسَتِهِ جَوْرِهِ وَالتَّاجِرُ الْخَائِنُ وَالْمُحْتَكِرُ
 وَالزَّانِي وَأَكْلُ الرِّبْوِ وَالْبُخِيلُ الَّذِي لَا يَسْأَلُ مِنْ آئِنٍ يَجْمَعُ الْمَالَ وَ
 شَارِبُ الْخَمْرِ مَدُّ مِنْ عَلَيْهَا.

ترجمہ، فرمایا حضرت رسول اللہ صلی علیہ وآلہ وسلم نے ایک دن شیطان علیہ اللعنہ کو

پوچھا کہ مبری امت میں سے تیرے کتنے دوست ہیں۔ کہا دس گروہ ہیں۔ پہلا ان میں سے ظالم بادشاہ ہے، اور تکبر کرنے والا، اور وہ غنی جو پرواہ نہ کرے کہ کہاں سے مال حاصل کرتا ہے، اور کس کس جگہ خرچ کرتا ہے۔ اور وہ عالم کہ امیر کا نصیحتی کرے اس کے ظلم پر اور سوداگر خیانت کرنے والا، اور اناج روکنے والا، اور زنا کرنے والا، اور بیاج (سوی) کھانے والا اور وہ بخیل جو پرواہ نہیں کرتا کہ مال کو کہاں سے جمع کرتا ہے، اور شراب کا پینے والا، جو اس پر ہمیشگی کرے۔

ثَوَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فَكَمَا أَعْدَاؤُكَ مِنْ أُمَّتِي، قَالَ عِشْرُونَ نَفْرًا، أَوْلَهُمْ أَنْتَ يَا مُحَمَّدُ! وَالْعَالِمُ يَعْمَلُ بِالْعِلْمِ وَحَامِلُ الْقُرْآنِ إِذَا عَمِلَ بِمَا فِيهِ وَالْمُؤَذِّنُ لِلَّهِ فِي خَمْسِ صَلَوَاتٍ وَحُبُّ الْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِينِ وَالْبَيْتِي وَذَوْ قَلْبٍ رَحِيمٍ وَالْمُتَوَاضِعُ لِلْحَقِّ وَشَابٌ نَشَاءَ فِي طَاعَةِ اللَّهِ تَعْلَةً وَأَجَلَ الْحَلَالِ وَالشَّابَّانِ الْمُتَحَابَّانِ فِي اللَّهِ وَالْحَرِيصُ عَلَى الصَّلَاةِ فِي الْجَمَاعَةِ وَالَّذِي يُصَلِّي بِاللَّيْلِ وَالنَّاسُ نِيَامٌ وَالَّذِي يُمْسِكُ نَفْسَهُ عَنِ الْحَرَامِ وَالَّذِي يَنْفَعُ فِي رِيَايَةِ بَدْعٍ لِلْإِخْوَانِ وَلَيْسَ فِي قَلْبِهِ شَيْءٌ وَالَّذِي يَكُونُ أَبَدًا عَلَى وَضُوءٍ وَسَخِيٌّ وَحَسَنُ الْخُلُقِ وَالْمُتَّصِدِّقُ رَبَّهُ بِمَا ضَمِنَ اللَّهُ لَهُ وَالْمُحْسِنُ إِلَى الْمَسْتُورِينَ الْأَرَامِلِ وَالْمُسْتَعِجِدُّ لِلْمَوْتِ.

ترجمہ: پھر فرمایا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے کہ مبری امت میں سے تیرے کتنے دشمن ہیں۔ کہا بیس گروہ۔ پہلا ان میں سے آپ ہی۔ پس اے محمد میں آپ سے دشمنی رکھتا ہوں۔ اور جو عالم علم کے ساتھ عمل کرے۔ اور قرآن کا حافظ جب کہ اس پر عمل کرے اور خدا کے واسطے اذان دینے والا: سچ پانچ نمازوں کے۔ اور فقیروں اور مسکینوں اور یتیموں کو دوست رکھنے والا اور صاحب دل ہر مان، اور خدا کے واسطے نواضع کو نبی والا

اور وہ جو اللہ کی بندگی میں بڑا ہوا، سو۔ اور حلال کھانے والا۔ اور وہ دو جوان جو اللہ تعالیٰ کے واسطے دوستی رکھنے ہوں اور حرص کرنے والا نماز پر جماعت میں۔ اور جو شخص کہ رات کو نماز پڑھے جب کہ لوگ سوتے ہوں۔ اور جو شخص اپنی جان کو حرام سے روکے اور جو خیر خواہی کرے، اور ایک روایت میں ہے کہ جو بھائیوں کے لئے دعا کرے، اور اس کے دل میں برائی نہ ہو۔ اور جو شخص ہمیشہ وضو کے ساتھ رہے۔ اور سخی اور نیک خلق والا اور سچا جاننے والا اپنے پروردگار کو اس چیز میں کہ اللہ تعالیٰ اس کا ضامن ہوا ہے۔ اور بڑے عورتوں سے بھلائی کرنے والا اور موت کے لئے تیار کر کے والا۔

وَقَالَ ذَهَبُ بْنُ مُنَبِّهَةَ مَكْتُوبٌ فِي التَّوْرَةِ مَنْ تَزَوَّدَ فِي الدُّنْيَا صَارَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حَبِيبَ اللَّهِ وَمَنْ تَرَكَ الْغَضَبَ صَارَ فِي جَوَارِ اللَّهِ وَمَنْ تَرَكَ حُبَّ الْعَيْشِ فِي الدُّنْيَا صَارَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَمِنًا مِنْ عَذَابِ اللَّهِ وَمَنْ تَرَكَ الْحَسَدَ صَارَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَحْمُودًا عَلَى رُؤُوسِ الْخَلَائِقِ وَمَنْ تَرَكَ حُبَّ الرِّيَاسَةِ صَارَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَزِيزًا عِنْدَ الْمَلِكِ الْجَبَّارِ وَمَنْ تَرَكَ الْفُضُولَ فِي الدُّنْيَا صَارَ نَاعِمًا فِي الْأَبْرَارِ وَمَنْ تَرَكَ الْخُصُومَةَ فِي الدُّنْيَا صَارَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنَ الْفَائِزِينَ وَتَرَكَ الْبُخْلَ فِي الدُّنْيَا صَارَ مَذْكُورًا عِنْدَ رُؤُوسِ الْخَلَائِقِ وَمَنْ تَرَكَ الرَّاحَةَ فِي الدُّنْيَا صَارَ مَسْرُورًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَمَنْ تَرَكَ الْحَرَامَ فِي الدُّنْيَا صَارَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِي جَوَابِلِ الْأَنْبِيَاءِ وَمَنْ تَرَكَ النَّظَرَ فِي الْحَرَامِ فِي الدُّنْيَا فَرَّحَ اللَّهُ عَيْنَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِي الْجَنَّةِ وَمَنْ تَرَكَ الْغِنَى فِي الدُّنْيَا وَاخْتَارَ الْقِفْرَ بَعَثَهُ اللَّهُ تَعَالَى يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَعَ الْوَالِيَيْنِ وَالنَّبِيِّينَ وَمَنْ قَامَ بِحَوَائِجِ النَّاسِ فِي الدُّنْيَا قَضَى اللَّهُ تَعَالَى حَوَائِجَهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَمَنْ

وَمَنْ أَرَادَ أَنْ يَكُونَ فِي قَبْرِهِ مُؤْنِسٌ فَلْيَقُوْ فِي ظِلِّهِ اللَّيْلِ وَ
 لِيُصَلِّ وَمَنْ أَرَادَ أَنْ يَكُونَ فِي ظِلِّ عَرْشِ الرَّحْمَنِ فَلْيَكُنْ
 زَاهِدًا وَمَنْ أَرَادَ أَنْ يَكُونَ حِسَابُهُ يَسِيرًا فَلْيَكُنْ نَاصِحًا
 لِنَفْسِهِ وَإِخْوَانِهِ وَأَرَادَ أَنْ يَكُونَ الْمَلَائِكَةُ زَائِرِينَ فَلْيَكُنْ
 وَرِعًا وَمَنْ أَرَادَ أَنْ يَسْكُنَ فِي مَحَبُّوْحَةِ الْجَنَّةِ فَلْيَكُنْ ذَاكِرًا
 بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَمَنْ أَرَادَ أَنْ يَدْخُلَ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ
 فَلْيَنْتَبِ إِلَى اللَّهِ تَوْبَةً نَّصُوحًا وَمَنْ أَرَادَ أَنْ يَكُونَ غَنِيًّا فَلْيَكُنْ
 رَاضِيًّا بِمَا قَسَمَ اللَّهُ تَعَالَى لَهُ وَمَنْ أَرَادَ أَنْ يَكُونَ مَعَ اللَّهِ فِقِيهًا
 فَلْيَكُنْ خَاشِعًا وَمَنْ أَرَادَ أَنْ يَكُونَ حَكِيمًا فَلْيَكُنْ سَالِمًا مِنَ النَّاسِ
 فَلَا يَذْكُرْ أَحَدًا إِلَّا بِخَيْرٍ وَلْيَعْتَبِرْ فِيهَا مِنْ أَمْرِ شَيْءٍ خَلِقتُ
 وَلِمَاذَا وَمَنْ أَرَادَ الشَّرْفَ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ فَلْيَخْتَرِ الْآخِرَةَ
 عَلَى الدُّنْيَا وَمَنْ أَرَادَ الْفِرْدَوْسَ وَالنَّعِيمَ الَّذِي لَا يَفْنَى لَا يُضِيعُ
 عُمْرَهُ فِي فَسَادِ الدُّنْيَا وَمَنْ أَرَادَ الْجَنَّةَ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ
 فَعَلَيْهِ بِالسَّخَاوَةِ لِأَنَّ السَّخِيَّ قَرِيبٌ إِلَى الْجَنَّةِ وَبَعِيدٌ مِنَ
 النَّارِ وَمَنْ أَرَادَ أَنْ يَتَوَرَّقَ قَلْبُهُ بِالنُّورِ النَّامِ فَعَلَيْهِ بِالتَّفَكُّرِ
 وَالْإِعْتِبَارِ وَمَنْ أَرَادَ أَنْ يَكُونَ لَهُ بَدَنٌ صَابِرٌ وَلِسَانٌ ذَاكِرٌ
 وَقَلْبٌ خَاشِعٌ فَعَلَيْهِ بِكَثْرَةِ الْإِسْتِغْفَارِ لِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ
 وَالْمُسْلِمِينَ وَالْمُسْلِمَاتِ

ترجمہ : اور وہب بن مند نے کہا ہے کہ لکھا ہوا ہے تو ربت میں کہ جس نے
 دنیا میں توشہ بنایا، وہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کا دست ہوگا۔ اور جس نے غصہ
 کو چھوڑ دیا وہ اللہ تعالیٰ کی مسایگی میں ہوگا۔ اور جس نے چھوڑ دی دنیا میں محبت عیش

کی وہ قیامت کے دن بے خوف ہوگا، ڈرو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے، اور جس شخص نے چھوڑ دیا حسد کو وہ قیامت کے دن تعریف کیا جاوے گا، تمام خلقت کے سامنے، اور جس نے ریاست کی محبت چھوڑ دی، وہ قیامت کے دن عزت والا ہوگا، نزدیک بادشاہ غالب کے، اور جس نے چھوڑ دی خواہش زیادتی کی دنیا میں، وہ نیکوں میں خوش عیش ہوگا۔ اور جس نے دنیا میں جھگڑا چھوڑ دیا، وہ قیامت کے دن مراد پانے والوں میں سے ہوگا۔ اور جس نے بخل کو دنیا میں چھوڑ دیا، وہ تمام جہان کے سرداروں کے پاس ذکر کیا جائے گا۔ اور جس نے آرام کو چھوڑ دیا، دنیا میں قیامت کے دن خوش ہوگا۔ اور جس نے حرام کو دنیا میں چھوڑ دیا، وہ قیامت کے دن نبیوں کی ہمسائیگی میں ہوگا۔ اور جس نے حرام کی طرف دیکھنا دنیا میں چھوڑ دیا، وہ قیامت کے دن اللہ اس کی آنکھ کو خوش کرے گا جنت میں۔ اور جس نے دنیا میں ٹونگری چھوڑ دی اور فقیر کو اختیار کیا، اس کو اٹھائے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ساتھ دیوں اور نبیوں کے۔ اور جو شخص قائم رہا، دنیا میں لوگوں کی حاجتوں کے پورا کرنے میں۔ اللہ تعالیٰ اس کی حاجتوں کو پورا کرے گا، دنیا اور آخرت میں۔ اور جو چاہے کہ اس کی قبر میں کوئی مونس ہو تو چاہیے کہ اندھیری رات میں کھڑا ہو، اور نماز پڑھے۔ اور جو چاہے کہ اللہ تعالیٰ کے عرش کے سائے کے نیچے ہو تو چاہیے کہ زیادہ ہو۔ اور جو چاہے کہ اس کا حساب آسان ہو، تو چاہیے کہ اپنی جان کے لئے اور اپنے بھائیوں کے لئے خیر خواہ ہو۔ اور جو چاہے کہ فرشتے اس کی ملاقات کریں تو چاہیے کہ پرہیزگار ہو، اور جو چاہے کہ بہشت میں رہے تو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے والا ہو، رات دن میں اور جو بہشت میں داخل ہونا چاہے بدون حساب کے تو چاہیے کہ توبہ کرے اللہ تعالیٰ کی طرف توبہ خالص۔ اور جو چاہے کہ غنی ہو جائے، تو چاہیے، کہ راضی ہو اللہ تعالیٰ کے بانٹے ہوئے پر، اور جو چاہے کہ وہ فقیر ہو تو چاہیے کہ عاجزی کرے، اور جو چاہے کہ حکیم ہو تو چاہیے کہ عالم ہو، اور جو چاہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک فقیر ہو تو چاہیے کہ عاجزی کرے۔ اور جو چاہے کہ سلامت رہے لوگوں سے تو کسی کا ذکر نہ

کرے، مگر بھلائی کے ساتھ، اور چاہئے کہ نصیحت پکڑے دنیا میں کہ کس چیز میں پیدا کیا گیا ہوں، اور کس واسطے پیدا کیا گیا ہوں۔ اور جو شخص دنیا اور آخرت میں باعزت ہونا چاہے تو چاہئے کہ اختیار کرے آخرت کو دنیا پر۔ اور جو شخص جنت فردوس اور نعمتوں کو چاہے جو فنا نہ ہوں گی، تو وہ اپنی عمر کو دنیا کے فساد میں ضائع نہ کرے، اور جو بہشت کو دنیا اور آخرت میں چاہے، تو سخاوت کو لازم پکڑے۔ کیونکہ سخی بہشت کے نزدیک ہے، اور دوزخ سے دور ہے۔ اور جو چاہے کہ اس کا دل نور کے ساتھ منور ہو تو چاہئے کہ لازم پکڑے فکر کرنا اور عبرت پکڑنا، اور جو چاہے کہ اس کا بدن صابر ہو اور زبان اللہ تعالیٰ کی یاد کرنے والی اور دل عاجزی کرنے والا تو اس کو لازم ہے کہ کثرت کے ساتھ استغفار کر کے ایمان والوں اور ایمان والیوں اور اسلام والوں اور اسلام والیوں کے لئے بخشش مانگے۔

وَعَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ الْأُمَمَاتُ
أَرْبَعٌ، أُمَّ الْأَدْوِيَةِ وَأُمَّ الْأُدَابِ وَأُمَّ الْعِبَادَاتِ وَأُمَّ الْأَمَانِي.
فَأُمَّ الْأَدْوِيَةِ قِلَّةُ الْأَكْلِ وَأُمَّ الْأُدَابِ قِلَّةُ الْكَلَامِ وَأُمَّ
الْعِبَادَاتِ قِلَّةُ الذُّنُوبِ وَأُمَّ الْأَمَانِي الصَّبْرُ.

ترجمہ: اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ ہمیں چار ہیں۔ دواؤں کی ماں، آداب کی ماں عبادات کی ماں اور آرزوؤں کی ماں۔ پس دواؤں کی ماں کم کھانا ہے، آداب کی ماں کم بولنا ہے اور عبادات کی ماں کم گناہ کرنا ہے اور آرزوؤں کی ماں صبر ہے۔

قَالَ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ إِنَّ الْأَرْضَ تَنَادَى كُلُّ يَوْمٍ
بِعَشْرٍ كَلِمَاتٍ وَتَقُولُ يَا ابْنَ آدَمَ تَسْعَى عَلَيَّ ظَهْرِي وَمَصْبُورٌ
فِي بَطْنِي وَتَعْصِي عَلَيَّ ظَهْرِي وَتُعَذِّبُنِي فِي بَطْنِي وَتَضْحَكُ عَلَيَّ
ظَهْرِي وَتَبْكِي فِي بَطْنِي وَتَفْرَحُ عَلَيَّ ظَهْرِي وَتَخْزَنُ فِي بَطْنِي

وَنَجْمَعُ الْمَالَ عَلَى ظَهْرِي وَتَنْدُمُ فِي بَطْنِي وَتَأْكُلُ الْحَرَامَ عَلَى
 ظَهْرِي وَتَأْكُلُكَ الدِّيدَانَ فِي بَطْنِي وَتَخْتَالُ عَلَى ظَهْرِي وَتَذَلُّ
 فِي بَطْنِي وَتَمْشِي مَسْرُورًا عَلَى ظَهْرِي وَتَفْعُ حَزِينًا فِي بَطْنِي وَ
 تَمْشِي فِي نُورٍ عَلَى ظَهْرِي وَتَفْعُ فِي الظُّلْمَةِ فِي بَطْنِي وَتَمْشِي عَلَى
 الْمَجَامِعِ عَلَى ظَهْرِي وَتَفْعُ وَحِيدًا فِي بَطْنِي.

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ زمین ہر روزوں میں دس
 باتیں پکارتی ہے۔ اور کہتی ہے، اے آدم کے بیٹے، تو میری پیٹھ پر دوڑتا ہے اور پھرنے
 کی جگہ تیری میرے پیٹ میں ہے۔ اور تو میری پیٹھ پر گناہ کرتا ہے، اور میرے پیٹ میں تجھے
 عذاب کیا جائے گا۔ اور تو میری پیٹھ پر ہنسنا ہے، اور میرے پیٹ میں رونے لگا، اور تو
 میری پیٹھ پر خوش ہوتا ہے، اور میرے پیٹ میں غمگین ہوگا اور توجھ کرنا ہے، مال کو،
 میری پیٹھ پر، اور میرے پیٹ میں پشیمان ہوگا۔ اور تو میری پیٹھ پر حرام کھاتا ہے، اور
 تجھ کو میرے پیٹ میں کبڑے کھائیں گے۔ اور تو میری پیٹھ پر تکبر کرتا ہے، اور ذلیل ہو
 گا تو میرے پیٹ میں، اور تو خوش ہو کر چلتا ہے میری پیٹھ پر، اور تو غمگین ہو کر گریں
 گا میرے پیٹ میں۔ اور تو روشنی میں چلتا ہے میری پیٹھ پر اور میرے پیٹ میں تو اندھیرا
 میں گریں گا۔ اور تو جماعتوں میں چلتا ہے میری پیٹھ پر، اور تو میرے پیٹ میں اکیس
 گریں گا۔

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَثُرَ خِصْلُهُ
 عَوْفِبِ عَشْرِ عَقُوبَاتٍ أَوْ لِحَايَتِ قَلْبِهِ وَبَذَهُ الْمَاءُ عَلَى
 وَجْهِهِ وَبَشِيَتْ بِهِ الشَّيْطَانُ وَبَغَضِبَ عَلَيْهِ الرَّحْمَنُ وَ
 بِنَافْسٍ بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَبُعِضُ عَنْهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 وَتَلَعَنَهُ الْمَلَائِكَةُ وَيُبْغِضُهُ أَهْلُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَبَنِي

كُلُّ شَيْءٍ وَيَفْتَضِحُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔

ترجمہ: حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص بہت ہنسے وہی طرح کا اُسے عذاب کیا جائے گا۔ پہلے اس کا دل مرجائے گا۔ اور جاتی رہے گی اور وہ اس کے منہ سے اور شیطان اس سے خوش ہوتا ہے اور رحمان اس پر غصے ہوتا ہے اور قیامت کے دن اس سے جھگڑا کیا جائے گا۔ اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اصحابہ وسلم اس سے منہ پھر لیں گے قیامت کے دن اور فرشتے اس کو لعنت کریں گے اور دشمن جانیں گے اس کو اہل آسمان اور زمین کے، اور ہر چیز کو وہ بھول جائے گا، اور قیامت کے دن رسوا ہوگا۔

✽

غزل بطور مناجات

دیدہ را شایق بیدارم تو دارم روز و شب	روئے تو باز است چشم انتظام روز و شب
تازہ می باشد دریں گلشن بسارم روز و شب	داغ عشقت بر جگر چوں لاله دارم روز و شب
ہر دم خود آخربیں دم می شمارم روز و شب	در غم ہجران تو جان مے سپارم روز و شب
شکل ابراز جوش باطن اشکبارم روز و شب	مثل برق از سوز عشقت بے قرارم روز و شب
در قیام خاکساری استوارم روز و شب	سرنگوں در سجدہ اخلاص دارم روز و شب
روئے از ہر سو فقط سونے تو دارم روز و شب	قبلہ و کعبہ ترا من می شمارم روز و شب
مثل گردوں عمر در گردش گزارم روز و شب	بے قرارم بے قرارم بے قرارم روز و شب
لیک از الطاف تو امید دارم روز و شب	گر چہ از جرم و خطا من شرمسارم روز و شب
یا الہی بر سخن کن کا مگارم روز و شب	دفتر توجہ تو چوں مے نگارم روز و شب
دوست خود رہے کسی لے دوست دارم روز و شب	غم بخور ہنگام غم لے غمگسارم روز و شب

ہندیا چوں با سخن بست است کارم دوزد شب
می رسد امداد پروردگارم دوزد شب

+

غزل نوع دیگر

اک جہاں دیوانہ اس زلف سے دغا ہو گیا
آپ کو کھویا مگر جو یا خدا کا ہو گیا
ہم کو بھی آخر حضورِ قلب ہوتا ہے کبھی
خال رخ کے عشق میں مرنے میں عاشق سینکڑوں
حائل نظارہ دید کیسا ہوگی نقاب
سجدہ عاشق سے ادہ بت تجھ کو کیا حال ہوا
یاد آتا ہے کہ معشوقوں میں بھی تھیں الفین
ٹالنا منظور تھا ہر چند پہلے ہی دے
ہے یہی عالم نمود یار کا تو دیکھنا،
ابتدا ہی میں بہ سودا انتہا کا ہو گیا
راز جس پر منکشف فقر و فنا کا ہو گیا
عرض کر لیں گے جو موقعہ التجا کا ہو گیا
سنکھیا کا عالم اس حبت شفا کا ہو گیا
دور پردہ جس گھڑی شرم و جفا کا ہو گیا
مفت بے ایمان اک بندہ خدا کا ہو گیا
قحط اپنے عہد میں مرد و فنا کا ہو گیا
جیلہ معقول اس بت کو حنا کا ہو گیا
کچھ دنوں میں وہ قد بالا بلا کا ہو گیا

یاد میں اس راست قامت کی یہ کی فریاد رند

وہ قد بالا الف آخر ندا کا ہو گیا

+

نوع دیگر غزل وحدت

زہے جاناں کہ بخش تازہ جان ہر جسم بے جان را
زہے ہرے کہ شد پر تو فنگن از مطلع وحدت
نخل ز آب لب جان بخش سازد آب حیوان را
زہے ماہے کہ روشن کرد نورش ادبِ عرفان را

زہے سلطان کہ ہر سرکش نند گردن بفرمانش
 زہے دلبر کہ لمعاں زحش براد ج محبوبی
 زہے گل رو کہ آب تاب خسار پُر انوارش
 زہے خالق کہ در یک لحظہ کرد از امر کن پیدا
 خداوندے کہ اقلیم خدائی زیر فرمانش
 ہر ملت بحراب سجودش ماندہ خم گرداں
 زہے حاکم کہ دارد سرنگوں گردوں گرداں را
 کند روشن مہتابندہ و مہر درخشاں را
 دہد نشود نماذ تازہ بہر موسم گلستاں را
 زمین و آسمان عرش و فرش حور و علماں را
 شاہنشاہے کہ بخشد تاج سلطانی غلاماں را
 سیجائی و موسائی و ہند و مسلمان را

بہ یک دم ناناں را او عطا سازد نوانائی

بہ یک لحظہ بہ بخشد تازہ وسعت تنگ دستاں را

غزل نوع دیگر

ہر رفیق بے کس منزل بہ منزل رہ گیا
 صید لاغر کرد یا تا خیر قاتل نے مجھے
 اے اجل! فرصت نہ دے فسوس، فسوس ہے
 دوائے قسمت بخل قاتل سے نہ برائی مراد
 جوشِ حیرت نے نہ دی فرصت کہ جنبش کرے
 سخت جانی نے مزے کیا کیا دکھائے وقتِ درج
 زمزمہ سنجی بھلا دی خطرہ صیاد نے
 سایہ افکن کا کل پہچان ہے دئے صاف پر
 دی نہ فرصت ہمہ ہی کی اضطرابِ روح نے
 گر پڑا نغمہ اشک رخسارِ محفل رہ گیا
 ذبح کے لائق نہیں مرنے کے قابل رہ گیا
 آرزو مند جفا احسانِ قاتل رہ گیا
 تشنہ آب دم شمشیرِ بسمل رہ گیا
 آئینہ میری طرح ان کے مقابل رہ گیا
 گر گیا خنجر کبھی بازوئے قاتل رہ گیا
 آنے آنے کان تک شورِ عنادل رہ گیا
 ابر میں پوشیدہ ہو کو ماہِ کامل رہ گیا
 دل میں پروانے کی سوزِ شمعِ محفل رہ گیا

سر جہان سے کیا آنکھوں پہ پٹی باندھ کر
اے نسیم افسوس ہے دیدارِ قاتل سے کیا

+

نوع دیگر

گر بندہ مطالب خود از خدا طلب	در دل مدار غمیر خدا ماسوا طلب
در کار ہر چہ ہست ترا از خدا طلب	مطلب طلب مراد طلب مدعا طلب
در دل امید نیک و بد از بندگان مدار	گر بندہ خدائے و مرد خدا طلب
گردن بکشن ز حکم الہی و دم مزین	سر نہ بنجاک عجز و ہمیشہ رضا طلب
ہر مطلبی کہ ہست ز مطلوب خویش خواہ	ہر مطلبی کہ ہست آزاں آشنا طلب

آرام جان ز حضرت جناناں سوال کن
تسکین زد رگاہے آسے دلربا طلب

+

المحمدیہ کہ کتاب ہذا کی جلد دوم یہاں پر اختتام پذیر ہوئی۔

+

ملنے کا پتہ: سید محمد قاسم شاہ
نور پورہ شاہاں اسلام آباد

مکتبہ المدینہ کراچی
نور آباد فتح گڑھ سیالکوٹ

گوجر ادبی بورڈ لاہور، پاکستان

کے زیر اہتمام طبع ہونے والی نئی کتابیں

نمبر	کتاب	مصنف	قیمت
۱	تاریخ شاہان گوجر (جدید ایڈیشن)	مولانا محمد عبدالملک کھوڑی	۲۰۰.۰۰
۲	تاریخ گوجراں (جلد دوم - پہلی مرتبہ)	مولانا حافظ عبدالحق سیالکوٹی	۱۰۰.۰۰
۳	اسرار کبیری (جلد ۳) افادات و ملفوظات	معمولات و وظائف حضرت باباجی لاروی	۳۵۰.۰۰ (مکمل)
۴	بین الاقوامی معلومات عامہ	عبدالباقی نسیم	۲۰۰.۰۰
۵	محسن پاکستان چوہدری رحمت علی	پروفیسر محمد شریف بقاء لندن	۱۰۰.۰۰
۶	پیارا پاکستان	مرتبہ ادارہ گوجر گونج	۵۰.۰۰
۷	روشن ستارے (جلد اول)	چوہدری عبدالباقی نسیم	۱۰۰.۰۰
۸	زندہ مثالیں (جلد اول)	چوہدری عبدالباقی نسیم	۱۰۰.۰۰
۹	سانجھو کھلاڑو (گوجری شاعری)	پروفیسر ڈاکٹر صابر آفاقی اور مخلص وجدانی	۵۰.۰۰
۱۰	دیو (گوجری شاعری)	غلام یاسین غلام	۵۰.۰۰
۱۱	سیرت محبوب دو عالم (بزبان گوجری)	از ابو العطاء فقیر محمد سعید چشتی	۱۵۰.۰۰
۱۲	گوجری ترجمہ قرآن مجید	ابو العطاء فقیر محمد سعید چشتی	۱۵۰.۰۰
۱۳	گوجری ترجمہ قرآن (تیسواں پارہ)	عبدالرحیم ندیم	۲۰.۰۰
۱۴	کلیات مہجور (اردو گوجری پنجابی ہندکو فارسی)	محمد اسرائیل مہجور	۱۰۰.۰۰
۱۵	خونی لکیر	محمد شریف طارق ایڈووکیٹ	۲۰۰.۰۰
۱۶	تاریخ انجمن گوجراں آل جموں و کشمیر	چوہدری احمد دین صدر انجمن	۱۰۰.۰۰
۱۷	شہدائے گوجراں	ادارہ گوجر گونج	۱۰۰.۰۰
۱۸	کچی تند پریت (گوجری شاعری)	عبدالرشید پریم کوٹی	۵۰.۰۰
۱۹	چوہدری رحمت علی مشاہیر کی نظر میں	چوہدری عبدالباقی نسیم	۱۰۰.۰۰
۲۰	آئینہ تاریخ	مولانا مہدی الزماں	۱۰۰.۰۰
۲۱	ذابلستان کے گوجر قبائل	انجینئر محمد اقبال بیلا	۱۰۰.۰۰

ملنے کے پتے:

رحمن برادرز - رحمن مارکیٹ غزنی سٹیٹ اردو بازار، لاہور
 گوجری ادبی بورڈ رحمن مارکیٹ غزنی سٹیٹ اردو بازار، لاہور
 ماہنامہ "گوجر گونج" رحمن مارکیٹ غزنی سٹیٹ اردو بازار، لاہور فون ۳۱۰۳۲۶ - ۰۴۲

